حیاتِ صحابہؓ کے درخشاں پہلو

نام کتاب

حیاتِ صحابہؓ کے درخشاں پہلو

تالیف

عبدالرحمان رافت الباشاء

ترجمہ

محمود احمد غضنفر

تاریخ اشاعت

مئی ۲۰۰۴ء

مطبوعہ

ناشر

نعمانی کتب خانہ

لاہور

e-mail: nomania2000@hotmail.com

حیاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے درخشاں پہلو

جلیل القدر صحابہ کرام کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ایک عمدہ، مستند اور جامع کتاب

تالیف

عبد الرحمان رافت الباشاء

ترجمہ

محمود احمد غضنفر

نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
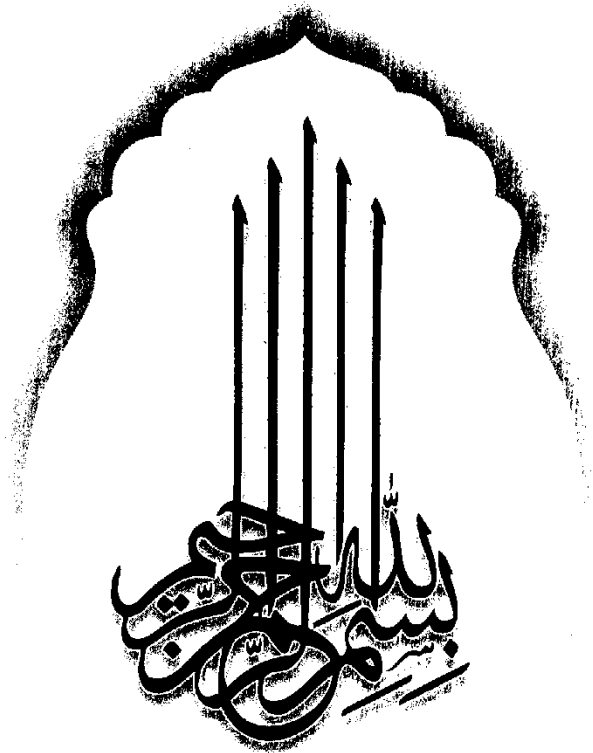
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اظہارِ تشکر

میں اظہار تشکر کرتا ہوں اس ہستی کے حوالے سے جس کے قدموں تلے جنت ہے۔ جس کی آہ سحر گاہی کی بدولت مجھے شاہراہِ علم پر گامزن ہونے کی توفیق ملی۔ جس کی تربیت سے دینی شعور اجاگر ہوا۔ جس کے تبسم ریز لہجے نے زندگی کے چراغ روشن کیے۔ جس کا وجود میرے لئے سایۂ رحمت تھا۔

جس کی گود گہوارۂ شفقت تھی۔ جس کی بے لوث دعاؤں سے دنیا میں فرحت، راحت اور رفعت نصیب ہوئی اور راستے کی ہر ظلمت ضیاء میں تبدیل ہوگئی۔

اللہ اسے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب کرے۔ آمین

ابوضیاء محمود احمد غضنفر

سخن ناشر

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

وہ عظیم المرتبت، جلیل القدر ہستیاں ہیں جن کی زندگیاں شمع رسالت ﷺ سے ضیاء بار ہوئیں۔ ان کی پاکیزہ سیرت کا ہر پہلو اسوۂ رسول ﷺ کی کرنوں سے منور ہے۔

''وہ اللہ سے راضی اور اللہ ان سے راضی''

اللہ تعالیٰ سے ان نفوس قدسیہ کو یہ عظیم مرتبہ بھی ملا کہ ان کی دلآویز سیرت نگاری کے پھول عربی زبان میں دینی ادب کے چمن زاروں میں کھلتے رہے۔

''الاستاد عبدالرحمان رافت الباشاء'' کی تالیف ''صور من حیاۃ الصحابہؓ '' بھی انہیں ''گلشن محبت'' کے پھولوں میں سے ہے۔ جس کا انتہائی سلیس' شگفتہ رواں اردو ترجمہ جناب مولانا محمود احمد غضنفر نے اس خوبصورتی سے کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ سے محبت کے پھول ہر سطر میں کھلتے نظر آتے ہیں اور ان کی مہک مطالعہ کرنے والوں کے دل و دماغ کو ایمانی جذبات سے معطر کرتی چلی جاتی ہے۔

زیر نظر کتاب ''حیات صحابہؓ کے درخشاں پہلو'' الحمد للہ (نعمانی کتب خانہ' لاہور) کی ایک ایسی کاوش ہے جسے ہر دینی حلقے میں بہت زیادہ پذیرائی ملی اور اس شاہکار کتاب کو کئی لائبریریوں اور دینی مدارس نے اپنے نصاب میں شامل کیا ہے۔ **فللّٰه الحمد**

اس کے علاوہ مترجم کتاب ہذاء مولانا محمود احمد غضنفر کے تراجم و تالیفات کی درج ذیل نئی کتب کو زیورِ طباعت سے آراستہ کیا گیا ہے۔

حیاتِ انبیاء علیہم السلام .... (اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبیوں کے حالات و واقعات پر مشتمل کتاب)

حیات تابعین کے درخشاں پہلو .... (جلیل القدر تابعین عظام کا تذکرہ)

ہماری ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ عام ادبی دنیا میں عربی دینی ادب کو بھی زبان و کلام کی ایسی چاشنی کے ساتھ متعارف کرایا جائے جو انتہائی دلچسپ اور سلیس انداز میں قارئین کے دلوں میں اتر سکے اور ہم سب کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے قبولیت کا باعث بنے۔

آپکے قیمتی مشوروں اور دعاؤں کا طالب
محمد ضیاء الحق نعمانی
نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون(042-7321865)

آغازیہ

شمع رسالت کے پروانے" آسمان نبوت کے چمکتے ستارے، گلشنِ محمدی کے مہکتے پھول، آفتاب رسالت ﷺ کی جھلملاتی کرنیں، آغوشِ نبوت کی پروردہ ہستیاں اور درسگاہِ نبوی ﷺ میں تربیت پانے والے طلبہ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، جن کے سینوں پر انوارِ رسالت ﷺ براہِ راست پڑے، جن کی پاکیزہ صفات کا تذکرہ قرآن مجید اور دیگر الہامی کتابوں میں کیا گیا، جنہوں نے دین الٰہی کی سربلندی کے لئے اپنی ہر چیز اللہ کی راہ میں لٹا دی، جن کی سیرت کا ہر پہلو درخشاں اور ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

رحمت اللعالمین، شفیع المذنبین، خاتم النبیین، محبوب رب العالمین، قائد المجاہدین کی محبت بھری آغوش نبوت میں تربیت حاصل کرنے والے وہ قدسی نفوس، جنہوں نے شمع رسالت ﷺ کی روشنی اپنے دلوں میں جذب کی تھی، وہ اسے بانٹنے کیلئے اکناف عالم میں پھیل گئے۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ رسول اقدس کا تربیت یافتہ جو بھی صحابیؓ جہاں بھی گیا اس کے دم قدم سے ظلمت ضیاء میں تبدیل ہو گئی اور زحمت رحمت میں بدل گئی اور اس خطے کے باسیوں کے دلوں کی اجڑی بستیاں پھر سے آباد ہونے لگیں۔ خزاں رسیدہ گلستانوں میں پھر سے بہار آنے لگی۔ فصل گل سے ناآشنا غنچے پھر سے چٹخنے لگے۔ اور فصل بہار کی منتظر کلیاں مسکرانے لگیں۔

پھر گلستان گلستان بہار آ گئی
اور چمن کا چمن مسکرانے لگا

زیر مطالعہ کتاب (حیات صحابہؓ کے درخشاں پہلو) "صور من حیاۃ الصحابہ" کا اردو ترجمہ ہے۔ جسے الاستاذ دکتور عبدالرحمان رافت الباشاء نے عربی ادیبانہ اسلوب میں تحریر کیا اور تاریخی واقعات کو نہائت ہی دلپذیر انداز میں قلم بند کیا، جس کا مطالعہ کرنے سے دل میں احساس پیدا ہوا کہ اسے اسی ادبی چاشنی اور دلپذیرانہ انداز میں اردو زبان میں منتقل کیا جائے تاکہ اردو دان

طبقہ بھی اس سے مستفید ہو سکے۔ چنانچہ میں نے اپنے سعودی عرب اور کویت کے سفر کے دوران اس کام کا آغاز کیا، بعدازاں مجھے برطانیہ جانے کا اتفاق ہوا جہاں محترم جناب مولانا محمود احمد میر پوریؒ صاحب (ایڈیٹر صراطِ مستقیم برمنگھم) نے یہ مسودہ دیکھا اور نہ صرف میری حوصلہ افزائی کی بلکہ مجھے بعض مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ جزاکم اللہ خیرا

ابتدائی دور میں یہ کتاب تین الگ الگ حصوں میں شائع کی گئی تھی۔ اس کے ترجمے کا اسلوب میں نے حضرت مولانا حنیف ندوی مرحوم سے اخذ کیا۔ جب میں پہلے حصے کا مسودہ لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے اسے دیکھ کر انتہائی مسرت کا اظہار کیا اور بیشتر مقامات پر اپنے قلم سے اشارات لکھے۔

پہلے حصہ کی اشاعت پر جب یہ کتاب منظر عام پر آئی تو بہت سے احباب نے میری توقعات سے بھی بڑھ کر اظہار پسندیدگی کیا اور دوسرے اور تیسرے حصہ کی اشاعت کا مسلسل مطالبہ ہونے لگا۔ اس دوران میرے مرحوم دوست مولانا محمد بشیر نعمانیؒ نے اپنے معروف ادارہ نعمانی کتب خانہ کی طرف سے اسکی فروخت اور آئندہ نشرواشاعت میں گہری دلچسپی اور معاونت کا اظہار کیا جس کی وجہ سے بقیہ دو حصوں کی تکمیل کا کام قلیل مدت میں ہی مکمل ہو گیا، بعدازاں اس کتاب کو یکجا جلد میں شائع کر دیا گیا اس اشاعت کے اگلے ایڈیشن کے موقع پر نوجوانوں اور خصوصاً طلبہ کی دلچسپی اور تربیت کے پیش نظر اس کتاب کو پنجاب بھر کے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی لائبریریوں کیلئے سرکاری سطح پر منظور کر لیا گیا۔ چنانچہ الحمدللہ آج یہ کتاب دینی اور دنیاوی حلقوں کے اساتذہ اور طلبہ میں ''اپنی پسندیدہ ترین کتاب'' کا درجہ پا چکی ہے بلکہ پذیرائی کا یہ سلسلہ برصغیر پاک وہند کے علاوہ برطانیہ اور سعودی عرب میں بھی پھیل چکا ہے۔

اس کتاب میں اگر کوئی خوبی ہے تو وہ محض اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق اور اس بابرکت ذات کے خصوصی رحم وکرم کی بناء پر ہے، اگر کوئی فرو گزاشت ہے تو وہ محض میری کم مائیگی اور کم علمی کی بناء پر ہے۔

میں عزیزم ضیاء الحق نعمانی کا ممنون ہوں کہ انہوں نے بھی اپنے والد گرامی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے نہ صرف کتاب ہذا کے اس ایڈیشن کو ازسرنو انتہائی خوبصورت اور معیاری

انداز میں قارئین تک پہنچانے کا اہتمام کیا ہے بلکہ میرے دیگر کئی تراجم و تالیفات کو اپنے مخصوص انداز میں زیور طباعت سے آراستہ کرایا ہے۔

انشاء اللہ (حیاۃ صحابہؓ کے درخشاں پہلو) کا مطالعہ آپکے لیے حیات بخش ثابت ہوگا اور اس سے آپکی شخصیت میں نکھار پیدا ہوگا۔

خود مطالعہ کریں، اپنے بچوں کو پڑھائیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی ترغیب دیں۔ میرے اور میرے اہل خانہ کے لئے اخلاص، ایمان، تقویٰ، جہاد اور ایثار کی لازوال دولت میسر آنے کی دعا فرمائیں۔ وما توفیقی الا باللہ و علیہ توکلت وھو علی کل شیء قدیر. و صلی اللہ علی النبی محمد و علی الہ و اصحابہ وسلم.

محمود احمد غضنفر

(یکم دسمبر ۲۰۰۲ء)

سید ابوبکر غزنوی رحمتہ اللہ علیہ

مُقدّمۃ

حامِداً و مصلّیاً

صحابہ کرامؓ کے سینوں پر انوار رسالت براہِ راست پڑے تھے انہوں نے اپنا گھر بار اپنا مال ومنال اپنا سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر لٹا دیا۔

صدیق اکبرؓ کو دیکھئے ابھی اسلام کا آغاز تھا۔ مکے کی بستی کافروں سے بھری ہوئی تھی حضرت ابوبکرؓ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سے سرشار تھے۔ آپ ﷺ سے التجا کی کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں لوگوں کو علانیہ آپ ﷺ کی رسالت کی اطلاع دوں اور آپ سے فیضیاب ہونے کی دعوت دوں آپ نے فرمایا، اے ابوبکرؓ! ذرا صبر سے کام لو ابھی ہم تعداد میں کم ہیں حضرت ابوبکرؓ پر غلبہ حال طاری تھا انہوں نے پھر اصرار کیا حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت دے دی حضرت ابوبکر نے بے خوف وخطر لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی۔ البدایہ والنہایہ میں حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

فَكَانَ اَوَّلُ خَطِيْبٍ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ

(حضور ﷺ کی بعثت کے بعد حضرت ابوبکرؓ پہلے خطیب ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا)

مشرکین مکہ آپ پر ٹوٹ پڑے آپ کو سخت پیٹا اور روندا، عتبہ بن ربیعہ نے آپ کے چہرے پر بے تحاشا تھپڑ مارے۔ آپ قبیلہ بنو تمیم سے تھے آپ کے قبیلے کے لوگوں کو خبر ہوئی تو وہ دوڑے ہوئے آئے مشرکین سے انہیں چھڑا کر ان کے گھر چھوڑ آئے حضرت ابوبکرؓ بے ہوش تھے اور لوگوں کا خیال تھا کہ وہ جانبر نہ ہو سکیں گے وہ دن بھر بے ہوش رہے جب شام ہوئی تو آپ کو ہوش آیا آپ کے والد ابو قحافہ اور آپ کے قبیلے کے لوگ آپ کے پاس کھڑے تھے ہوش آتے ہی پہلی بات انہوں نے یہ کہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں اور کس حال

میں ہیں ان کے قبیلے کے لوگ سخت برہم ہوئے اور انہیں ملامت کی کہ جس کی وجہ سے یہ ذلت و رسوائی تمہیں اٹھانی پڑی اور یہ مار پیٹ تمہیں برداشت کرنا پڑی ہوش میں آتے ہی تم پھر اسی کا حال پوچھتے ہو ان اندھوں کو کیا خبر تھی کہ ان کی خاطر جو سختیاں جھیلنے میں جو لذت ہے وہ دنیا داروں کو پھولوں کی سیج پر اور بستر سنجاب پر بھی حاصل نہیں ہوتی ہے۔

اے جفاہائے تو خوشتر ز وفائے دیگراں

ان کے قبیلے کے لوگ مایوس ہو کر اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور ان کی ماں ام الخیر سے کہہ گئے کہ جب تک محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت سے یہ باز نہ آ جائے اس کا بائیکاٹ کرو اور اسے کھانے پینے کو کچھ نہ دو ماں کی مامتا تھی جی بھر آیا کھانا لا کر سامنے رکھ دیا اور کہا کہ دن بھر کے بھوکے ہو کچھ کھالو، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا:

ماں! خدا کی قسم میں کھانا نہیں چکھوں گا اور پانی کا گھونٹ تک نہ پیوں گا جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نہ کرلوں۔

حضرت عمرؓ کی بہن ام جمیل آ گئیں اور بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بخیریت ہیں اور دارِ ارقم میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ زخموں سے چور تھے چلنے کے قابل نہ تھے اپنی ماں کے سہارے سے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان پر جھک پڑے اور انہیں چوما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سخت گریہ طاری تھا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ صدیق اکبرؓ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں اپنے جسم اور اپنی جان کی سب کلفتیں بھول گئے۔

صحابہ کرامؓ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کو ترستے تھے آپ نے مرض الموت میں جب پردہ اٹھا کر دیکھا اور صحابہ کرامؓ کو نماز کی حالت میں دیکھ کر مسکرائے تو صحابہ کرامؓ میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکھڑے سے زیادہ حسین منظر نہیں دیکھا ہے۔ کچھ عاشقانِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے بھی تھے جن کو اپنی آنکھیں محض اس لیے عزیز تھیں کہ ان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوتی ہے۔

نازم بچشم خود کہ جمالِ تو دیدہ است

ایک صحابی کی آنکھیں جاتی رہیں لوگ عیادت کو آئے تو کہنے لگے یہ آنکھیں تو مجھے اس لیے عزیز تھیں کہ ان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوتی تھی جب وہی نہ رہے تو اب ان آنکھوں کے جانے کا غم کیا ہے۔

کچھ صحابہ ایسے بھی تھے جنہوں نے روز روز کا جھگڑا ہی چکا دیا تھا۔ زندگی کا سب کاروبار چھوڑ کر آپ ﷺ کی خدمت ہی کے لیے وقف ہو گئے تھے۔

حضرت بلالؓ کو یہ سعادت نصیب ہوئی آپ ﷺ کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا آپ کے گھر کا سب کام کاج حضرت بلالؓ ہی کرتے تھے دنیا کے سب دھندوں کو خیر باد کہہ چکے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی آپ سفر کے لیے تشریف لے جاتے آپؐ کے ساتھ ہو لیتے، آپ کو جوتیاں پہناتے آپ کی جوتیاں اتارتے سفر میں آپ کا بچھونا، مسواک، جوتا اور وضو کا پانی ان ہی کے پاس ہوتا تھا۔ اسی لیے آپ کو صحابہ کرام سواد رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے تھے یعنی حضور ﷺ کے میر ساماں تھے۔

حضرت ربیعہؓ اسلمی سارا دن آپ ہی کی خدمت میں رہتے تھے جب آپ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر کاشانہ نبوت میں تشریف لے جاتے تو آپ باہر دروازے پر بیٹھے رہتے کہ شاید آپ کو کوئی کام پڑے اور میرے بھاگ جاگ اٹھیں اور حضور ﷺ کی خدمت کی سعادت نصیب ہو جائے۔ ایک دن حضور ﷺ نے ربیعہؓ سے فرمایا: ربیعہ تم شادی کیوں نہیں کرتے۔ کہنے لگے، شادی کی تو یا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام! آپ کا آستانہ مجھ سے چھوٹ جائے گا، مگر حضور نے بار بار اصرار سے کہا اور وہ مجبور ہو گئے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ آپ کے مستقل خدمت گزار تھے آپ سفر پر جاتے تو پیدل آپ کے ساتھ ساتھ چلتے اور آپ کی اونٹنی ہانکتے تھے۔

حضرت انسؓ بن مالک کو ان کی والدہ حضور اقدس کی خدمت کے لیے بچپن ہی میں وقف کر گئی تھیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ بھی بارگاہِ رسالت میں ہمیشہ حاضر رہتے۔

عشق و شیفتگی کی یہی کیفیت تھی جس کی وجہ سے وہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی خاطر سخت سے سخت مصیبتیں جھیلتے رہے وہ صرف مصیبتیں جھیلتے ہی نہ تھے بلکہ ان مصیبتوں میں ایک لذت اور سرور محسوس کرتے تھے محبت کا یہ جذبہ ان میں ایسی سرشاری پیدا کرتا تھا کہ جسم کی کوئی کلفت اور ذہن کی کوئی اذیت انہیں محسوس ہی نہیں ہوتی تھی صحابہؓ میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی تھی جن کی عمر اتنی نہ ہوئی کہ وہ اسلام کی غربت کے ساتھ اسلام کے عروج و اقبال کا زمانہ بھی دیکھتے اور عدیؓ بن حاتم کی طرح کہہ سکتے۔ کنت فی من فتح کنوز کسری ۔ میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے کسریٰ کے خزانوں کو کھولا تا ہم جب دنیا سے گئے تو اس عالم میں گئے کہ ان سے زیادہ عیش وخوشحالی میں شاید ہی کسی نے دنیا چھوڑی ہو۔

بدر واحد کے شہیدوں کا حال پڑھو۔ ایمان لانے کے بعد جو کچھ بھی ان کے حصے میں آیا وہ دن رات کی کاوشوں اور مصیبتوں کے سوا کیا تھا؟ وہ اسلام کی فتح یابیوں اور کامرانیوں سے پہلے ہی دشمنوں کی تیغ وسناں سے چور میدانِ جنگ میں قدم توڑ رہے تھے مگر دیکھو کہ پھر بھی ان کے دل کی شادمانیوں کا کیا حال تھا۔

جنگ احد میں سعدؓ بن ربیع کو لوگوں نے دیکھا کہ زخمیوں میں پڑے دم توڑ رہے ہیں۔ پوچھا: کوئی وصیت اگر کرنی چاہتے ہو تو کر دو۔ کہا، اللہ کے رسول ﷺ کو میرا اسلام پہنچا دینا اور میری قوم سے کہہ دینا کہ راہِ خدا میں اپنی جانیں نثار کرتے رہیں۔ عمارہؓ بن زیاد زخموں سے چور جانکنی کی حالت میں تھے کہ خود حضور ﷺ سرہانے پہنچ گئے اور عمارہؓ کے بھاگ جاگ اٹھے۔ فرمایا: عمارہ کوئی آرزو ہو تو کہو، عمارہؓ نے اپنا زخمی جسم گھسیٹ کر آپ کے قدموں کے قریب کر دیا اور درد بھری آواز میں بولے میری یہ آرزو ہے کہ جان نکلتے وقت آپ ﷺ کے چہرے پر میری نظریں جمی ہوئی ہوں اور میری نظروں میں آپ کے سوا کچھ نہ ہو عورتوں تک کا یہ حال تھا کہ بیک وقت انہیں ان کے شوہر، بھائی اور باپ کے شہید ہو جانے کی خبر سنائی جاتی تھی اور وہ کہتی تھیں یہ تو ہوا، مگر بتلاؤ اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا حال ہے۔

مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں جو شخص اقتدار کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرے۔ اس لیے کہ ان کے دل ساری امت سے زیادہ نیک اور پاک تھے ان کے علم میں سب سے زیادہ

گہرائی تھی۔ وہ سب سے کم تکلف کرنے والے تھے۔ وہ سب سے زیادہ سیدھی راہ پر تھے۔ ان کے حالات سب سے بہتر تھے، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی صحبت کے لیے چن لیا تھا، پس تم ان کی قدر و منزلت کو پہچانو، اور ان کے نقش قدم پر چلو اس لیے کہ سیدھی راہ پر گامزن یہی لوگ تھے۔

صحابہ کرام وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سید الاولین والآخرین کی صحبت کے لیے چن لیا تھا اور جن کے بارے میں اللہ کی یہ مشیت ہوئی کہ وہ خاتم النبیین سے براہِ راست فیض حاصل کریں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ان کا روحانی تزکیہ کریں' اور خود کتاب وحکمت کی انہیں تعلیم دیں۔ ان کی شان میں گستاخی سراسر موجب حرمان ہے۔ ان کے بارے میں دل میں بغض رکھنا سراسر باعث خسراں ہے، آخر میں اختصار کے ساتھ عرض یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کا ادب واحترام ملحوظ رکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

1۔ اس لیے کہ آفتاب نبوت کی شعاعیں براہِ راست ان کے سینوں پر پڑی تھیں اور اس سعادت عظمیٰ میں کوئی طبقہ امت ان کا سہیم وشریک نہیں ہے۔

2۔ صحابہ کرام نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاطر اپنا مال اپنا گھر بار اپنی جانیں' اپنی اولاد سب کچھ نچھاور کر دیا۔

3۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امت کے درمیان صحابہ کرام ہی وہ واسطہ اور رابطہ ہیں جن کے ذریعے اطراف عالم میں کتاب وسنت کی تمام تعلیمات کا ابلاغ ہوا اگر ان کی ثقاہت بے داغ نہ ہوتی تو دین کی حفاظت کا کوئی امکان نہ تھا۔

عہدِ صحابہؓ کی دلکش تصویر

سید ابو الحسن الندوی

قرآن مجید نے صحابہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ **اشداء علی الکفار رحماء بینھم** (وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل) ان کی زندگی ان کے آپس کے تعلقات ان کا ایک دوسرے کے ساتھ سلوک و باہمی محبت اکرام و احترام پاسداری اور ادائے حقوق کے واقعات اس آیت قرآنی کی تائید کرتے ہیں۔ اس کے خلاف جو بھی بیان کیا گیا ہے یا بیان کیا جائے وہ قرآن کی تکذیب تاریخ کی تغلیط اور تربیت نبوی صلعم کے بارے میں بدگمانی اور تشکیک کے مترادف ہے۔ بطور دلیل یہ واقعات ملاحظہ کریں۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ عقبہ بن حارث کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھی پھر باہر نکل کر ٹہلنے لگے۔ آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے کندھے پر بٹھا لیا اور فرط محبت سے کہا میرا باپ قربان ہو یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے حضرت علیؓ کے مشابہ نہیں۔ حضرت علی سن رہے تھے اور ہنس رہے تھے۔

ابن سعد حضرت جعفر سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت محمد باقر سے وہ امام زین العابدین سے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس یمن کے حلے آئے۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں میں تقسیم کر دیئے وہ یہ پوشاک پہن کر مسجد نبوی میں آئے آپ روضۂ نبوی اور منبر کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے لوگ آتے سلام کرتے اور دعا دیتے اتنے میں حسن وحسین رضی اللہ عنہما مکان سے باہر نکلے ان کے جسم پر کوئی حلہ نہیں تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ افسردہ اور اداس بیٹھے ہوئے تھے لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا میں ان بچوں کی وجہ سے مغموم ہوں کہ ان کے بدن کے مطابق کوئی حلہ نہیں تھا سب بڑی عمر والوں کے لیے تھے، پھر آپ نے یمن اپنے

عامل کو لکھا کہ حسن و حسینؓ کیلئے دو حلے بھیجو اور تاخیر نہ کرنا اس نے فوراً دو پوشاکیں بھیجیں۔ آپ نے اپنے ہاتھوں سے ان دونوں کو پہنایا تب اطمینان ہوا۔ ایسی اور مثالیں بھی دی جا سکتی ہیں لیکن ہم اختصاراً انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

ان خصوصیات کی بناء پر یہ پہلا اسلامی معاشرہ جس کی بنیاد صحبت نبوی تربیت ایمانی اور تعلیمات قرآنی پر پڑی تھی ایک بے خار انسانی گلدستہ بن گیا جس کا ہر پھول اور ہر پتی اس کے لیے باعث زینت تھی مختلف قبائل، مختلف خاندانوں اور مختلف حیثیتوں کے افراد ایک خوش اسلوب متحد القلوب خاندان میں تبدیل ہو گئے اور اسلام کی انقلاب انگیز تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معجزانہ صحبت نے ان کو شیر و شکر بنا دیا، اس موقعہ پر راقم سطور خواجہ الطاف حسین حالی کی شہرہ آفاق مسدس کا ایک اقتباس نقل کیے بغیر نہیں رہ سکتا جس میں صحابہ کرام کے اس معاشرہ کی بولتی ہوئی تصویر کھینچی گئی ہے۔ یہ تصویر مبنی بر حقیقت ہونے کے ساتھ ساتھ ایسی دلکش اور دلآ ویز ہے کہ اس کی پوری نسل انسانی کے وسیع اور ضخیم مرقع میں پیغمبروں کی سیرت و تاریخ کے بعد سب سے پہلی اور اونچی جگہ دینی چاہیے، مولانا حالی صحابہ کرامؓ اور خلافت راشدہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جب امت کو سب مل چکی حق کی نعمت   ادا کر چکی فرض اپنا رسالت
رہی حق پہ باقی نہ بندوں کی حجت   نبی ﷺ نے کیا خلق سے قصد رحلت

تو اسلام کی وارث اک قوم چھوڑی
کہ دنیا میں جس کی مثالیں ہیں تھوڑی

سب اسلام کے حکم بردار بندے   سب اسلامیوں کے مددگار بندے
خدا اور نبی کے وفادار بندے   یتیموں کے رانڈوں کے غمخوار بندے

رہِ کفر و باطل سے بیزار بندے
نشہ میں مئے حق کے سرشار بندے

جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے   کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سر احکام دین پر جھکا دینے والے   خدا کے لیے گھر لٹا دینے والے

ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے
فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

اگر اختلاف ان میں باہم دگر تھا تو بالکل مدار اس کا اخلاص پر تھا
جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا خلاف آشتی سے خوش آیند تر تھا

یہ تھی موج پہلی اس آزادگی کی
ہرا جس سے ہونے کو تھا باغ گیتی

نہ کھانوں میں تھی واں تکلف کی کلفت نہ پوشش سے مقصود تھی زیب و زینت
امیر اور لشکر کی تھی ایک صورت فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت

لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا
نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

خلیفہ تھے امت کے ایسے نگہباں ہو گلہ کا جیسے نگہباں چوپاں
سمجھتے تھے ذمی و مسلم کو یکساں نہ تھا عبد و حر میں تفاوت نمایاں

کنیز اور بانو تھیں آپس میں ایسی
زمانہ میں ماں جائی بہنیں ہو جیسی

رہِ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ ان کی فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ ان کی
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ ان کی شریعت کے قبضہ میں تھی باگ ان کی

جہاں کر دیا نرم نرما گئے وہ
جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ

کفایت جہاں چاہئے واں کفایت سخاوت جہاں چاہئے واں سخاوت
جچی اور تلی دشمنی اور محبت نہ بے وجہ الفت نہ بے وجہ نفرت

جھکا حق سے جو جھک گئے اس سے وہ بھی
رکا حق سے جو رک گئے اس سے وہ بھی

قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور مستند تاریخ کی روشنی میں اسلامی معاشرہ کے جو خدو خال

اس کا جو سراپا اور نقشہ اور اس سے آگے بڑھ کر اس کا جو مزاج و مذاق سامنے آتا ہے اس سے نہ صرف اولین مسلمانوں اور آغوشِ نبوت کے پروردہ اور درس گاہِ نبوی کے تربیت یافتہ لوگوں کی ایک ایسی بڑی تعداد میں افرادِ انسانی کی ایک حسین اور دلکش تصویر سامنے آتی ہے جس سے بہت کم تعداد میں بھی اور صدیوں کے فرق اور مکان و زماں کے تفاوت سے بھی کوئی ایسی معیاری اور مثالی جماعت نظر نہیں آتی اس سے انسانی فطرت کی خیر قبول کرنے کی صلاحیت، اس کی ترقی، پاکیزگی، بلند پروازی کے ایسے وسیع امکانات جہاں تک انسانوں کی ذہانت پہنچنی مشکل ہے۔ مخلص اور موید من اللہ مصلحین و مربیوں کی کوشش و محنت کی کامیابی کا ثبوت ملتا ہے اور انسانیت کو خود اپنے اوپر ناز کرنے اور ہر دور کے انسانوں کو فخر و مباہات کا حق حاصل ہوتا ہے کہ ان کی جنس اور نوع میں ایسے بلند پایہ انسان پیدا ہوئے ہیں جن میں ہر ایک بقول اقبال ع

خاکی و نوری نہاد بندۂ مولیٰ صفات

کا مصداق تھا۔ اس سے فردِ انسانی احساس کمتری، مردم بیزاری اور مایوسی کے امراض سے شفا پاتا ہے صحیح خطوط پر کام کرنے والوں کا حوصلہ بلند ہوتا ہے اور انبیاء مرسلین (صلوٰت اللہ علیہم) سے عمومیت کے ساتھ اور سید المرسلین خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے خصوصیت کے ساتھ عظمت و عزت راسخ ہوتی ہے آپ کی تعلیم و تربیت کے نتائج کو دیکھ کر ایمان بالغیب ایمان شہودی بن جاتا ہے۔

امام ابن تیمیہؒ نے بہت صحیح لکھا ہے۔ مجموعی حیثیت سے انبیاء علیہم السلام کے بعد افرادِ انسانی کا کوئی مجموعہ اور انسانوں کی کوئی نسل صحابہ کرامؓ سے بہتر سیرت و کردار کی نظر نہیں آتی۔

حرفِ چند

از قلم مولانا محمد اسحاق بھٹی

اس عالم کون و مکاں میں بے شمار معاشرے ابھرے اور اپنا وقت پورا کر کے رخصت ہو گئے، مگر آج سے چودہ سو سال پہلے سرزمین عرب میں رسول معظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت اور فیض لا متناہی سے جو معاشرہ عالم وجود میں آیا اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی یہ صحابہ کرامؓ کا معاشرہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی اور مدنی زندگی میں صرف تیئس سال کی انتہائی مختصر مدت میں معرضِ ظہور میں آیا، اس معاشرے کی پاکیزہ روشی و پارسائی اور نزاہت وعلو مرتبت کی شہادت خود قرآن مجید نے دی، ان نفوس قدسیہ پر بارگاہِ خداوندی کی طرف سے رضا ورحمت کا شامیانہ تن گیا، اور انہوں نے اپنے آپکو اللہ کی رضا کے حوالے کر دیا۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُ ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ o المائدہ۔۱۱۹

(اللہ ان پر راضی ہو گیا اور یہ اللہ سے راضی ہو گئے یہ بہت بڑی کامیابی ہے)۔

رضائے الٰہی جن لوگوں کو حاصل ہو جائے اور جو لوگ اپنی زندگی کے تمام معاملات کو خدا کے سپرد کر دیں ان سے زیادہ خوش بخت اور بلند قسمت اور کون ہو سکتا ہے۔

قرآن حکیم نے اسی کو عظیم الشان کامیابی اور فوز و فلاح کا آخری مرتبہ قرار دیا ہے۔ اس مجمع فضائل و کمال جماعت میں بعض ایسے خوش نصیب حضرات بھی ہیں جن کا تذکرہ قرآن مجید میں ان کے نام لے کر کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ۔

ہجرت مدینہ کے موقعے پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے اور غار ثور میں قیام فرمایا تو قرآن نے واضح الفاظ میں اس کا تذکرہ کیا اور ان کی بے پناہ نصرت واعانت الٰہی کا تذکرہ شاندار الفاظ میں فرمایا۔

فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا O توبة : ۴۰

(اللہ نے اپنے پیغمبر کی اس وقت مدد فرمائی جب کافروں نے اس حال میں اسے گھر سے نکالا تھا کہ وہ صرف دو آدمی تھے اور دو میں دوسرا (اللہ کا رسول ﷺ تھا) اور دونوں غار میں تھے اس وقت اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے ساتھی سے کہا غمگین نہ ہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے)۔

یہ دونوں کون تھے؟ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ۔

قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر صحابہ کی مختلف سرگرمیوں کا تذکرہ اپنے اسلوب خاص میں ادب و جمال کے سانچے میں ڈھلے ہوئے الفاظ میں کیا ہے، اگر ان تمام مقامات کا اس نقطہ نظر سے جائزہ لیا جائے تو قرآن کے آئینہ شفاف کی روشنی میں صحابہ کرامؓ کی ایک دلآویز اور پر از معلومات سیرت مرتب ہو سکتی ہے۔

قرآن کے بعد حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمبر آتا ہے، کتب احادیث میں مناقب صحابہؓ کے ابواب کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

مناقب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی فضیلت و مدح کے سلسلے میں جو باتیں ارشاد فرمائی ہیں وہ سیرت صحابہؓ کا اہم ماخذ ہیں، مناقب اہل بیت، مناقب خلفائے راشدین، مناقب عشرہ مبشرہ اور دیگر بہت سے صحابہؓ کے مناقب حدیث کی تمام کتابوں میں مذکور ہیں، اس میں فرق البتہ یہ ہے کہ حدیث کی کسی کتاب میں زیادہ تفصیل سے کام لیا گیا ہے اور کسی میں اختصار کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے قرآن و حدیث کے دو اولین مآخذ اور بنیادی مصادر کے بعد حالاتِ صحابہؓ کے سلسلے میں ہم کتب سیرت و مغازی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

عصر صحابہؓ اور عہد خلفائے راشدین ہی میں تدوین حدیث کے ساتھ ساتھ سیرت و مغازی کو سلک کتابت میں پرونے کا کام شروع ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کے واقعات و حالات کو معرض تحریر میں لانے کی بنیاد پڑ گئی تھی، اس کا باقاعدہ آغاز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں انہی کی کوشش سے ہوا، اس کے لئے انہوں نے عبید بن سریہ کو یمن سے دمشق بلایا اور ان سے ''اخبار الماضیین'' کے نام سے قدماء کی تاریخ لکھوائی۔

- اس کے بعد ۶۵ھ میں عبدالملک بن مروان تختِ حکومت پر بیٹھا اس نے متعدد علوم و فنون سے متعلق اہل علم سے کتابیں مرتب کرائیں۔
- حضرت زبیر بن العوام کے فرزند ارجمند اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نواسے حضرت عروہ جو مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں سے تھے، ۱۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۴ھ میں فوت ہوئے، یہ جلیل القدر تابعی تھے انہوں نے ایک نہایت عمدہ کتاب تصنیف کی جو مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے مشہور ہوئی۔
- حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے زمانہ خلافت میں اس موضوع سے متعلق انتہائی دلچسپی کا اظہار کیا، انہوں نے زیادہ تر تدوین حدیث کے بنیادی مسئلے کو اہمیت دی۔
- امام شعبی اپنے عہد کے ممتاز محدث تھے، مغازی و سیر کے بارے میں ان کے معلومات کا دائرہ بہت وسیع تھا، اس عالی مرتبت تابعی نے ۱۰۹ھ میں وفات پائی۔
- عاصم بن عمر انصاری جو معروف تابعین میں سے تھے، ۱۲۱ھ کو سفر آخرت پر روانہ ہوئے، سیرت و مغازی ان کا خاص موضوع تھا اور وہ جامع دمشق میں طلبہ کو اس کا باقاعدہ درس دیتے تھے، اور جن جن صحابہ نے مختلف غزوات میں عزیمت و استقلال کے ثبوت بہم پہنچائے، ان کی تفصیلات بیان فرماتے تھے ان کے بے شمار شاگردوں نے اس فن کی تعلیم لی۔
- امام زہری نے جن کا اسم گرامی محمد بن مسلم تھا اس موضوع پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی اور سیر و مغازی کے تمام گوشوں کی اس کتاب میں وضاحت فرمائی، اس امام ہمام نے ۱۲۴ھ میں جنت کی راہ لی۔
- فقہائے مدینہ میں ایک معروف تابعی یعقوب بن عتبہ ثقفی تھے جو ۱۲۸ھ کو راہگرائے جنت ہوئے وہ سیرت نبوی کے مشہور ترین عالم تھے۔
- موسیٰ بن عقبہ خانوادہ زبیرؓ کے موالی میں سے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے مشرف تھے علم حدیث میں امام مالکؒ کے ارشد تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا تھا، امام مالک اپنی جلالت قدر اور علو مرتبت کے باوجود ان کی بے حد تعریف فرماتے تھے اور کہا

کرتے تھے کہ جو شخص فن مغازی سیکھنا چاہے وہ موسیٰ بن عقبہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرے، اس ماہر سیرت و مغازی نے ۱۴۱ھ کو اس دنیائے فانی سے منہ موڑا اور جنت کو سدھارے۔

- ہشام بن عروہ جو حضرت عروہ بن زبیر کے صاحب زادہ گرامی قدر تھے ۱۴۶ھ کو فوت ہوئے، امام زہری کے شاگرد اور فن سیرت کے جید عالم تھے۔
- محمد بن اسحاق کو فن مغازی اور علم سیرت کا امام کہا جاتا ہے یہ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مشہور ہوئے، یہ تابعی ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی رویت ولقا کا شرف انہیں حاصل تھا، ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے سیرت و مغازی سے متعلق ان کی کتاب نے انتہائی شہرت حاصل کی۔
- امام زہری کے مشاہیر تلامذہ میں عمر بن راشد ازدی کا مقام بہت بلند ہے ان کی کتاب المغازی اپنے مندرجات و مشمولات کے اعتبار سے اونچے درجے کی کتاب ہے انہوں نے ۱۵۲ھ میں دنیائے فانی کو خیر باد کہا اور جنت الفردوس میں اپنا ٹھکانہ بنایا۔
- طبقات ابن سعد سیرت کی نہایت جامع اور کثیر المعلومات کتاب ہے۔
- سیرت ابن ہشام اس سلسلۃ الذہب کی بدرجہ غایت اہم کڑی ہے۔

تاریخ و سیرت اور فن مغازی کو ابتداء ہی سے موضوع تحریر و کتابت ٹھہرا لیا گیا تھا اور تیسری صدی ہجری تک بہت سی کتابیں لکھی جا چکی تھیں، اس کے بعد بھی صدیوں تک عربی زبان میں یہ کام ہوتا رہا اور متعدد ذی مرتبت حضرات نے اپنے علم و فضل کی روشنی میں اس کو پھیلایا اور ہم کنار وسعت کیا۔

یہ تمام کتابیں جن کا ان مختصر سطور میں استقصاء ممکن نہیں اگرچہ بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کے مغازی سے متعلق ہیں لیکن ان میں اچھی خاصی تفصیل سے آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سوانح اور واقعات و حالات مندرج ہیں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آئے گا وہاں صحابہؓ کا تذکرہ بھی لازماً معرض بیان میں آئے گا اور جہاں صحابہ کے واقعات دلپذیر لکھے جائیں گے وہاں آنحضرت ﷺ کی ذات اعلیٰ و اقدس

سے ان کا قلبی و روحانی تعلق بھی حیطہ قلم و زبان میں آئے گا۔

تاریخ و سیرت کی بعض عربی کتابیں ترتیب زمانی سے بہ اعتبار سنین لکھی گئی ہیں اور یہ معتمد علیہ کتابیں ہیں، ان میں سے ایک کتاب علامہ ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ ہے جو چودہ ضخیم جلدوں میں ہے اس کا آغاز خلق ارض وسماء سے کیا گیا ہے اور مصنف کی زندگی (ساتویں صدی ہجری) تک اہم واقعات اس میں مذکور ہیں یہ کتاب خلفائے اربعہ اور بہت سے صحابہ کرامؓ کے سوانح حیات کو اپنے دامن صفحات میں لیے ہوئے ہے، یہ اپنے موضوع کی نہایت قابل اعتماد کتاب ہے۔

اس قسم کی بہت سی کتابوں کے علاوہ متعدد کتابیں صحابہ کرامؓ کے حالات وسوانح پر مشتمل ہیں جن میں ابن عبدالبر کی اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہؓ حافظ ابن حجر کی الاستیعاب فی اسماء الاصحاب اور الاصابہ فی تمییز الصحابہ انتہائی لائق اعتناء ہیں، یہ کتابیں کئی جلدوں کو محیط ہیں اور مضامین و مشتملات کے اعتبار سے عزیم المثال ہیں۔

ان کتابوں میں صحابہ کی کرشمہ ہائے نظر افروز کی نہایت خوب صورت طریقے سے چمن آرائی کی گئی ہے، پھر ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ، صفۃ الصفوۃ، ابن خلکان کی وفیات الاعیان ابن حجر کی تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب میں بہت سے صحابہ کے واقعات حیات مرقوم ہیں ان میں سے بھی ہر کتاب کئی کئی جلدوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

یہاں اس فن کی تمام کتابوں کا ذکر کرنا مقصود نہیں مقصد محض اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ حالات صحابہؓ میں ہمارے اسلاف کی کوششیں بڑی جامعیت اور ہمہ گیری کی حامل ہیں۔

یہ سلسلہ غیر مختتم ہے اور اب تک جاری ہے اہل علم نے اپنے اپنے انداز اور اسلوب میں اس موضوع سے متعلق بہت کام کیا ہے اور مسلسل کیا جا رہا ہے، کچھ عرصہ پیشتر اس سلسلے کی ایک عمدہ کتاب ''صور من حیاۃ الصحابہ'' شائع ہوئی جو اپنی نہج کی اس دور کے عربی لٹریچر میں منفرد کتاب ہے یہ کتاب سات اجزاء پر مشتمل ہے اور عربی زبان میں ہے، اس کے مصنف ڈاکٹر عبدالرحمان رافت پاشا ہیں جو اصلا ترکی کے رہنے والے تھے، انکا اسلوب بیان اور طرز تحریر

اپنے اندر بڑی کشش اور جاذبیت رکھتا ہے انہوں متعدد اصحاب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات زندگی قلم بند کیے ہیں، زبان بڑی ادیبانہ ہے قاری یوں محسوس کرتا ہے کہ جیسے تمام واقعات کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہے کسی مصنف کا یہ بہت بڑا کمال سمجھا جاتا ہے کہ اس اسلوب سے واقعہ کی تحریر کے قالب میں ڈھالے کہ پڑھنے والا اس کو اپنے سامنے وقوع میں آتا اور اپنے آپکو بیان کرنے والے کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا محسوس کرے اس اعتبار سے بلاشبہ یہ کتاب فاضل مصنف کی جودت طبع اور جدت فکر کی آئینہ دار ہے، اس دلآویز سلسلے کو پیرہن اردو میں منتقل کرنے کا آغاز متعدد کتابوں کے مترجم عزیزم محمود احمد غضنفر مدیر جامعۃ الفیصل الاسلامیہ نے کیا ہے اور اس کا اردو نام "حیات صحابہؓ کے درخشاں پہلو" رکھا ہے۔

جناب محمود احمد غضنفر ترجمہ وتصنیف میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں، اور اس وادی کے نشیب وفراز سے خوب آگاہ ہیں انہوں نے سلیس اور عمدہ اردو زبان میں ترجمہ کیا کتاب کے مطالعہ سے صاف پتا چلتا ہے کہ وہ عربی کے مصنف کے ہم قدم ہو کر یہ سفر خوش اسلوبی سے طے کر رہے ہیں اس قسم کی کتابوں کو اپنی قومی زبان میں منتقل کرنا بہت بڑی قومی خدمت ہے یہ کتاب بلاشبہ اردو ادب میں ایک گراں مایہ اضافہ ہے اور پڑھنے والوں کے لیے ایسے مواد کی فراہمی جو قلب وذہن کے تزکیہ کا باعث بنے بہت بڑی ملی اور دینی خدمت بھی۔

اللہ تعالیٰ اس کار خیر کو شرف قبول سے نوازے وصلی اللہ علی النبی محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔

محمد اسحاق بھٹی

۲۲ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ

۱۸ اگست ۱۹۸۷ء

حصہ اول

- حضرت سعید بن عامرؓ
- حضرت طفیل بن عمرو الدوسیؓ
- حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمیؓ
- حضرت عمیر بن وہبؓ
- حضرت براء بن مالک انصاریؓ
- ام المومنین حضرت ام سلمہؓ

- حضرت ثمامہ بن اثالؓ
- حضرت ابو ایوب انصاریؓ
- حضرت عمرو بن جموعؓ
- حضرت عبداللہ بن جحشؓ
- حضرت ابو عبیدۃ بن الجراحؓ
- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

- حضرت سلمان فارسیؓ
- حضرت عکرمہ بن ابی جہلؓ
- حضرت زید الخیرؓ
- حضرت عدی بن حاتم الطائیؓ
- حضرت ابو ذر غفاریؓ
- حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ

حصہ دوم

- حضرت مجزاہ بن ثور السدوسیؓ
- حضرت اسید بن حضیرؓ
- حضرت عبداللہ بن عباسؓ

- حضرت نعمان بن مقرن المزنیؓ
- حضرت صہیب رومیؓ
- حضرت ابودرداءؓ
- حضرت زید بن حارثہؓ

- حضرت اسامہ بن زیدؓ
- حضرت سعید بن زیدؓ
- حضرت عمیر بن سعدؓ

- حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ
- حضرت جعفر بن ابی طالبؓ
- حضرت ابوسفیان بن حارثؓ

- حضرت سعد بن ابی وقاصؓ
- حضرت حذیفہ بن یمانؓ
- حضرت عقبہ بن عامرؓ
- حضرت حبیب بن زید انصاریؓ

- حضرت ابوطلحہ زید بن سہل انصاریؓ
- ام المومنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیانؓ
- حضرت ابودسمہ وحشی بن حربؓ

حصہ سوم

فہرست حصہ اوّل

آسمان نبوت کے درخشاں ستارے

فہرست حصہ دوم

آغوش نبوت کی پروردہ ہستیاں

فہرست حصہ سوم

گلشن محمدی کے مہکتے پھول

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے دنیا کے بدلے آخرت کا سودا کیا، اللہ تعالیٰ اور رسولِ مقبول علیہ السلام کو ہر چیز پر مقدم جانا
مؤرخین

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ ان ہزاروں میں ایک جوان رعنا تھے' جو سرداران قریش کی دعوت پر مکہ معظمہ کی بالائی جانب مقام تنعیم کی طرف محض اس لئے چل کھڑے ہوئے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابیؓ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں' جنہیں قریش نے دھوکے سے پکڑ لیا تھا۔

اس کے شباب فراواں اور ابھرتی ہوئی جوانی نے اسے اس قابل بنادیا تھا کہ وہ لوگوں کے کندھے پھلانگتا ہوا ابو سفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ ایسے سرداران قریش کے برابر کھڑا ہوسکے۔ وہاں ان دونوں کے سوا اور بھی شہ سواران عرب موجود تھے جو اگلی صفوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔

اسے اس طرح یہ موقع ملا کہ قریش کے اس اسیر کو بچشم خود پابجولاں دیکھ سکے۔ اس نے اس منظر کا مشاہدہ کیا کہ عورتیں' بچے اور جوان سب اسے موت کی وادی کی طرف بے دریغ دھکیل رہے ہیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس صحابیؓ رسول علیہ السلام کو شہید کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام لیں اور یوں بدر کے مقتولین کی رسوائی کا بدلہ چکائیں۔

جب یہ ہجوم اپنے اس قیدی کو لے کر اس مقام پر پہنچا جو پہلے سے اس کی شہادت کے لئے متعین تھا' تو اس مرحلہ پر طویل القامت نوجوان سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی طرف نظر دوڑائی۔ سرداران قریش اسے کشاں کشاں تختہ دار کی طرف لے جارہے تھے۔ اس نے عورتوں اور بچوں کی چیخ و پکار اور شور میں ایک پر وقار اور پرسکون آواز سنی۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے:

اگر تمہارے لئے ممکن ہو تو مجھے مرنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دو!

پھر سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کعبہ رخ کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ دو رکعتیں کیسی تھیں' اتنی حسین' اتنی مکمل کہ کیا کہنے! اس کے بعد اس نے دیکھا کہ قوم کے سرداروں کی طرف منہ کر کے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ یہ کہہ رہے ہیں۔

بخدا! اگر مجھے اس بدگمانی کا اندیشہ نہ ہوتا کہ تم کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھو کہ میں نے نماز کو موت کے ڈر سے طوالت دی ہے تو میں نماز میں اور زیادہ وقت صرف کرتا۔ پھر اس نے صناوید قریش کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا زندہ حالت میں مثلہ کر رہے ہیں' یعنی یہ لوگ ان کے جسم کا ایک ایک عضو یکے بعد دیگرے کاٹ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ تمہاری جگہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور تم اس تکلیف سے بچ جاؤ؟

ان کا اس حالت میں کہ خون کے دھارے جسم سے پھوٹ رہے تھے جواب یہ تھا:

خدا کی قسم! مجھے یہ قطعاً پسند نہیں کہ میں اپنے اہل و عیال میں امن اور چین سے رہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کانٹا بھی چبھے۔ پھر جناب سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ فضا میں ہاتھ ہلا ہلا کر اور بآواز بلند کہہ رہے ہیں۔

اسے مار ڈالو۔ اسے مار ڈالو' اس کے بعد انہوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ تختہ دار پر اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے اللہ تعالیٰ سے یہ التجا کر رہے ہیں۔

الٰہی! ان سب ظالموں کو شمار کر لے اور انہیں تباہی کا مزا چکھا اور ان میں سے کسی کو معاف نہ کر۔ یہ کہہ کر انہوں نے زندگی کی آخری سانس لی۔ یہ وہ لمحہ تھا جب ان کا جسم تلوار اور نیزوں کی ضربات سے چور تھا اور اتنے زخم کھا چکا تھا کہ جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

○

قریش بالآخر مکہ واپس لوٹ آئے اور اس کے بعد پیش آنے والے بڑے بڑے سنگین معرکوں کے نرغے میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور ان کے واقعہ شہادت کو یکسر بھلا

بیٹھے' لیکن اس نوجوان سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے پردۂ دل سے ایک لحظہ کے لئے بھی حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کا منظر محو نہ ہوا۔ چنانچہ یہ جب بھی سوتے خواب میں یہ منظر برابر دکھائی دیتا اور بیدار ہوتے تو چشم خیال میں یوں محسوس ہوتا جیسے کہ تختہ دار کے آگے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ پورے اطمینان کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کر رہے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ان کی پر درد آواز جیسے ان کے کانوں میں گونج رہی ہے اور وہ قریش کے خلاف بد دعا میں مصروف ہیں اور اس خیال سے ان کا کلیجہ دہل جاتا ہے کہ کہیں آسمان کا کڑکا ان کو آنہ لے یا آسمان سے پتھر گر کر ان کو تباہ نہ کر دیں۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کر کے جناب سعید کو وہ کچھ سکھادیا جس کا انہیں پہلے قطعی علم نہ تھا۔

انہیں سکھایا کہ حقیقی زندگی عقیدہ اور عقیدے کی راہ میں تادم آخر مسلسل جہاد کرنے کا نام ہے۔ دوسری بات جو اس واقعہ سے انہوں نے سیکھی' وہ یہ تھی کہ پختہ و محکم ایمان ایسے عجیب و غریب کردار کو جنم دے سکتا ہے جو عام حالات میں ظہور پذیر نہیں ہوتے۔ علاوہ ازیں انہیں اس حقیقت کا بھی احساس ہوا کہ وہ شخص جس سے اس کے رفقاء اس درجہ محبت رکھتے ہیں کہ اس پر جان نچھاور کر دیں' بلاشبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا' چنانچہ بر سر مجمع یہ اعلان کر دیا کہ میں سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ میں آج سے مسلمان ہوں۔

○

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے مکہ کی سکونت ترک کر کے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی اور رسول اللہ ﷺ کی رفاقت اور صحبت میں رہنے لگے خیبر اور اس کے بعد ہونے والے غزوات میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔

جب نبی اکرم ﷺ نے اپنے رب کے جوار رحمت کی طرف کوچ کیا' اس وقت آپ ﷺ حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ سے ان کی خدمات کی وجہ سے خوش تھے۔ آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ برہنہ شمشیر بن کر رہے اور ایسی زندگی بسر کی جو مسلمانوں کے لئے کردار کا نادر نمونہ ثابت

ہوئی' جنہوں نے دنیا کو بیچ کر آخرت کا سودا کیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کو اپنی خواہشات کے مقابلہ میں راجح اور مقدم جانا۔

○

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دونوں خلفاء حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کی صداقت اور تقویٰ کو خوب جانتے تھے' لہٰذا ان کی نصیحتوں کو غور سے سنتے اور ان کی ہر بات پر کان دھرتے۔

جناب سعید بن عامر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت تشریف لائے جبکہ وہ مسند خلافت پر فروکش ہوئے ہی تھے۔

آپ نے فرمایا۔ اے عمر رضی اللہ عنہ ! میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ لوگوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں لوگوں سے کبھی نہ ڈرنا اور یہ کہ تمہارے قول و فعل میں تضاد کبھی نہ ہونا چاہئے' اس لئے کہ انسان کی بہترین گفتار وہی ہوتی ہے جس کی تصدیق اس کا کردار کرے۔

اے عمر رضی اللہ عنہ !

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جن مسلمانوں کا تمہیں نگران بنایا ہے' ان کے معاملات کی طرف خصوصی دھیان دیتے رہنا' ان کے لئے وہی پسند کرنا جو خود تمہیں اپنے اور اپنی اولاد کے لئے پسند ہو اور ان کے لئے ہر اس چیز کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھنا جو خود تمہیں اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال کے لئے ناپسندیدہ ہو۔ شدائد کا سامنا کرنے سے نہ گھبرانا اور راہ حق پر مضبوطی سے جمے رہنا اور حق کی راہ میں کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں نہ لانا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سعید رضی اللہ عنہ ! بھلا کس میں یہ ہمت ہے کہ ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکے۔

سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

آپ اس کے اہل ہیں۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی کا فریضہ سونپا ہے۔ آپ ایک ایسے شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں

آپ سے زیادہ اور کوئی اس کا مستحق نہیں۔

○

اس مرحلہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جناب سعید رضی اللہ عنہ کو اپنی نصرت و تائید کے لئے دعوت دی اور فرمایا:

اے سعید رضی اللہ عنہ! ہم تمہیں علاقہ حمص کا گورنر مقرر کرتے ہیں۔

انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا:

"اے عمر رضی اللہ عنہ! اللہ کا واسطہ ہے، مجھے اس آزمائش میں نہ ڈالئے" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر خفا ہو کر فرمایا:

"بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم نے خلافت کا بار تنہا میری گردن پر ڈال دیا اور خود اس سے الگ تھلگ ہونے کی کوشش کر رہے ہو خدا کی قسم میں چھوڑنے والا نہیں"

اس کے بعد آپ نے ان کو صوبہ حمص کا گورنر مقرر کر دیا اور ارشاد فرمایا:

کیا تمہارے لئے ہم کچھ معاوضہ مقرر نہ کر دیں؟

اس پر حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا۔

امیرالمومنین! میں معاوضہ لے کر کیا کروں گا۔ بیت المال سے جو کچھ ملتا ہے وہ بھی میری ضرورت سے زیادہ ہے۔ یہ کہا اور حمص کی طرف چل دیئے۔

کچھ عرصہ بعد اہالیان حمص میں سے قابل اعتماد افراد پر مشتمل ایک وفد امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ نے وفد کو حکم دیا۔

تم لوگ مجھے ان افراد کے نام لکھ کر دو جو تم میں مفلس و نادار ہیں تاکہ میں ان کی مالی مدد کر سکوں۔ وفد نے آپ کی خدمت میں ایک دستاویز پیش کی۔ آپ کیا دیکھتے ہیں کہ اس فہرست میں حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا نام بھی درج ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا:

کون سعید بن عامر رضی اللہ عنہ؟

انہوں نے بتایا: ہمارا گورنر۔

فرمایا: آپ کا گورنر مفلس ہے؟

انہوں نے کہا: جی ہاں' خدا کی قسم! کئی کئی دن ان کے چولہے میں آگ نہیں جلتی۔
یہ سنتا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے اختیار رو پڑے اور اتنے روئے کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ آپ اٹھے اور ہزار دینار لئے اور ان کو ایک تھیلی میں بھر کر فرمایا:

اس سے میرا سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ امیرالمومنین نے یہ تھیلی تمہارے لئے بھیجی ہے تاکہ اس سے تم اپنی ضروریات کو پورا کر سکو۔

یہ وفد حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے ہاں تھیلی لے کر آیا۔ آپ نے دیکھا کہ اس میں تو دینار ہیں تھیلی کو اپنے سے دور ہٹا کر بس یہ کہنے لگے:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ○

گویا کوئی بپتا نازل ہو گئی یا کوئی ناگوار واقعہ پیش آ گیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر آپ کی بیوی گھبرائی ہوئی اٹھی اور کہنے لگی:

میرے سر کے تاج! کیا سانحہ رونما ہو گیا!

کیا امیرالمؤمنین وفات پا گئے؟

آپ نے فرمایا: نہیں' بلکہ یہ بات کہیں زیادہ اہم ہے۔

اس نے پوچھا: کیا کسی معرکۂ جہاد میں مسلمانوں کو کوئی صدمہ پہنچا؟

آپ نے فرمایا: اس سے بھی بڑی بات۔

اس نے عرض کی: بھلا اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے؟

فرمایا:

میرے ہاں دنیا در آئی تاکہ میری آخرت بگاڑ دے۔ میرے گھر فتنہ ابھر آیا۔

اس نے عرض کی:

کیوں نہ آپ اس فتنہ سے گلو خلاصی کر لیں۔ اسے دیناروں کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔

انہوں نے فرمایا:

کیا اس سلسلہ میں میری مدد کرو گی؟

عرض کی: جی ہاں' کیوں نہیں۔
آپ نے دینار متعدد تھیلیوں میں بند کئے اور غریب مسلمانوں میں تقسیم کر دیے۔

○

اس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیار شام تشریف لائے۔ مقصد یہ تھا کہ اس علاقہ کے حالات معلوم کر سکیں۔
ان دنوں حمص کا نام کویفہ پڑ گیا تھا جو لفظ کوفہ کی تصغیر ہے۔ یہ اس نام سے اس لئے مشہور ہوا کہ یہاں کے لوگ عمال حکومت کے خلاف شکوہ شکایت کرنے میں اہل کوفہ سے بہت حد تک مشابہت رکھتے تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری حمص میں ہوئی تو یہاں کے لوگ آپ کو سلام عرض کرنے کی خاطر حاضر ہوئے۔
آپ نے دریافت فرمایا:
تم نے اپنے امیر کو کیسا پایا؟ انہوں نے اس کی شکایت میں زبان کھولی اور ان کے طرز عمل کے بارے میں چار باتیں کہیں' جو ایک دوسری سے بڑھ چڑھ کر تھیں۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے گورنر اور شکایت کرنے والوں کو ایک ساتھ طلب کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے بارے وہ میرے گمان کو جھوٹا نہ ہونے دے۔
مجھے اس پر بہت اعتماد تھا۔ جب یہ لوگ اور ان کا گورنر بوقت صبح میرے پاس آئے تو میں نے دریافت کیا تمہیں اپنے گورنر سے کیا گلہ ہے؟
انہوں نے بتایا:
کہ یہ دن چڑھے تک گھر سے باہر نہیں نکلتے۔
اس پر میں نے پوچھا سعید رضی اللہ عنہ! تم اس سلسلہ میں کیا کہنا چاہتے ہو؟
سعید رضی اللہ عنہ چند لمحے خاموش رہے' پھر کہا:
بخدا! میں اس سلسلہ میں کچھ کہنا ناپسند کرتا تھا' لیکن اب اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں کہ میں حقیقت حال صاف صاف بیان کر دوں۔
صورت حال یہ ہے کہ گھر میں میرے پاس کوئی خادم نہیں۔ میں صبح سویرے اٹھتا

ہوں اور اہل خانہ کیلئے آٹا گوندھتا ہوں۔ پھر تھوڑی دیر تک انتظار کرتا ہوں تاکہ آٹے میں خمیر پیدا ہو جائے بعد ازاں ان کیلئے روٹی پکاتا ہوں۔ پھر وضو کر کے لوگوں کی خدمت کیلئے گھر سے نکل کھڑا ہوتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کہ میں نے ان سے پوچھا: کہ تمہیں ان کے خلاف اور کیا شکایت ہے؟

انہوں نے کہا کہ یہ رات کے وقت کسی کی نہیں سنتے۔

میں نے کہا: سعید رضی اللہ عنہ! اس اعتراض کا تمہارے پاس کیا جواب ہے؟

فرمایا: بخدا، میں اس امر کا اظہار بھی ناپسند کرتا ہوں۔ مختصراً یہ عرض ہے کہ میں نے دن ان کیلئے وقف کر رکھا ہے اور رات اللہ عزوجل کی عبادت کیلئے۔

میں نے پوچھا:

آپ کو ان کے خلاف اور کیا شکایت ہے۔

وہ بولے: مہینہ میں ایک دن غفلت سے کام لیتے ہیں؟

میں نے دریافت کیا: سعید رضی اللہ عنہ! یہ کیوں؟

سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المؤمنین! میرے پاس نہ تو کوئی خادم ہے نہ ان کپڑوں کے سوا میرے پاس کپڑوں کا کوئی جوڑا ہے۔ اس وقت جو کپڑے میں نے پہن رکھے ہیں، مہینے میں ایک مرتبہ دھوتا ہوں۔ پھر منتظر رہتا ہوں کہ یہ خشک ہو جائیں۔ جب یہ خشک ہو جاتے ہیں تو میں انہیں کو پہن کر دن کے آخری حصے میں ان کا سامنا کرتا ہوں۔

پھر میں نے دریافت کیا:

کوئی اور شکایت؟

انہوں نے کہا:

مجلس میں بیٹھے بیٹھے کبھی کبھی ان پر غشی طاری ہو جاتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اہل مجلس سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

میں نے پوچھا: سعید رضی اللہ عنہ! یہ کیا بات ہے؟

سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا منظر بچشم خود

دیکھا ہے۔ میں اس وقت مشرک تھا۔ میں نے دیکھا کہ قریش اس کی بوٹیاں کاٹ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں۔

کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تمہاری جگہ حضرت محمد ﷺ ہوں؟

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ جواب میں کہتے ہیں:

اللہ کی قسم! میں یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میں تو اپنے اہل و عیال میں اطمینان سے رہوں اور حضرت محمد ﷺ کے جسم میں ایک کانٹا بھی چبھنے پائے جب بھی وہ دن مجھے یاد آتا ہے' سوچ میں پڑ جاتا ہوں کہ میں نے اس دن ان کی کیوں مدد نہ کی۔ ڈرتا ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ میرا یہ جرم معاف نہ کرے۔ اس کے بعد مجھ پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔

یہ سنا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

اللہ کا شکر ہے کہ جس نے سعید رضی اللہ عنہ کے بارے میں میرے حسن ظن کو غلط ثابت نہیں کیا:

اس کے بعد آپ نے ایک ہزار دینار بھیجے تاکہ ان سے اپنی ضروریات پوری کرلیں۔

جب یہ دینار حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے دیکھے تو کہہ اٹھی کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں آپ کی خدمات سے بے نیازی بخشی۔

ہمارے لئے ضرورت کی اشیاء خرید لیجئے اور گھر کے کام کاج کیلئے ایک خادم رکھ لیجئے۔ اس پر آپ نے بیوی سے فرمایا:

میں تجھے وہ چیز نہ دوں جو اس سے بھی بہتر ہو۔

بیوی نے کہا: بھلا وہ کیا۔

فرمایا:

یہ دینار ہم اسی کو لوٹا دیں جو ہمارے پاس لایا ہے۔ ہم ان دیناروں سے کہیں زیادہ اس کے محتاج ہیں۔

بیوی نے کہا: وہ کون؟

فرمایا! کیوں نہ ہم اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے دیں۔

بیوی نے عرض کی:

آپ نے بجا ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے اسی مجلس میں دیناروں کو مختلف تھیلیوں میں رکھا اور اپنے اہل خانہ میں سے ایک شخص کو حکم دیا کہ جاؤ' فلاں کی بیوی' فلاں کے یتیم بچوں اور فلاں خاندان کے مساکین اور فلاں قبیلہ کے محروموں میں تقسیم کر آؤ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو سند رضا سے نوازا۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جو دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں' چاہے خود گھاٹے میں رہیں۔

O

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کیلئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

۱۔ تہذیب التہذیب : ۵۱/۴
۲۔ ابن عساکر : ۱۴۵/۶۔۱۴۷
۳۔ صفة الصفوة : ۲۷۳/۱
۴۔ حلية الاولياء : ۲۴۴/۱
۵۔ تاريخ الاسلام : ۳۵/۲
۶۔ الاصابہ : ۳۲۶/۳
۷۔ نسب قریش : ۳۹۹

حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ

> الٰہی! اسے ایسی نشانی عطا فرما جو اس وقت اس کے کام آئے جب بھی یہ خیر و بھلائی کا ارادہ کرے (فرمان رسول علیہ السلام)

حضرت طفیل بن عمر الدوسی رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ دوس کے اشراف اور سرداروں میں ایک ممتاز سردار تھے اور عرب کے چند گنے چنے بہادروں میں ان کا شمار ہوتا تھا' ایسے سخی تھے کہ کبھی ہنڈیا چولہے سے نہ اترتی اور ایسے فراخ دل تھے کہ کسی بھی ضرورتمند کی آمد پر ان کے گھر کا دروازہ بند نہ ہوا۔ بھوکے کو کھانا کھلاتے' خوفزدہ کو تسلی دیتے اور پناہ چاہنے والے کو اپنے ہاں پناہ دیتے' اس کے ساتھ ساتھ وہ بلا کے ذہین فطین تھے۔ انہیں نہایت حساس دل ملا تھا۔ ان کا شعور بہت لطیف تھا۔ کلام کے تیور پہچانتے تھے اور ایسی بات کرتے جو جادو کا سا اثر رکھتی۔

○

جناب طفیل رضی اللہ عنہ نے تہامہ میں اپنا گھربار چھوڑ کر مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ یہ وہ وقت تھا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار قریش میں کفر و ایمان کی معرکہ آرائی ہو رہی تھی۔ ہر فریق کی خواہش تھی کہ اپنے گرد زیادہ سے زیادہ ہم نوا جمع کر لے اور لڑائی جیتنے کے لئے زیادہ سے زیادہ اپنے مددگار اور معاون پیدا کر لے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو لوگوں کو اپنے رب کی طرف بلاتے تھے اور آپ کا اصل ہتھیار ایمان کی محکمی اور حق پر یقین رکھنا تھا۔ اس کے برعکس کفار قریش کوشاں تھے کہ آپ کی دعوت کو رد کر دیں اور اس سلسلہ میں ہر حربہ استعمال کریں۔ یہی نہیں بلکہ لوگوں کو آپ کے پاس آنے سے روکیں۔ یہاں آکر حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے ایسا محسوس کیا کہ میں بغیر کسی تیاری کے غیر شعوری طور پر اس معرکہ میں شرکت کر رہا ہوں اور نہ چاہتے

ہوئے بھی کفر و اسلام کی اس لڑائی میں کود پڑا ہوں۔ وہ مکہ معظمہ اس غرض سے نہیں آئے تھے اور نہ حضرت محمد ﷺ اور قریش کی اس معرکہ آرائی کا خیال ان کے دل میں کبھی آیا تھا۔ اس وجہ سے حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ کی ایک نا قابل فراموش داستان ابھر کر سامنے آتی ہے۔ یہ دلچسپ داستان سننے کے لائق ہے۔

حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جونہی میں مکہ معظمہ پہنچا' سرداران قریش مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ بڑی گرم جوشی سے انہوں نے میرا استقبال کیا اور بڑی ہی عزت افزائی کا ثبوت دیا۔ پھر تمام سردار اور مکہ کے معززین ایک جگہ جمع ہوئے۔ مجھے اپنے پاس بلا کر کہنے لگے۔ طفیل رضی اللہ عنہ آپ یہاں تشریف لائے ہیں۔ یہاں ایک شخص نے بزعم خود نبوت کا دعویٰ کر رکھا ہے۔ اس نے ہمارے خیالات کو چوپٹ کر دیا ہے۔ ہم میں پھوٹ ڈال دی ہے اور ہمیں پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اندیشہ ہے کہ یہ مصیبت کہیں آپ کی قوم پر بھی نازل نہ ہو جائے۔ ہماری یہ مخلصانہ تجویز ہے کہ آپ اس شخص کو منہ نہ لگائیں۔ نہ اس سے کلام کریں اور نہ اس کی کوئی بات سنیں اس لئے کہ اس کی بات میں جادو کا اثر ہے۔ یہ باپ کو بیٹے سے' بھائی کو بھائی سے اور خاوند کو بیوی سے جدا کر دیتا ہے۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بخدا' وہ مسلسل مجھے حضرت محمد ﷺ کی طرف منسوب عجیب و غریب داستانیں سناتے رہے اور مجھے ڈراتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے دل میں ٹھان لی کہ میں آپ کے قریب تک نہیں پھٹکوں گا۔ نہ آپ سے بات کروں گا اور نہ ہی آپ کی بات سنوں گا۔

صبح کے وقت میں جب طواف کعبہ اور بیت اللہ میں رکھے گئے بتوں سے برکت حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکلا جن کی کہ ہم بہت تعظیم کیا کرتے تھے' تو ازراہ احتیاط میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی کہ مبادا میرے کانوں میں کوئی بات پڑ جائے حضرت محمد ﷺ کعبہ کے پاس کھڑے نماز اور عبادت میں مشغول تھے۔ ان کی نماز اور عبادت کا انداز بالکل مختلف تھا مجھے اس منظر نے گھائل کر دیا۔ آپ کا یہ طریق عبادت مجھے ایسا بھایا کہ رگ رگ میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی دل ہی دل میں محسوس کیا کہ غیر

ارادی طور پر آہستہ آہستہ آپ کے قریب ہوتا جارہا ہوں' یہاں تک کہ بالآخر میں سچ مچ آپ کے قریب ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ کو بھی شاید یہی منظور تھا کہ میں آپ کی چند باتیں سن ہی لوں' چنانچہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمدہ اور اچھی باتیں سنیں۔ اس پر دل میں خیال آیا۔

طفیل' بڑے افسوس کی بات ہے!

تو ایک دانشمند شاعر ہے۔ حسن وقبح کو خوب پہچانتا ہے۔ یہ شخص جو کچھ بھی کہتا ہے' اس کے سن لینے میں حرج ہی کیا ہے؟

اس نے اگر کوئی معقول بات کی تو مان لینا' بری بات کی تو دامن جھٹک کر الگ ہو جانا۔

جناب طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

میں وہاں مسجد میں ہی ٹھہرا رہا' یہاں تک کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عبادت سے فارغ ہو کر اپنے گھر کو چل دیے۔ میں بھی آپ کے پیچھے چل پڑا جب آپ اپنے گھر میں داخل ہوگئے تو میں آپ کے ساتھ وہاں پہنچ گیا میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ کی قوم نے مجھ سے آپ کے بارے میں بہت سی باتیں کی ہیں۔ مجھے یہ مسلسل ڈراتے اور خوفزدہ کرتے رہے کہ کہیں میں آپکی باتیں سن کر متاثر نہ ہو جاؤں' چنانچہ میں نے احتیاط کے طور پر اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ آپ کی بات سن نہ سکوں' لیکن منشاء الٰہی یہ تھی کہ میں آپ کی باتیں بہرحال سنوں' واللہ! میں نے نہ صرف آپ کی باتیں سنیں بلکہ آپ کی ہربات مجھے اچھی لگی۔ ازراہ کرم آپ مجھے اپنا پیغام سنائیں۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت پیش کرتے ہوئے سورہ اخلاص اور فلق کی تلاوت فرمائی۔

بخدا! اس سے پہلے نہ تو میں نے اس سے بہتر کوئی کلام سنا تھا اور نہ آپ کے پیغام سے بڑھ کر عدل و انصاف پر مبنی کوئی اور پیغام میرے کانوں میں پڑا تھا۔ اس موقع پر میں نے بیعت کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہاتھ پھیلا دیئے اور کلمہ طیبہ پڑھ کر اس بات کی شہادت دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس اقرار کے ساتھ میں دائرۂ اسلام میں داخل

ہو گیا۔

○

جناب طفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

کچھ عرصہ میں مکہ معظمہ ہی میں قیام پذیر رہا اور احکام اسلام کی تعلیم حاصل کرتا رہا۔ حتی الامکان اس عرصہ میں قرآن مجید کے کچھ اجزاء زبانی یاد کئے اور جب میں نے اپنے وطن اور قوم کی طرف لوٹنے کا عزم کیا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایک ایسا شخص ہوں کہ میرا قبیلہ میری بات مانتا ہے۔ اب میں ان کے ہاں واپس جارہا ہوں اور وہ بھی اسلام کا داعی بن کر۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی ایسی نشانی عطا کردے جب میں انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤں تو وہ میری مددگار ثابت ہو۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے دعا کی۔

الٰہی! اس کو اس طرح کی ایک نشانی عطا کردے جو ہر اس وقت اس کے کام آئے جب بھی یہ خیرو خوبی کا قصد کرے۔

میں جب وہاں سے اپنے وطن کی طرف چل پڑا اور اپنی بستی کے قریب ایسے مقام پر پہنچا جہاں سے قوم کے درو دیوار صاف نظر آرہے تھے تو کیا دیکھتا ہوں کہ اچانک میری پیشانی پر چراغ کی مانند ایک روشنی دمک رہی ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی۔

الٰہی! اس روشنی کو میرے چہرے کی بجائے کسی اور چیز میں منتقل فرمادے مبادا کہ میری قوم میرا چہرہ دیکھ کر یہ کہہ دے کہ اپنا آبائی دین چھوڑنے کی یہ سزا ہے' روشنی نہیں۔

میرا یہ کہنا تھا کہ یہ روشنی میرے چہرے سے ہٹ کر میرے نیزے کے بالائی حصہ میں مرکوز ہو گئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی قندیل نیزے میں جگمگا رہی ہے اور جب میں پہاڑ کی بلندی سے نیچے اتر کر اپنی قوم کے پاس آیا تو سب سے پہلے مجھے ملنے کے لئے میرا والد آیا۔ جو بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔

میں نے کہا: ابا جان! مجھ سے دور ہی رہیں میرا اور آپ کا اب کوئی رشتہ باقی نہیں رہا۔

باپ نے افسردہ ہو کر کہا: لخت جگر! یہ کیسے؟

میں نے کہا: میں مسلمان ہوگیا ہوں اور میں نے حضرت محمد ﷺ کے دین کی پیروی قبول کرلی ہے۔

باپ نے بیٹے کی بات سن کر کہا:

بیٹے! اس سے کیا ہوتا ہے۔ میں بھی وہی دین تسلیم کئے لیتا ہوں جو تیرا دین ہے۔

میں نے کہا:

اچھا' پھر غسل کرلیجئے اور اپنے کپڑے دھو کر اجلے کرلیجئے اور آئیے' میں آپ کو وہی تعلیم دونگا جو میں نے حاصل کی ہے' اباجان نے میری بات مان لی غسل کیا اور صاف ستھرے کپڑے پہن کر قبول اسلام کے لئے تیار ہو گئے۔ میں نے اسلام کی دعوت دی اور وہ فوراً مسلمان ہو گئے۔

اس کے بعد میرے پاس میری بیوی آئی۔

میں نے کہا: مجھ سے دور ہی رہو تو اچھا ہے۔ میرے اور تیرے درمیان اب کوئی ناطہ باقی نہیں رہا۔

اس نے چونک کر کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! یہ کیوں؟

میں نے کہا: ہم دونوں کے درمیان عقیدے کی دیوار حائل ہوگئی ہے میں نے دین اسلام قبول کرلیا ہے اور حضرت محمد ﷺ کی پیروی قبول کرلی ہے۔

اس پر میری بیوی نے کہا:

اس سے کیا ہوتا ہے۔ میں بھی وہی دین اختیار کئے لیتی ہوں جو آپ نے اختیار کیا ہے۔

میں نے کہا: یہ بات ہے تو جاؤ اور ذوالشریٰ کے پانی میں غسل کرکے آؤ ذوالشریٰ قبیلہ دوس کا ایک معروف بت تھا) جس کے گرد ایک گڑھے میں پہاڑ سے پانی آکر جمع ہو جاتا تھا۔

بیوی نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' کیا آپ ذوالشریٰ سے ڈرتے نہیں؟

میں نے کہا: ہرگز نہیں، تم پر اور ذوالشریٰ پر ہلاکت نازل ہو۔

میں کہتا ہوں جاؤ، وہاں لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو کر نہا دھولو۔ میں ضمانت دیتا ہوں کہ یہ گونگا بہرا بت تیرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا۔ یہ حوصلہ افزاء بات سن کر وہ گئی اور غسل کر کے واپس آگئی۔ میں نے اس کے سامنے اسلام کی سادہ اور پر تاثیر دعوت پیش کی جس کو اس نے خندہ پیشانی سے قبول کیا اور وہ مسلمان ہوگئی۔ اس کے بعد میں نے براہ راست قبیلہ دوس کو اسلام کی طرف بلایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ ہر ایک نے اسلام قبول کرنے میں ہچکچاہٹ کا اظہار کیا۔ اس گروہ میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ہی تنہا ایسے سلیم الطبع شخص تھے جنہوں نے بغیر کسی تامل کے اسلام کا پیغام دل کی گہرائیوں میں اتار لیا۔

○

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں مکہ معظمہ حاضر ہوا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی میرے ساتھ تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا:

طفیل رضی اللہ عنہ ! صورت حال کیا ہے؟

میں نے عرض کی: حضور! لوگوں کے دلوں پر پردے پڑے ہیں۔ کفر نے شدت اختیار کرلی ہے اور قبیلہ دوس پر فسق و فجور اور نافرمانی کا خصوصیت سے غلبہ ہے۔

یہ سنتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے، وضو کیا، نماز پڑھی اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کچھ کہنا چاہا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو میں دل ہی دل میں ڈر گیا کہ مبادا میری قوم کو بددعا دیں اور وہ ہلاک ہو جائے۔

میں نے افسردگی کے عالم میں کہا:

ہائے میری قوم!

لیکن رحمت دو عالم، رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا وہ یہ تھا۔

الٰہی! قبیلہ دوس کو ہدایت دے۔

الٰہی! قبیلہ دوس کو ہدایت دے۔

الٰہی! قبیلۂ دوس کو ہدایت دے۔
پھر آپ نے حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا:
اب آپ اپنی قوم کے پاس بے دھڑک جائیں۔ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں اور اسلام کی دعوت انہیں دیں۔

○

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
میں مسلسل سرزمین دوس میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے' یہاں پہنچ کے بدر' اُحد اور خندق ایسی ہولناک جنگوں کا آپ کو سامنا کرنا پڑا اس کے بعد مدینہ منورۃ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دی۔ اس دفعہ میرے ہمراہ قبیلۂ دوس کے تقریباً اسی (80) گھرانے تھے' جو نعمت اسلام سے مشرف ہو چکے تھے اور ان کی اسلامی حالت بہت بہتر تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دیکھ کر نہ صرف بہت خوش ہوئے بلکہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ خیبر کے مال غنیمت سے ہمیں بھی مقرر حصہ دیا۔
ہم نے التجا کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جنگ میں ہمیں میمنہ میں رکھیے۔ (یعنی لشکر کے دائیں پہلو پر) اور لفظ مبرور ہمارا شعار مقرر فرما دیجیے۔
حضرت طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!
اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مکہ فتح ہو گیا۔
میں نے عرض کی:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہتر یہ ہے کہ آپ مجھے عمرو بن حممہ کے بت (ذوالکفین) کی طرف روانہ کریں تاکہ میں اسے نذر آتش کر سکوں۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں جانے کی مجھے اجازت دے دی۔ میں اپنی قوم میں سے ایک جماعت لے کر اس بت کی طرف چل پڑا۔ جب میں اور ساتھی وہاں پہنچے اور اسے جلا ڈالنے کا ارادہ کیا تو کیا دیکھتا ہوں ہمارے گرد عورتوں' مردوں اور بچوں کی ایک بھیڑ جمع

ہوگئی۔ یہ سب اس بات کے منتظر تھے کہ اگر ہم نے ذوالکفین بت کو ذرا بھی نقصان پہنچایا تو آسمان سے بجلی گر کر ہمیں بھسم کر ڈالے گی۔ ان پجاریوں کی موجودگی میں' میں بت کی جانب بڑھا اور بت کے عین دل میں آگ بھڑکا دی۔

اس وقت میری زبان پر رجزیہ اشعار تھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اے ذوالکفین' میں تیرے پجاریوں میں نہیں ہوں ہماری پیدائش تیری پیدائش سے کہیں پہلے ہوئی۔ آج میں آگ تیرے دل میں بھڑکا رہا ہوں۔

یہ اشعار کہے اور اسے نذر آتش کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آگ نے اس کو اپنا لقمہ بنالیا اور یہ جل کر راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ اس کے جل جانے سے شرک کی جڑ بھی کٹ گئی اور پورا قبیلہ اسلام کی آغوش میں آگیا اور پھر اپنے حسن اسلام کا ثبوت بھی دیا۔

○

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے آخر دم تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب مسند خلافت پر فائز ہوئے تو حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یقین دلایا کہ میری ذات میری تلوار اور میرا بیٹا آپ کی تائید و نصرت کے لئے وقف ہے۔

جب ارتداد کی جنگیں چھڑیں اور کفر و الحاد کا شعلہ بھڑکا تو حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ لڑنے کے لئے مسلمانوں کے لشکر میں مقدمتہ الجیش کی حیثیت سے شامل ہو کر نکل کھڑے ہوئے اس وقت ان کے ہمراہ ان کا بیٹا عمرو بھی تھا۔

یمامہ کی طرف روانگی کے سلسلہ میں ابھی وہ راستہ ہی میں تھے کہ انہوں نے ایک خواب دیکھا۔ اپنے ساتھیوں سے انہوں نے کہا:

میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ میں اس کی تعبیر معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ ساتھیوں نے دریافت کیا آپ نے خواب میں کیا دیکھا؟

فرمایا:

میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا سر مونڈ دیا گیا ہے اور ایک پرندہ میرے منہ سے نکل کر اڑ گیا ہے اور ایک عورت نے مجھے اپنے پیٹ میں چھپا لیا ہے۔ میں نے یہ بھی

دیکھا کہ میرا بیٹا عمرو بھی بڑی تیزی سے بھاگتا ہوا میرے پیچھے پیچھے آرہا ہے' لیکن میرے اور اس کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی ہے۔

تمام ساتھیوں نے کہا: خواب تو اچھا ہے۔ انہوں نے کہا: بخدا میں نے اس کی ایک تعبیر کی ہے۔

سر منڈانے سے یہ مراد ہے کہ میرا سر کاٹ دیا جائے گا۔ پرندہ جو میرے منہ سے نکل کر اڑ گیا' اس کے معنی یہ ہیں کہ میری روح پرواز کر جائے گی اور وہ عورت جس نے مجھے اپنے پیٹ میں چھپا لیا ہے' زمین ہے جو کھودی جائے گی اور مجھے اس میں دفن کر دیا جائے گا۔ میری دلی تمنا ہے کہ مجھے شہادت کا رتبہ نصیب ہو۔

رہا میرے بیٹے کا تیزی سے میرے پیچھے بھاگنا' تو اس سے یہ مراد ہے کہ وہ بھی میری طرح شہادت کی تلاش میں سرگرداں رہے گا جو میرا مقدر ہے' لیکن اسے شہادت کا یہ مقام میرے بعد اس وقت ملے گا جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا۔

معرکۂ یمامہ میں اس جلیل القدر صحابی حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ دوسی کو بڑی کڑی آزمائش سے دو چار ہونا پڑا اور اس معرکہ میں لڑتے ہوئے اور طرح طرح کی آزمائشوں سے گزرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمانے کی سعادت حاصل کی۔ اور ان کا بیٹا عمرو بھی لگاتار دشمنوں سے برسرپیکار رہا' یہاں تک کہ زخموں نے اسے چور کر دیا اور یہ اس طرح ارض یمامہ میں اپنے باپ کو اور اپنا کٹا ہوا ہاتھ چھوڑ کر مدینہ واپس لوٹ آیا۔

○

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہ آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ دستر خوان بچھا۔ اس وقت متعدد لوگ آپ کے پاس بیٹھے تھے آپ نے سب کو کھانے کی دعوت دی۔ حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہ ایک طرف الگ ہو کر بیٹھے رہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا' کیا بات ہے۔ آپ کھانے میں شریک نہیں ہو رہے۔ ایسا تو نہیں ہے کہ آپ اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کی وجہ سے شرم محسوس کر رہے ہوں۔

جواب دیا: امیر المؤمنین' بالکل یہی بات ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

خدا کی قسم! اس وقت آپ کے علاوہ کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ اس سے پہلے جنت میں پہنچ جائے' یعنی ان کا وہ ہاتھ جو کٹ کر ان سے پہلے جنت میں پہنچ چکا ہے۔

حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہ کو شہادت سے فیضیاب ہونے کا خواب اسی وقت سے نظر آنے لگا تھا جب یہ اپنے باپ سے جدا ہو گئے تھے۔ غزوۂ یرموک نے ان کے خواب کو پورا کر دیا۔ دیگر مجاہدین کے ساتھ یہ جہاد میں کود پڑے اور دشمنوں سے لڑتے ہوئے اس جام شہادت کو نوش فرمایا جس کی ان کے والد نے تمنا کی تھی۔

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہو۔ یہ خود بھی شہید ہوئے اور ایک شہید کے باپ ہونے کا انہیں شرف بھی حاصل ہوا۔

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ	۳/	۲۸۸-۲۸۶
۲۔ الاستیعاب لابن عبدالبر طبع حیدر آباد	۱/	۲۱۳-۲۱۱
۳۔ اسد الغابہ	۳/	۵۵/۵۴
۴۔ صفتہ الصفوۃ	۱/	۲۴۶-۲۴۵
۵۔ سیر اعلام النبلاء	۱/	۲۵۰-۲۴۸
۶۔ مختصر تاریخ دمشق	۷/	۶۴-۵۹
۷۔ البدایۃ والنھایۃ	۶/	۳۳۷
۸۔ شہدائے اسلام		۱۴۳-۱۳۸

حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ

> ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ عبداللہ بن حذافہؓ کے سر پر بوسہ دے اور میں اس کی ابتدا کرتا ہوں۔ (ارشاد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ)

ہماری داستان کے بطل جلیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے وہ عظیم المرتبت صحابی ہیں جنہیں عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کے نام نامی سے یاد کیا جاتا ہے۔ تاریخ کے لئے ممکن تھا کہ وہ ان کے بارے میں بھی تغافل شعاری کا وہی سلوک روا رکھتی' جیسا کہ ہزاروں انسانوں کے بارے میں اس نے روا رکھا' لیکن اسلامی انقلاب نے حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو موقع عطا کیا کہ اس دور کی دو بڑی طاقتوں سے ملیں یعنی قیصر روم اور شہنشاہ ایران' اور ان سے مل کر ایسی داستان کو جنم دیں جو زمانہ کے حافظہ اور تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ محفوظ رہے۔

○

فارس کے بادشاہ کسریٰ سے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات چھ ہجری کو ہوئی جب نبی اکرمؐ نے عجمی بادشاہوں کو اسلام کا پیغام دینے کی خاطر خطوط دے کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وفود کی شکل میں مختلف ممالک کی طرف بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مشن کی اہمیت کا پہلے سے اندازہ تھا۔ یہ قاصد ایسے دور دراز ممالک کی طرف روانہ ہو رہے تھے جن کے بارے میں ان کو کوئی تجربہ اور علم نہ تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ تو ان ممالک کی زبان سے آشنا تھے اور نہ آداب شاہی اور مزاج شاہانہ کے محرم راز ہی تھے۔ اس سے بڑھ کر طرہ یہ کہ ان کی دعوت کا مقصد بادشاہوں کو اپنا اختیار کردہ دین ترک کرنے' سلطانی و حکمرانی سے دستبردار ہونے' اور دائرۂ اسلام میں داخل ہونے پر آمادہ کرنا تھا۔

مہم بذات خود بہت خطرناک تھی۔ اس کے معنی تھے کہ اس مہم پر جانے والا ہتھیلی

پر جان رکھ کر جائے اور جب کامیابی سے لوٹ آئے تو یوں سمجھے جیسے اس نے نیا جنم لیا ہے۔ معاملہ کی اس اہمیت کے پیش نظر رسول اللہؐ نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا:

میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے بعض حضرات کو تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں شاہان عجم کی طرف روانہ کروں۔

خبردار! تمھاری جانب سے اس معاملہ میں اختلاف کی وہ نوعیت نہ پیدا ہونے پائے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے مابین رونما ہوئی تھی۔

اس کے جواب میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یک زباں ہو کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ کے حکم کی بہر حال تعمیل کریں گے اور آپ کی منشا کے مطابق فرائض پوری ذمہ داری سے سرانجام دیں گے آپ جہاں چاہیں ہمیں بھیج دیں۔ آنحضرتؐ نے ان میں سے چھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا انتخاب کیا کہ ملوک عرب اور شاہان عجم کی طرف دعوتی خطوط لے کر جائیں۔ ان چھ میں سے ایک حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جو رسول اللہؐ کا مکتوب گرامی لے کر فارس کے بادشاہ کسریٰ کی طرف روانہ ہوئے۔

○

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری تیار کی بیوی بچوں کو الوداع کہا اور تنہا صحراؤں اور میدانوں کو طے کرتے ہوئے سرزمین فارس میں پہنچے۔ بادشاہ سے ملاقات کی اجازت طلب کی اور درباریوں کو مکتوب گرامی کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ اس مرحلہ پر شاہ ایران نے ان کی آمد کی خبر سن کر شاہی دربار کو آراستہ کرنے کا حکم دے دیا اور اس سلسلہ میں ایک خصوصی اجلاس طلب کرلیا اور زعمائے فارس کو اس اجلاس میں شریک ہونے کا حکم دیا۔ اس اہتمام کے بعد حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو دربار میں آنے کی اجازت دی۔

○

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ شاہ ایران کے دربار میں اس کیفیت سے در آئے کہ انہوں نے ایک معمولی چادر زیب بدن کر رکھی تھی جس سے عربوں کی سادگی صاف طور پر

جھلک رہی تھی' آپ کا سر بڑا اور جسم گٹھا ہوا تھا۔

اسلام کی عزت و وقار کے شعلے دل میں بھڑک رہے تھے اور اسی طرح ایمان کی عظمت و بلندی دل کی گہرائیوں میں دمک رہی تھی اور کسریٰ نے جب انہیں اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو حاشیہ نشینوں میں سے ایک کو اشارۃ کہا کہ وہ ان سے خط پکڑے' ایوان میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر جب ان سے خط لینا چاہا تو آپ نے فرمایا:

یہ نہیں ہوسکتا۔ رسول اللہ ؐ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہ خط براہ راست کسریٰ کے ہاتھ میں تھماؤں۔ میں رسول اللہ ؐ کی حکم عدولی کی جرأت ہرگز نہیں کرسکتا۔

یہ دیکھ کر کسریٰ نے حکم دیا: اسے چھوڑ دو اور میرے پاس آنے دو۔ جب حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کسریٰ کے قریب آئے تو اس نے آپ کے ہاتھ سے خط وصول کیا اور اہل حیرہ کے عربی ترجمان سے کہا کہ اس خط کو کھولے اور اس کے مندرجات پڑھ کر مجھے سنائے۔

مکتوب گرامی کا آغاز ان الفاظ سے ہوا تھا:

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى كِسْرٰى عَظِيْمِ فَارِسَ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى

یہ پیغام محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول کی جانب سے عظیم فارس کسریٰ کے نام۔ سلامتی کا استحقاق اس کو ہے جو ہدایت کی راہ پر چلا۔

کسریٰ نے ابھی خط کے یہ ابتدائی الفاظ ہی سنے تھے کہ اس کے سینے میں غیظ و غضب کی آگ بھڑک اٹھی۔ چہرہ سرخ ہوگیا اور گردن کی رگیں پھول گئیں' کیونکہ رسول اللہ ؐ نے خط میں اپنا نام پہلے لکھا تھا اور اس کا بعد میں۔ کسریٰ نے مغلوب الغضب ہو کر خط چھین لیا اور اسے پرزے پرزے کردیا اور بغیر یہ جانے کہ خط میں کیا لکھا ہے۔ چیخ کر یوں گویا ہوا کہ میرا غلام ہو کر اسے یہ جرأت کیسے ہوئی کہ مجھے اس طرح مخاطب کرے پھر حکم دیا کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو میرے دربار سے نکال باہر کیا جائے' چنانچہ ان کو دربار سے نکال دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ ایوان کسریٰ سے نکل کر چل دیئے۔ انہیں کہیں کچھ علم نہ تھا کہ اب ان کے ساتھ قضا و قدر کیا سلوک روا رکھنے والی ہے۔ انہیں قتل کر دیا جائے گا یا انہیں آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔

اس پر زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ یہ کہہ اٹھے۔

بخدا! آنحضرت ﷺ کا خط پہنچا دینے کے بعد مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ میرے ساتھ کیا سلوک روا رکھا جائے گا یہ کہہ کر اونٹنی پر سوار ہوئے اور چل دیئے۔ جب کسریٰ کا غصہ تھما تو اس نے درباریوں کو حکم دیا کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو میرے پاس دوبارہ پیش کیا جائے' انہوں نے ہرچند تلاش کیا مگر کہیں بھی آپ کا سراغ نہ ملا۔ آخر میں انہیں اتنا پتہ چلا کہ وہ جزیرۃ العرب سے نکل کر کہیں آگے چلے گئے ہیں۔ جب حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ اس نے آپ کے گرامی نامہ کو پھاڑ کر پھینک دیا تھا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس کی قبائے اقتدار کے پرزے اڑا دے۔

ادھر کسریٰ نے یمن میں اپنے نائب باذان نامی جرنیل کو حکم دیا کہ حجاز میں جس شخص نے نبوت کا اعلان کیا ہے' اسے گرفتار کرنے کے لئے فوراً اپنے ہاں سے دو آدمی روانہ کرے' جو اسے پکڑ کر میرے دربار میں پیش کریں۔

باذان نے رسول اللہ ﷺ کی گرفتاری کے لئے اپنے دو مضبوط جرنیل ایک خط دے کر مدینہ منورہ روانہ کر دیئے۔ اس خط میں لکھا تھا کہ خط دیکھتے ہی بلا تاخیر ان کے ہمراہ کسریٰ کے دربار میں پہنچ جائیں۔ انہیں یہ بھی تاکید کی کہ اس شخص کا پوری طرح کھوج لگائیں اور اس کے بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کریں۔

یہ دونوں شخص تیزی سے سفر کرتے ہوئے پہلے طائف پہنچے۔ قریش کے چند تاجروں سے ان کی ملاقات ہوئی۔ ان سے آنحضرتؐ کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ یثرب میں رہتے ہیں۔ تاجروں کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ تو نبی علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لئے جارہے ہیں تو وہ خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ شاداں و فرحاں مکہ پہنچ کر قریش کو ان الفاظ میں مبارک باد دی: اے اہل قریش! خوش ہو جاؤ اور چین سے رہو' اب

کسریٰ کی محمد ﷺ سے ٹھن گئی ہے اور ان کو گرفتار کرنے کے لئے اپنے آدمی روانہ کردیئے ہیں۔ اب تم اس کے شر سے بچ جاؤ گے۔

باذان کے ان دونوں نمائندوں نے مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ وہاں پہنچ کر نبی علیہ السلام سے ملاقات کی اور باذان کا خط آپ کو پہنچایا اور کہا: کہ شہنشاہ کسریٰ نے ہمارے بادشاہ باذان کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کو پکڑ کر اس کے دربار میں پیش کردے ہمیں اسی لئے بھیجا گیا ہے کہ آپ کو اپنے ساتھ لے جاکر اس کے حوالے کردیں۔ اگر آپ ہماری بات مان لیتے ہیں تو اس میں آپ ہی کا بھلا ہے اور اگر آپ نے ہمارے ساتھ چلنے سے انکار کیا تو جان لیجئے کہ کسریٰ کا جاہ و جلال اور اس کی گرفت بہت مضبوط ہے۔ وہ اس بات پر قطعی قدرت رکھتا ہے کہ تمہیں اور آپ کے ساتھ آپ کی قوم کو ہلاک کردے۔ رسول اللہ ﷺ ان کی یہ بچگانہ باتیں سن کر مسکرائے اور فرمایا۔ کہ آج تو تم اپنی قیام گاہ میں آرام کرو' کل دیکھا جائے گا۔ جب دوسرے دن یہ نبی علیہ السلام کے پاس آئے اور پوچھا کیا آپ کسریٰ کے دربار میں پیش ہونے کے لئے آمادہ ہیں۔ اس کے جواب میں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کون کسریٰ؟ سن رکھو کہ آج کے بعد تم اس کا چہرہ کبھی نہیں دیکھ پاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کردیا ہے اور اس کا بیٹا اس کو قتل کرکے خود سلطنت پر قابض ہوگیا ہے۔

ان دونوں کا اس خبر کا سننا تھا کہ حیران و ششدر رہ گئے اور خوف و دہشت کے ملے جلے جذبات سے آنحضرتؐ کی طرف دیکھنے لگے اور کہنے لگے۔

جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں' کیا اس کا آپ کو یقینی علم ہے؟ کیا یہ وحشت اثر خبر ہم باذان تک پہنچا دیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں یہ سچ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی اسے بتا دینا کہ دین اسلام کا دائرہ کسریٰ کی سلطنت تک پھیل جائے گا۔ تم اگر اسلام قبول کرلو' تو ہم وہ سبھی کچھ تمہارے حوالے کردیں گے جو اب تمہارے پاس ہے گویا اس صورت میں تمہاری موجودہ حکمرانی اپنی قوم پر بدستور قائم رہے گی۔

○

یہ دونوں نمائندے رسول اللہ ﷺ سے رخصت ہو کر باذان کے پاس پہنچے اور اسے یہ

خبر سنائی۔ اس نے سن کر کہا: حضرت محمد ﷺ کی یہ بات اگر درست ثابت ہوئی تو پھر ان کے نبی ہونے میں کوئی شبہ نہیں' لیکن اگر یہ بات صحیح ثابت نہ ہوئی تو پھر ہم ان کے متعلق جو رائے قائم کریں گے وہ تم دیکھ لوگے۔ ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ باذان کو کسریٰ کے بیٹے شیرویہ کا خط موصول ہوا جس میں یہ تحریر تھا "میں نے کسریٰ کو مار ڈالا ہے اور مارا بھی اسی لئے ہے کہ اپنی قوم کا انتقام لے سکوں۔ اس نے اپنے عہد اقتدار میں میری قوم کے شرفاء کا قتل عام شروع کیا تھا۔ یہی نہیں اس نے ان کی عورتوں کی بے حرمتی بھی کی اور ان کے مال و دولت کو غصب بھی کیا۔ میرا یہ خط جب تمہارے پاس پہنچے تو تم میری حلقہ بگوشی اختیار کرنا۔

باذان نے شیرویہ کا خط جب پڑھا تو خط کو ایک طرف پھینک دیا اور اسلام کا حلقہ بگوش ہوگیا اور اس کے ساتھ بلاد یمن کے تمام فارسی النسل باشندے بھی مسلمان ہوگئے۔

○

یہ تو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی فارس کے بادشاہ کسریٰ کے ساتھ ملاقات کی دلچسپ داستان ہوئی۔ قیصر روم کے ساتھ ان کی ملاقات کی تفصیلات کیا ہیں؟

قیصر کے ساتھ آپ کی ملاقات کا واقعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیش آیا۔ یہ بھی ایک عجیب و غریب داستان ہے۔

19ہجری میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جنگ کے لئے مجاہدین اسلام کا ایک لشکر روانہ کیا جس میں حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ بادشاہ روم کے پاس لشکر اسلام کے متعلق خبریں برابر پہنچ رہی تھیں اور اسے معلوم تھا کہ مجاہدین اسلام پختہ حوصلے' سچائی کے خوگر اور راہ خدا میں اپنی جانیں نثار کرنے کے جذبہ سے سرشار ہیں۔ اس نے اپنے فوجیوں کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ اگر لشکر اسلام میں سے کوئی قیدی تمہارے ہاتھ لگے تو اسے زندہ پکڑ کر میرے پاس لے آنا۔

اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو رومی فوج نے گرفتار کرلیا اور قیصر کے سامنے حاضر کیا۔ اسے یہ بتایا کہ ہم ایسے شخص کو گرفتار کرکے لائے ہیں جو محمد

کے ان ساتھیوں میں سے ہے جنہوں نے سب سے پہلے دعوت اسلامی کو قبول کیا۔

جب حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو بادشاہ روم کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے آپ کو بنظر غائر دیکھا۔ پھر کہنے لگا۔

میری ایک تجویز ہے۔

حضرت عبداللہ نے فرمایا: "وہ کیا؟"

اس نے کہا میری تجویز ہے کہ آپ عیسائیت قبول کرلیں۔ آپ کو میری یہ تجویز اگر منظور ہو تو میں آپ کو آزاد کردوں گا اور آپ کے ساتھ عزت و تکریم کا معاملہ روا رکھوں گا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے جرأت و عزم کا اظہار کرتے ہوئے کہا یہ ممکن ہی نہیں' جس چیز کی طرف آپ مجھے دعوت دے رہے ہیں' اس سے ہزار درجہ یہ بہتر ہے کہ میں مرجانا پسند کروں۔

قیصر نے کہا۔

آپ مجھے بہادر انسان معلوم ہوتے ہیں۔ آپ میری یہ تجویز قبول کرلیں تو میں آپ کو اپنی سلطنت میں شریک کرلینے پر بھی تیار ہوں۔

بیڑیوں میں جکڑ ہوا یہ قیدی اس پر مسکرایا اور یوں گویا ہوا:

اللہ کی قسم: آپ مجھے اپنی حکومت اور جزیرۃ العرب کی مملکت دے کر بھی یہ امید نہیں رکھ سکتے کہ میں دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لحظہ کے لئے بھی منحرف ہو جاؤں۔

اس نے غضبناک ہو کر کہا:

میں آپ کو قتل کردوں گا۔

آپ نے فرمایا: آپ جو چاہیں کر دیکھیں۔ اس کے بعد آپ کو پھانسی دے دینے کا حکم صادر کردیا گیا اس کا حکم یہ تھا کہ تختہ دار پرپا بجولاں اس شخص کو اس طرح تیروں کا نشانہ لگاؤ کہ تیر اس کے ہاتھوں کے بالکل قریب گریں اور ہاتھوں کو زخمی کردیں' چنانچہ اس کے حکم کے مطابق نشانہ باندھا گیا اور تیر چلایا گیا۔

اس نازک اور تکلیف دہ موقعہ پر قیصر نے آپ کو عیسائیت قبول کرنے کی تیسری

مرتبہ دعوت دی' لیکن آپ نے صاف انکار کردیا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ اب اس کے بالکل پاؤں کے قریب تیر مارو۔ اس حکم کی بھی تعمیل کی گئی۔ اس نے اس موقعہ پر بھی اسلام کو ترک کردینے اور عیسائیت کے حلقہ بگوش ہو جانے کی دعوت دی۔ آپ نے ایسا کرنے سے قطعی انکار کردیا۔ بالآخر قیصر نے حکم دیا کہ اسے تختہء دار سے نیچے اتار دو۔ پھر ایک بہت بڑی دیگ منگوائی گئی اور اس میں تیل ڈال کر نیچے آگ جلا دی گئی' جب تیل کھولنے لگا تو اس نے حکم دیا کہ مسلمان قیدیوں کو حاضر کیا جائے۔ اس کے حکم کے مطابق دو مسلمان قیدی پیش کردیئے گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان میں سے ایک کو کھولتے ہوئے تیل میں پھینک دینے کا حکم دیا۔ گرم اور کھولتے ہوئے تیل میں گرتے ہی اس کا گوشت پوست چٹخنے لگا اور چشم زدن میں کھال ہڈیوں سے الگ ہو گئی۔

اس کے بعد وہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا اب بھی موقعہ ہے عیسائیت کو قبول کرلو۔ آپ نے پہلے سے بڑھ کر دعوت کو ٹھکرادیا۔ جب قیصر حد درجہ مایوس ہوگیا تو اس نے چاروناچار انہیں کھولتے ہوئے تیل میں پھینک دینے کا حکم دے دیا۔ جب آپ کو دیگ کے پاس لایا گیا تو آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو ٹپک پڑے۔ قیصر کے حواریوں نے جب یہ دیکھا تو عرض کی کہ حضور یہ تو سچ مچ رو رہا ہے۔ اس نے گمان کیا شاید یہ اس تکلیف سے گھبرا گیا ہے۔

اسے میرے پاس لاؤ۔ جب آپ کو قیصر کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے پھر آپ کو تیسری مرتبہ عیسائیت کے سامنے سر جھکا دینے کی دعوت دی۔ آپ نے اس بار بھی انکار کردیا۔

اس نے تعجب سے پوچھا: ارے یہ بات تھی تو تم روتے کیوں تھے؟

آپ نے جواب میں کہا: میرے رونے کی وجہ یہ تھی یہ منظر دیکھ کر میرے خیال میں آیا تھا کہ میرے پاس تو صرف ایک ہی جان ہے۔ کاش میرے پاس ہزار ہا ایسی جانیں ہوتیں اور ہر جان کو اس کھولتے ہوئے تیل میں ڈال کر اللہ کی راہ میں قربان کردیتا۔

اس ظالم کا یہ سننا تھا کہ انگشت بدنداں ہو کر رہ گیا: کہنے لگا اب اگر تم میرے سر کو چوم لو تو میں تمہیں آزاد کردوں گا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

کیا تم میرے ساتھ تمام مسلمان قیدیوں کو بھی آزاد کردو گے؟

اس نے کہا:

ہاں! میں تمام مسلمان قیدیوں کو بھی رہا کردوں گا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر میں اس دشمن دیں کے سر کو چوم لوں اور اس کے بدلے میں یہ سب مسلمان قیدیوں کو رہا کردے تو اس میں کیا مضائقہ ہے۔

پھر آپ اس کے قریب آئے اور اس کے سر پر اپنا بوسہ ثبت کردیا۔ قیصر روم نے حسب وعدہ حکم دیا کہ تمام مسلمان قیدیوں کو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردیا جائے۔ تاکہ وہ ان کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ رہائی پاکر حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سیدھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو یہ سارا ماجرا تفصیل سے کہہ سنایا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا اور کہنے لگے کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ آگے بڑھ کر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سر کو چوم لے اور لو میں سب سے پہلے ان کے سر پر بوسہ دیتا ہوں۔ پھر آپ اٹھے اور ان کے سر کا بوسہ لیا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابہ ۲۸۸-۲۸۷/۲

۲۔ السیرۃ النبویۃ لابن ھشام

۳۔ حیاۃ الصحابہ لمحمد یوسف کاندھلوی /۴

۴۔ تھذیب التھذیب ۱۸۵/۵

۵۔ امتاع الاسماع ۳۰۸/۱

۶۔ حسن الصحابہ ۳۰۵

۷۔ المحبر ۷۷

۸۔ تاریخ الاسلام علامہ ذھبی ۸۸/۲
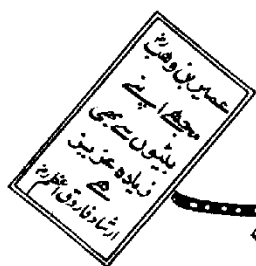
حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ

عمیر بن وہب خود تو میدان بدر سے جان بچا کر واپس لوٹ آئے' لیکن ان کے بیٹے کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا۔

عمیر کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ مسلمان اس کے نوجوان بیٹے کو باپ کے جرم کی پاداش میں سخت ترین سزا دیں گے' کیونکہ اس کا باپ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دردناک تکالیف پہنچاتا رہا ہے۔

ایک دن صبح کے وقت عمیر مسجد حرام میں طواف کعبہ اور بتان حرم سے برکت حاصل کرنے کے لئے آیا وہاں کیا دیکھتا ہے کہ صفوان بن امیہ حطیم کی ایک جانب بیٹھا ہوا ہے اس کے پاس آکر کہنے لگا آقائے قریش صبح بخیر۔

صفوان نے بھی جواباً کہا۔

عمیر صبح بخیر! آئیں بیٹھ کر کچھ باتیں کریں۔ آپس میں باتیں کرنے سے وقت خوب گزرے گا۔

عمیر صفوان بن امیہ کے بالکل سامنے بیٹھ گیا دونوں آپس میں معرکۂ بدر اور اس میں ہونے والے عظیم نقصانات یاد کرنے لگے اور ان قیدیوں کے نام شمار کرنے لگے جنہیں مجاہدین اسلام نے گرفتار کر لیا تھا اور وہ سرداران قریش کو یاد کر کے آنسو بہانے لگے جن کی گردنیں مسلمانوں کی تلواروں نے اڑا دی تھیں اور قلیب کنویں میں ان کی لاشوں کو پھینک دیا تھا۔

صفوان بن امیہ نے ایک لمبی سانس لی اور کہا:

بخدا' اب ان کے بعد زندہ رہنے میں کوئی مزا نہیں۔

عمیر نے کہا:

بخدا! آپ نے بالکل سچ کہا۔ پھر تھوڑی دیر خاموش رہا پھر کہنے لگا رب کعبہ کی قسم! اگر میں مقروض اور عیالدار نہ ہوتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی جاکر قتل کردیتا۔ پھر آہستہ سے کہنے لگا:

میرا بیٹا چونکہ ان کے قبضے میں ہے اس لئے میرا وہاں جانا چنداں شبہات پیدا نہیں کریگا کیونکہ قیدیوں کے ورثاء کی مدینہ منورہ میں آمدورفت کا سلسلہ جاری ہے۔

صفوان بن امیہ نے عمیر بن وہب کی اس بات کو غنیمت سمجھا اور سوچا کہ یہ موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو کر کہنے لگا۔

عمیر تم آپ اس بات کی پروانہ کرو' تیرا جتنا بھی قرض ہے میں خود ادا کروں گا۔

میں تیرے اہل و عیال کی ذمہ داری بھی قبول کرتا ہوں۔ میرے پاس اتنا وافر مال ہے جس سے ان کی زندگی خوشگوار گزرے گی۔ یہ پیش کش سن کر عمیر بولے:

اس بات کو صیغہ راز میں رکھیں اور کسی کو نہ بتائیں۔

صفوان نے کہا: تم بھی یہ بات کسی کو نہ بتانا:

○

عمیر بن وہب جب مسجد حرام سے اٹھا تو اس وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف غیظ و غضب کی آگ اس کے سینہ میں شعلہ فگن تھی۔

اپنے اس ارادے کی تکمیل کے لئے اس نے تیاری شروع کردی۔ اس سفر میں اسے قطعاً اس بات کا اندیشہ نہ تھا کہ کوئی اس پر شک و شبہ کرے گا کیونکہ اسیران قریش کے ورثاء فدیہ دینے کی غرض سے مدینہ منورہ جارہے تھے۔

عمیر بن وہب نے گھر آکر بیوی کو حکم دیا کہ میری تلوار تیز کرو اور اسے زہر کی پان دو۔ پھر اپنی سواری طلب کی تو اسے تیار کرکے ان کے سامنے لایا گیا۔ یہ سوار ہو کر اپنے مشن کی تکمیل کے لئے غیظ و غضب کا طوفان اپنے سینے میں چھپائے ہوئے مدینہ کی طرف چل پڑا۔

عمیر بن وہب نے مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش شروع کردی۔ بالآخر

مسجد نبوی کے قریب اپنی سواری سے اترا اور مسجد کی طرف چل دیا۔

○

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد کے دروازے کے قریب بیٹھے ہوئے آپس میں جنگ بدر میں قتل ہونے والے اور گرفتار ہونے والے قریشیوں کے متعلق گفتگو فرمارہے تھے اور وہ اس منظر کو بھی یاد کر رہے تھے کہ جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مہاجرین و انصار نے میدان بدر میں جوانمردی کے جوہر دکھائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرما کر انہیں عزت بخشی اور ان کے دشمن کو تباہ و برباد اور ذلیل و رسوا کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمیر بن وہب کو دیکھا کہ وہ اپنی سواری سے اتر کر گلے میں تلوار لٹکائے مسجد کی طرف چلا آرہا ہے۔ یہ گھبرا کر اٹھے اور فرمایا:

ارے یہ کمینہ دشمن خدا عمیر بن وہب ہے۔ اللہ کی قسم! یہ کسی برے ارادے سے آیا ہے۔ اسی نے مکہ میں مشرکین کو ہمارے خلاف بھڑکایا تھا۔ بدر سے پہلے یہ ہمارے خلاف جاسوسی کرتا رہا ہے۔

پھر اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

فوراً اٹھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد گھیرا بنالو اور ہوشیار رہو کہ کہیں یہ مکار دھوکہ نہ دے جائے۔ یہ کہہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دشمن خدا عمیر بن وہب گلے میں تلوار لٹکائے آپ کی طرف آرہا ہے۔ میرے خیال میں اس کا ارادہ اچھا نہیں یہ کسی شرارت کی غرض سے آیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بڑی چابکدستی سے تلوار کا پٹہ اس کی گردن میں ڈال کر فوراً اسے قابو کرلیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے اس حالت میں دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو' تو انہوں نے چھوڑ دیا۔

پھر آپ نے فرمایا:

عمر رضی اللہ عنہ! ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔ وہ تھوڑا سا پیچھے ہٹ گئے۔

پھر عمیر بن وہب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

عمیر! قریب آجاؤ۔ وہ قریب ہوگیا اور عرض کی صبح بخیر۔

یہ زمانۂ جاہلیت میں عربوں کا سلام تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمیر اللہ تعالیٰ نے ہمیں تم سے بہتر سلام کا طریقہ بتا کر ہمیں عزت بخشی ہے ہم السلام علیکم کہتے ہیں اور یہ اہل جنت کا سلام ہے۔

عمیر نے کہا:

آپ کا سلام ہمارے سلام سے کوئی زیادہ مختلف تو نہیں' لیکن آپ اپنے مشن میں نئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عمیر کیسے آئے ہو؟

عرض کی:

میں اپنا قیدی چھڑانے آیا ہوں' جو آپ کے قبضے میں ہے براہ مہربانی اسے چھوڑ کر مجھ پر احسان فرمائیں۔

آپ نے دریافت فرمایا:

تیری گردن میں یہ تلوار کیوں لٹک رہی ہے؟

اس نے عرض کی:

اللہ تعالیٰ نے اس تلوار کا منہ ناکارہ کردیا ہے۔ کیا آپ نے بدر کے دن ہمارے پاس کچھ رہنے بھی دیا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

عمیر سچ بولو' کیسے آئے ہو؟

اس نے عرض کی:

میں تو اسی غرض سے آیا ہوں جو میں پہلے آپ کی خدمت میں پیش کر چکا ہوں۔

آپ نے فرمایا:

تم اور صفوان بن امیہ حطیم کے پاس بیٹھے قلیب کنوئیں میں پھینکی گئی لاشوں کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔

پھر تم نے یہ کہا:

کہ اگر میں مقروض اور عیالدار نہ ہوتا تو یقیناً محمد ﷺ کو قتل کرنے کی مہم کے لئے نکل پڑتا۔

پھر صفوان بن امیہ نے تیرے تمام قرضے اور اہل و عیال کی کفالت کی اس شرط پر ذمہ داری قبول کی کہ تو مجھے قتل کر دے' لیکن اللہ تعالیٰ تیرے اور اس گھناؤنے منصوبے کے درمیان حائل ہو گیا۔

عمیر یہ سن کر ششدر رہ گیا پھر تھوڑی دیر سوچنے کے بعد پکار اٹھا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں (ﷺ)

یارسول اللہ ﷺ جب آپ ہمیں آسمانی خبریں بتلایا کرتے تھے تو ہم انہیں تسلیم نہیں کرتے تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ آپ پر کوئی وحی وغیرہ نازل نہیں ہوتی' لیکن صفوان بن امیہ اور میرے درمیان ہونے والی گفتگو کا تو ہمارے علاوہ کسی کو علم نہ تھا۔

اللہ کی قسم! اب مجھے یہ یقین حاصل ہو گیا ہے کہ یہ خبر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا میں شکر گزار ہوں کہ وہ مجھے آپ کے پاس لے آیا تا کہ مجھے اسلام کی ہدایت نصیب ہو۔

پھر اس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

نبی ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کو دین سمجھاؤ' قرآن مجید کی تعلیم دو اور اس کے قیدی کو آزاد کر دو۔

تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے بہت خوش ہوئے' یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ جب یہ رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرنے کی نیت سے آ رہا تھا تو مجھے بہت برا دکھائی دیتا تھا' لیکن آج اسلام قبول کرنے کے بعد یہ مجھے اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ پیارا لگتا ہے۔

○

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ تو اسلامی تعلیمات سے مستفیض ہو رہے تھے اور اپنے دل کو نور ایمان سے منور کر رہے تھے اور اپنی زندگی کے ان خوشگوار ایام میں مکہ اور اہالیان مکہ کو بھول چکے تھے۔

ادھر صفوان بن امیہ بڑی بے چینی سے منتظر تھا اور وہ پر امید تھا کہ کوئی خوش کن خبر ملے گی۔ جب بھی وہ کسی مجلس کے پاس سے گزرتا تو برملا کہتا قریشیو! خوش ہو جاؤ' تمہیں عنقریب ایک ایسی خبر ملنے والی ہے جو واقعہ بدر کی سنگینیوں کو بھلا دے گی۔ پھر صفوان بن امیہ کے لئے انتظار کی گھڑیاں طویل تر ہوتی چلی گئیں۔ اس کے دل میں آہستہ آہستہ بے چینی سرایت کرنے لگی۔ وہ اس قدر اضطراب و قلق میں مبتلا ہو کر پہلو بدلنے لگا جیسے کہ انگاروں پر لیٹا ہوا ہو۔ وہ مدینہ منورہ سے آنے والے ہر مسافر سے پوچھتا کہ عمیر کہاں ہے' لیکن کوئی شخص بھی اسے تسلی بخش جواب نہ دیتا' لیکن ایک مسافر نے اسے یہ بات بتادی کہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ تو مسلمان ہوگئے۔ یہ خبر اس پر بجلی بن کر گری' کیونکہ اسے پختہ یقین تھا کہ عمیر رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں ہو سکتا' خواہ ساری دنیا مسلمان ہو جائے۔

○

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں بڑی محنت سے دینی تعلیم حاصل کرتے رہے اور قرآن مجید کا کچھ حصہ بھی زبانی یاد کرلیا۔

انہوں نے ایک دن نبی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اپنی زندگی کے قیمتی ایام اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے صرف کردیئے' جو بھی اسلام قبول کرتا تو میں اسے طرح طرح کی تکالیف پہنچاتا۔

اب میری دلی تمنا ہے کہ آپ مجھے مکہ معظمہ جانے کی اجازت عنایت فرمائیں تاکہ میں قریش کو دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دوں۔ اگر وہ میری بات تسلیم کرلیں تو بہتر' ورنہ میں انہیں اسی طرح دردناک اذیت دوں گا جس طرح کہ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اذیت دیا کرتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اجازت دے دی۔

آپ اپنے دل میں بڑے ارمان لے کر مکہ معظمہ پہنچے اور سیدھے صفوان بن امیہ کے گھر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

اے صفوان! تم ایک دانشمند سردار ہو' بھلا یہ تو بتاؤ کہ جن پتھر کے بتوں کی تم پوجا کرتے ہو اور ان کے نام پر قربانی دیتے ہو' کیا تمہاری عقل تسلیم کرتی ہے کہ یہ تمہیں کوئی نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟

سن لو! میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ بڑی جانفشانی سے اہل مکہ کو دین کی دعوت دینے کے لئے دن رات مصروف ہو گئے۔ بہت سے لوگوں نے ان سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرلیا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ کو اجر جزیل عطا فرمائے اور ان کی مرقد پر مسلسل اپنی رحمت نازل فرمائے۔ آمین

○

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ حیاۃ الصحابۃ (محمد بن یوسف کاندھلوی)

۲۔ سیرت ابن ہشام

۳۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابہ (ابن حجر عسقلانی)

۴۔ طبقات ابن سعد

> براء بن مالکؓ کو کسی اسلامی لشکر کا سپہ سالار نہ بنانا مبادا کہیں جذبات میں آکر کوئی ایسا جارحانہ اقدام کر بیٹھیں جس سے لشکر کو بھاری نقصان اٹھانا پڑے۔
> (ارشاد فاروقِ اعظمؓ)

حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ

بکھرے ہوئے بال' غبار آلود چہرہ' نحیف و لاغر ایسا جسم کہ دیکھنے والا انہیں کوئی حیثیت ہی نہ دے۔

لیکن اس قدر بہادر کہ ایک موقعہ پر انہوں نے تنہا مقابلہ کرتے ہوئے پورے ایک صد مشرکین کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ وہ مقتولین اس کے علاوہ ہیں جنہیں مجاہدین اسلام کے ساتھ مل کر مختلف معرکوں میں انہوں نے تہہ تیغ کیا۔

آپ بڑے نڈر' جفا کش' فن سپہ گری کے ماہر' بے جگری سے لڑنے والے مجاہد اور ایک بہادر انسان تھے' لیکن ہمیشہ آپ بے خوف و خطر میدان کار زار میں کود پڑتے' اس لئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام گورنروں کو یہ لکھ بھیجا تھا:

براء بن مالک رضی اللہ عنہ کو کسی لشکر اسلام کا سپہ سالار نہ بنانا مبادا کہ کہیں جذبات میں آکر کوئی ایسا جارحانہ اقدام کر بیٹھیں جس سے لشکر اسلام کو کوئی نقصان اٹھانا پڑے۔

حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔

اگر میں حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کی بہادری کی داستانیں سنانے لگوں تو بات اتنی طویل ہو جائے کہ ان صفحات میں سما نہ سکے' اس لئے میں آپ کے سامنے ان کی بہادری کا صرف ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جو آپ کو دوسرے حیرت انگیز واقعات کی خود بخود نشاندہی کر دے گا۔

○

اس داستان کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کی وفات حسرت آیات کا واقعہ پیش آیا تو کمزور ایمان والے لوگ دین سے منحرف ہونے شروع ہو گئے۔ جس تیز رفتاری سے انہوں دین قبول کیا تھا' اسی رفتار سے وہ دین اسلام کو چھوڑنے لگے۔

نوبت بایں جارسید کہ' مدینہ' طائف اور چند دیگر علاقوں کے وہی لوگ دائرۂ اسلام میں رہے جنہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پختہ ایمان نصیب فرمادیا تھا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس ہولناک فتنے کو دبانے کے لئے انتہائی عظمت اور بہادری کا ثبوت دیا۔ فتنہ انگیزی کرنے والوں کے سامنے پہاڑ بن کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے مہاجرین و انصار کے گیارہ لشکر تیار کئے اور ہر لشکر کے لئے ایک پرچم تیار کیا گیا اور تمام لشکروں کو جزیرۂ عرب میں چاروں طرف اسلامی پرچم دے کر روانہ کردیا تاکہ وہ مرتدین کو راہ راست پر لائیں اور انہیں حق بات سمجھانے کے لئے ہر حربہ استعمال کریں' اگر نرمی کارگر ثابت نہ ہو تو بزور شمشیر اسلام کی حقانیت ان کے دلوں میں بٹھائیں۔

صورت حال یہ تھی کہ جملہ مرتدین میں سے مسیلمہ کذاب کا قبیلہ بنو حنیفہ جنگ و جدل کے اعتبار سے انتہائی طاقتور اور تعداد کے اعتبار سے بہت زیادہ تھا۔ مسیلمہ کذاب کی قوم اور اس کے حلیفوں میں سے چالیس ہزار تجربہ کار جنگجو ایک جگہ جمع ہو گئے۔ ان میں اکثریت نے مسیلمہ کذاب کی پیروی محض قومی عصبیت کی بنا پر کی۔ ان میں سے ایک شخص تو یہ بات کہتا ہوا بھی سنا گیا۔

میں صمیم دل سے اقرار کرتا ہوں کہ مسیلمہ جھوٹا ہے اور محمد ﷺ سچے ہیں' لیکن ربیعہ قبیلے کا جھوٹا شخص ہمیں مضر قبیلے کے سچے سے زیادہ عزیز ہے۔

○

ہوا یہ کہ مسیلمہ کذاب نے مسلمانوں کے اس پہلے لشکر کو شکست دے دی جس نے عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابوجہل کی قیادت میں اس پر چڑھائی کی تھی' اس لشکر کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دوسرا لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ کیا' یہ لشکر اسلام انصار و مہاجرین کے تجربہ کار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ ان روشن چہروں میں حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

○

علاقۂ نجد کے ایک مرکزی مقام یمامہ میں ان دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ تھوڑی ہی دیر میں مسیلمہ کذاب اور اس کی فوج کا پلہ بھاری ہوگیا۔ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ اپنے مورچوں سے پیچھے ہٹنے لگے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مسیلمہ کے ساتھی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خیمے میں داخل ہوگئے۔ خیمے کی رسیاں کاٹ دیں قریب تھا کہ وہ آپ کی زوجہ محترمہ کو قتل کر دیتے' لیکن ان میں ایک شخص نے انہیں ایسا کرنے سے منع کردیا۔

اس موقع پر مسلمانوں نے شدید خطرہ محسوس کیا اور انہیں یہ معلوم ہوگیا کہ اگر مسیلمہ کذاب سے مقابلہ میں وہ شکست کھا گئے تو پھر آج کے بعد اسلام کی سربلندی کے لئے کوئی بھی سر نہ اٹھا سکے گا اور جزیرۂ عرب میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فوری طور پر اپنے لشکر کو از سر نو منظم کیا۔ مہاجرین و انصار کی الگ الگ گروپ بندی کی اور پھر ہر خاندان کا الگ الگ ایک گروپ بنا کر اس کی قیادت انہیں میں سے ایک فرد کے سپرد کردی۔ تاکہ معرکہ آرائی میں ہر فریق کی کارکردگی معلوم کی جاسکے اور اسکا اندازہ لگایا جاسکے کہ لشکر میں کمزوری کہاں پائی جاتی ہے۔

○

دونوں فوجوں کے درمیان ایسی تباہ کن اور ہولناک لڑائی شروع ہوئی جس کی مثال پہلی جنگوں میں نہیں ملتی۔ مسیلمہ کذاب کی فوج میدان جنگ میں جم کر لڑی اور اسے اس کی بھی پروا نہ تھی کہ فوجیوں کی کثیر تعداد تہہ تیغ ہو رہی ہے۔

مسلمان فوج نے اس مقام پر بہادری کے ایسے ایسے جوہر دکھائے کہ اگر انہیں اکٹھا کر دیا جائے تو ایک دلچسپ داستان جہاد مرتب ہو جائے۔

انصار کے علم بردار حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے اس طرح کیا کہ اپنے بدن کو خوشبو لگا کر کفن پہن لیا اور نصف پنڈلیوں تک ایک گڑھا کھود کر اس میں جم کر کھڑے ہوگئے۔ تاکہ پرچم اسلام کو تادم آخر لہراتے رہیں' یہاں تک کہ انہوں نے جام شہادت

نوش کرلیا۔

○

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی جناب زید بن خطاب رضی اللہ عنہ بلند آواز سے کہتے ہیں۔

لوگو! جم کر دشمن کا مقابلہ کرو۔ غازیو! آگے بڑھو۔ مقابلے میں آنے والے کو پسپا کر دو۔ لوگو! اللہ کی قسم' میں آج اس بات کے علاوہ کوئی اور بات تم سے نہیں کروں گا' یہاں تک کہ مسیلمہ کذاب شکست کھا جائے' یا میں بذات خود اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو کر اپنی شہادت کو اللہ تعالیٰ کے حضور بطور حجت پیش کروں۔ یہ کہہ کر وہ دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور میدان جنگ میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوگئے۔

ایک جانب حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کا غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ مہاجرین کا پرچم اٹھائے ہوئے تھا۔ قوم کو اندیشہ تھا کہ کہیں میدان جنگ میں اس کے قدم ڈگمگا نہ جائیں۔ بعض مجاہدین نے تو اس بات کا اظہار بھی کردیا کہ اے سالم رضی اللہ عنہ ہمیں اندیشہ ہے کہ میدان میں اگر دشمن کی جانب سے کوئی ہم پہ مصیبت نازل ہوئی تو وہ آپ کی طرف سے ہوگی۔

انہوں نے فرمایا: آپ فکر نہ کریں' میں انشاء اللہ قطعاً کمزوری نہیں دکھاؤں گا۔ میں اپنی طرف سے انتہائی ذمہ داری کا ثبوت دوں گا۔ پھر انہوں نے بڑی بہادری سے دشمنوں پر حملہ کیا اور میدان کار زار میں لڑتے ہوئے شہید ہوگئے' لیکن شجاعت کے یہ تمام واقعات حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کی شجاعت کے سامنے معمولی معلوم ہوتے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ لڑائی بڑی خطرناک صورت حال اختیار کر چکی ہے' تو حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے نوجوان انصار! قوم کی مدد کے لئے آگے بڑھو! تو حضرت براء رضی اللہ عنہ نے قوم کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اب مدینہ واپس جانے کی نہ سوچے۔ یوں سمجھو کہ آج سے تمہارے لئے مدینہ ختم۔

بس اب تمہارے لئے ایک اللہ اور جنت ہے۔ یہ کہہ کر نعرۂ تکبیر کہتے ہوئے دشمن

پر ٹوٹ پڑے۔ ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے' تلوار سے گردنیں اڑاتے ہوئے آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔ ایسے زور دار انداز میں حملہ کیا کہ مسیلمہ اور اس کی فوج کے قدم ڈگمگا گئے اور مجبور ہو کر دشمن فوج نے ایک باغیچہ میں پناہ لی۔ یہ باغیچہ بعد میں تاریخ کے اوراق میں باغیچۂ موت کے نام سے مشہور ہوا' کیونکہ اس باغیچہ میں بے پناہ مشرکین کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔

○

چونکہ دشمن نے باغ میں داخل ہو کر باغ کا دروازہ بند کر لیا تھا اور بظاہر ان سے مقابلے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس موقع پر حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ بڑی تیزی اور احتیاط سے ایک ڈھال پہ بیٹھ گئے اور ساتھیوں نے دس نیزوں کے زور سے بڑے ہی ماہرانہ انداز میں اس ڈھال کو اچھال کر باغ کے اندر پھینک دیا۔ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ ان دشمنوں پر بجلی بن کر گرے جو ہزاروں کی تعداد میں اس باغ میں پناہ لے چکے تھے۔ انہیں بے دریغ قتل کرتے ہوئے مرکزی دروازے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس معرکہ آرائی میں آپ کے جسم پر اسی سے زائد تیروں اور تلواروں کے زخم لگ چکے تھے۔ مسلمانوں نے دروازے سے داخل ہو کر مسیلمہ کذاب کی فوج پر زور دار حملہ کر دیا' دیواروں کی اوٹ میں جو پناہ لئے بیٹھے تھے' ان سب کو قتل کر دیا۔ تقریباً بیس ہزار افراد قتل کر کے مسلمان مجاہدین مسیلمہ کذاب تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور بالآخر اسے بھی جہنم داصل کر دیا۔

○

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر خیمے میں لایا گیا تاکہ وہاں پر ان کا علاج کیا جائے' حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی ان کے علاج معالجہ کی خاطر وہیں ٹھہرے رہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں شفا عطا فرمادی اور لشکر اسلام کو ان کے ہاتھوں بفضلہ تعالیٰ فتح نصیب ہوئی۔

○

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ ہمیشہ شہادت کا شوق اپنے دل میں بسائے رکھتے۔ باغیچۂ

موت میں بھی شہادت نصیب نہ ہوئی۔ وہ یکے بعد دیگرے جنگوں میں شریک ہوتے رہے تاکہ شہادت کا شرف حاصل کر سکیں' جو ان کی سب سے بڑی دلی تمنا تھی' یہاں تک کہ سرزمین فارس میں جنگ تستر لڑی گئی۔ فارسی فوج ایک مضبوط ترین قلعہ میں محفوظ ہوگئی۔ مسلمان فوج نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ ان کے گرد ایسا گھیرا ڈالا جیسے کہ کنگن کلائی کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہوتا ہے۔ یہ محاصرہ طویل عرصہ تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ فارسی فوج بری طرح مصیبت میں مبتلا ہوگئی' تو انہوں نے محاصرہ توڑنے کے لئے ایک ترکیب سوچی اور وہ یہ کہ لوہے کی زنجیروں کو بڑی احتیاط سے قلعے کی دیوار کے اوپر سے نیچے اتار دیا۔ ان زنجیروں کے ساتھ لوہے کی کنڈیاں گرم کر کے لگائی گئی تھیں جو انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں تاکہ وہ قلعے کی دیوار کے ساتھ بیٹھے ہوئے مسلمان مجاہدین کے جسموں میں پیوست ہو جائیں اور انہیں زندہ یا مردہ حالت میں اوپر اٹھالیا جائے۔ ان میں ایک کنڈی حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے جسم میں پیوست ہوگئی' دشمن تیزی سے انہیں اوپر اٹھانے لگا۔ حضرت براء نے تیزی سے جست لگائی اور اس زنجیر کو قابو کر لیا جو ان کے بھائی کو اٹھائے لے جا رہا تھی۔ کنڈی کو ان کے جسم سے نکالنے کی کوشش میں ان کا ایک ہاتھ بھی جھلس گیا' لیکن انہوں نے اس کی کوئی پروا نہ کی۔ بالآخر ان کی محنت کارگر ثابت ہوئی۔ بڑی جفاکشی سے اپنے بھائی کو اس مصیبت سے چھڑانے میں کامیاب ہوگئے۔ اس کشمکش میں ان کا ہاتھ بری متاثر ہو چکا تھا۔

اس معرکہ آرائی میں حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے شہادت کی التجا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی اور آپ دیدار الٰہی کا شوق دل میں لئے جام شہادت نوش کر گئے۔

○

اللہ سبحانہ وتعالیٰ حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے چہرے کو جنت میں روشن کرے اور روز آخرت نبی علیہ السلام کی رفاقت سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کرے۔

اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی۔

○

حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابه فی تمیز الصحابه رضی اللہ عنہم ۶۲۰

۲۔ الاستیعاب ۱۳۷/۲

۳۔ الطبقات الکبری ۴۴۱/۳

۴۔ تاریخ طبری

۵۔ الکامل فی التاریخ

۶۔ سیرت ابن هشام

۷۔ حیاۃ الصحابة

۸۔ قادۃ فتح فارس

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا! آپ کیا جانیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کون ہیں؟

ان کا باپ قبیلۂ مخزوم کا ایک قابل رشک سردار تھا اور وہ دنیائے عرب کا ایک بڑا معروف سخی تھا۔ لوگ اسے مسافروں کا زاد راہ سمجھا کرتے تھے' کیونکہ قافلے جب اس کے گھر کی طرف روانہ ہوتے یا اس کی رفاقت میں سفر کرتے تو اپنے ساتھ زاد راہ لے کر نہ جاتے' اس لئے کہ سب کے اخراجات یہ خود برداشت کیا کرتے تھے۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے خاوند عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن عبدالاسد کا شمار ان دس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا تھا جو سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔ ان سے پہلے صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ساتھ ہی مسلمان ہوگئی تھیں اور ان کا شمار ان صحابیات میں ہوتا ہے جنہیں اسلام قبول کرنے میں سبقت حاصل ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر کے اسلام قبول کرنے کی خبر جنگل کی آگ کی طرح چہار سو پھیل گئی۔ قریش غصے میں آکر ان دونوں کو ایسی دردناک سزائیں دینے لگے جس سے مضبوط چٹانیں بھی لرز جائیں' لیکن ان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش پیدا نہ ہوئی' نہ ان کی طبیعت میں کوئی اضمحلال پیدا ہوا اور نہ ہی یہ کسی تردد کا شکار ہوئے۔

جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مصائب کی چکی میں بری طرح پسنے لگے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی۔ ان مہاجرین میں یہ دونوں میاں بیوی بھی تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے خاوند اپنا معزز گھرانہ اور عالیشان گھر چھوڑ کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ایک ان دیکھی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

باوجودیکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے شوہر کو حبشہ کے حکمران نجاشی کی مکمل حمایت حاصل تھی' پھر بھی ان کی دلی تمنا تھی کہ وہ مبارک گھڑی کب آئے گی کہ جب وہ مرکز نزول وحی مکہ معظمہ بچشم خود دیکھیں گے اور منبع ہدایت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں گے۔ یہ تمنا ان کے دل میں سمائی ہوئی تھی۔

سرزمین حبشہ میں مقیم مہاجرین کے پاس اس قسم کی خبریں مسلسل آنے لگیں کہ مکہ معظمہ میں مسلمانوں کی تعداد میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کی قوت میں بے حد اضافہ ہو چکا ہے۔ قریش کی جانب سے ایذا رسانی ختم ہو چکی ہے۔ یہ سن کر مہاجرین نے اطمینان کی سانس لی اور ان میں چند ایک نے مکہ معظمہ واپس جانے کا عزم کر لیا اور کشاں کشاں مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔ ان واپس آنے والوں میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کا شوہر بھی تھا۔

○

لیکن ان واپس آنے والے مسلمانوں کو جلد ہی اس بات کا احساس ہو گیا کہ انہوں نے واپس آنے میں جلد بازی سے کام لیا ہے۔ جو خبریں ان کے پاس پہنچ رہی تھیں' ان میں بہت زیادہ مبالغہ تھا۔ صحیح صورت حال یہ تھی کہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو قریش اور زیادہ بھڑک اٹھے اور انہوں نے مسلمانوں پر مزید ظلم ڈھانا شروع کر دیا' جس سے مسلمانوں کی مشکلات میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔

مشرکین نے مکہ مکرمہ میں آباد مسلمانوں کو ایسی دردناک سزائیں دیں جن کی مثال نہیں ملتی۔ اس اندوہناک صورت حال کو دیکھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کا حکم دیا تو مہاجرین کے پہلے قافلے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے شوہر نے شمولیت کا ارادہ کیا' لیکن اس دفعہ حضرت ام

سلمہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے شوہر کا مکہ سے ہجرت کرنا اتنا آسان نہ تھا۔ اس دفعہ انہیں انتہائی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

ہم یہاں مشکلات کی یہ کہانی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زبانی آپ کو سناتے ہیں' اس لئے کہ جس طرح اپنی آپ بیتی وہ خود عمدہ پیرائے میں بیان کرسکتی ہیں' کوئی دوسرا اتنے اچھے اسلوب میں اسے بیان نہیں کرسکتا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ ہجرت کر جانے کا عزم کرلیا تو انہوں نے مجھے ایک اونٹ پر سوار کیا۔ میرا ننھا بیٹا سلمہ میری گود میں تھا۔ انہوں نے اونٹ کی نکیل پکڑ کر سیدھا چلنا شرع کردیا۔ ابھی ہم مکہ معظمہ کی حدود سے نکلنے نہ پائے تھے کہ میری قوم بنو مخزوم کے چند افراد نے ہمیں دیکھ لیا اور انہوں نے ہمارا راستہ روک لیا۔

انہوں نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

اگر تم نے اپنی مرضی کو ہم پر ترجیح دے ہی لی ہے' تو اس عورت کو اپنے ہمراہ کیوں لے جارہے ہو' یہ ہماری بیٹی ہے۔ ہم اسے تیرے ساتھ کسی دوسرے ملک جانے کی قطعاً اجازت نہیں دیں گے۔ پھر انہوں نے آگے بڑھ کر مجھے ان کے ہاتھ سے چھین لیا' جب میرے سرتاج شوہر کی قوم بنواسد نے یہ منظر دیکھا کہ مجھے اور میرے بیٹے کو چھین کر لئے جارہے ہیں تو وہ غضبناک ہوگئے۔

انہوں نے کہا:

اللہ کی قسم! ہم تمہارے قبیلہ کی اس عورت کے پاس یہ بچہ نہیں رہنے دیں گے۔ تم اسے ہمارے قبیلہ کے مرد سے زبردستی چھین کر لئے جارہے ہو۔

یہ ہمارا بیٹا ہے' اس پر ہمارا ہی حق ہے' پھر وہ میرے بیٹے کو مجھ سے چھین کر اپنے ساتھ لے گئے۔ یہ صورت حال میرے لئے ناقابل برداشت تھی۔ ہمارا شیرازہ بکھر گیا۔ شوہر مدینہ روانہ ہوگیا۔ بیٹے کو بنو عبدالاسد اپنے ساتھ لے گئے اور مجھے میری قوم بنو مخزوم نے زبردستی اپنے پاس رکھ لیا۔ ہمارے درمیان پل بھر میں جدائی ڈال دی گئی۔

میں ان روح فرسا صدمات کو برداشت کرنے کے لئے تنہا رہ گئی۔ میں غم غلط کرنے

کے لئے ہر صبح اس مقام پر جاتی جہاں جدائی کا یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ میں وہاں بیٹھ کر دن بھر روتی رہتی اور شام کے وقت گھر واپس آجاتی۔

تقریباً ایک سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ میں ایک دن وہاں بیٹھی رو رہی تھی کہ میرا ایک چچا زاد بھائی میرے پاس سے گزرا۔ میرا یہ حال دیکھ کر اسے مجھ پر رحم آگیا اور اسی وقت جاکر میری قوم کے بڑوں سے کہا کہ تم اس مسکین عورت کو کیوں تڑپا رہے ہو۔ کیا تم اس کی حالت نہیں دیکھ رہے کہ یہ اپنے شوہر اور بیٹے کے غم میں کس قدر بے چین ہے۔

آخر اسے ستانے سے تمہیں کیا ملے گا۔ اس بے چاری کو چھوڑ دو اس کی یہ باتیں سن کر ان کے دل نرم ہوگئے۔

انہوں نے مجھ سے کہا:

ہماری طرف سے اجازت ہے اگر تم چاہو تو اپنے خاوند کے پاس جاسکتی ہو۔

میں نے کہا:

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں تو مدینہ چلی جاؤں اور میرا لخت جگر بنو اسد کے پاس ہی رہے؟ تم ہی بتاؤ میرے غم کی آگ کیسے بجھے گی۔ میری آنکھوں کے آنسو کیسے خشک ہوں گے میں ایسا ہرگز نہیں کرسکتی کہ اپنے شوہر کے پاس مدینہ چلی جاؤں اور اپنے ننھے بیٹے کو مکہ ہی میں رہنے دوں اور اس کے متعلق مجھے کچھ معلوم ہی نہ ہو! مجھے اس غم میں مبتلا دیکھ کر کچھ لوگوں کے دل میں نرمی پیدا ہوگئی اور بنو اسد سے اس سلسلہ میں بات کی تو وہ بھی راضی ہوگئے اور انہوں نے میرا بیٹا مجھے واپس دے دیا۔

○

میں نے سوچا کہ اب مجھے فوراً یہاں سے نکل جانا چاہئے کہ کہیں کوئی اور رکاوٹ پیدا نہ ہوجائے۔

میں نے جلدی جلدی تیاری کی' بیٹا گود میں لیا' اونٹ پر سوار ہوئی اور سوئے مدینہ اکیلی چل پڑی' مخلوق خدا میں بیٹے کے علاوہ کوئی بھی میرے ساتھ نہ تھا۔

جب میں مقام تنعیم پر پہنچی تو وہاں عثمان بن طلحہ ملے۔ انہوں نے کہا:

اے زاد مسافر کی بیٹی' کہاں جا رہی ہو؟

میں نے کہا: مدینہ منورہ اپنے خاوند کے پاس جا رہی ہوں۔

انہوں نے کہا: کیا اس سفر میں تمہارے ساتھ کوئی نہیں؟

میں نے کہا: بخدا میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔

اللہ کی قسم! اب میں تمہیں مدینہ پہنچا کر واپس آؤں گا پھر اس نے اونٹ کی نکیل پکڑی اور آگے چل دیئے۔

اللہ کی قسم! میں نے عرب میں اس سے زیادہ نیک دل اور شریف انسان نہیں دیکھا۔ جب یہ ایک منزل طے کر لیتے تو میرے اونٹ کو بٹھا دیتے۔ پھر دور ہٹ جاتے۔ جب میں نیچے اتر جاتی تو وہ اونٹ پر سے ہودج اتار دیتے اور اسے کسی درخت کے ساتھ باندھ دیتے' پھر وہ خود کسی دوسرے درخت کے سائے میں جا کر لیٹ جاتے۔ جب روانگی کا وقت ہوتا تو یہ میرے اونٹ کو تیار کر کے میرے پاس لے آتے۔ جب میں اونٹ پر سوار ہو جاتی تو وہ اس کی نکیل پکڑ کر چل دیتے۔

○

وہ ہر روز اسی طرح میرے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے' یہاں تک کہ ہم مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ جب بنو عمرو بن عوف کی بستی نظر آئی تو انہوں نے مجھے کہا: آپ کا خاوند اس بستی میں رہائش پذیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی برکت سے اس میں چلی جائیے۔ یہ کہا اور ہمیں وہاں چھوڑ کر مکہ معظمہ واپس لوٹ گئے۔

○

یہ منتشر گھرانہ بڑی طویل جدائی کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اکٹھا ہو گیا۔ اپنے خاوند کو دیکھ کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی اور بیٹے کو صحیح سلامت دیکھ کر سکھ کا سانس لیا اور انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا:

پھر بے شمار واقعات پلک جھپکنے میں گزرنے لگے۔

غزوۂ بدر میں حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ شریک ہوئے اور دیگر مسلمانوں کے ساتھ بڑی

واضح کامیابی حاصل کر کے واپس لوٹے۔ غزوۂ بدر کے بعد غزوۂ احد میں شرکت کی اور اس میں پیش آنے والے مشکل حالات و مصائب کا سامنا کیا۔ اس آزمائش میں بھی توفیق الٰہی سے پورے اترے' لیکن اس معرکہ میں انہیں ایک گہرا زخم لگا۔ علاج کرنے سے بظاہر تو وہ مندمل ہوگیا لیکن اندر سے زخم کچا رہ گیا تھا۔ تھوڑے عرصہ بعد وہ زخم دوبارہ تازہ ہوگیا اور حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ شدید تکلیف میں مبتلا ہو کر صاحب فراش ہو گئے۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے علاج کے دوران اپنی بیوی سے کہا:

ام سلمہ رضی اللہ عنہا! میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی شخص مصیبت کے وقت صبر کرے۔

اور ساتھ ساتھ یہ کلمات بھی کہے۔

الٰہی: میں اپنی اس مصیبت میں تیری ذات اقدس سے اجر و ثواب کی تمنا رکھتا ہوں۔

الٰہی: مجھے نعم البدل عطا کر:

تو اللہ سبحانہ وتعالی دعا کو قبول کرتے ہوئے اسے نعم البدل عطا کردیتے ہیں۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کافی عرصہ تک اسی بیماری میں مبتلا رہے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت آپ کی تیمار داری کے لئے تشریف لائے آپ تیمار داری کر کے ابھی واپس گھر کے دروازے تک پہنچے ہی تھے کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے آپ کی آنکھیں بند کیں۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

الٰہی: ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو بخش دے اور اسے اپنے مقرب بندوں میں اعلیٰ مقام عطا کر اور اس کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے اور انہیں اس کا نعم البدل عطا کر۔

اے پروردگار عالم: اسے اور ہمیں بخش دے اور اس کی قبر کو فراخ اور منور فرما۔

اس موقع پر حضرت ام سلمہ کو یہ دعا یاد آئی جو حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان کی تھی تو اس نے فوراً اپنے رب تعالیٰ سے التجا کی۔

الٰہی: میں اپنی اس مصیبت میں تیری ذات اقدس سے اجر و ثواب کی نیت کرتی

ہوں۔

لیکن اس کا دل یہ بات کہنے کے لئے آمادہ نہ ہو رہا تھا کہ وہ یہ کلمات کہے کہ الٰہی! مجھے ان کا نعم البدل عطا فرما۔ وہ دل میں یہ سوچ رہی تھی کہ ان کا نعم البدل کون ہو سکتا ہے۔ بہر حال چار و ناچار انہوں نے دعائیہ کلمات مکمل کر لئے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو پیش آنے والے اس حادثۂ فاجعہ پر مسلمانوں میں غم کی لہر دوڑ گئی اور ہمدردی کے طور پر آپ کو بیوۂ عرب کے نام سے یاد کرنے لگے۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد چھوٹی عمر کی کثیر اولاد کے علاوہ عزیز و اقارب میں سے کوئی بھی بڑی عمر کا فرد موجود نہ تھا۔

○

اس صورت حال کے پیش نظر مہاجرین و انصار نے سوچا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی نصرت ہمارا دینی فرض ہے' اس لئے ایام عدت گزر جانے کے بعد سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا تا کہ انہیں مکمل تحفظ مل سکے' لیکن انہوں نے انکار کر دیا پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پیش کش کی' وہ بھی آپ نے قبول نہ کی۔

پھر چند دن گزر جانے کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کش کی تا کہ ناتواں اولاد کو مکمل تحفظ مل سکے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری تین معروضات ہیں۔

ایک تو میں انتہائی غصیل عورت ہوں' مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کو میری کوئی بات ناگوار گزرے اور آپ مجھ پر ناراض ہو جائیں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی عذاب میں مبتلا ہو جاؤں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ میں ایک عمر رسیدہ عورت ہوں۔

اور تیسری بات یہ ہے کہ میں عیالدار ہوں اور چھوٹے چھوٹے میرے بچے ہیں۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جہاں تک تیرے غصیل ہونے کا تعلق ہے' میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا انشاء اللہ تیری یہ عادت کافور ہو جائے گی۔

جہاں تک عمر رسیدہ ہونے کی بات ہے' اب میں بھی تیری طرح عمر رسیدہ ہی ہوں اور جو آپ نے عیالداری کا تذکرہ کیا ہے تو اسی لئے تو میں پیش کش کر رہا ہوں تاکہ ان کی ذمہ داری لے کر آپ کو اس پریشانی سے نجات دوں اس کے بعد آپ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو کر انہیں ہر قسم کی پریشانی سے نجات دلانے کا باعث بن گئے۔ اس طرح اللہ رب العزت نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور انہیں حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا نعم البدل عطا کر دیا۔

رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد بنو مخزوم قبیلہ کی یہ ہند نامی عورت صرف ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی نہ رہی' بلکہ انہیں ام المؤمنین بننے کا عظیم شرف بھی حاصل ہو گیا۔

○

اللہ سبحانہ وتعالیٰ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا چہرہ جنت میں روشن کر دے اللہ تعالیٰ اس سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی۔

○

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابة	۲۴۲-۲۴۰
۲۔ الاستیعاب طبع حیدر آباد	۷۸۰/۲
۳۔ اسد الغابة	۵۸۹-۵۸۸/۵
۴۔ تہذیب التہذیب	۴۶۵-۴۵۵/۱۲
۵۔ تقریب التہذیب	۶۱۷/۲
۶۔ صفة الصفوة	۲۱/۲۰/۲
۷۔ شذرات الذہب	۷۰-۶۹/۱
۸۔ تاریخ الاسلام	۹۸-۹۷/۳
۹۔ البدایة والنہایة	۲۱۵-۲۱۴/۸
۱۰۔ الاعلام والمراجع	۱۰۴/۹

٦ ہجری میں رسول اکرم ﷺ نے دعوت الی اللہ کا دائرہ وسیع کرنے کا عزم فرمایا' تو عرب و عجم کے بادشاہوں کی طرف آٹھ خطوط لکھے اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

جن سربراہوں کو خطوط لکھے ان میں ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کا نام بھی آتا ہے۔

بلاشبہ ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کا شمار زمانۂ جاہلیت کے بارعب عرب بادشاہوں میں ہوتا ہے اور یہ قبیلہ بنو حنیفہ کے قابل رشک سردار تھے اور یمامہ کے ایسے ہردلعزیز و بارعب سربراہ تھے کہ جس کی کبھی بھی حکم عدولی نہ ہوتی تھی۔

زمانۂ جاہلیت میں ثمامہ رضی اللہ عنہ کو جب نبی اکرم ﷺ کا خط ملا تو اس نے بڑی حقارت سے دیکھا۔ اس کی سطوت و نخوت نے اسے گھناؤنا جرم کرنے پر آمادہ کیا۔ حق بات سننے کے لئے اس کے کان بہرے ہوگئے۔ پھر اس پر یہ جنون طاری ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کردے اور آپ کے مشن کو ناکام بنادے' لیکن وہ اپنے اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے مناسب موقعہ کی تلاش میں رہا۔ ایک دفعہ اسے موقعہ ملا' وہ دبے پاؤں حضور اکرم ﷺ پر پیچھے سے وار کرنے ہی والا تھا' لیکن اس کے چچا نے اس کا ہاتھ روک دیا۔ اس طرح آپ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دشمن کے شر سے محفوظ رہے۔

ثمامہ نے رسول اکرم سے تو اپنا ہاتھ روک لیا' لیکن آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نقصان پہنچانے کے لئے کسی مناسب موقعہ کی تلاش میں رہا' ایک دفعہ ایسے ہوا کہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا محاصرہ کرکے انہیں بے دریغ قتل کردیا' یہ اندوہناک خبر سن کر نبی

علیہ السلام نے عام اعلان فرما دیا کہ ثمامہ جہاں کہیں ملے اسے قتل کر دیا جائے۔

اس دلخراش واقعہ کو گزرے ابھی چند دن ہی ہوئے تھے کہ ثمامہ بن اثال کے دل میں آیا کہ بیت اللہ کی زیارت کی جائے اس لئے وہ یمامہ سے سوئے مکہ معظمہ روانہ ہوا' اس کی دلی تمنا تھی کہ طواف کعبہ کرے اور بیت اللہ میں رکھے گئے بتوں کے نام پر جانور ذبح کرے۔

○

جناب ثمامہ مدینہ منورہ کے قریب ابھی راستہ ہی میں تھے کہ ان کے ساتھ اچانک ایک ایسا حادثہ پیش آیا' جو ان کے وہم گمان میں بھی نہ تھا ہوا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترتیب دیا ہوا مجاہدین اسلام کا ایک گروپ مدینہ منورہ کی نگرانی پر مامور تھا' مبادا کہ کوئی مدینہ منورہ پر رات کے وقت اچانک حملہ نہ کر دے' مجاہدین کا یہ گروپ گشت کر رہا تھا کہ انہوں نے راستے میں جاتے ہوئے جناب ثمامہ رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لیا' لیکن انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ کون ہے! وہ انہیں پکڑ کر مدینہ لے آئے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا مجاہدین نے سوچا کہ نبی علیہ السلام قیدی کو دیکھ لیں اور اس کے متعلق جو حکم فرمائیں اس کی تعمیل کی جائے۔

نبی علیہ السلام جب مسجد نبوی میں تشریف لائے' آپ نے دیکھا کہ ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ مسجد کے ایک ستون کے ساتھ بندھا ہوا ہے' اسے اس حالت میں دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا:

کیا جانتے ہو کہ تم نے کسے گرفتار کیا؟

سب نے کہا۔

یا رسول اللہ! ہمیں تو علم نہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

یہ تو ثمامہ بن اثال ہے۔ اب اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔

گھر میں جو کھانا ہے' وہ ثمامہ بن اثال کے لئے بھیج دیا جائے۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ میری اونٹنی کا دودھ صبح و شام اسے پلایا جائے۔

آپ کے حکم کی فوراً تعمیل کی گئی' پھر نبی علیہ السلام ثمامہ بن اثال کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں آپ نے بڑے ہی مشفقانہ انداز میں دریافت کیا:

ثمامہ کیا رائے ہے؟

انہوں نے جواب دیا۔ بہتر ہے۔ اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو یقیناً ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جس نے آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا خون بہایا' اگر معاف فرمادیں تو ایک قدر دان پر مہربانی ہو گی اور اگر مال چاہئے تو جس قدر فرمائیں مال آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور انہیں دو دن تک اسی حالت میں رہنے دیا' لیکن کھانا پانی اور دودھ باقاعدگی سے انہیں ملتا رہا۔

پھر آپ نے دریافت فرمایا:

ثمامہ رضی اللہ عنہ کیا رائے ہے؟

انہوں نے کہا:

بات تو وہی ہے جو میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔

اگر آپ معاف فرمادیں تو ایک قدر دان پر مہربانی کریں گے۔ اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جس نے آپ کے ساتھیوں کا خون بہایا ہے' اور اگر مال چاہئے تو آپ کی منشاء کے مطابق مال آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اب بھی اسے اسی حالت میں رہنے دیا اور تیسرے دن تشریف لائے اور دریافت فرمایا:

ثمامہ رضی اللہ عنہ اب تمہاری کیا رائے ہے؟

انہوں نے کہا میری رائے تو وہی ہے جو میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔

اگر آپ معاف فرمادیں تو ایک قدر دان پر مہربانی کریں گے اور اگر آپ قتل کریں تو ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جس کی گردن پر خون ہے اور اگر مال چاہئے تو آپ کی منشاء کے مطابق مال دیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اسے آزاد کردو۔
جناب ثمامہ آزاد ہونے کے بعد مسجد نبوی سے نکل کر ایک طرف چل دیئے مدینہ منورہ کی ایک جانب بقیع کے نزدیک ایک نخلستان تھا۔ وہاں ایک مقام پر پانی بھی جمع تھا۔ اپنی اونٹنی وہاں بٹھا کر خوب اچھی طرح غسل کیا اور واپس مسجد نبوی میں آکر سب لوگوں کے سامنے باآواز بلند کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

بعد ازاں محبت بھرے انداز میں یوں گویا ہوئے میرے پیارے محمد ﷺ اللہ کی قسم! اسلام قبول کرنے سے پہلے روئے زمین پر مجھے آپ کے چہرے سے زیادہ کوئی چہرہ برا نہ لگتا تھا' لیکن آج میرے لئے کائنات میں تمام چہروں سے محبوب ترین چہرہ آپ ہی کا ہے۔
اللہ کی قسم! آج سے پہلے آپ کا یہ شہر دنیا کے تمام شہروں سے زیادہ برا معلوم ہوتا تھا اور آج یہ مجھے تمام شہروں سے زیادہ محبوب دکھائی دیتا ہے۔
پھر اس کے بعد درد بھرے لہجے میں عرض کی:
یارسول اللہ ﷺ مجھے انتہائی افسوس ہے کہ میں نے آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا بے دریغ خون بہایا ہے' بھلا میرے اس جرم کا مداوا کیسے ہوگا۔
یہ سن کر نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:
ثمامہ رضی اللہ عنہ آپ گھبرایئے نہیں اسلام پہلے سب گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور آپ نے اس خیر و برکت کی بشارت دی جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسلام قبول کرنے کی بدولت اس کے نصیب میں لکھ دی۔
یہ سن کر جناب ثمامہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور یوں کہنے لگے۔
اللہ کی قسم! میں نے اپنے زمانۂ جاہلیت میں جس قدر مسلمانوں کو قتل کیا ہے' اس سے دوگنا زیادہ مشرکین کو تہہ تیغ کروں گا۔ اب میری جان' میری تلوار اور جو کچھ بھی میرے پاس ہے سب کچھ آپ کی اور آپ کے دین کی خدمت کے لئے وقف ہے۔

پھر عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت ہو تو میں عمرہ ادا کر آؤں۔

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

عمرہ ضرور ادا کریں لیکن اسلامی تعلیمات کی روشنی میں! اور آپ نے انہیں عمرہ ادا کرنے کا طریقہ بھی سمجھا دیا۔

○

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ اجازت ملنے کے بعد عمرہ ادا کرنے کے لئے روانہ ہوگئے۔ مکہ معظمہ پہنچ کر آپ نے بآواز بلند یہ کلمات کہنے شروع کردیئے۔

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ۔ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكَ۔ لَاشَرِيْكَ لَكَ

حاضر ہوں‘ الٰہی میں حاضر ہوں‘ حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں۔ سب تعریفیں اور نعمتیں تیری ہیں اور حکومت بھی تیری‘ تیرا کوئی شریک نہیں۔

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے مسلمان ہیں جو مکہ معظمہ میں بآواز بلند تلبیہ کہتے ہوئے داخل ہوئے۔

○

قریش نے اونچی آواز میں جب یہ کلمات سنے تو ان کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی۔ سب لوگ تلواریں ہاتھوں میں لئے گھروں سے باہر نکل آئے تاکہ اس شخص کو گرفتار کرسکیں جس نے مکہ میں آکر ان کے عقائد کے خلاف ببانگ دہل کلمات کہنے کی جرأت کی جب قوم ثمامہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تو آپ نے ایک بار پھر اونچی آواز سے تلبیہ کہا۔ کفار اسلحہ تان کر کھڑے ہوگئے قریش میں سے ایک نوجوان نیزہ لے کر آگے بڑھا تاکہ آپ پر حملہ آور ہو‘ لیکن دوسروں نے اس کے ہاتھ پکڑ لئے اور کہا:

ارے‘ تم جانتے نہیں ہو‘ یہ کون ہے؟

یہ تو یمامہ کا بادشاہ ثمامہ بن اثال ہے۔ بخدا‘ اگر تم نے اسے کوئی تکلیف دی تو اس

کی قوم ہماری اقتصادی امداد بند کردے گی اور ہم بھوکوں مرجائیں گے۔

قوم نے یہ سن کر اپنی تلواریں نیام میں ڈال لیں اور حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ سے محو گفتگو ہوئے۔

کہنے لگے ثمامہ رضی اللہ عنہ تجھے کیا ہوا؟

کیا تم بے دین ہو گئے ہو؟ کیا تم نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ دیا۔

آپ نے فرمایا:

میں بے دین نہیں ہوا' بلکہ میں نے تو عمدہ دین کو اختیار کرلیا ہے۔

اور فرمایا:

رب کعبہ کی قسم! اب سرزمین نجد میں سے اس وقت تک تمہارے لئے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا جب تک کہ تم میرے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اختیار نہ کرلو گے۔

○

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے قریش کے سامنے بالکل اسی طرح عمرہ ادا کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تعلیم دی تھی۔ عمرہ ادا کرنے کے بعد اللہ کی راہ میں ایک جانور قربان کیا اور اپنے ملک کی طرف روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے یہی حکم صادر کیا کہ قریش کی اقتصادی امداد بند کردی جائے اور آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے قوم نے اہل مکہ کی اقتصادی امداد روک دی۔

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے اس حکم کے بعد قریش کا عرصۂ حیات تنگ ہونے لگا۔ مہنگائی بڑھ گئی' بھوک عام ہوگئی۔ مصائب و مشکلات میں دن بدن اضافہ ہونے لگا۔ یہاں تک کہ انہیں اس بات کا اندیشہ لاحق ہوگیا کہ وہ اور ان کے بچے بھوک سے ہلاک ہو جائیں گے۔ اس نازک ترین موقع پر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک خط میں لکھا جس میں یہ تحریر تھا۔

ہمارا تو خیال تھا کہ آپ صلہ رحمی فرمائیں گے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کریں گے' لیکن آپ نے تو قطع رحمی کی ایک مثال قائم کردی' ہمارے آباؤ اجداد کو تہہ

تنگ کیا اور ہماری اولاد کو بھوک سے ماردیا۔

آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ثمامہ بن اثال نے ہماری اقتصادی امداد بند کردی ہے۔ از راہ کرم اسے حکم دیں کہ وہ ہماری اقتصادی امداد بحال کردے اور اشیائے خوردنی ہمیں بھیجنا شروع کردے۔

نبی علیہ السلام نے حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ قریش کی اقتصادی امداد بحال کردیں' تو انہوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے قریش کی اقتصادی امداد بحال کردی۔

○

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ زندگی بھر اپنے دین کے وفادار نبی علیہ السلام کے ساتھ کیئے گئے عہد و پیماں کے پابند رہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے اور عام لوگ دین الٰہی سے اجتماعی اور انفرادی طور پر منحرف ہونے لگے' ادھر مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کردیا اور اپنی قوم بنو حنیفہ کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دینے لگا تو حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں اتر آئے اور اپنی قوم سے کہا:

اے بنو حنیفہ! اس اندھیر نگری سے بچ جاؤ جس میں کوئی نور کی کرن نہیں ہے۔ بخدا جس نے مسیلمہ کذاب کی دعوت تسلیم کی یہ اس کی انتہائی بدبختی ہوگی اور جس نے اس کی دعوت کو تسلیم نہ کیا وہ یقیناً سعادت مند ہے۔

اور فرمایا:

اے بنو حنیفہ' تم باز آجاؤ! مسیلمہ کذاب کے شیطانی داؤ سے بچو! تم اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہ آئیگا اور نہ ان کی نبوت میں کوئی شریک ہے۔

پھر ان کے سامنے درج ذیل قرآنی آیات تلاوت فرمائیں۔

حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ○ غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِى الطَّوْلِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔ (المؤمن: 3-2)

ترجمہ: اس کتاب کا اتارا جانا خدائے غالب ودانا کی طرف سے ہے۔ جو گناہ

بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا (اور) سخت عذاب دینے والا (اور) صاحب کرم ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کی طرف پھر کر جانا ہے۔

اور ان سے یہ دریافت کیا بھلا یہ تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے اس پاکیزہ کلام کے مقابلے میں مسیلمہ کذاب کی اس فضول عبارت کی کیا حیثیت ہے۔

يَا ضِفْدَعُ نَقِّيْ مَا تُنَقِّيْنَ لَا الشَّرَابَ تَمْنَعِيْنَ وَلَا الْمَآءَ تُكَدِّرِيْنَ ○

اے ٹرانے والے مینڈک' کس قدر تو ٹراتا ہے۔ نہ تو کسی کو پینے سے روکتا ہے اور نہ ہی پانی کو گدلا کرتا ہے۔

اس کے بعد ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کے ان لوگوں کو جمع کیا جو اسلام پر مضبوطی سے قائم تھے اور مرتدین کے خلاف جدو جہد اور روئے زمین پر اعلائے کلمتہ اللہ کے لئے میدان میں اتر آئے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو اسلام اور مسلمانوں کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے اور جنت میں انہیں وہ اکرام و اعزاز نصیب ہو جس کا وعدہ اہل تقویٰ سے کیا گیا ہے۔

○

ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابة فی تمییز الصحابة۔ ابن حجر ۱/۲۰۴
۲۔ الاستیعاب فی اسماء الاصحاب ۱/۲۰۵
۳۔ سیرت ابن هشام
۴۔ الاعلام للزرکلی ۲/۸۶

اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کا نام خالد بن زید تھا اور آپ بنو نجار قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی کنیت ابو ایوب تھی اور انصار مدینہ میں سے ہونے کی وجہ سے انہیں انصاری کہا جاتا تھا۔

مسلمانوں میں سے کون ہے جو حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی عظمت کا معترف نہ ہو۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے شرق و غرب میں ان کا نام بلند کردیا اور انہیں یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ ہجرت کر کے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے تو عارضی رہائش کے لئے ان ہی کے گھر کو منتخب کیا۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کرنے کی داستان ایسی دلربا ہے کہ اسے بار بار بیان کرنے اور سننے کو جی چاہتا ہے۔

جب نبی علیہ السلام مدینہ منورہ پہنچے تو اہالیان مدینہ آپ کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آئے۔ وہ سب آپ کے لئے چشم براہ تھے۔ آپ کی آمد پر سب نے فراخی دل کا ثبوت دیا اور اپنے گھروں کے دروازے کھول دیئے تاکہ جس گھر کو آپ پسند کریں' اس میں رہائش اختیار کرلیں' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قریب وادئ قبا میں چند دن قیام کیا اور وہاں ایک مسجد تعمیر کی۔ یہ تاریخ اسلام کی وہ پہلی مسجد ہے جس کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے رکھی' جو آج مسجد قباء کے نام سے معروف ہے۔ وادئ قباء میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد آپ نے مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ یثرب کے سردار

راستے میں کھڑے آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ ہر ایک کی یہ دلی تمنا تھی کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل ہو۔ ہر سردار آپ کی خدمت اقدس میں یہی مطالبہ کرتا کہ آپ میرے ہاں قیام کریں۔

آپ سب کو یہی ارشاد فرماتے:

میری اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو' یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مامور ہے۔

اونٹنی مسلسل چلتی رہی۔ سب کی آنکھیں اسی کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ دلوں میں ایک ہی شوق سمایا ہوا تھا کہ کسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل ہو جائے۔ جب اونٹنی ایک گھر کے سامنے سے گزر جاتی تو اس گھر والے غمگین و ناامید ہو جاتے اور اس سے اگلے گھر والوں کو امید کی کرن نظر آنے لگتی' لیکن اونٹنی مسلسل اپنے حال میں مست چلی جا رہی تھی۔ لوگ بھی اس کے پیچھے رواں دواں تھے ہر ایک کے دل میں یہ شوق تھا کہ وہ اس خوش قسمت کو دیکھیں کہ جس کے نصیب میں یہ دولت آتی ہے۔ ہوا یہ کہ اونٹنی حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے کھلی فضا میں بیٹھ گئی' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے نیچے نہ اترے تھوڑی ہی دیر میں وہ اٹھی اور دوبارہ چلنے لگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ پھر جلدی ہی دوبارہ اسی پہلی جگہ پر آکر بیٹھ گئی۔ اس موقع پر حضرت ایوب کا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔ فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش آمدید کہا اور اتنے خوش ہوئے گویا دنیا کے خزانے ہاتھ لگ گئے۔ آپ کا سامان اٹھایا اور اپنے گھر کی طرف چل دیئے۔

○

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر دو منزلہ تھا۔ بالائی منزل کو خالی کر دیا گیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں قیام کریں' لیکن نبی علیہ السلام نے رہائش کے لئے نچلی منزل کو ترجیح دی۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے' جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنا پسند کیا' وہیں انتظام کر دیا۔

جب رات ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر لیٹ گئے تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ بالائی منزل پر چلے گئے' لیکن فوراً خیال آیا کہ افسوس ہم کیا کر بیٹھے! کیا

ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے آرام کریں گے اور ہم اوپر؟
کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر چلیں پھریں گے؟
کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وحی کے درمیان حائل ہوں گے؟
یہ تو آپ کی خدمت اقدس میں گستاخی ہے۔ ہم تو تباہ ہو جائیں گے۔ دونوں میاں بیوی انتہائی حیران و پریشان تھے۔ کچھ سجھائی نہ دیتا تھا کہ اب کیا کریں؟ دلی سکون جاتا رہا! اور پریشانی کے عالم میں دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھے اسی غم میں غلطاں رہے اور اس بات کا خیال رکھا کہ وہ کمرے کے درمیان نہ چلیں۔
جب صبح ہوئی تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کی:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بخدا' آج رات ہم دونوں رات بھر جاگتے رہے' ایک لحہ بھی سو نہ سکے۔
آپ علیہ السلام نے دریافت فرمایا: کیوں؟
عرض کی' ہمارے دل میں احساس پیدا ہوا کہ ہم چھت کے اوپر ہیں اور آپ نیچے تشریف فرما ہیں۔ ہم دیوار کے ساتھ چمٹ کر بیٹھے رہے کہ اگر ہم چھت پر چلیں گے تو چھت کی مٹی آپ پر پڑے گی جو آپ کو ناگوار گزرے گی اور دوسری بات یہ ہے کہ ہم آپ اور وحی کے درمیان حائل ہو گئے ہیں۔
یہ باتیں سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ابو ایوب! غم نہ کرو' نیچے رہنا میرے لئے آرام دہ ہے کیوں کہ ملاقات کی غرض سے کثرت سے لوگوں کی آمد و رفت ہے۔
حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مان لیا' لیکن ایک خنک رات میں ہمارا مٹکا ٹوٹ گیا اور پانی چھت پر بہہ گیا میں اور میری بیوی جلدی جلدی لحاف سے خشک کرنے لگے کہ کہیں یہ پانی نیچے ٹپک کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچ جائے۔ جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

میں نے عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں اوپر رہوں جبکہ آپ نیچے تشریف فرما ہوں۔ پھر میں نے رات مٹکا ٹوٹنے کا واقعہ بھی سنادیا۔ آپ نے میری التجا کو قبول فرمالیا' آپ بالائی منزل میں جلوہ افروز ہونے پر رضامند ہوگئے اور ہم نچلی منزل میں منتقل ہوگئے۔

نبی علیہ السلام تقریباً سات ماہ تک حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں قیام پذیر رہے۔ اتنے میں اس خالی جگہ پر مسجد تعمیر ہوگئی جہاں آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ ان حجروں میں منتقل ہوگئے جو آپ کی رہائش کے لئے تعمیر کئے گئے تھے۔ اس طرح آپ علیہ السلام نے بھی ان سے بے حد پیار کیا اور ہمیشہ ان کے گھر کو اپنے گھر جیسا سمجھا۔

○

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے مسجد کی طرف جارہے تھے۔ دھوپ بہت تیز تھی۔ راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ سے دریافت کیا حضرت: آپ اس وقت یہاں کیسے' فرمانے لگے مجھے اس وقت بہت زیادہ بھوک لگی ہوئی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا:

بخدا' میں بھی اسی بھوک کی وجہ سے نکل آیا ہوں۔ دونوں یہی باتیں کررہے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی ادھر آنکلے۔

آپ نے دریافت فرمایا:

آپ دونوں اس وقت یہاں کیسے کھڑے ہو؟

دونوں نے بیک زباں عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ بھوک بہت زیادہ لگی ہوئی ہے۔

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اس اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے' میں بھی بھوک کی وجہ سے گھر سے نکلا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا میرے ساتھ آؤ اور آپ علیہ السلام ان دونوں کو اپنے ہمراہ لے کر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر روانہ ہو گئے۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روزانہ کھانا محفوظ رکھتے تھے۔ جب آپ تشریف نہ لاتے تو وہ اہل خانہ کو کھلا دیا جاتا۔

جب دروازے پر پہنچے تو ام ایوب رضی اللہ عنہا نے نبی علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کو خوش آمدید کہا۔

آپ نے دریافت فرمایا: کہ ابو ایوب رضی اللہ عنہ کہاں ہے۔ وہ گھر کے قریب ہی نخلستان میں مصروف عمل تھے۔ وہیں پر انہوں نے نبی علیہ السلام کی آواز سنی تو دوڑتے ہوئے آئے۔ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو خوش آمدید کہا اور عرض کی' حضور! خیر تو تھی' آج آپ اس وقت میرے غریب خانہ پر تشریف نہ لائے جس وقت روزانہ تشریف لایا کرتے تھے۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں سچ ہے' آج کچھ تاخیر ہو گئی۔

پھر حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ جلدی سے نخلستان کی طرف گئے اور کھجور کی ایک ٹہنی کاٹ لائے جس کے ساتھ خشک اور تر کھجوریں لگی ہوئی تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ نے یہ ٹہنی کیوں کاٹی آپ صرف خشک کھجوریں چن لاتے۔

انہوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا یہ جی چاہتا ہے کہ آپ ہر طرح کی کھجوریں تناول فرمائیں۔ ابھی میں آپ کے لئے ایک جانور بھی ذبح کرتا ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

دیکھئے' دودھ دینے والا جانور ذبح نہ کرنا۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے بکری کا ایک بچہ پکڑا اور اسے ذبح کر دیا۔ پھر اپنی بیوی سے کہا کہ جلدی جلدی کھانا تیار کرو۔ بیوی روٹی پکانے میں مصروف ہو گئی اور خود نصف گوشت کا سالن پکایا اور نصف گوشت خشک بھون کر تیار کیا جب کھانا تیار ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے لگا دیا گیا۔ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے گوشت کا ایک ٹکڑا لیا اور روٹی پر رکھ کر ارشاد فرمایا:

ابو ایوب رضی اللہ عنہ یہ میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے جاؤ' کئی دن سے اسے اس طرح کا کھانا نصیب نہیں ہوا۔ پھر سب نے مل کر کھانا تناول کیا۔

نبی ﷺ نے اپنے سامنے یہ نعمتیں دیکھ کر ارشاد فرمایا: روٹی' گوشت' خشک' تر اور کچی کھجوریں۔ یہ الفاظ کہے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے' یہی تو وہ نعمتیں ہیں جن کے متعلق قیامت کے دن تم سے پوچھا جائے گا۔ جب تمہیں اس قسم کی کوئی نعمت ملے تو کھاتے وقت بسم اللہ کہو اور جب کھا چکو تو ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی ھُوَ اَشْبَعَنَا و اَنعَمَ عَلَیْنَا فَاَفْضَلَ

ستائش ہے اس اللہ کی جس نے ہمیں سیر کیا اور ہم پہ اپنا انعام و فضل کیا۔

بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ایوب سے ارشاد فرمایا:

کل ہمارے پاس آنا۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی کوئی شخص آپ سے حسن سلوک سے پیش آتا' تو آپ بھی اس کا بہتر بدل دیتے' لیکن حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ کا ارشاد سنائی نہ دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ نبی ﷺ آپ کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ کل تم نے آپ ﷺ کے پاس آنا ہوگا۔

تو حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ رسول اللہ ﷺ کا حکم سر آنکھوں پر۔

دوسرے دن حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں ایک نو عمر لونڈی دی اور فرمایا:

ابو ایوب! اس سے بہتر سلوک کرنا' کیونکہ جب سے یہ ہمارے پاس ہے' ہم نے اسے نہایت ہی نیک اور فرمانبردار پایا ہے۔

○

جب حضرت ابو ایوب واپس گھر تشریف لائے تو ان کے ساتھ وہ لونڈی بھی تھی۔

جب اسے آپ کی بیوی ام ایوب نے دیکھا تو دریافت کیا؟ ابو ایوب' یہ کون ہے؟ آپ نے بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بطور تحفہ عنایت کی ہے' تو وہ بولیں: تحفہ عنایت کرنے والے کتنے عظیم ہیں اور تحفہ کتنا عمدہ ہے۔

انہوں نے یہ بھی بتایا۔

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی تلقین کی ہے۔

بیوی نے دریافت کیا کہ ہم کیا کریں اور کس طرح رسول اللہ ﷺ کی وصیت پر عمل کریں؟

آپ نے فرمایا:

میرے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کی وصیت پر اسی صورت میں عمل ہو سکتا ہے کہ ہم اسے آزاد کردیں۔

وہ فوراً بولیں۔

آپ نے بالکل درست سوچا' اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے پھر اسے آزاد کردیا گیا۔

○

یہ تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی زندگی کا زمانہ امن میں ایک درخشاں پہلو ہے۔ اگر زمانۂ جنگ میں آپ کی زندگی کے بعض کارنامے ملاحظہ کریں تو آپ حیران رہ جائیں گے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ زندگی بھر غازی بن کر رہے۔ آپ کے متعلق یہ بات مشہور تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت تک جتنی بھی جنگیں لڑی گئیں' آپ سبھی میں شریک ہوئے۔ الا یہ کہ آپ کسی دوسرے مشن میں مشغول ہوں۔ آپ کی آخری جنگ وہ ہے جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کی قیادت میں ایک لشکر قسطنطنیہ روانہ کیا تو اس وقت حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ عمر رسیدہ تھے' لیکن اس کے باوجود آپ لشکر اسلام میں بخوشی شریک ہوئے اور اللہ کی راہ میں سمندر کی موجیں چیرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔

دشمن کے مقابلہ میں ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیمار

ہوگئے۔ بیماری نے ایسی شدت اختیار کی کہ آپ لڑائی میں شریک نہ ہوسکے۔
سپہ سالار لشکر آپ کی تیمار داری کے لئے آئے اور دریافت کیا کہ کوئی خواہش ہو تو فرمائیں؟

آپ نے یہ ارشاد فرمایا لشکر اسلام کو میرا سلام کہنا اور مجاہدین سے کہنا کہ ابوایوب رضی اللہ عنہ کی تمہیں وصیت ہے کہ دشمن کی سرزمین میں پیش قدمی کرتے ہوئے آخری حد تک پہنچنا اور میری لاش کو اپنے ساتھ اٹھائے لیتے جانا اور مجھے قسطنطنیہ کی دیوار کے نزدیک دفن کرنا۔ یہ الفاظ کہے اور اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔

لشکر اسلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جلیل القدر صحابی کی تجویز منظور کرتے ہوئے دشمن پر پے در پے حملے کئے یہاں تک کہ قسطنطنیہ کی دیواروں تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے' جبکہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے جسد خاکی کو اپنے ساتھ اٹھائے ہوئے تھے' دیوار قسطنطنیہ کے سائے میں ان کے لئے قبر کھودی گئی اور بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ سپرد خاک کردیا گیا۔

اللہ تعالیٰ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں غازی کا کردار ادا کرتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر تیز طرار گھوڑوں پر اس وقت بھی سواری کی جبکہ آپ کی عمر اسی (80) سال تھی۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابة ۲/۸۹۔۲۹۰
۲۔ الاستیعاب ۱/۱۵۲
۳۔ أُسد الغابه ۵/۱۴۳۔۱۴۴
۴۔ تهذیب التهذیب ۱/۹۰۔۹۱
۵۔ تقریب التهذیب ۱/۲۱۳
۶۔ ابن خیاط ۸۹۔۱۴۰۔۱۹۰۔۳۰۳
۷۔ تجرید اسماء الصحابة ۱/۱۶۱

۸۔ خلاصه تذهيب تهذيب الكمال ۱۰۰۔۱۰۱

۹۔ الجرح والتعديل ۱۳۱/۱

۱۰۔ صفة الصفوة ۱۸۶/۱۔۱۸۷

۱۱۔ الطبقات الكبرى ۴۸۴/۳۔۴۸۵

۱۲۔ العبر ۵۶/۱

۱۳۔ تاريخ الاسلام للذهبى ۳۲۷/۲۔۳۲۸

۱۴۔ شذرات الذهب ۵۷/۱

۱۵۔ دائرة المعارف الاسلاميه ۳۰۹/۱۔۳۱۰

۱۶۔ الجمع بين رجال الصحيحين ۱۰۵/۱۔۱۱۰

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو زمانۂ جاہلیت میں یثرب کا ایک عظیم راہنما مانا جاتا تھا۔ آپ قبیلہ بنو سلمہ کے سردار تھے اور آپ کا شمار اس وقت کے سخی اور بہادر لوگوں میں ہوتا تھا۔

زمانۂ جاہلیت میں سرداران عرب میں یہ رواج تھا کہ ہر سردار کے لئے ایک خصوصی بت ہوتا جسے وہ بڑے اہتمام سے اپنے گھر میں رکھتا تاکہ صبح و شام اس سے برکت حاصل کرے۔ خوشی کے وقت اس کے نام پر جانور قربان کرے اور مصیبت کے وقت اس سے پناہ طلب کرے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے بت کا نام مناۃ تھا اور اسے بڑی عمدہ لکڑی سے تیار کروایا گیا تھا۔ گھر میں اس کی بڑی نگہداشت کی جاتی اور انتہائی عقیدت کے ساتھ اسے اعلیٰ قسم کے عطریات لگائے جاتے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً ساٹھ سال تھی جبکہ ایمان کی کرنیں یکے بعد دیگرے یثرب کے ہر گھر میں ضیا پاشیاں کرنے لگیں! سب سے پہلے مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی انتھک کوشش اور تبلیغ سے حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے تینوں بیٹے معوذ رضی اللہ عنہ، معاذ رضی اللہ عنہ، خلاد رضی اللہ عنہ اور ان کے مخلص دوست حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

اپنے بیٹوں سے متاثر ہو کر ان کی والدہ ماجدہ ہند بھی مسلمان ہو گئیں، لیکن حضرت

عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم نہ ہو سکا کہ ان کے تمام افراد خانہ مسلمان ہو گئے ہیں۔

○

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہند نے سوچا کہ اس وقت اہل یثرب کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ سرداران قریش میں سے ان کے خاوند اور دیگر چند افراد کے علاوہ سبھی دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ بیوی کے دل میں بڑی شدت کے ساتھ یہ احساس پایا جاتا تھا کہ کہیں اس کا خاوند حالت کفر ہی میں نہ مر جائے۔

ادھر حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو اندیشہ تھا کہ کہیں ان کے بیٹے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی پیروی ہی نہ اختیار کر لیں' جنہوں نے تھوڑی ہی مدت میں بہت سے افراد کو اپنے آبائی دین سے منحرف کر کے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدائی بنا دیا تھا۔

انہوں نے اپنی بیوی سے کہا۔

ہند' خبردار! خیال رکھنا کہ کہیں تیرے بیٹے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے چنگل میں نہ پھنس جائیں۔ پھر یوں کہا کہ ہمیں اس شخص کے متعلق کچھ سوچنا ہی پڑے گا۔

بیوی نے عرض کی۔

آپ کا حکم سر آنکھوں پر' لیکن کیا آپ اپنے بیٹے معاذ رضی اللہ عنہ سے وہ بات سننا پسند کریں گے جو وہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتا ہے۔

انہوں نے کہا: بڑے افسوس کی بات ہے۔ کیا معاذ رضی اللہ عنہ اپنے دین سے منحرف ہو چکا ہے اور مجھے اس کا علم بھی نہ ہو سکا۔ اس نیک خاتون نے جب اپنے خاوند کے تیور دیکھے تو فوراً بولی نہیں' نہیں۔ بیٹا تو صرف مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی کسی ایک مجلس میں شریک ہوا تھا اس مجلس میں باتیں ہوئیں' وہ اس نے زبانی یاد کر لیں۔

تو اس نے کہا:

اچھا بیٹے کو میرے پاس لاؤ' بیٹا جب سامنے آیا تو اسے کہنے لگے مجھے بھی وہ کچھ سناؤ جو تم اس مجلس میں سن کر آئے ہو تو بیٹے نے سورہ فاتحہ کی تلاوت شروع کر دی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ○ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَالاَلضَّالِّيْنَ○ آمين

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے۔ تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے۔ رحمان و رحیم ہے۔ روز جزا کا مالک ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تونے انعام فرمایا۔ جو معتوب نہیں ہوئے۔ جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔ آمین

سن کر کہنے لگے یہ تو بہت عمدہ کلام ہے۔

کیا اس کی ہر بات اسی طرح کی ہوتی ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا:

ابا جان! اس سے بھی عمدہ' ان کی باتوں سے متاثر ہو کر تو آپ کی پوری قوم ان کے ہاتھ پر بیعت کر چکی ہے۔ کیا آپ بیعت نہیں کریں گے؟

بیٹے کی یہ بات سن کر تھوڑی دیر خاموش رہے پھر کہنے لگے میں تو اتنا بڑا اقدام اپنے معبود مناۃ سے مشورہ لئے بغیر نہیں کر سکتا۔ دیکھتا ہوں کہ وہ مجھے اس سلسلہ میں کیا حکم دیتا ہے۔

بیٹے نے کہا:

ابا جان! یہ ممکن نہیں کہ مناۃ آپ سے کوئی بات کرے یہ تو ایک لکڑی کا بنا ہوا بت ہے جس میں نہ سننے کی صلاحیت ہے اور نہ ہی جواب دینے کی۔

باپ غصے سے بولا:

میں نے تجھے ایک دفعہ کہہ دیا ہے کہ میں ہرگز اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کروں گا جب تک مناۃ سے مشورہ نہ کرلوں۔

○

پھر حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اُٹھ کر مناۃ کی طرف گئے۔ ان کا یہ معمول تھا کہ جب کبھی اپنے معبود مناۃ سے کوئی بات کرنا ہوتی تو اس کے پیچھے اوٹ میں ایک بڑھیا عورت کو کھڑا کر دیتے۔ اس سلسلہ میں ان کا یہ خیال تھا کہ بڑھیا میرے ہر سوال کا وہی جواب دیتی ہے جو مناۃ کی طرف سے اس کے ذہن میں القاء کیا جاتا ہے۔ پھر وہ مناۃ کے سامنے اپنی ایک ٹانگ کے بل سیدھے کھڑے ہو گئے کیونکہ ان کی دوسری ٹانگ لنگڑی کی تھی۔ پہلے تو انہوں نے مناۃ کی بہت تعریف کی۔ پھر یہ عرض پیش کی۔

اے مناۃ! بلاشبہ تجھے اس بات کا علم ہے کہ یہ مبلغ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو مکہ سے ہماری اس وادی میں وارد ہوا ہے یہ تیرے علاوہ اور کسی کو کوئی نقصان پہنچانا نہیں چاہتا۔ یہ یہاں صرف اس لئے آیا ہے کہ ہمیں تیری عبادت سے روک دے۔

مجھے یہ بات مناسب معلوم نہیں ہوتی کہ یونہی اس کے ہاتھ پہ بیعت کرلوں' حالانکہ میں نے اس کی بہت عمدہ باتیں سنی ہیں۔ آج میں اسی لئے آپ سے مشورہ لینے آیا ہوں ازراہ کرم میری راہنمائی فرمائیں میں بہت پریشان ہوں۔

لیکن مناۃ کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔

یہ صورت حال دیکھ کر بے حد افسردہ ہوئے اور کہا:

میرے پیارے مناۃ! شاید آپ ناراض ہو گئے ہیں۔

میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جو آپ کو ناگوار گزرے' آپ ناراض نہ ہوں' میں چند دن تک آپ کے پاس آؤں گا تاکہ آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے۔

○

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے تینوں بیٹے یہ جانتے تھے کہ ان کے والد کا اپنے معبود مناۃ کے ساتھ بہت گہرا قلبی تعلق ہے' یہ تعلق خاطر بھلا کیوں نہ ہو۔ ایک طویل عرصہ سے مناۃ کی پوجا پاٹ اس کے رگ و ریشے میں رچ بس چکی تھی' لیکن انہیں اس چیز کا احساس ہوا کہ باپ کے دل میں مناۃ کی قدر و منزلت میں چنداں کمی واقع ہو چکی ہے۔ لیکن ان کی یہ کوشش تھی کہ مناۃ کی محبت ان کے دل سے بالکل نکال دیں تبھی وہ ایمان

قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوں گے۔

○

ایک دفعہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے تینوں بیٹے اپنے ساتھی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ساتھ رات کی تاریکی میں مناۃ کے پاس آئے۔ انہوں نے اسے اٹھایا اور لے جا کر اس کو ایک گڑھے میں پھینک دیا۔ جس میں بنو سلمہ گندگی پھینکا کرتے تھے۔ یہ کارروائی کرنے کے بعد چپکے سے وہ گھر لوٹ آئے۔

کسی کو بھی اس واقعہ کا کوئی علم نہ ہو سکا۔ جب صبح کے وقت جناب عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اپنے معبود کو سلام کرنے کے لئے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بت تو وہاں سے غائب ہے۔ کہنے لگے۔

صد افسوس! اس رات ہمارے معبود کو کسی نے غائب کر دیا۔

اہل خانہ میں کسی نے بھی کوئی جواب نہ دیا تو انہوں نے اپنے گھر کے اندر اور باہر ہر جگہ دیکھا۔ غصے سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے تلاش کرتے کرتے اس گڑھے تک جا پہنچے جس میں لوگ گندگی پھینکتے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ مناۃ سر کے بل اس گڑھے میں پڑا ہوا ہے۔ اسے باہر نکالا' دھویا صاف کیا' اسے خوشبو لگائی اور وہاں سے اٹھا کر دوبارہ اپنے گھر لے جا کر اس کی جگہ پر کھڑا کر دیا اور اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔

اللہ کی قسم! اگر مجھے اس شخص کا علم ہو جاتا جس نے تیرے ساتھ یہ سلوک کیا تو اسے آج بہت ذلیل و رسوا کرتا۔

جب دوسری رات ہوئی تو بیٹے بت کو چپکے سے اُٹھا کر اسی گڑھے میں پھر پھینک آئے جس میں اسے پہلی رات پھینکا تھا۔

باپ نے صبح کے وقت دیکھا کہ اس کا معبود مناۃ پھر غائب ہے۔ تلاش بسیار کے بعد اسے پھر اسی گڑھے میں منہ کے بل پڑا ہوا ملا۔ وہاں سے اسے باہر نکالا' دھویا' صاف کیا اور اسے اٹھا کر گھر لے آیا اور دوبارہ اس کی جگہ پر لا کر کھڑا کر دیا۔

تینوں بیٹے روزانہ مناۃ کے ساتھ یہی سلوک کرتے رہے۔

باپ اس صورت حال سے بے حد پریشان ہوا۔ ایک دن اس نے ایسے کیا کہ اپنی

تلوار مناۃ کے گلے میں لٹکادی اور کہنے لگا۔

اے میرے مناۃ! مجھے تو علم نہیں کہ تیرے ساتھ یہ سلوک کون کررہا ہے۔ اگر تم میں ہمت ہے تو خود اپنا دفاع کرو یہ تلوار تیرے پاس موجود ہے۔ یہ کہا اور خود اپنے بستر پر آکر لیٹ گئے۔

جب بیٹوں کو یقین ہو گیا کہ ان کا باپ گہری نیند سو گیا ہے تو وہ دبے پاؤں مناۃ کے پاس آئے اس کی گردن سے تلوار اتاری اور اسے چپکے سے اٹھا کر گھر سے باہر نکل گئے۔ انہوں نے اس کے ساتھ ایک مرا ہوا کتا بھی باندھ دیا اور بنو سلمہ کے اس کنوئیں میں پھینک آئے جس میں گندا پانی جمع ہوتا تھا۔

باپ جب نیند سے بیدار ہوا دیکھا کہ مناۃ پھر غائب ہے۔ تلاش کرتے ہوئے وہ کنوئیں تک پہنچا۔ اس میں دیکھا کہ مناۃ مونہہ کے بل اس میں پڑا ہوا ہے اور ایک مردہ کتا اس کے ساتھ بندھا ہوا ہے اور تلوار اس سے چھین لی گئی ہے۔ یہ منظر دیکھ کر اس کے دل میں نفرت پیدا ہوگئی اور اس دفعہ اسے وہیں رہنے دیا اور کہنے لگے۔

اللہ کی قسم! اگر تو مشکل کشا ہوتا' تو تو اور کتا ایک ساتھ کنوئیں میں نہ پڑے ہوتے۔

تھوڑی ہی دیر بعد اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کردیا۔

○

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ لذت ایمانی سے شاد کام ہوئے' لیکن انہوں نے شرک کی حالت میں جو دن گزارے تھے' اس پر انہیں انتہائی افسوس تھا۔ اب وہ دین اسلام کی طرف پورے اخلاص سے متوجہ ہوئے۔ اپنی جان' مال اور اولاد کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول علیہ السلام کے لئے وقف کردیا۔

○

تھوڑے ہی عرصہ بعد غزوۂ اُحد وقوع پذیر ہوا۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے اپنے تینوں نوجوان بیٹوں کو دیکھا کہ وہ دشمن سے مقابلہ کرنے کی تیاری میں مصروف ہیں اور صبح و شام بہادر شیروں کی مانند آجارہے ہیں اور وہ جام شہادت نوش کرنے اور اللہ

سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر دم بے چین ہیں۔ آپ نے اپنے بیٹوں کے جذبۂ جہاد سے متاثر ہو کر خود بھی میدان کار زار میں رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے دشمنوں سے نبر آزما ہونے کا عزم کرلیا لیکن بیٹوں نے اپنے باپ کو اس ارادہ سے روکا۔

کیونکہ ایک تو وہ عمر رسیدہ تھے' مزید برآں وہ ایک ٹانگ سے معذور بھی تھے۔

بیٹوں نے عرض کی:

ابا جان اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ معذور ہیں' آپ یہ تکلیف نہ اٹھائیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو اس ذمہ داری سے سبکدوش کردیا ہے۔

باپ اپنے بیٹوں کی باتیں سن کر رنجیدہ خاطر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر شکوہ کرنے لگے یارسول اللہ ﷺ! میرے بیٹے مجھے جہاد میں شریک ہونے سے روک رہے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ میں لنگڑا ہوں۔

اللہ کی قسم! میں تو لنگڑاتا ہوا جنت میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کا یہ شوق دیکھ کر ان کے بیٹوں سے ارشاد فرمایا: انہیں جہاد میں شریک ہونے دو۔ شاید اللہ تعالیٰ انہیں شہادت نصیب فرمادیں۔ رسول اللہ ﷺ کا حکم سن کر بیٹوں نے خاموشی اختیار کرلی۔

○

جب جہاد کے لئے میدان کی طرف نکلنے کا وقت آیا تو حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو اس انداز سے الوداع کہا جیسا کہ اب کبھی واپس گھر نہیں لوٹیں گے۔ پھر قبلہ رخ ہو کر آسمان کی طرف اپنے ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کی:

الٰہی! مجھے شہادت نصیب کرنا اور مجھے ناکام بنا کر اپنے اہل خانہ کی طرف نہ لوٹانا۔ پھر وہ اپنے بیٹوں کے جلو میں میدان جنگ کی طرف چل پڑے۔ ان کی قوم بنو سلمہ کے بہت سے افراد اس جنگ میں شریک ہوئے۔ جب میدان کار زار گرم ہوا تو مجاہدین اسلام رسول اللہ ﷺ کے گرد مختلف دستوں میں بٹ گئے۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ سب سے اگلے دستہ میں چلے جارہے ہیں اور اپنی ایک ٹانگ کے سہارے چوکڑیاں

بھرتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں اور اپنی زبان مبارک سے یہ کہہ رہے ہیں۔

"میں جنت کا مشتاق ہوں۔ میں جنت کا متلاشی ہوں۔"

اور ان کے پیچھے ان کا بیٹا خلاد رضی اللہ عنہ چلا آرہا تھا۔ یہ بوڑھے مجاہد اور ان کا جوان بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مسلسل دفاع کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دونوں یکے بعد دیگرے میدان جنگ میں جام شہادت نوش فرما گئے۔

جب جنگ ختم ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء کی طرف تشریف لے گئے تاکہ ان کی تدفین کا بندوبست کیا جائے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

شہداء اسلام کو خون اور زخموں کی حالت میں ہی رہنے دو۔

روز قیامت اللہ تعالیٰ کے حضور میں ان کی شہادت کی گواہی دوں گا۔

پھر ارشاد فرمایا:

جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی کردیا جاتا ہے تو اسے قیامت کے دن اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے زخموں سے زعفرانی رنگ کا خون بہہ رہا ہوگا اور اس سے کستوری کی خوشبو آرہی ہوگی۔

پھر ارشاد فرمایا:

عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو ایک ہی قبر میں دفن کردو یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے محبت کیا کرتے تھے۔

○

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اُحد کے شہداء سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگیا اور ان کی قبروں کو اپنی رحمت سے منور کردیا۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی جاننے کے لئے درج ذیل دو کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابة مترجم ۵۷۹۹

۲۔ صبفة الصفوة ۲۶۵/۱

اب ہم آپ کے سامنے ایک ایسے جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کا تعارف پیش کر رہے ہیں جنہیں کئی اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل تھا اور آپ کا شمار ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے' جنہیں اسلام قبول کرنے میں سبقت حاصل ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ یہ اس طرح کہ ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب نبی علیہ السلام کی رشتہ میں پھوپھی لگتی ہیں اور آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسبتی بھائی ہونے کا شرف حاصل ہے' کیونکہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نبی علیہ السلام کی زوجۂ مطہرہ تھیں۔

یہ وہ پہلے خوش نصیب شخص ہیں جن کے ہاتھ میں پہلی مرتبہ اسلام کا پرچم تھمایا گیا اور انہیں یہ عظمت بھی حاصل ہے کہ سب سے پہلے انہیں امیرالمومنین کے لقب سے پکارا گیا۔ یہ عظیم المرتبت صحابی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ ہیں۔

O

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابھی خفیہ انداز میں اسلام کی دعوت پیش کرنے کے لئے دار ارقم میں تشریف فرما ہوئے تھے کہ حضرت عبداللہ بن جحش مشرف بہ اسلام ہو گئے' لہٰذا آپ کو اسلام قبول کرنے میں سبقت حاصل ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی ایذا رسانیوں کی بنا پر اپنے جاں نثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے جانے کی اجازت مرحمت فرمائی تو حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ مہاجرین کی فہرست میں دوسرے نمبر پر تھے اور حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سرفہرست تھے۔

ہجرت کرنا' یعنی راہ خدا میں اپنا گھر اور وطن چھوڑنا حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے لئے کوئی انوکھی بات نہ تھی۔ یہ اور ان کے بعض قریبی رشتہ دار اس سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے' لیکن اس دفعہ ہجرت کا پروگرام پہلے کی نسبت وسیع پیمانے پر تھا۔ اس لئے کہ تمام اہل خانہ' عزیز رشتہ دار' مرد و زن' بوڑھے جوان اور بچے سب ہی اس ہجرت میں آپ کے ہمراہ ہی تھے' کیونکہ یہ پورا گھرانہ ہی مسلمان ہو چکا تھا۔ جب یہ خاندان مکہ معظمہ چھوڑ کر سوئے مدینہ روانہ ہوا تو ان کے گھروں میں ویرانی پھیل گئی۔ ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسا کہ ان گھروں میں کبھی کوئی شخص آباد ہی نہ ہوا ہو۔ اور ایسا ہو کا عالم تھا جیسا کہ ان گھروں میں کسی نے کبھی کوئی رات ہی بسر نہ کی ہو۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو ہجرت کئے ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ سرداران قریش مکہ معظمہ میں چکر لگانے لگے تاکہ یہ معلوم کر سکیں کہ مسلمانوں میں سے کن لوگوں نے ہجرت کا راستہ اختیار کیا ہے اور کون کون یہاں آباد ہیں۔ یہ معائنہ کرنے والوں میں ابو جہل اور عتبہ بن ربیعہ بھی تھے۔ عتبہ نے بنو جحش کے گھروں کو دیکھا کہ تیز ہوائیں ان میں گرد و غبار اڑا رہی ہیں او دروازے کھڑکھڑا رہی ہیں اور یہ گھر ویران پڑے اپنے مکینوں کو ترس رہے ہیں۔

ابو جہل نے کہا:

یہ کیسے لوگ ہیں کہ انہیں اپنے گھروں کی بھی کوئی پروا نہیں۔

ابو جہل نے تو حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے خوبصورت اور عالیشان گھر پر قبضہ جما لیا اور اس میں باقاعدہ رہائش اختیار کر لی۔

جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا کہ میرے گھر میں ابو جہل رہائش پذیر ہے تو انہیں بڑا افسوس ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس بات کا تذکرہ کیا۔ آپ کی پریشانی کو دیکھتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عبداللہ! کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ جنت میں تیرے لئے ایک خوبصورت گھر بنا دے۔

عرض کی: کیوں نہیں' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ نے فرمایا:
جنت میں تیرا گھر بن چکا ہے۔
یہ بات سن کر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔

○

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو یکے بعد دیگرے دو ہجرتوں کے بعد ابھی مدینہ میں قرار ملا ہی تھا اور قریش کے ہاتھوں بے پناہ اذیت اٹھانے کے بعد انصار کی معاونت و ہمدردی میں ابھی تھوڑی سی راحت محسوس ہوئی تھی کہ انہیں اچانک اپنی زندگی کے کٹھن امتحان اور تلخ تجربے سے گزرنا پڑا۔ اس تلخ داستان کو ذرا غور سے سنیں۔

○

پہلی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن آٹھ صحابۂ کرام پر مشتمل ایک قافلہ کو فوجی مہم پر روانگی کے لئے تیار کیا' اس میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

آپ نے مجاہدین کے اس قافلہ کو ارشاد فرمایا:
آج میں تمہارا امیر ایک ایسے شخص کو مقرر کرتا ہوں جو تم میں سب سے زیادہ بھوک پیاس کو برداشت کرنے والا ہے۔
پھر پرچم حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھما دیا۔
یہ تاریخ اسلام کی وہ پہلی شخصیت ہیں جنہیں سب سے پہلے اہل اسلام کے ایک فوجی دستے کا امیر مقرر کیا گیا۔

○

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو اس سفر کے لئے ہدایات دیں اور ایک خط دے کر انہیں مہم پر روانہ کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ وہ دو دن کا سفر طے کرنے کے بعد اس خط کو کھولیں۔ جب انہیں سفر میں دو دن گزر گئے تو حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے خط کو کھول کر پڑھا۔ اس میں یہ تحریر تھا۔
"جب تم میرے اس خط کو پڑھو تو آگے چلتے چلے جانا' جب طائف اور مکہ

کے درمیان ایک نخلستان آئے تو وہاں پڑاؤ ڈال دینا اور یہاں بیٹھ کر قریش پر کڑی نگاہ رکھنا اور جو بھی صورت حال ہو ہمیں اس سے آگاہ رکھنا"

جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھ لیا تو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں نخلستان میں پہنچ کر قریش پر کڑی نگاہ رکھوں' اور صورت حال سے آپ کو مسلسل آگاہ کرتا رہوں۔

جو آپ میں سے شہادت کی تمنا رکھتا ہے' وہ میرے ساتھ چلے اور جسے شہادت کا شوق نہیں' وہ بڑی خوشی سے واپس جاسکتا ہے۔ مجھے کسی پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

اس فوجی دستے کے ہر فرد نے یہی کہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم۔ چشم ما روشن دل ماشاد۔

ہم تو آپ کے ساتھ وہیں جائیں گے جہاں پر آپ کو جانے کا حکم دیا گیا ہے۔

سب مجاہد ایک ساتھ آگے بڑھے۔ یہاں تک کہ نخلستان تک پہنچ گئے اور ہر طرف راستوں میں پھیل گئے تاکہ قریش کی حرکات کا پتہ چلاسکیں۔ گشت کے دوران انہوں نے چار افراد پر مشتمل تاجروں کا ایک قافلہ دیکھا جس میں عمرو بن حضرمی' حکم بن کیسان' عثمان بن عبداللہ اور مغیرہ شامل تھے اور ان کے پاس قریش کا مال تجارت وافر مقدار میں تھا۔

مجاہد آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کریں یہ حرمت کے مہینوں کا آخری دن ہے۔ اگر ہم انہیں قتل کردیں تو یہ حرمت کا مہینہ ہے' اس مہینہ میں کسی کا خون بہانا درست نہیں اور پھر اس سے تمام عربوں میں بے چینی پھیل جائے گی۔ اگر ہم نے انہیں کچھ مہلت دے دی' تو یہ شام تک حرم کی حدود میں داخل ہو جائیں گے اور اس طرح یہ ہم سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

کافی غور و فکر کے بعد انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ انہیں قتل کردیا جائے اور جو کچھ ان کے قبضہ میں ہے' اسے قابو کرلیا جائے۔ یہ فیصلہ کرتے ہی اس تجارتی قافلہ پر حملہ کردیا۔

ان میں سے ایک کو قتل کردیا' دو کو گرفتار کرلیا اور چوتھا بھاگ نکلنے میں کامیاب

ہو گیا۔

O

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی دونوں قیدیوں اور سامان سے لدے ہوئے اونٹ ہانک کر مدینہ لے آئے جب یہ قافلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ان کی اس کاروائی کو ناپسند کیا:

اور ان سے کہا:

میں نے تو آپ کو اس کاروائی کا حکم نہیں دیا تھا۔ میں نے تو تمہیں صرف یہ حکم دیا تھا کہ قریش کی نقل و حرکت پہ نگاہ رکھیں اور ان کی خفیہ کارروائیوں سے ہمیں مطلع کرتے رہیں۔ دونوں قیدیوں کو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس ٹھہرائے رکھا تاکہ ان کے متعلق کوئی مناسب فیصلہ کر سکیں اور سامان میں سے کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیور دیکھ کر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حواس باختہ ہو گئے اور انہیں اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ ہم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کر کے ہلاک ہو گئے۔

اور مزید تکلیف دہ صورت حال یہ پیدا ہوئی کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے بائیکاٹ کر دیا' جو بھی سامنے آتا منہ پھیر کر گزر جاتا سب کی زبان پہ یہی کلمہ تھا۔ یہ وہ اشخاص ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہیں مانا۔

اس وقت تو ان کی پریشانی کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ قریش اس واقعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لینے کے لئے اپنے حق میں استعمال کر رہے ہیں اور تمام قبائل میں یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت کے مہینے کو حلال قرار دیدیا ہے اس میں انہوں نے ناحق خون بہایا' مال چھینا' بے گناہوں کو گرفتار کیا۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی بے پناہ غم و اندوہ میں مبتلا ہو گئے اور انہیں شدت سے اس بات کا احساس ہوا کہ ہم یہ اقدام کر کے بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں۔

O

ایک دن یہ غم و اندوہ اور پریشانی کی تصویر بنے بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شخص نے انہیں مبارکباد دی اور کہا کہ اللہ سبحانہ' وتعالیٰ نے تمہیں بری کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اس کارنامے پر راضی ہوگیا اور اس سلسلہ میں اپنے نبی علیہ السلام پر قرآن نازل کردیا ہے۔ یہ خبر سن کر وہ خوشی سے اچھل پڑے۔

اور اب یہ حال ہے کہ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خوشی سے انکے گلے مل رہے ہیں اور انہیں مبارکباد دے رہے ہیں اور ان کی آیات کی تلاوت کررہے ہیں جو ان کے حق میں قرآن مجید میں نازل ہوئی تھیں۔

ان کی بریت کے سلسلہ میں قرآن مجید میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ○

آپ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ ماہ حرام میں لڑنا کیسا ہے۔ کہو! اس میں لڑنا بہت بُرا ہے' لیکن راہ خدا سے لوگوں کو روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد حرام کا راستہ خدا پرستوں پر بند کرنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی برا ہے اور فتنہ خونریزی سے شدید تر ہے۔

جب یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ خوش ہوئے۔ مال تجارت بطور فدیہ قبضہ میں لے کر قیدیوں کو آزاد کردیا اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی حوصلہ افزائی کی۔ اسے تاریخ اسلام کا سب سے پہلا معرکہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہی وہ معرکہ ہے جس میں مال غنیمت حاصل کیا گیا۔ اسی میں مسلمانوں کے ہاتھوں پہلا مشرک قتل ہوا اور اس میں سب سے پہلے دو دشمن گرفتار ہوئے۔

اسلامی تاریخ میں یہ پہلا پرچم ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے تیار کرکے امیر قافلہ کے ہاتھ میں دیا اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ وہ عظیم شخصیت ہیں جنہیں پہلی مرتبہ امیرالمومنین کے لقب سے پکارا گیا۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے میدان بدر میں بھی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے لیکن غزوۂ اُحد میں تو آپ نے کمال کردیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایک ناقابل فراموش واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ اُحد شروع ہوئی تو حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ مجھے ملے اور فرمایا:

کیا تم اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا نہیں کرو گے میں نے عرض کی کیوں نہیں!

○

ہم ایک گوشے میں الگ ہوگئے اور میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کی۔

پروردگار عالم! جب میں دشمن کے سامنے آؤں تو مجھے ایسے شخص سے پنجہ آزمائی کا موقع دینا' جو بڑا ہی بہادر اور جنگجو ہو اور انتہائی غصیل ہو۔ میں اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے۔ پھر مجھے اس پر غلبہ عطا کرنا یہاں تک کہ میں اسے قتل کردوں اور اس کے سارے مال پر قبضہ کرلوں۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے میری دعا پر آمین کہی۔

پھر اللہ تعالیٰ کے حضور خود یہ دعا مانگنے لگے۔

الٰہی! مجھے ایسے شخص سے مقابلے کی توفیق عطا فرما جو انتہائی غصیل' بہادر' تجربہ کار اور جنگجو ہو۔ فقط تیری رضا کے لئے میں اس سے لڑوں پھر وہ مجھے قابو کرنے میں کامیاب ہو جائے اور میری ناک اور کان کاٹ ڈالے جب میں اسی حالت میں قیامت کے دن تیرے حضور پیش ہوں تو آپ کا مجھ سے یہ سوال ہو۔

عبداللہ کس لئے تیری ناک اور کان کاٹے گئے۔

تو میں تیرے حضور عرض کروں۔

خدایا تیری رضا کی خاطر۔

اور آپ کی طرف سے مجھے یہ جواب ملے: تو بالکل سچ کہتا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے بہت بہتر تھی اور اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کرلیا۔ میں نے سرشام دیکھا کہ انہیں قتل کردیا گیا ہے اور دشمنوں نے ان کی ناک اور کان کاٹ کر ایک درخت کے

ساتھ لٹکائے ہوئے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعا قبول کرلی اور انہیں شہادت کا شرف عطا کیا۔ جیسا کہ ان کے ماموں سید الشہداء حضرت امیر حمزہ کو شہادت کا اعزاز بخشا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماموں اور بھانجے کو ایک ہی قبر میں دفن کیا اور آپ کے پاکیزہ آنسو ان کی قبر کو سیراب کر رہے تھے اور بھینی بھینی خوشبو پھیل رہی تھی۔

○

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابة مترجم ۴۵۷۴

۲۔ امتاع الاسماع ۵۵/۱

۳۔ حلیة الاولیاء ۱۰۸/۱

۴۔ حسن الصحابة ۳۰۰

۵۔ مجموعة الوثائق السیاسیة ۳۰۰

ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس اُمت کا امین ابو عبیدہ بن جراح ہے فرمانِ نبویؐ

خوش شکل' ہنس مکھ' اکہرے جسم' دراز قد' اور ایسے تیکھے خدو خال والے کہ دیکھنے والے کی آنکھوں کو سرور حاصل ہو۔ آپ سے ملاقات کرنے والے کی طبیعت مانوس ہو اور اسے دلی سکون میسر آئے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ خوشحال' منکسر المزاج اور بہت ہی شرمیلے تھے' لیکن جب کبھی کوئی اُفتاد آن پڑتی یا کوئی مشکل وقت آجاتا تو پھر آپ شیر کی مانند چاک و چوبند ہوجاتے۔ علاوہ ازیں آپ جلال و جمال' طبیعت کی تیزی اور اثر و نفوذ میں چمک دار تیز تلوار کی مانند تھے۔

آپ ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے امین حضرت عامر بن عبداللہ بن جراح الفہری القرشی جن کی کنیت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قریش میں تین شخصیات ایسی ہیں' جن کے چہرے تمام لوگوں سے بڑھ کر زیادہ حسین' جن کا اخلاق سب سے عمدہ اور جن میں حیاء سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ اگر وہ آپ سے گفتگو کریں تو قطعاً جھوٹ نہ بولیں' اگر آپ ان سے کوئی بات کریں تو آپ کو جھٹلائیں گے نہیں۔ میری نظر میں وہ تین عظیم شخصیات یہ ہیں:

- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔
- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔
- حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

حضرت ابو عبیدۃ رضی اللہ عنہ کا شمار ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جنہوں نے اسلام

قبول کرنے میں سبقت کی۔ آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد دوسرے روز ہی مسلمان ہو گئے تھے۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ' حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ ' حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رو برو' کلمۂ حق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔

حقیقت میں یہ عظیم شخصیات وہ پہلی بنیادیں ہیں جن پر اسلام کا محل تعمیر کیا گیا۔

○

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے مکہ معظمہ میں شروع سے آخر تک مسلمانوں کو پیش آنے والے تلخ حالات میں زندگی بسر کی' ایسی شدید تکالیف اور رنج والم میں ان کا ساتھ دیا کہ جن شدائد و تکالیف کا روئے زمین پہ بسنے والے کسی بھی دین کے پیروکاروں کو کبھی بھی سامنا نہ کرنا پڑا ہو۔ آپ اس دور ابتلا میں ثابت قدم رہے اور ہر صورت میں اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو صمیم قلب سے سچا مانا' لیکن میدان بدر میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو پیش آنے والی آزمائش اس قدر نازک تھی کہ انسانی تخیل میں بھی نہ آسکے۔ ہوا یہ کہ غزوۂ بدر میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بے خوف و خطر دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھتے جارہے تھے۔ آپ کے اس جراٴت مندانہ اقدام سے دشمنوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ آپ میدان جنگ میں اس طرح بپھرے ہوئے چکر لگا رہے تھے کہ جیسے موت کا کوئی ڈر ہی نہ ہو آپ کا یہ انداز دیکھ کر قریش کے شہسوار گھبرا گئے۔ جونہی آپ ان کے سامنے آتے تو وہ خوفزدہ ہو کر ایک طرف ہو جاتے۔ لیکن ان میں صرف ایک شخص ایسا تھا' جو آپ کے سامنے اکڑ کر کھڑا ہو جاتا' لیکن آپ اس سے پہلو تہی اختیار کر جاتے اور اس کے ساتھ مقابلہ کرنے سے اجتناب کرتے۔ وہ شخص بھی آپ سے مقابلہ کرنے کے لئے بار بار سامنے آتا رہا لیکن آپ نے بھی اس سے پہلو تہی اختیار کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ بالآخر اس شخص نے جناب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے لئے تمام راستے بند کردیئے۔ حتیٰ کہ وہ آپ کے اور دشمنان اسلام کے مابین حائل ہو گیا' لیکن جب آپ نے دیکھا کہ اب کوئی چارۂ

کار باقی نہیں رہا تو اس کے سر پر تلوار کا ایسا زور دار وار کیا جس سے اس کی کھوپڑی کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اور وہ آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو گیا۔

کیا! آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ قتل ہونے والا شخص کون تھا؟

بلاشبہ میدان بدر میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو پیش آنے والی یہ آزمائش حساب دانوں کے حساب سے بھی ماوراء تھی اور ایسی نازک کہ انسانی قوت ادراک میں بھی نہ آسکے۔ جب آپ کو یہ معلوم ہو گا کہ یہ لاش تو جناب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے والد عبداللہ بن جراح کی تھی تو آپ انگشت بدنداں رہ جائیں گے۔

○

دراصل حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو قتل نہیں کیا' بلکہ انہوں نے میدان بدر میں اپنے باپ کے ہیولے کی شکل میں شرک کو نیست و نابود کر دیا۔ آپ کا یہ اقدام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ آپ کی شان میں درج ذیل آیات نازل کر دیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

ترجمہ: تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں' جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے' خواہ وہ ان کے باپ ہوں' یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی' یا ان کے اہل خاندان' یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے' وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہی

لوگ اللہ کا گروہ ہیں۔ خبردار رہو! اللہ کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔ (المجادلہ ۲۲)

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ کوئی انوکھا کارنامہ نہیں تھا۔ وہ تو اپنی قوت ایمانی' جذبۂ دینی' اور امت محمد ﷺ میں امانت و دیانت کے اس اعلیٰ مقام پر فائز تھے جس کے لئے بڑی بڑی ہستیاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں آرزو مند رہتی ہیں۔

جناب حضرت محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ عیسائیوں کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضرت! اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہمارے ساتھ کسی ایسے شخص کو روانہ فرمائیں جسے آپ مناسب سمجھتے ہوں۔ وہ ہمارے ان باہمی مالی اختلافات کو نپٹائے جو شومئی قسمت سے شدت اختیار کر چکے ہیں۔ ہم برملا یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہمیں مسلمان بہت پسند ہیں۔

ان کی باتیں سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شام کو میرے پاس آنا۔ میں آپ کے ساتھ ایک ایسا شخص روانہ کروں گا جو طاقتور بھی ہے اور دیانتدار بھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اس روز جلدی جلدی نماز ظہر کے لئے مسجد نبوی ﷺ میں آیا کہ شاید اس انتخاب میں میرا نام آجائے۔ بخدا! مجھے کوئی امارت و قیادت کا شوق نہ تھا۔ بلکہ میری یہ تمنا تھی کہ وفد کے سامنے رسول اللہ ﷺ نے جو اوصاف بیان فرمائے ہیں' ان کا مصداق میں ٹھہروں۔ آپ ﷺ جب نماز ظہر سے فارغ ہوئے تو بڑے غور سے دائیں بائیں دیکھنے لگے۔ اس دوران میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تاکہ آپ ﷺ کی نظر مجھ پر پڑے۔ آپ ﷺ مسلسل نمازیوں کی طرف دیکھتے رہے' یہاں تک کہ آپ ﷺ کی نظر کرم حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ پہ پڑی' انہیں اشارے سے اپنے پاس بلایا اور ارشاد فرمایا: کہ آپ اس وفد کے ساتھ جائیں اور ان کے باہمی اختلافات کو عدل و انصاف کے ساتھ نپٹائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس موقع پر بے اختیار پکار اٹھا کہ آج ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہم سے بازی لے گئے۔

O

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ دیانت و امانت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور آپ میں قائدانہ

صلاحیت بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی۔ بہت سے مواقع پر آپ کی دیانت و امانت اور قائدانہ صلاحیتوں کا نہایت خوش اسلوبی سے اظہار بھی ہوا۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو قریش کے ایک قافلے کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اس جماعت کا امیر مقرر کردیا اور زاد راہ کے لئے کھجوروں کا ایک تھیلا عطا کیا۔ صورت حال یہ تھی کہ آپ کے پاس اس کے علاوہ مجاہدین کے زاد راہ کے لئے کوئی اور چیز بھی نہ تھی۔ اس سفر میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کمال صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور امیر قافلہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے بھی قیادت و امانت کا حق ادا کردیا۔ آپ روزانہ ہر ایک مجاہد کو ایک کھجور دیتے اور وہ اسے کھا کر پانی پی لیتا اور یہ خوراک دن بھر کے لئے کافی ہوتی۔

○

غزوۂ اُحد میں جب عارضی طور پر مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا' تو ایک مشرک بڑے غضبناک انداز میں چلا رہا تھا۔ مجھے بتاؤ کہ مسلمانوں کا نبی محمد ﷺ کہاں ہے؟

اس نازک وقت میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ان دس جاں نثار صحابہ میں سے ایک تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے گرد گھیرا ڈال رکھا تھا اور اپنے سینوں پر دشمن کے تیر رکھا کر حضرت محمد ﷺ کی جانب سے دفاع کا فریضہ سرانجام دیا۔ جب جنگ کا زور ختم ہوا تو صورت حال یہ تھی کہ آپ ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوچکے تھے' آپ ﷺ کی پیشانی مبارک زخمی ہوچکی تھی اور آپ ﷺ کے رخسار مبارک میں خود کے دو حلقے پیوست ہوچکے تھے۔ آپ ﷺ کی یہ حالت دیکھ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تیزی سے آگے بڑھے تاکہ آپ ﷺ کے رخسار مبارک میں دھنسے ہوئے خود کے حلقے نکال دیں۔ اتنے میں ابو عبیدۃ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر عرض کی خدارا اس خدمت کا مجھے موقع دیں۔ آپ کا شوق دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک طرف ہوگئے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اندیشہ تھا کہ اگر ہاتھ سے ان حلقوں کو نکالا تو اس سے رسول اکرم ﷺ کو بہت تکلیف ہوگی' تو آپ نے اس طرح کیا کہ اپنا ایک دانت مضبوطی سے ایک حلقے میں پیوست کردیا اور پورے زور سے دانت دبا کر اسے رخسار مبارک سے نکال دیا' لیکن اس جستجو میں آپ کا وہ دانت ٹوٹ گیا۔

پھر دوسرے حلقے میں اپنا دوسرا دانت پیوست کردیا اور اسی طرح دوسرا حلقہ بھی نکال دیا اور اس کی کوشش میں آپ کا دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگلے دونوں دانت ٹوٹ جانے کے باوجود جناب ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نہایت خوبصورت دکھائی دیتے تھے۔

○

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ یہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کو پیارے ہوگئے۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت خلافت کے دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جناب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ میں آپ کی بیعت کروں' کیونکہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ "ہر امت کا امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہے" لیکن حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں اس عظیم ہستی سے بھلا کیسے سبقت لے جاسکتا ہوں جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ہمارا امام مقرر کردیا ہو۔ اس کے بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بالاتفاق بیعت کی۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ آپ کے دور خلافت میں معاون و خیر خواہ رہے۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ المسلمین نامزد فرمادیا' تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پورے دور خلافت میں آپ کے مدد گار و معاون اور اطاعت شعار رہے۔ صرف ایک حکم کے علاوہ کسی بھی معاملہ میں کبھی آپ کی حکم عدولی نہیں کی۔ کیا آپ کو علم ہے کہ جناب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے خلیفۃ المسلمین کے کس حکم کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا تھا؟

واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ملک شام میں لشکر اسلام کی قیادت کا فریضہ سر انجام دے رہے تھے اور بڑی تیزی سے شہر در شہر فتح ہوئے جارہے تھے۔ پورا ملک شام بھی فتح ہوگیا اور اسلامی حکومت کی سرحدیں مشرق میں دریائے فرات تک اور شمال میں ایشیائے کوچک تک پہنچ چکی تھیں۔ جب فتوحات کا سلسلہ پورے نکتہ عروج پر تھا' عین اس موقع پر شام میں طاعون کی ایسی خطرناک وباء پھیلی جس کی پہلے کوئی مثال نہیں ملتی۔

لوگ بڑی تیزی سے اس بیماری کا شکار ہو رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس نازک صورت حال کا علم ہوا تو فوراً ایک قاصد کو خط دے کر جناب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کیا۔ خط میں یہ لکھا تھا کہ مجھے آپ سے ایک بہت ضروری کام ہے۔ خط ملتے ہی فوراً میری طرف چل پڑیں' رات کو میرا خط ملے تو صبح کا انتظار نہ کرنا' اگر دن کو ملے تو پھر رات کا انتظار نہ کرنا' جب حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا خط پڑھا تو فرمایا مجھے معلوم ہے کہ امیر المومنین کو مجھ سے کیا ضروری کام ہے۔ دراصل وہ ایک ایسے شخص کو باقی رکھنا چاہتے ہیں جو اس دنیا میں ہمیشہ باقی رہنے والا نہیں۔ پھر امیرالمؤمنین کو اس خط کا یہ جواب تحریر کیا۔

امیرالمؤمنین! بعد از تسلیمات عرض ہے۔ مجھے یہ علم ہے کہ آپ کو میرے ساتھ کیا ضروری کام ہے۔ میں اس وقت لشکر اسلام میں ہوں۔ آج مسلمان جس مصیبت میں مبتلاء ہیں' میں اس نازک حالت میں انہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ نہ ہی میں ان سے جدا ہونا چاہتا ہوں' یہاں تک کہ رب ذوالجلال میرے اور ان کے متعلق اپنا فیصلہ صادر فرمادے۔ مجھے آپ اس سلسلہ میں معذور سمجھتے ہوئے ان مجاہدین اسلام میں ہی رہنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

والسلام

جب یہ خط امیرالمؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا' اسے پڑھ کر آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو زارو قطار روتے ہوئے دیکھ کر دریافت کیا: کیا حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے ہیں' فرمایا! نہیں لیکن موت اب ان کے بہت قریب پہنچ چکی ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اندازہ غلط نہ تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد جناب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ طاعون کی خطرناک بیماری میں مبتلا ہوگئے۔ جب موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے لشکر اسلام کو یہ وصیت کی۔ فرمایا:

میں تمہیں آج ایک وصیت کرتا ہوں' اگر آپ لوگوں نے اسے تسلیم کیا تو ہمیشہ خیریت سے رہوگے۔ سنو! نماز قائم کرنا' رمضان کے روزے رکھنا' صدقہ و خیرات کرتے

رہنا' حج بیت اللہ کرنا' عمرہ ادا کرنا' آپس میں ایک دوسرے کو اچھی باتوں کی تلقین کرتے رہنا' اپنے حکمرانوں کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آنا' اور انہیں کبھی دھوکا نہ دینا' دیکھنا کہیں دنیا تمہیں غافل نہ کر دے۔

میری یہ بات غور سے سنو! اگر کسی شخص کو ایک ہزار سال کی بھی عمر مل جائے تو آخر کار اس کا انجام یہی ہوگا جو آج میرا دیکھ رہے ہو۔ موت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ سب کو میری طرف سے سلام اور تم پر خدائے ذوالجلال والاکرام کی رحمت ہو' پھر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ معاذ لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔ اچھا خدا حافظ۔ یہ کہا اور آپ کی پاکیزہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ پھر اس موقع پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اٹھے اور ارشاد فرمایا:

لوگو! آج تم ایک ایسی شخصیت کے غم میں مبتلا ہو' خدا کی قسم میں نے ان سے بڑھ کر نیک دل' حسد و بغض سے پاک سینہ' آخرت سے بہت زیادہ محبت کرنے والا اور عوام الناس کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آنے والا کسی اور کو نہ پایا۔ سب مل کر خلوص دل سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

○

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

۱۔ طبقات ابن سعد	(فہرست دیکھیں)
۲۔ الاصابة مترجم	۴۴۰۰
۳۔ الاستیعاب	۲/۳
۴۔ حلية الاولياء	۱۰۰/۱
۵۔ البدء والتاريخ	۸۷/۵
۶۔ صفة الصفوة	۱۴۲/۱
۷۔ اشهر مشاهير الاسلام	۵۰۴

۸۔ تاریخ الخمیس ۲/۲۴۴

۹۔ الریاض النضرة ۳۰۷

۱۰۔ ابن عساکر ۱۵۷/۷

لڑکپن کا زمانہ تھا' ابھی حد بلوغت کو نہ پہنچے تھے' لوگوں سے بہت دور مکہ معظمہ کے پہاڑی راستوں میں ہر روز اپنے آقا اور قریش کے سردار عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرانے جایا کرتے۔ لوگ انہیں ابن ام عبد کے نام سے پکارتے جبکہ ان کا اصلی نام عبداللہ اور باپ کا نام مسعود تھا۔

○

یہ ہو نہار فرزند نبی ﷺ کے متعلق کچھ عجیب عجیب سی باتیں سنا کرتا' لیکن ان باتوں کی طرف دو وجہ سے دھیان نہ دیتا۔ ایک تو بچپن کا زمانہ تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اکثر وقت مکی معاشرہ سے بالکل الگ تھلگ گزرتا۔ روزانہ کا معمول یہ تھا کہ صبح سویرے اپنے آقا عقبہ کی بکریاں چرانے چلا جاتا اور رات کو واپس لوٹتا۔

○

ایک دن یہ مکی نوجوان یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کیا دیکھتے ہیں کہ دو باوقار بزرگ ان کی طرف چلے آرہے ہیں۔ وہ دونوں بہت تھکے ہوئے تھے اور پیاس کی شدت سے ان کے حلق اور ہونٹ خشک ہو رہے تھے۔ ان کے پاس آتے ہی دونوں نے سلام کہا اور فرمایا:

"عزیزم! ہمیں ان بکریوں کا دودھ پلاؤ تاکہ اس سے آتش پیاس بجھا سکیں اور اپنی انتڑیاں تر کر سکیں"

اس ہونہار لڑکے نے جواب دیا:

"میں تو ایسا نہیں کر سکتا' یہ بکریاں میری نہیں' میرے پاس تو امانت ہیں" لیکن ان دونوں نے میری اس بات کا برا نہ منایا' بلکہ ان کے چہرے خوشی سے تمتا اٹھے۔ پھر ان بزرگوں میں سے ایک نے کہا ہمیں کوئی ایسی بکری بتایئے جو ابھی چھوٹی ہو اور دودھ نہ دیتی ہو' تو میں نے ان کے قریب ہی کھڑی ہوئی ایک چھوٹی سی بکری کی طرف اشارہ کیا: ایک بزرگ آگے بڑھے' ایک ہاتھ سے بکری کی ٹانگ پکڑی اور دوسرا ہاتھ اس کے تھنوں کو لگایا اور ساتھ ہی ساتھ وہ کچھ پڑھ بھی رہے تھے۔ میں نے بڑی حیرانی سے ان کی طرف دیکھا اور اپنے دل میں کہا:

"بھلا اتنی چھوٹی عمر کی بکریاں بھی دودھ دیا کرتی ہیں" لیکن میں نے دیکھا کہ تھوڑی ہی دیر بعد بکری کے تھنوں میں دودھ اتر آیا اور دودھ بھی کثیر مقدار میں تھا۔ دوسرے بزرگ نے ایک پیالہ نما پتھر پکڑا اور اسے دودھ سے بھر لیا۔ دونوں نے خوب جی بھر کر پیا اور مجھے بھی پلایا۔ میں یہ منظر دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا۔ جب ہم تینوں خوب سیر ہوگئے تو اس مبارک شخصیت نے تھنوں کو حکم دیا کہ سکڑ جاؤ تو وہ فوراً سکڑنے لگے یہاں تک کہ اپنی اصلی حالت میں لوٹ آئے۔

اس موقع پر میں نے عرض کی' ازراہ کرم مجھے بھی آپ یہ بابرکت کلام سکھلادیں۔

تو آپ نے فرمایا: ابھی آپ بچے ہیں۔

یہی واقعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اسلام کی طرف مائل کرنے کا باعث بنا۔

○

کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ مبارک انسان کون تھے؟ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق خاص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ ان دنوں قریش نے مکہ معظمہ میں اودھم مچا رکھا تھا۔ مسلمانوں کو طرح طرح کی تکالیف پہنچا رہے تھے' اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ کے ان دشوار گزار پہاڑی راستوں پر چل نکلے تھے۔

اس ہونہار لڑکے نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے خلوص دل سے محبت کی اور آپ دونوں کو بھی یہ دیانت و امانت کی بنا پر بہت پسند آیا۔

○

اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا اور رسول اقدس ﷺ کو اپنی خدمات پیش کردیں۔ آپ ﷺ نے بھی کمال شفقت سے اپنی خدمت کے لئے قبول کرلیا۔ اسی روز سے یہ خوش نصیب فرزند بکریوں کی نگرانی کے فریضہ سے سبکدوش ہو کر سید الانام حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں مصروف ہوگئے۔

○

پھر اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی رفاقت میں اس طرح رہے جس طرح کہ سایہ انسان کے ساتھ رہتا ہے۔ حضر و سفر میں آپ ﷺ کا ساتھ دیا' ہر جگہ خدمت کی سعادت نصیب ہوتی' جب آپ ﷺ گھر سے باہر جانے کا ارادہ کرتے تو فوراً جوتے مبارک آپ ﷺ کے قدموں میں لا رکھتے۔ جب گھر تشریف لاتے تو آگے بڑھ کر اپنے ہاتھوں سے حضور ﷺ کے پاؤں مبارک سے جوتے اتارتے۔ آپ ﷺ کے لئے چھڑی اور مسواک ہر دم تیار رکھتے' انہیں حجرۂ مبارک میں بھی آنے کی اجازت تھی۔ یہاں تک کہ آپ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں راز دان رسول علیہ السلام کے نام سے معروف ہوگئے۔

○

چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تربیت رسول اکرم ﷺ کے گھر ہوئی' اس لئے آپ ﷺ کی سیرت و کردار کو اپنانے کا وافر موقع ملا۔ انہوں نے آپ ﷺ کی ہر عادت کو اپنے اندر سمونے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ آپ کے متعلق یہ بات مشہور ہوگئی' کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے قریب تر ہیں۔

○

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے درس گاہ نبوت سے تعلیم حاصل کی۔ قرآن مجید کی تلاوت' قرآن فہمی اور شریعت الٰہیہ کے علم میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان آپ کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔ بطور دلیل ایک واقعہ آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ وقوف عرفہ کے دوران ایک شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض

کی:

امیر المؤمنین! اس وقت میں کوفہ سے آ رہا ہوں۔ وہاں ایک شخص اپنے حافظے کی بنیاد پر قرآن مجید لکھوا رہا ہے۔ یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت غصے میں آ گئے' اتنے غصے میں آپ کو پہلے کبھی نہ دیکھا گیا۔

آپ نے غضبناک ہو کر فرمایا: مجھے بتاؤ کہ وہ کون ہے؟

اس شخص نے عرض کی کہ وہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

ان کا نام سن کر آپ کا غصہ ماند پڑ گیا اور فرمایا: بخدا میرے علم کے مطابق جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس وقت قرآن فہمی میں سب سے اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

ایک رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیٹھے امت مسلمہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اور میں بھی اس گفتگو میں شریک تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اچانک اٹھے اور ایک طرف چل دیئے' ہم بھی آپ کے ساتھ ہو لئے۔ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں کھڑا اونچی آواز سے نماز پڑھ رہا ہے۔ اندھیرے کی وجہ سے ہم اسے پہچان نہ سکے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اس کی قرأت سننا شروع کر دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"جسے یہ بات پسند آتی ہے وہ قرآن مجید کو اس لہجہ میں پڑھے جس میں وہ نازل ہوا ہے' تو وہ عبداللہ بن مسعود کی قرأت کا انداز اپنائے"

نماز کے بعد جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اونچی آواز سے دعا شروع کی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مانگو تمہاری دعا قبول ہو گی۔

مانگو جو چاہتے ہو دیا جائے گا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں نے اپنے دل میں کہا:

اللہ کی قسم! میں صبح سویرے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع دوں گا کہ رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیری دعا پر آمین کہتے رہے ہیں۔

میں صبح سویرے انہیں خوشخبری دینے کے لئے گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت صدیق

اکبر رضی اللہ عنہ مجھ سے پہلے وہاں پہنچ کر خوشخبری سنا چکے ہیں۔

اللہ کی قسم! میں برملا اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہر نیکی کے کام میں مجھ سے سبقت لے گئے۔

○

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو قرآن فہمی میں ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔ وہ اپنے متعلق بیان کرتے ہیں۔ "اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں' اسی کے فضل و کرم سے مجھے قرآن مجید کی ہر آیت کے متعلق علم ہے کہ وہ کہاں نازل ہوئی اور اس کا شان نزول کیا ہے۔ جب بھی مجھے پتہ چلتا کہ فلاں شخص قرآن مجید کے بارے میں مجھ سے زیادہ معلومات رکھتا ہے تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہو کر معلومات حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا۔

○

یہ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اپنے متعلق بیان تھا' ہم اسی پر اکتفا نہیں کرتے' بلکہ ایک واقعہ بھی بیان کرتے ہیں جس سے ان کے علمی مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک صحرا میں سفر کر رہے تھے۔ رات بہت تاریک تھی۔ دوران سفر ایک قافلہ ملا۔ اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقائے سفر میں سے ایک شخص کو حکم دیا۔ پتہ کرو' یہ قافلہ کہاں سے آرہا ہے۔ جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ تم کہاں سے آرہے ہو؟

جواب ملا: فَجِّ عَمِیق سے (دور دراز جگہ سے)

دوسرا سوال ہوا۔ کہاں کا ارادہ ہے؟

جواب ملا: بیت عتیق کا (بیت اللہ شریف کا)

اس عمدہ جواب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ اس قافلے میں کوئی جید عالم موجود ہے' لہٰذا ان سے کچھ مزید سوالات کئے جائیں۔

سوال کیا کہ قرآن مجید کی کون سی آیت سب سے بڑی ہے؟

جواب ملا: آیت الکرسی۔

دوسرا سوال کیا۔ قرآن مجید کی کون سی آیت سب سے محکم ہے؟

جواب ملا:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْإِحْسَانِ وَ إِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى (النحل ۹۰)

بلاشبہ اللہ انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (مالی مدد) دینے کا حکم کرتا ہے۔

تیسرا سوال کیا: قرآن مجید کی کون سی آیت سب سے زیادہ جامع ہے؟

جواب ملا:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ

جو ذرہ بھر نیکی کرتا ہے وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو ذرہ بھر برائی کرتا ہے وہ اسے دیکھ لے گا۔

چوتھا سوال کیا: قرآن مجید کی کون سی آیت سب سے زیادہ خوف دلانے والی ہے؟

جواب ملا:

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (النساء ۱۲۳)

(نجات) نہ تو تمہاری آرزوؤں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر جو شخص برے عمل کرے اسے اسی کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ اللہ کے سوا نہ کسی کو حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔

پانچواں سوال کیا: قرآن مجید کی کون سی آیت سب سے زیادہ امید دلانے والی ہے۔

جواب ملا:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا۔ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (الزمر ۵۳)

کہہ دو کہ اے میرے بندو، جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا، اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے، وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ عمدہ اور جامع جوابات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ قافلہ والوں سے دریافت کرو کیا تمہارے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

جواب ملا۔ یقیناً موجود ہیں۔

○

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف قاری' عالم' عابد اور زاہد ہی نہ تھے' بلکہ تنو مند' چاک و چوبند اور بوقت ضرورت آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے مجاہد بھی تھے۔ غالباً یہ پہلے صحابی ہیں جنھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلی مرتبہ مکہ معظمہ میں مشرکین کے سامنے قرآن مجید کی باآواز بلند تلاوت کی۔

ایک دن اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں ایک جگہ جمع ہوئے اس وقت مسلمانوں کی تعداد بھی بہت کم تھی' افرادی قوت بھی کچھ زیادہ نہ تھی۔ سب نے سوچا کہ قریش نے ابھی تک اپنے کانوں سے کلام الٰہی کو نہیں سنا ہم میں سے کون یہ جرأت کرے گا جو انہیں اونچی آواز میں قرآن مجید سنائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔ میں انہیں قرآن مجید سناؤں گا۔ سب نے کہا:

ہمیں خطرہ ہے' کہیں آپ کی آواز سن کر وہ شرارت پر نہ اتر آئیں' ہماری رائے میں یہ فریضہ اسے سر انجام دینا چاہئے' جس کا قبیلہ بھاری ہو۔ اگر یہ شرارت کرنا بھی چاہیں تو قبیلہ آڑے آجائے۔ اس طرح قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا ان کے شر سے محفوظ رہے گا۔ یہ باتیں سن کر آپ نے نہایت ہی جرأت مندانہ انداز میں ارشاد فرمایا:

آج مجھے تلاوت کرنے دیجئے' اللہ میرا حامی و ناصر ہے۔ اس کے بعد آپ مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور مقام ابراہیم کے پاس آکر کھڑے ہوگئے۔ قریش اس وقت کعبہ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اونچی آواز سے ان آیات کی تلاوت شروع کردی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلرَّحْمٰنُ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ○ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ○

آپ لگا تار سورہ الرحمان کی تلاوت کرتے رہے۔ قریش نے جب غور کیا تو انہیں

پتہ چلا ارے' یہ تو وہی کچھ پڑھ رہا ہے جو محمد ﷺ ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے سب مجمع آپ پر پل پڑا' وہ آپ کو مارتے جارہے تھے اور آپ لگاتار پڑھتے جارہے تھے۔ آپ جب فارغ ہو کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے تو آپ کے بدن سے خون بہہ رہا تھا۔ صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا۔ ہمیں اسی بات کا اندیشہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! اب دشمنان خدا میری نظر میں پر کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں صبح پھر وہیں جاکر ان کے سامنے تلاوت کرتا ہوں۔ سب نے ایسا کرنے سے روک دیا اور فرمایا آپ نے حق ادا کردیا۔ قریش کو وہ مقدس کلام سنادیا جسے وہ ہرگز سننا نہ چاہتے تھے۔

○

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک زندہ رہے۔ جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور دریافت کیا۔ آپ کو کس سے شکایت ہے؟

فرمایا: اپنے گناہوں سے۔

آپ نے دریافت فرمایا: آپ کا دل کیا چاہتا ہے۔

فرمایا: اپنے رب کی رحمت۔

اس کے بعد خلیفۃ المسلمین نے فرمایا: کیا وہ سب مال آپ کے نام نہ لگادوں جو کئی سال سے آپ نہیں لے رہے۔

فرمایا: مجھے اس مال کی ضرورت نہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ مال آپ کی بچیوں کے کام آئے گا۔

فرمایا: کیا آپ کو اندیشہ ہے کہ میری بچیاں فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائیں گی۔ میں نے اپنی تمام بچیوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ہر رات سورہ واقعہ کی تلاوت کریں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

مَنْ قَرَاءَ الواقِعَةَ کُلَّ لَیْلَةٍ لم تُصِبْهُ الفاقَةُ

جس نے ہر رات سورہ واقعہ کی تلاوت کی اسے کبھی فاقہ نہیں آئے گا۔

جب رات ہوئی تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ نزع کے وقت آپ کی زبان ذکر الٰہی سے تر تھی' آپ کی زبان ذکر پر آیات بینات کا ورد جاری تھا۔

○

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

۱۔ الاصابة ۴/۱۲۹۔۱۳۰

۲۔ الاستیعاب۔ مطبوعہ حیدر آباد ۱/۳۵۹۔۳۶۲

۳۔ اسد الغابة ۳/۳۵۶۔۲۶۰

۴۔ تذكرة الحفاظ ۱/۱۲۔۱۵

۵۔ البداية والنهاية ۷/۱۶۲۔۱۶۳

۶۔ طبقات للشعرانی ۲۹۔۳۰

۷۔ تاريخ الاسلام للذهبی ۲/۱۰۰۔۱۰۴

۸۔ سير اعلام النبلاء ۱/۳۳۱۔۳۵۷

۹۔ صفة الصفوة ۱/۴۵۱۔۱۶۶

۱۰۔ شذرات الذهب ۱/۳۸۔۳۹

یہ ایک ایسے عظیم شخص کی داستان ہے جو حقیقی منزل کو حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ کوشاں اور سبحانہ و تعالیٰ کی تلاش میں مسلسل سرگرداں رہا ہو۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی کہانی ہم آپ کو انہی کی زبانی سناتے ہیں۔ یقیناً جس طرح وہ اپنی آپ بیتی عمدہ اسلوب میں بیان کرسکتے ہیں' کوئی دوسرا تو یہ انداز نہیں اپنا سکتا' بلاشبہ اس سلسلہ میں جس طرح ان کے اپنے احساسات نازک اور انداز بیان صداقت و حقیقت پہ مبنی ہو سکتا ہے کوئی بھی دوسرا یہ حق ادا نہیں کرسکتا۔

تو سنئے!

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اصفہان کے علاقہ کا ایک فارسی النسل نوجوان تھا' جس بستی میں ہم رہائش پذیر تھے وہ جی نام سے مشہور تھی۔ میرا باپ اس بستی کا سردار تھا اور وہ تمام بستی والوں میں زیادہ مالدار اور رعب و دبدبہ کا مالک تھا۔ پیدائش کے دن سے میرے ساتھ اسے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ' پیار تھا۔ جوں جوں میری عمر بڑھتی گئی اس کے مہر و محبت میں اضافہ ہوتا گیا۔ مجھے گھر کی چار دیواری میں اس طرح پابند کردیا گیا جس طرح دوشیزاؤں کو گھروں میں پابند کردیا جاتا ہے۔ میں نے محبت کے اس قید خانہ میں مجوسیت کی تعلیم حاصل کرنا شروع کردی۔ اس میں بہت زیادہ محنت کی اور اس میدان میں خاص مقام پیدا کرلیا۔ بالآخر مجھے اس آگ کا نگران بنا دیا گیا جس کی ہم پوجا کیا کرتے تھے۔ اسے لگاتار جلائے رکھنے کی ذمہ داری مجھ پر تھی۔ میں اسے دن رات ایک لحظہ کے لئے بھی بجھنے نہ دیتا۔

میرا والد بہت بڑا جاگیر دار تھا۔ سالانہ وافر مقدار میں غلہ ہمارے گھر آتا۔ روزانہ اس جاگیر کی دیکھ بھال میرے والد کا معمول تھا۔ ایک دن وہ کسی ضروری کام میں مشغول ہوگئے اور مجھے حکم دیا! بیٹا میں آج کھیتوں میں نہیں جاسکونگا۔ میری جگہ آپ جائیں اور کھیتوں کی نگرانی کریں۔ میں گھر سے تو اپنی جاگیر کی نگرانی کرنے کے لئے نکلا لیکن راستہ میں ایک گرجا کے پاس گزرا جس میں عیسائی پوجا پاٹ میں مصروف تھے۔ مجھے ان کا طرز عبادت بہت پسند آیا۔

○

مجھے ان دنوں عیسائیت یا دیگر ادیان کے متعلق کچھ علم نہ تھا۔ اس لئے کہ میرا والد مجھے گھر سے کسی وقت باہر نکلنے ہی نہ دیتا تھا۔ اس روز جب میں نے گرجا کے اندر عیسائیوں کی اجتماعی آوازیں سنیں تو میں بے اختیار اس کے اندر چلا گیا۔ جب میں نے غور سے انہیں دیکھا کہ وہ سب عبادت میں مصروف ہیں تو مجھے ان کی عبادت کا انداز بہت پسند آیا اور میں ان کے دین کی طرف راغب ہوگیا۔

میں نے اپنے دل میں کہا:

خدا کی قسم! یہ دین تو اس سے کہیں بہتر ہے۔ جو ہم نے اختیار کر رکھا ہے۔ بخدا' میں غروب آفتاب تک وہیں رہا اور اس دن کھیتی باڑی کی نگرانی کے لئے نہ گیا۔

میں نے اہل کنیسہ سے دریافت کیا! اس دین کا مرکز کہاں ہے؟ انہوں نے مجھے بتایا شام میں! جب رات ہوئی تو میں اپنے گھر واپس لوٹ آیا۔ باپ نے مجھ سے پوچھا! "آج دن بھر آپ نے کون سا کام سرانجام دیا"؟

میں نے عرض کی! "ابا جان! آج کھیتوں کی طرف جاتے ہوئے میرا کنیسہ کے پاس سے گزر ہوا' میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ اندر عبادت میں مصروف ہیں۔ مجھے ان کی عبادت کا انداز بہت پسند آیا۔ شام تک میں انہیں کے پاس بیٹھا رہا۔ میرا باپ یہ باتیں سن کر گھبرا گیا اور اس نے اپنا دل پکڑ کر کہا بیٹا اس دین میں کوئی خیر و بھلائی نہیں' تیرے آباؤ اجداد کا دین اس سے کہیں بہتر ہے۔

میں نے کہا "ابا جان! ہرگز نہیں"

"خدا کی قسم! ان لوگوں کا دین ہمارے دین سے بہت بہتر ہے"! میرا باپ میری جانب سے یہ جواب سن کر بہت پریشان ہوا۔ اسے اندیشہ لاحق ہوگیا کہ کہیں میں اپنے آبائی دین سے منحرف نہ ہوجاؤں۔ اس نے مجھے گھر میں قید کردیا اور میرے پاؤں میں زنجیر ڈال دی۔

○

ایک دن مجھے موقع ملا تو میں نے گرجے میں یہ پیغام بھیجا۔ "جب کوئی ملک شام کو جانے والا قافلہ آپ کے ہاں سے گزرے تو مجھے ضرور اطلاع کردیں۔ تھوڑے دنوں کے بعد ایک قافلہ وہاں پہنچا جو شام جا رہا تھا۔ اہل کنیسہ نے مجھے اطلاع کردی۔ میں نے پورے زور سے جھٹکا دیا زنجیر ٹوٹ کر دور جاگری اور میں چپکے سے باہر نکل آیا اور قافلے کے ساتھ ہولیا۔ چند دنوں بعد ہم شام پہنچ گئے۔ وہاں میں نے دریافت کیا:

اس ملک میں سب سے اعلیٰ مذہبی شخصیت کون ہے؟

لوگوں نے مجھے بتایا:

چرچ کا نگران اعلیٰ "پوپ"!

میں اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے عیسائیت میں دلچسپی ہے۔ میری دلی تمنا ہے میں آپ کے پاس رہوں' عیسائی مذہب کی تعلیم حاصل کروں اور آپ کی راہنمائی میں عبادت کروں۔ میری معروضات سن کر اس نے مجھے اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔ میں نے جی بھر کر اس کی خدمت کی' لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ آدمی اچھا نہیں ہے۔ یہ اپنے پیروکاروں کو صدقہ و خیرات کرنے کا حکم دیتا اور جب وہ اپنے مال و متاع لے کر اس کی خدمت میں حاضر ہوتے تاکہ اس کے ذریعہ صدقہ خیرات کیا جائے تو یہ سب مال خود ہڑپ کرجاتا۔ فقراء و مساکین کو اس میں سے کچھ نہ دیتا۔ اس طرح اس نے سات مٹکے سونے اور چاندی سے بھر لئے۔ جب میں نے اس کی یہ حرکات دیکھیں تو مجھے وہ شخص بہت برا لگا۔ لیکن چند ہی دنوں کے بعد موت نے اسے آلیا۔ عیسائی پیروکار جب اسے دفن کرنے لگے تو میں نے ان سے کہا:

تمہارا مذہبی سردار کوئی اچھا آدمی نہیں تھا' یہ تمہیں تو صدقہ و خیرات کا حکم دیتا اور

جب اس کے ترغیب دلانے پر تم اپنا مال اس کے پاس جمع کراتے تاکہ یہ اپنے ہاتھ سے غرباء و مساکین میں تقسیم کردے' تو یہ سب مال خود ہڑپ کر جاتا' اس میں سے ایک پائی بھی کسی مسکین کو نہ دیتا۔

انہوں نے مجھ سے کہا۔

آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟

میں نے کہا! تمہیں اس کا خزانہ بتادیتا ہوں۔

انہوں نے کہا ہاں بتائیے!

میں نے انہیں وہ خفیہ جگہ بتائی جہاں اس نے مال دبا رکھا تھا۔ جب انہوں نے سونے اور چاندی کے بھرے ہوئے سات مٹکے دیکھے تو انگشت بدنداں رہ گئے۔ یہ مٹکے وہاں سے نکال لئے اور سب نے فیصلہ کیا کہ اسے دفن نہ کیا جائے بلکہ سولی پہ لٹکا کر اس پر پتھر برسائے جائیں اور اس کے ساتھ بالآخر یہی سلوک کیا گیا۔

چند دن گزرنے کے بعد لوگوں نے ایک دوسرے شخص کو اپنا مذہبی راہنما منتخب کرلیا۔ میں نے اس کی خدمت شروع کردی اور اس سے تعلیم حاصل کرنے لگا۔ میں نے دیکھا یہ شخص تو بہت بڑا زاہد' آخرت کا متمنی اور دن رات عبادت میں مصروف رہنے والا ہے۔ اس کے یہ اوصاف دیکھ کر مجھے اس سے بے انتہا عقیدت و محبت ہوگئی۔ میں اس کی خدمت میں بہت عرصہ تک رہا۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو میں بہت افسردہ ہوا۔ روتے ہوئے اس کی خدمت میں عرض کی' ''حضرت! میں اب کہاں جاؤں؟ میرے لئے کیا حکم ہے؟ میں کس سے تعلیم حاصل کروں؟ اس نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہا: بیٹا موصل میں ایک شخص رہتا ہے' جو ہمارے مشن پر قائم ہے' تم اس کے پاس چلے جانا' جب میرا یہ مذہبی راہنما فوت ہوگیا تو میں تجہیز و تدفین سے فارغ ہو کر سیدھا موصل روانہ ہوگیا اور اس شخص سے ملاقات کی' جس کے متعلق مجھے بتایا گیا تھا۔ میں نے اپنا تعارف کرانے کے بعد عرض کی! مجھے فلاں پادری نے مرنے سے پہلے وصیت کی تھی کہ میں آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر مذہبی تعلیم حاصل کروں' انہوں نے آپ کے متعلق مجھے یہ بھی بتایا کہ آپ ان کے مشن پر قائم ہیں۔ وہ میری باتوں سے متاثر ہوا اور

اپنے پاس رہنے کی اس نے مجھے بخوشی اجازت دے دی۔ میں نے اس پادری کو بھی بہت بہتر پایا۔ یہ بھی پہلے مذہبی راہنما کی طرح زاہد' عابد' متقی اور خدا ترس انسان تھا' لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد اس کا آخری وقت بھی آپہنچا۔ میں نے افسردہ ہو کر کپکپاتے ہونٹوں سے عرض کی۔ حضرت! آپ جانتے ہیں کہ میں کس تلاش میں گھر سے نکلا ہوں؟ کیوں میں نے ناز و نعم کی زندگی کو خیرباد کہا ہے۔ کیوں میں نے پھولوں کی سیج چھوڑ کر خار دار وادی میں قدم رکھا ہے؟ حضور اب میرے لئے کیا حکم ہے۔ میں کدھر جاؤں' کہاں کا رخ کروں' کسے اپنا راہنما بناؤں۔ کس سے یہ مذہبی تعلیم حاصل کروں؟ اس نے میری معصومانہ حالت کو دیکھ کر کپکپاتے ہونٹوں اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے ارشاد فرمایا: بیٹا نصیبن نامی بستی میں فلاں شخص کے پاس چلے جاؤ' وہ ہمارے مشن پر قائم ہے۔ اسے میرا سلام کہنا اور بتانا کہ میں نے تمہیں اس کے پاس بھیجا ہے۔

جب اسے بھی لحد میں اتار دیا گیا تو میں سیدھا اس مذہبی راہنما کے پاس پہنچ گیا جو بستی میں رہتا تھا۔ میں نے اپنا تعارف کرانے کے بعد اپنے سابقہ مذہبی راہنما کا سلام پیش کیا اور پیغام بھی دیا کہ انہوں نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ میں مذہبی تعلیم حاصل کرنے کا متمنی ہوں اور کامل استاد کی تلاش میں آپ کے پاس پہنچا ہوں۔

اس نے میری باتیں سن کر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور حصول علم کے لئے اپنے پاس رہنے کی اجازت بھی دے دی۔ یہ بھی پہلے دونوں کی طرح بڑا زاہد' عابد' متقی اور خدا ترس انسان تھا' لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسے بھی اجل نے زیادہ مہلت نہ دی۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا' تو میں نے افسردگی کے عالم میں ان کے سرہانے بیٹھ کر عرض کی' حضرت آپ میری تمنا کو جانتے ہیں۔ اب میرے لئے کیا حکم ہے؟ اپنے درد کا حال کسے سناؤں' کسے اپنا راہنما بناؤں۔ اب کون میرے زخموں پر مرہم لگائے گا؟ اس نے میری کیفیت دیکھ کر بڑے ہی مشفقانہ انداز میں کہا۔ بیٹا عموریہ بستی میں فلاں شخص کے پاس چلے جاؤ۔ وہ ہمارے مشن پرہ قائم ہے۔ تجہیز و تدفین سے فارغ ہو کر میں اس سے جا ملا' اپنا تعارف کرانے کے بعد سابقہ مذہبی راہنما کا اسے پیغام دیا تو اسے نے مجھے اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ یہاں مجھے کاروبار کے مواقع بھی

میسر آئے۔ کاروبار میں بہت برکت ہوئی جس سے بہت سی گائیں اور بکریاں میرے پاس جمع ہوگئیں۔

لیکن قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ انہیں بھی زیادہ مہلت نہ ملی۔ جب موت کا وقت قریب آیا تو میں نے حسب معمول عرض کی۔ حضرت اب میرے لئے کیا حکم ہے؟ اس نے مجھے یہ بات بتائی۔ کہنے لگا اللہ کی قسم' روئے زمین پہ اب کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جو ہمارے مشن پر قائم ہو۔ لیکن سرزمین عرب میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے جو دین ابراہیمی لے کر آئے گا۔ پھر وہ اپنے وطن سے ایک ایسے علاقے کی طرف ہجرت کرے گا۔ جہاں سیاہ خشک پتھروں کے درمیان کھجوروں کے باغات ہوں گے۔ اس کی چند ایک واضح نشانیاں بھی ہوں گی وہ ہدیہ تو کھالے گا لیکن صدقہ کی چیز نہیں کھائے گا اور اس کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ اگر آپ وہاں جانے کی استطاعت رکھتے ہوں تو میری نصیحت ہے ضرور جائیں اور ان سے ضرور ملیں۔ اس مذہبی راہنما کی وفات کے بعد میں بہت عرصہ تک عموریہ بستی میں رہا۔ ایک مرتبہ قبیلہ بنو کلب کے عرب تاجر یہاں سے گزرے میں نے ان سے کہا اگر تم مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ تو میں اس کے عوض یہ سب گائیں اور بکریاں تمہیں دے دوں گا۔

انہوں نے کہا۔ ہمیں یہ سودا منظور ہے۔

میں نے سارا مال ان کے حوالے کردیا اور انہوں نے مجھے اپنے ساتھ سوار کرلیا۔ جب ہم وادی القریٰ میں پہنچے تو انہوں نے میرے ساتھ دھوکا کیا اور مجھے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کردیا۔ مجھے مجبوراً اس کی غلامی میں رہنا پڑا' لیکن کچھ عرصہ کے بعد بنو قریظہ میں سے اس کا چچا زاد بھائی ملنے کے لئے آیا اور اس نے مجھے خرید لیا اور اپنے ساتھ یثرب لے گیا۔ وہاں میں نے کھجوروں کے وہ باغات دیکھے جو عموریہ کے پادری نے مجھے بتائے تھے۔ میں نے سوچ لیا کہ یہی میری آخری منزل ہے۔ میں یہاں غلامی کے دن گزارنے لگا۔ دن بھر ان کا کام کرتا اور زندہ رہنے کے لئے معمولی سا دو وقت کا کھانا مل جاتا۔ یونہی میری زندگی کے دن گزرنے لگے۔ ان دنوں نبی اکرم ﷺ مکہ معظمہ میں اپنی قوم کو دین اسلام کی دعوت دینے میں مصروف تھے' لیکن میں غلامی کی وجہ سے آپ ﷺ

کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہ کر سکا۔

○

تھوڑے ہی عرصہ بعد رسول اکرم ﷺ ہجرت کر کے یثرب پہنچ گئے۔ میں اس وقت کھجور کی چوٹی پر کام میں مصروف تھا۔ میرا آقا نیچے کھجور کے درخت کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چچا زاد بھائی دوڑتا ہوا آیا' سانس پھولا ہوا تھا' گھبراہٹ کے عالم میں کہنے لگا۔ خدا بنو قیلہ کو تباہ کرے۔ وہ آج قباء میں اس شخص کے استقبال کے لئے جا رہے ہیں۔ جو مکہ سے ہجرت کر کے آ رہا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ میں نبی ہوں۔ میں نے جب کھجور کی چوٹی پہ اس کی بات سنی تو میرے بدن میں کپکپی طاری ہو گئی۔ مجھے خطرہ لاحق ہوا کہیں میں نیچے ہی نہ گر جاؤں' میں جلدی سے نیچے اترا اور بے خودی میں آنے والے شخص سے کہا خدا کے لئے آپ مجھے دوبارہ بتایئے کیا خبر ہے؟ میری یہ حالت دیکھ کر میرے آقا کو غصہ آیا اور اس نے مجھے تابڑ توڑ مکے رسید کرنے شروع کر دیئے۔ اور بڑبڑایا کہ تجھے اس سے کیا' چل تو اپنا کام کر۔

○

جب شام کا وقت ہوا تو میں نے کھجوروں کا تھیلا بغل میں لیا اور تلاش کرتے کرتے وہاں پہنچ گیا جہاں رسول اکرم ﷺ جلوہ افروز ہوتے تھے۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی' مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ آپ ﷺ ایک صالح اور خدا ترس انسان ہیں اور آپ ﷺ کے ہمراہ کچھ مسافر ساتھی بھی ہیں' یہ میرے پاس صدقہ کی کھجوریں ہیں۔ یہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ ﷺ نے وہ کھجوریں لیں اور اپنے ساتھیوں سے ارشاد فرمایا:

یہ کھجوریں کھالو اور اپنا ہاتھ روک لیا' آپ ﷺ نے اس میں سے کوئی کھجور نہ کھائی۔ میں نے اپنے دل میں کہا' یہ ایک نشانی پوری ہوئی۔ پھر میں واپس آ گیا۔ دوسرے دن اور کھجوریں لیں اور آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو گیا اور عرض کی' چونکہ آپ ﷺ صدقہ نہیں کھاتے' اس لئے یہ بطور تحفہ کچھ کھجوریں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے تحفہ قبول کیا' خود بھی یہ کھجوریں کھائیں اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی

کھلائیں۔ میں نے دل میں سوچا یہ دوسری نشانی پوری ہوئی۔ پھر میں تیسری مرتبہ رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس دفعہ آپ ﷺ جنت البقیع میں اپنے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی تدفین کے سلسلہ میں تشریف فرما تھے۔ اس وقت آپ ﷺ نے دو چادریں زیب تن کی ہوئی تھیں۔ میں نے سلام عرض کیا۔ میں آپ ﷺ کی مہر نبوت دیکھنے کی کوشش میں تھا جو عموریہ کے پادری نے مجھے بتائی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے جب مجھے دیکھا تو آپ ﷺ بھانپ گئے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک کندھوں سے نیچے سرکادی۔ میں نے مہر نبوت دیکھی تو پہچان گیا۔ میں اسے چومنے کے لئے جھکا اور زار و قطار رونا شروع کردیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب میری یہ حالت دیکھی تو شفقت سے مجھے تھپکی دی اور اپنے پاس بٹھا کر فرمایا: کیا بات ہے؟ کیوں روتے ہو؟

میں نے اپنی پوری درد بھری داستان آپ ﷺ کو سنائی اور آپ ﷺ نے اسے بڑی دلچسپی سے سنا اور مجھے فرمایا کہ ان ساتھیوں کو بھی یہ داستان سنائیں۔ میں نے اپنی تمام داستان سنائی۔ وہ سن کر بہت خوش ہوئے کہ میں نے بڑی محنت کے بعد اپنی اصلی منزل کو پالیا ہے۔

○

سلام ہو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر جس دن وہ حق کی تلاش کے لئے گھر سے نکلے۔

سلام ہو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر جس دن انہوں نے حق کو پہچان لیا اور پختہ یقین کے ساتھ ایمان لے آئے۔

سلام ہو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر جس دن آپ فوت ہوئے اور جس دن انہیں زندہ اٹھایا جائیگا۔

○

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

مطبوعہ السعادۃ

۱۔ الاصابة ۳/ ۱۱۲۔ ۱۱۴ مطبوعہ حیدر آباد
۲۔ الاستیعاب ۲/ ۵۵۶۔ ۵۵۸
۳۔ الجرح والتعدیل ۲/ ۲۹۶۔ ۲۹۷
۴۔ اسد الغابة ۲/ ۳۲۸۔ ۳۳۲
۵۔ تهذیب التهذیب ۱/ ۳۱۵
۶۔ تقریب التهذیب ۴/ ۱۳۷۔ ۱۴۷
۷۔ الجمع بین رجال الصحیحین ۱/ ۱۹۳
۸۔ طبقات الشعرانی ۳۰۔ ۳۱
۹۔ صفته الصفوة ۱/ ۲۱۰۔ ۲۲۵
۱۰۔ شذرات الذهب ۱/ ۴۴
۱۱۔ تاریخ الاسلام للذهبی ۲/ ۱۰۸۔ ۱۶۳
۱۲۔ سیر اعلام النبلاء ۱/ ۳۶۲۔ ۴۰۰

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل

جلد ہی عکرمہؓ تمہارے پاس مومن اور مہاجر بن کر آئے گا، اس کے باپ کو گالی نہ دو اس لیے کہ میت کو گالی دینے سے اس کے لواحقین کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ گالی میت کو نہیں پہنچتی (فرمان رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم)

اے مہاجر شہسوار خوش آمدید۔

جس دن نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے رشد و ہدایت پر مبنی اسلام کی دعوت کو لوگوں کے سامنے اعلانیہ طور پر پیش کیا اس وقت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل ابھی اپنی عمر کی تیسری بہار کے آخری ایام میں تھے۔

یہ قریش میں حسب و نسب کے اعتبار سے سب سے معزز اور مالی اعتبار سے سب سے زیادہ تونگر تھے۔

ان کے لئے مناسب تو یہی تھا کہ جس طرح ان کے ساتھی سعد بن ابی وقاص اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور مکہ معظمہ کے بعض معزز گھرانوں کے فرزندوں نے اسلام قبول کیا' اسی طرح یہ بھی مشرف بہ اسلام ہو جاتے' لیکن ان کا باپ سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ ان کا باپ کون تھا؟

یہ وادئ مکہ کا بہت بڑا ظالم و جابر' مشرکین عرب کا قائد' مسلمانوں کو سخت اذیتیں پہنچانے والا' جس کی سخت سزاؤں کے ذریعہ اہل ایمان کو آزمایا گیا اور وہ اس آزمائش میں ثابت قدم نکلے اور اس ظالم کے مکرو فریب کے ذریعہ اہل یقین کی صداقت کو جانچا گیا اور وہ حق و صداقت کے معیار پر پورے اترے اور یہ بالآخر ابو جہل کے نام سے مشہور ہوا۔

یہ تو ہے ان کے باپ کا مختصر تعارف۔ لیکن جہاں تک حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے یہ بلاشبہ قریش کے بہت بڑے لیڈر اور قابل رشک شہسوار تھے۔

جناب عکرمہ رضی اللہ عنہ نے شروع میں تو اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اپنے دل میں بٹھالی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شدید عداوت سے پیش آئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو طرح طرح کی تکالیف سے دو چار کیا' اسلام اور مسلمانوں پر ایسے ایسے مظالم ڈھائے کہ جنہیں دیکھ کر ان کے باپ ابو جہل کو دلی مسرت حاصل ہوئی۔ جب ان کے باپ ابو جہل نے غزوۂ بدر میں مشرکین کی قیادت کی تو اس نے لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہا میں اس وقت تک مکہ واپس نہیں جاؤں گا جب تک کہ محمد کو اس میدان میں شکست نہ دے دوں۔ مقام بدر میں اس نے پڑاؤ کیا۔ مسلسل تین دن تک یہاں اونٹ ذبح کرتا اور شراب پیتا رہا اور رقص و سرود کی محفل جمتی رہی۔

جب ابو جہل نے معرکۂ بدر میں مشرکین کی قیادت کی تو اس کا بیٹا عکرمہ رضی اللہ عنہ اس کا دست و بازو بنا ہوا تھا' لیکن اس دن لات و عزیٰ ابو جہل کے کچھ کام نہ آئے' اس لئے کہ وہ کسی کی پکار کو سنتے ہی نہیں۔

لات و عزیٰ نے اس کی کچھ مدد نہ کی اس لئے کہ وہ ہر اعتبار سے عاجز و بے بس تھے۔ یہ میدان بدر میں بری طرح قتل ہو کر گرا۔ اس کے بیٹے عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مسلمانوں کے نیزے اس کا خون پی رہے ہیں۔ اور اپنے باپ کے منہ سے نکلنے والی اندوہناک چیخ اپنے کانوں سے سنی۔

○

جناب عکرمہ رضی اللہ عنہ سردار قریش کی لاش کو میدان بدر میں ہی چھوڑ کر مکہ واپس آگئے۔ شکست نے انہیں اس قدر عاجز وپسپا کر دیا کہ اپنے باپ کی لاش کو بھی مکہ میں دفن کرنے کے لئے اپنے ہمراہ نہ لاسکے۔ مسلمانوں نے دوسرے مشرکین کی لاشوں کے ساتھ اس کی لاش کو بھی قلیب کنوئیں میں پھینک دیا' اور اوپر سے ریت ڈال دی۔

○

اس دن سے عکرمہ بن ابی جہل کا اسلام کے ساتھ ایک دوسرا طرز عمل شروع ہوا۔ پہلے تو اسلام کے خلاف اپنے باپ کی حمایت کی وجہ سے عداوت تھی اور اب باپ کا انتقام لینے کے لئے دشمنی اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ چکی تھی۔

اس وقت سے عکرمہ اور دیگر وہ تمام لوگ جن کے باپ معرکۂ بدر میں قتل ہو چکے تھے' مشرکین کے سینوں میں عداوت کی آگ جلانے لگے اور مقتولین کے ورثاء کے دلوں میں انتقام کی آگ کا شعلہ بھڑکانے لگے۔ یہاں تک معرکۂ اُحد برپا ہوا۔

عکرمہ بن ابی جہل اُحد کی جانب چل نکلے۔ اپنی بیوی ام حکیم کو بھی ساتھ لے لیا تاکہ وہ صفوں کے پیچھے کھڑی ہو کر دیگر مقتولین کی وارث عورتوں کے ہمراہ ایک ساتھ ڈھول بجاکر نوجوانان قریش کو لڑائی کیلئے برانگیختہ کریں' تاکہ انہیں اس حالت میں دیکھ کر قریش کے شہسوار جم کر لڑیں اور میدان سے راہ فرار اختیار نہ کرسکیں۔

قریش نے شہسواروں کی دائیں جانب خالد بن ولید اور بائیں جانب عکرمہ بن ابی جہل کو متعین کر دیا۔ غزوۂ اُحد میں ان دونوں شہسواروں نے ایک طوفان برپا کردیا جس سے قریش کا پلہ بھاری ہوگیا اور مشرکین کو اس دن بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ یہ صورت حال دیکھ کر ابو سفیان نے کہا۔ آج ہم نے غزوۂ بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔

○

اور غزوۂ خندق میں مشرکین نے کئی روز تک مدینہ منورہ کا محاصرہ کئے رکھا۔ آخر کار عکرمہ بن ابی جہل کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا۔ انہوں نے خندق میں ایک تنگ سی جگہ دیکھی تو اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہ سرپٹ دوڑا اور یکدم خندق کو عبور کرگیا اور ان کے پیچھے چند اور شہسوار بھی خندق عبور کر گئے۔ ان میں سے عمرو بن عبدو دعامری کا تو کام تمام ہوگیا اور عکرمہ بن ابی جہل جان بچاکر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔

○

فتح مکہ کے دن قریش نے خیال کیا کہ آج محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا' تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ لشکر اسلام کا راستہ نہ روکا جائے تاکہ وہ بغیر کسی مزاحمت کے مکہ میں داخل ہو جائے۔ اس فیصلے کا انہیں یہ فائدہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے لشکر اسلام کے سپہ سالاروں کو یہ حکم دے دیا کہ وہ اہل مکہ میں سے اسی کے ساتھ لڑائی کریں جو ان سے نبرد آزما ہو۔

○

عکرمہ بن ابی جہل اور ان کے ہمراہ ایک جماعت قریش کی شیرازہ بندی کے لئے نکلے تاکہ مسلمانوں کے لشکر جرار کا راستہ روکیں' لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک چھوٹے سے معرکہ میں انہیں شکست دے دی۔ ان میں سے چند ایک تو قتل کردیئے گئے اور کچھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔ ان بھاگنے والوں میں عکرمہ بن ابی جہل بھی تھے۔

○

اس روز عکرمہ کو بہت ندامت محسوس ہوئی۔ مکہ فتح ہوجانے کے بعد اب تو ان کا یہاں رہنا محال تھا۔

اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقابلہ میں آنے والے قریش کے لئے عام معافی کا اعلان کردیا تھا' لیکن ان میں چند اشخاص ایسے بھی تھے جن کا نام لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم صادر فرمایا' کہ اگر یہ کعبہ کے پردوں میں بھی چھپے ہوں تو انہیں قتل کردیا جائے۔ ان افراد کی فہرست میں عکرمہ بن ابی جہل کا نام بھی تھا' اس لئے وہ چپکے سے کھسک گیا اور یمن کا رخ کیا کیونکہ یہاں اسے کوئی جائے پناہ نظر نہ آتی تھی۔

○

اس موقع پر عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی ام حکیم اور ہند بنت عتبہ اور ان کے ہمراہ دس دیگر خواتین بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی طرف روانہ ہوئیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کریں۔ جب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیویاں' بیٹی حضرت فاطمہ اور بنو عبدالمطلب کی چند خواتین موجود تھیں۔ ہند نے بات شروع کی اور وہ اس وقت نقاب اوڑھے ہوئے تھی۔ کہنے لگی:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! اس خدا کا شکر ہے جس نے اپنے پسندیدہ دین کو غالب کردیا۔ میں قرابت داری کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رحم کی اپیل کرتی ہوں اور میں صدق دل سے اسلام قبول کرتی ہوں۔ پھر اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر گویا ہوئی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہند بنت عتبہ ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوش آمدید۔

پھر اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ آج سے پہلے آپ ﷺ کے گھر سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی ایسا گھر نہ تھا جس کی تذلیل و رسوائی مجھے محبوب تر ہو۔ اور آج آپ ﷺ کے گھر سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی ایسا گھر نہیں جس کی عزت مجھے محبوب تر ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ تیرے پاکیزہ خیالات و احساسات میں اور زیادہ برکت عطا فرمائے۔ پھر عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی کھڑی ہوئی۔ اس نے اسلام قبول کیا' اور عرض کی' یارسول اللہ ﷺ! عکرمہ اس ڈر سے یمن بھاگ گیا ہے کہ کہیں آپ ﷺ اسے قتل نہ کردیں۔ ازراہ کرم اسے پناہ دے دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر کرم کرے گا۔

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: آج سے وہ پناہ میں ہے۔

وہ اس کی تلاش میں اسی وقت چل نکلی۔ ایک رومی غلام بھی اس کے ہمراہ تھا' راستے میں غلام کی نیت میں فتور پیدا ہوگیا اور وہ اس پر ڈورے ڈالنے لگا' لیکن یہ اسے اُمید دلاتی رہی اور ٹالتی رہی' یہاں تک کہ ایک عرب قبیلہ کے پاس پہنچ گئی۔ ان سے مدد طلب کی تو انہوں نے اسے رسیوں سے باندھ دیا۔ یہ مسلسل اپنی راہ پر چلتی گئی' یہاں تک کہ علاقہ تہامہ کے ساحل سمندر پر عکرمہ سے جاملی اور وہ ایک مسلمان ملاح سے یہ کہہ رہا تھا کہ اسے کشتی میں سوار کر کے پار لگا دے۔

ملاح اسے کہہ رہا تھا کہ اپنی نیت خالص کرلو تو تجھے پار لگادوں گا۔

عکرمہ نے اس سے کہا' کہ میں اپنی نیت کیسے خالص کروں۔

ملاح بولا تم کہو۔

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور بلاشبہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

عکرمہ نے کہا' اسی کلمہ کی وجہ سے تو میں مکہ سے بھاگا ہوں۔

وہ دونوں یہ گفتگو کر رہے تھے کہ ام حکیم وہاں عکرمہ کے پاس پہنچ گئی اور کہنے لگی۔ میرے چچا کے بیٹے! میں آپ کے پاس لوگوں میں سب سے افضل' سب سے بڑھ کر

نیک اور بہتر ہستی کے پاس سے آئی ہوں۔ یعنی حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ کے پاس سے۔

میں نے تمہارے لئے آپ ﷺ سے پناہ طلب کی تو آپ ﷺ نے کمال شفقت سے پناہ دیدی۔ اب اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالئے۔

اس نے کہا: کیا تم نے خود بات کی ہے؟

فرمایا: ہاں میں نے خود بات کی تو آپ ﷺ نے آپ کو پناہ دے دی۔ وہ مسلسل یقین اور اطمینان دلاتی رہی' یہاں تک کہ عکرمہ اس کے ہمراہ لوٹ آئے۔ راستے میں اسے اپنے رومی غلام کا واقعہ بتایا تو یہ سنتے ہی پہلے وہاں پہنچے جہاں اسے باندھ رکھا تھا' اسلام قبول کرنے سے پہلے اسے قتل کردیا۔

راستہ میں ایک جگہ پڑاؤ کیا' عکرمہ نے اپنی بیوی سے خلوت کا ارادہ کیا تو اس نے بڑی سختی سے انکار کردیا اور کہا: میں مسلمان ہوں اور تو مشرک ہے۔ اسے بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگا۔ میرے اور تیرے درمیان تو بہت بڑی خلیج پیدا ہو گئی ہے۔

جب عکرمہ رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا: "عنقریب عکرمہ بن ابی جہل تمہارے پاس مؤمن اور مہاجر بن کر آئے گا۔ اس کے باپ کو گالی نہ دو اس لئے کہ میت کو گالی دینے سے اس کے لواحقین کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ گالی میت کو نہیں پہنچتی"

تھوڑی ہی دیر بعد عکرمہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچ گئے۔ جب نبی ﷺ نے انہیں دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ خوشی کے عالم میں ان کی طرف لپکے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے تو جناب عکرمہ آپ ﷺ کے سامنے با ادب کھڑے رہے۔ عرض کی: یارسول اللہ! ام حکیم نے مجھے بتایا ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے پناہ دیدی ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: یہ سچ کہتی ہے۔ تجھے پناہ حاصل ہے۔

جناب عکرمہ نے دریافت کیا؟ یارسول اللہ ﷺ آپ کس بات کی دعوت دیتے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں اس بات کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ تم گواہی دو: اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اسلام کے تمام ارکان شمار کردیئے۔

جناب عکرمہ نے کہا: یقیناً آپ ﷺ نے حق بات کی طرف دعوت دی ہے اور خیرو بھلائی کا حکم دیا ہے۔ پھر اس کے بعد یہ کہنے لگے۔ اللہ کی قسم! آپ ﷺ یہ دعوت پیش کرنے سے پہلے بھی ہم میں سب سے زیادہ سچے اور صالح انسان تھے۔

پھر اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور کہا: میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ ﷺ بلاشبہ اس کے سچے رسول ہیں۔ پھر عرض کی: یارسول اللہ مجھے چند کلمات سکھلا دیجئے جو میں پڑھتا رہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تم یہ کلمات پڑھا کرو۔

اَشْهَدُ اَنَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔

جناب عکرمہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اس کے بعد کیا کہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم یہ کہو' کہ میں اللہ تعالیٰ اور حاضرین مجلس کو گواہ بنا کر اقرار کرتا ہوں میں مسلمان مجاہد اور مہاجر ہوں۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے بصمیم قلب یہ اقرار کیا۔ اس موقع پہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر آج تم مجھ سے کوئی ایسی چیز مانگو گے جو میں نے کسی کو دی ہو تو وہ میں تمہیں ضرور دوں گا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ مجھے ہر وہ عداوت معاف کردیں جو میں نے آپ ﷺ سے کی اور اس مقابلے کی معافی دیں جو زمانۂ جہالت میں آپ ﷺ سے کیا اور ہر وہ بات معاف کردیں جو آپ ﷺ کے سامنے یا غیر حاضری میں آپ ﷺ کے خلاف کی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے دعا کی:

الٰہی: اسے ہر وہ عداوت معاف کردے جو اس نے مجھ سے کی:

اور اس راستے کی ہر ایک لغزش کو معاف کردے جس میں یہ تیرے اسلام کے نور کو بجھانے کیلئے چلا۔

الٰہی: میرے سامنے یا میری غیر حاضری میں جو یہ میری عزت کے درپے ہوا اس کی یہ لغزش بھی معاف کردے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے تمتا اٹھا اور یہ کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم! اللہ کی راہ سے روکنے کے لئے جو کچھ میں خرچ کیا کرتا تھا اس سے دوگنا زیادہ اب راہ خدا میں خرچ کیا کرونگا۔ اور جو میں نے اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکنے کے لئے لڑائیاں لڑیں اب میں اللہ کی راہ میں دوگنا زیادہ لڑائیاں لڑوں گا۔

○

اس دن سے میدان جنگ کا یہ بہادر شہسوار' بہت بڑا عبادت گزار' شب زندہ دار اور مساجد میں کثرت سے اللہ کی کتاب کو تلاوت کرنے والا بن گیا۔ ان کی حالت یہ تھی کہ قرآن مجید اپنے چہرے پر رکھتے اور کہتے: میرے رب کی کتاب' میرے رب کی کتاب' میرے رب کا کلام اور پھر خشیت الٰہی سے رونا شروع کردیتے۔

○

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا وعدہ پورا کر دکھایا۔ اس طرح کہ جس معرکہ میں بھی مسلمان داخل ہوئے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بھی اسلام لانے کے بعد اس میں شریک ہوئے۔ جس محاذ کے لئے بھی نکلے آپ اس میں سرفہرست رہے۔

غزوۂ یرموک میں تو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ لڑائی کی طرف اس طرح متوجہ ہوئے جس طرح کوئی پیاسا گرم ترین دن میں ٹھنڈے پانی کی طرف لپکتا ہے۔ جب اس معرکہ میں مسلمانوں پر دشمن کی طرف سے شدید دباؤ پڑا تو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور اپنی تلوار کی نیام توڑ دی اور رومیوں کی صفوں میں گھس کر بے جگری سے لڑنا شروع کردیا۔ یہ منظر دیکھ کر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جلدی سے آگے بڑھے اور فرمایا: عکرمہ رضی اللہ عنہ اس طرح نہ کرو تمہارا یہاں قتل ہو جانا مسلمانوں کو بہت گراں گزرے گا۔ تو انہوں نے فرمایا۔

خالد رضی اللہ عنہ آپ پیچھے ہٹ جائیں۔ آپ نے تو پہلے ایمان لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل کرلی۔ میں اور میرا باپ تمام لوگوں سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف رہے۔ مجھے چھوڑ دیجئے تاکہ میں آج اپنے گناہوں کا کفارہ دے لوں۔ پھر کہا: بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بہت سے مقامات پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑائی لڑی ہو اور آج رومیوں سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاؤں۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

پھر مسلمانوں میں یہ اعلان کیا: آج موت پر کون بیعت کرے گا؟ تو آپ کے چچا حارث بن ہشام اور ضرار بن ازور کے علاوہ چار سو مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خیمہ کی آڑ میں زور دار لڑائی لڑی اور آپ کی جانب سے بہترین دفاع کیا۔ جب معرکۂ یرموک میں مسلمانوں کو عظیم فتح حاصل ہو چکی تو سرزمین یرموک میں تین مجاہد لیٹے ہوئے تھے جنہیں زخموں نے نڈھال کر دیا تھا۔

یہ حارث بن ہشام' عیاش بن ابی ربیعہ اور عکرمہ بن ابی جہل تھے۔

حارث نے پینے کے لئے پانی مانگا جب ان کی خدمت میں پانی پیش کیا گیا تو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے پانی کی طرف دیکھا تو حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پہلے انہیں پلا دو جب پانی ان کے قریب لایا گیا تو حضرت عیاش رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف دیکھا تو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا پہلے انہیں پلا دو' جب پانی حضرت عیاش رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ جب پانی پہلے دونوں ساتھیوں کے پاس لایا گیا تو وہ بھی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ اللہ ان سب پہ راضی ہو گیا اور انہیں حوض کوثر سے پانی پلائے گا جس کے پینے سے انہیں کبھی پیاس نہ لگے گی' اور انہیں جنت الفردوس کے سبزہ زار میں جگہ عطا فرمائے جس میں یہ ہمیشہ خوشحال رہیں۔

○

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابہ مترجم　۵۶۴۰

۲۔ تهذيب الاسماء ۳۳۸/۱

۳۔ خلاصة التهذيب: ۲۲۸

۴۔ ذيل المذيل ۴۵

۵۔ تاريخ الاسلام علامه ذهبی: ۳۸۰/۱

۶۔ رغبة الاول: ۲۲۴/۷

لوگ معدنیات کی مانند ہیں۔ جو شخص جاہلیت میں بہتر ہوتا ہے وہ اسلام میں بھی بہتر ہوتا ہے۔

جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کی سیرت کے دونوں رخ دیکھئے۔ پہلا رخ تو دور جاہلیت کا ہے اور دوسرا رخ اسلام کا ہے۔ دور جاہلیت میں انہیں لوگ "زید الخیل" کے نام سے پکارتے تھے' لیکن اسلام لانے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام "زید الخیر" تجویز کیا۔

تصویر کا پہلا رخ تاریخی کتابوں میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

مؤرخ شیبانی بنو عامر کے ایک معمر شخص کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک سال قحط پڑا جس سے کھیتی باڑی تباہ ہو گئی۔

ہم میں سے ایک فرد اپنے اہل خانہ کو لے کر حیرہ شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ گھر والوں کو وہاں چھوڑ کر کہنے لگا۔ "میرے واپس آنے تک میرا انتظار کرنا"

پھر اس نے یہ قسم کھائی: یا تو میں ان کے لئے مال کما کر لاؤں گا ورنہ مر جاؤں گا۔

پھر کچھ زاد راہ لیا اور دن بھر چلتا رہا' رات آئی تو اس نے ایک خیمہ دیکھا' اس کے قریب گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اس نے دلیل میں کہا:

"یہ پہلا مال غنیمت ہے۔ اس کی رسی کھولی' اس پر سوار ہونے لگا تو فضا میں اس نے ایک آواز سنی' جس میں یہ حکم تھا: "اسے رہنے دو اور اپنی جان بچاؤ" تو وہ اسے چھوڑ کر آگے چل دیا۔ سات دس دن سفر کرنے کے بعد ایک ایسی جگہ یہ پہنچا جہاں اُونٹوں کا ایک باڑہ تھا اور ایک طرف چمڑے کا ایک بہت بڑا خیمہ نصب تھا جس سے خوشحالی کی جھلک نمایاں نظر آتی تھی۔ اس شخص نے اپنے دل میں کہا' اس باڑے میں ضرور اونٹ

ہوں گے اور ظاہر ہے اس خیمہ میں کچھ لوگ بھی ہوں گے۔

پھر اس نے خیمے میں بڑی ہی احتیاط سے جھانکا۔ سورج اس وقت غروب ہو رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ خیمے کے وسط میں ایک بوڑھا آدمی بیٹھا ہوا ہے۔ تو یہ دبے پاؤں اس کے پیچھے جاکر بیٹھ گیا۔ بوڑھے کو اس کی آمد کا کچھ پتہ نہ چلا۔ تھوڑی ہی دیر بعد سورج غروب ہو گیا' تو ایک بھاری بھرکم شہسوار نمودار ہوا۔ اس جیسا قد آور شخص اس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ ایک عمدہ گھوڑے پر سوار تھا۔ دائیں بائیں دو غلام لگام تھامے چل رہے تھے۔ اور ان کے جلو میں تقریباً سو اونٹنیاں بھی تھیں' ان کے آگے ایک دیوہیکل اونٹ تھا' اونٹ جب بیٹھا تو سب اونٹنیاں بھی اس کے اردگرد بیٹھ گئیں۔ شہسوار نے ایک موٹی تازی اونٹنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خادم سے کہا اس کا دودھ دوہ لو۔ اس نے فوراً حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دودھ دوہا یہاں تک کہ برتن بھر گیا۔ اس نے وہ برتن رکھ دیا۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں دبے پاؤں آگے بڑھا' برتن پکڑا اور تمام دودھ پی گیا۔ غلام واپس آیا اور برتن اٹھا کر لے گیا اور عرض کی میرے آقا' شیخ نے تو تمام دودھ پی لیا ہے۔ یہ سن کر شہسوار بہت خوش ہوا اور حکم دیا:

اب اس دوسری اونٹنی کا دودھ دوہ کر شیخ کی خدمت میں ایک اور دودھ کا پیالہ پیش کرو۔ غلام نے پھر حکم کی تعمیل کی۔ شیخ نے ایک گھونٹ پیا اور چھوڑ دیا۔

وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے دودھ کا پیالہ پکڑا اور اس میں سے نصف پی گیا۔ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ اگر میں نے اس دفعہ بھی تمام دودھ پی لیا تو شہسوار کے دل میں شک پیدا ہو جائے گا۔

پھر شہسوار نے اپنے دوسرے غلام کو حکم دیا کہ ایک بکری ذبح کرے' تو اس نے بکری ذبح کر دی۔ شہسوار نے بذات خود گوشت بھونا اور شیخ کو اپنے ہاتھ سے کھلایا۔ جب وہ خوب سیر ہو گیا تو پھر خود اور اس کے دونوں غلاموں نے کھایا۔

تھوڑی ہی دیر بعد تمام لیٹ گئے اور گہری نیند سو گئے۔ اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے میں اونٹ کے پاس آیا' اس کی رسی کھولی' اس پر سوار ہو کر ایڑی لگائی تو اونٹ چل پڑا اور اسکے ساتھ ہی تمام اونٹنیاں بھی چل پڑیں۔ میں رات بھر چلتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو

میں نے ہر طرف نظر دوڑائی۔ مجھے کوئی ایسا شخص دکھائی نہ دیا جو میرا تعاقب کر رہا ہو۔ میں نے رفتار اور تیز کردی' یہاں تک کہ کافی دن چڑھ آیا۔ پھر میں نے ایک طرف دیکھا تو دور سے ایک بہت بڑی بلا میری طرف بڑھتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ مسلسل میرے قریب ہوتی جارہی تھی' جب بالکل قریب پہنچی تو پتا چلا کہ یہ تو وہی شہسوار ہے جو اپنے اونٹوں کی تلاش میں میرا تعاقب کررہا ہے۔ میں نے اونٹ کو ایک طرف باندھ دیا اور اپنی ترکش سے تیر نکال کر کمان میں رکھا اور اونٹ کی اوٹ میں نشانہ باندھ کر کھڑا ہوگیا اور وہ شہسوار کچھ فاصلے پر کھڑا ہوگیا۔

اس نے مجھے کہا' اونٹ کی رسی کھول دو۔

میں نے کہا' یہ نہیں ہوسکتا۔

میں حیرہ شہر میں بے بسی کے عالم میں بھوکی پیاسی عورتیں اور بچے چھوڑ کر آیا ہوں اور میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اپنے گھر والوں کے پاس یا تو کچھ مال لے کر جاؤں گا ورنہ مرجاؤں گا۔

اس نے کہا: ارے کم بخت! تم اپنے آپ کو اب مردہ ہی سمجھو' میرا حکم ہے شرافت سے اونٹ کی رسی کھول دو۔

میں نے کہا: میں تو ہرگز تجھے اونٹ نہیں دوں گا۔

اس نے کہا: تم بڑے مغرور ہو' مجھے جانتے نہیں ہو کہ میں کون ہوں!

پھر کہا: مجھے اس اونٹ کی لگام بتاؤ کدھر ہے۔ اس میں تین گرہیں تھیں۔

پھر اس نے مجھے کہا۔ بتاؤ کس گرہ پہ نشانہ لگاؤں۔

میں نے اشارہ کیا درمیانی گرہ میں۔ اس نے تیر پھینکا تو وہ درمیانی گرہ میں آکر اس طرح پیوست ہوگیا جیسا کہ اسے اپنے ہاتھ سے وہاں نصب کیا ہو۔ پھر اس نے دوسری اور تیسری گرہ کو نشانہ لگایا۔ جب میں نے تیر اندازی کی یہ مہارت دیکھی تو میں خوفزدہ ہوگیا اور اپنا تیر ترکش میں رکھ لیا اور باادب انداز میں کھڑا ہوگیا۔ شہسوار میرے پاس آیا میری تلوار اور تیروں سے بھری ترکش مجھ سے لی اور کہا میرے پیچھے سوار ہو جاؤ۔ میں اس کے پیچھے سوار ہوگیا۔

اس نے مجھ سے دریافت کیا۔ میں تیرے ساتھ بھلا کیا سلوک کروں گا؟

میں نے عرض کی: کسی اچھے سلوک کی تو مجھے توقع نہیں۔

اس نے کہا: کیوں؟

میں نے عرض کی: چونکہ میں نے تمہیں بہت پریشان کیا ہے۔ اور اب اللہ نے تمہیں کامیاب کردیا ہے اور پھر اس وقت میں تمہارے قبضے میں ہوں۔

اس نے کہا: کیا تمہارا خیال ہے کہ میں تیرے ساتھ برا سلوک کروں گا جبکہ تو نے میرے باپ مہلہل کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا ہے اور تم ایک رات اس کے مشروب کے ساتھی بھی رہے ہو؟

جب میں نے اس کے منہ سے مہلہل کا نام سنا' تو میں نے دریافت کیا' کیا تم زید الخیل ہو؟

اس نے کہا: ہاں۔

میں نے عرض کی: تو پھر مجھ پر مہربانی کریں۔

اس نے کہا۔ گھبراؤ نہیں' تجھے کچھ بھی نہیں کہا جائے گا۔

وہ مجھے اپنے ڈیرے پر لے گیا۔ وہاں جاکر اس نے مجھ سے کہا' خدا کی قسم! اگر یہ اونٹ میرے ہوتے تو سبھی تجھے دے دیتا' لیکن یہ میری ایک بہن کی ملکیت ہیں۔ تم میرے پاس چند دن رہو' میں ایک ڈاکہ مارنے والا ہوں' اس میں جو کچھ ہاتھ لگے گا وہ تمہیں دوں گا۔ تین دن بعد اس نے قبیلہ بنو نمیر کے ہاں ڈاکہ ڈالا۔ تقریباً سو اونٹنیاں اس کے ہاتھ آئیں۔ وہ سب مجھے دے دیں اور میرے ساتھ چند آدمی بھی بھیج دیئے تاکہ وہ میری حفاظت کریں یہاں تک کہ میں حیرہ شہر پہنچ گیا۔

○

یہ زید الخیل کی زمانۂ جاہلیت میں سیرت کا ایک پہلو تھا' لیکن دور اسلام میں ان سے متعلق داستان تاریخی کتابوں میں کچھ اس انداز میں تحریر کی گئی ہے۔ جب زید الخیل رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کے متعلق علم ہوا تو ان کے دل میں آپ ﷺ کی دعوت معلوم کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ سواری تیار کی اور اپنی قوم کے سرداروں کو مدینہ منورہ جانے اور نبی ﷺ سے

ملاقات کرنے کی دعوت دی۔ ان کے ساتھ قبیلہ بنو طی میں سے ایک بہت بڑا وفد بھی سفر کے لئے تیار ہو گیا۔ اس وفد میں زر بن سدوس' مالک بن جبیر' عامر بن جوین اور دیگر سردار شامل تھے۔ جب یہ مدینہ پہنچے تو مسجد نبوی ﷺ کا رخ کیا۔ اپنی سواریاں مسجد کے دروازے پر بٹھادیں۔ دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے لوگوں سے خطاب فرما رہے ہیں۔ ان کے دلوں پر آپ ﷺ کی باتوں کا بہت رعب طاری ہو گیا اور مسلمانوں کا آپ ﷺ سے قلبی تعلق اور ادب و احترام دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی ان پر نظر پڑی تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ میں تمہارے لئے اس عزیٰ سے بہتر ہوں جس کی تم پوجا کرتے ہو۔

○

زید الخیل اور ان کے ساتھیوں کے دلوں پر رسول اللہ ﷺ کی گفتگو کا دو طرح کا اثر مرتب ہوا' بعض نے متاثر ہو کر حق کو قبول کر لیا اور بعض نخوت و تکبر کا شکار ہو کر منہ پھیر کر واپس چل دیئے' اس طرح ایک گروہ جنتی بن گیا اور دوسرا جہنمی۔

زر بن سدوس رسول اللہ ﷺ کا خوشگوار و عمدہ موقف نہ سمجھ سکا جسے مؤمن دل اور مدھ بھری آنکھیں اپنے اندر جذب کر لیتی ہیں۔ بلکہ حسد اس کے دل میں سرایت کر گیا اور خوف اس کے دل میں سما گیا۔ پھر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔ آج میں ایک ایسے شخص کو دیکھ رہا ہوں جو تمام اہل عرب کی گردنوں کا مالک بن جائے گا۔ اللہ کی قسم! میں اسے اپنی گردن کا مالک نہیں بننے دوں گا۔ پھر وہ علاقہ شام کی طرف چل پڑا وہاں جا کر اس نے اپنا سر منڈا لیا اور نصرانیت قبول کر لی' لیکن حضرت زید رضی اللہ عنہ اور چند دوسرے ساتھیوں کو کچھ نرالی ہی شان نصیب ہوئی:

جب رسول اللہ ﷺ اپنے خطبہ سے فارغ ہوئے تو جناب زید رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے مجمع میں کھڑے ہوئے' آپ بڑے خوبصورت اور دراز قد تھے' ان کا قد اتنا لمبا تھا کہ جب گھوڑے پہ ہوتے تو پاؤں زمین کو چھوتے۔

مجمع میں کھڑے ہو کر باآواز بلند کہا: یا محمد ﷺ میں اقرار کرتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور آپ ﷺ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ ان کی بات سن کر رسول اللہ

ﷺ متوجہ ہوئے اور فرمایا: آپ کون ہیں؟ عرض کی' میں زید الخیل بن مہلہل ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج سے تم زید الخیر ہو۔ زید الخیل نہیں۔ اللہ کا شکر ہے جو تمہیں میدانی اور پہاڑی علاقوں سے صحیح سالم گذار کر یہاں لے آیا اور تمہارے دل میں اسلام کے لئے رقت پیدا کردی۔

پھر انہیں رسول اللہ ﷺ اپنے گھر لے گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بھی تھی۔ جب گھر پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے ٹیک لگانے کے لئے تکیہ دیا۔ لیکن انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ٹیک لگانا سوئے ادب سمجھتے ہوئے تکیہ واپس کردیا۔ رسول اللہ ﷺ نے کمال شفقت سے پھر انہیں تکیہ دیا' لیکن آپ کو رسول اقدس ﷺ کی موجودگی میں ٹیک لگانے کی جرأت نہ ہوئی۔

جب سب لوگ بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے زید! تیرے علاوہ آج تک میرے سامنے جس شخص کے بھی اوصاف بیان کئے گئے جب وہ سامنے آیا تو وہ مذکورہ اوصاف سے کم نظر آیا۔

پھر ارشاد فرمایا: زید رضی اللہ عنہ '۔ تم میں دو ایسی خصلتیں پائی جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند ہیں۔

عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! وہ دو خصلتیں کون سی ہیں۔

فرمایا: خودداری اور بردباری۔

عرض کی: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے ایسی خصلتیں عطا کیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب ہیں۔

پھر نبی اکرم ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ مجھے تین سو شہسوار مجاہدین دے دیں۔ ان کی دیکھ بھال کی تمام ذمہ داری میری ہوگی۔ میں ان کے ہمراہ بلاد روم پر حملہ کروں گا اور اللہ کے فضل سے انہیں پسپا کر کے دم لوں گا۔

رسول اکرم ﷺ نے ان کی ہمت و جرأت کی داد دیتے ہوئے فرمایا۔ زید' اللہ بھلا کرے' تم کتنے عظیم شخص ہو۔ پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ان کے تمام ساتھیوں

نے اسلام قبول کرلیا۔

جب حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اپنے وطن نجد واپس جانے کا ارادہ کیا' تو نبی علیہ السلام نے الوداع کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ شخص کتنا عظیم ہے؟

اس کی کتنی شان ہوگی۔ کاش! یہ مدینہ کی وباء سے محفوظ رہے۔ ان دنوں مدینہ منورہ میں میعادی بخار کی وباء پھیلی ہوئی تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بھی اس وباء نے دبوچ لیا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا' مجھے قیس کے شہروں سے دور الگ رکھنا' ہمارے درمیان جاہلانہ حماقتوں کی بنا پر جوانمردی و بہادری کے معرکے ہوا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! میں مرتے دم تک کسی مسلمان سے نہیں لڑوں گا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنے وطن نجد کی طرف سفر جاری رکھا۔ اور حالت یہ تھی کہ بخار دن بدن تیز ہوتا جارہا تھا۔ ان کی دلی تمنا تھی کہ اپنی قوم سے ملیں اور اسے اسلام کی دعوت دیں اور پوری قوم ان کے ذریعہ سے اسلام قبول کرلے۔ یہ موت سے آگے بڑھنے کی کوشش کررہے تھے اور موت ان سے آگے بڑھنے کی کوشش کررہی تھی' لیکن موت ان سے سبقت لے گئی۔ راستے میں ہی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ اسلام اور موت میں کوئی ایسا وقفہ نہ ملا کہ جس میں یہ کسی گناہ کا ارتکاب کرسکیں۔

○

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابہ مترجم:	۲۹۴۱
۲۔ الاستیعاب:	۵۶۳/۱
۳۔ الاغانی:	فہرست دیکھئے
۴۔ تهذيب ابن عساكر	فہرست دیکھئے
۵۔ سمط اللآلی	فہرست دیکھئے
۶۔ خزانه الادب البغدادی	۴۴۸/۲
۷۔ ذیل المذیل:	۳۳

۸۔ ثمار القلوب: ۷۸
۹۔ الشعر والشعراء: ۹۵
۱۰۔ حسن الصحابه رضی اللہ عنہم ۲۴۸

عرصۂ دراز تک بڑی نفرت، حقارت، بے رخی و بے اعتنائی میں مبتلا رہنے کے بعد بالآخر 9ہجری میں عرب کا ایک بادشاہ اسلام سے متاثر ہوا۔ ایمان قبول کرنے اور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت اختیار کرنے کا شوق اس کے دل میں سمایا۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ بادشاہ کون تھا؟

یہ جلیل القدر صحابی حضرت عدی رضی اللہ عنہ تھے جن کے والد حاتم طائی کو سخاوت کے سلسلہ میں ضرب المثل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

○

قبیلہ طی نے حاتم طائی کی وفات کے بعد سلطنت کی ذمہ داری ان کے بیٹے جناب عدی رضی اللہ عنہ کو سونپ دی، اور پورے قبیلہ نے اپنی آمدن کا چوتھائی حصہ ان کے لئے مخصوص کردیا اور ان کے حکمران بننے پر خوشی کا اظہار کیا۔ جب رسول اکرم ﷺ نے اعلانیہ طور پر اسلام کی دعوت پیش کی اور عرب جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے، یہ صورت حال دیکھ کر جناب عدی رضی اللہ عنہ نے خطرہ محسوس کیا کہ اگر عام لوگ اسی طرح آپ ﷺ کی دعوت سے متاثر ہوتے رہے تو بالآخر ہماری سلطنت بھی جاتی رہے گی، تو انہوں نے اسلام کی اشاعت کو روکنے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا اور آپ ﷺ سے بغض و عناد کی انتہا کردی۔ آپ ﷺ سے عداوت کا یہ سلسلہ بیس سال تک جاری رہا۔ بالآخر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اسلام قبول کرنے اور ہدایت کی راہ اختیار کرنے کے لئے انہیں انشراح صدر کی عظیم نعمت سے نوازدیا۔

جناب عدی رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کی ناقابل فراموش داستان ہم آپ کو انہی کی زبانی سناتے ہیں' کیونکہ اس داستان گوئی میں وہی اس کا حق ادا کر سکتے ہیں۔

جناب عدی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

جب میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا تو میرے دل میں اس قدر نفرت پیدا ہوئی کہ شاید ہی کسی عرب باشندے دل میں اس جیسی نفرت پیدا ہوئی ہو۔ میں اپنے علاقے اور قوم کا ایک باوقار اور معزز فرد تھا اور عقیدۃً نصرانی تھا' اور دوسرے عرب بادشاہوں کی طرح میں بھی اپنی رعایا سے ان کے مال کا چوتھائی حصہ وصول کرتا۔

پہلے مرحلہ پر تو میں نے نفرت اور حقارت کی بنا پر کوئی پروانہ کی' لیکن جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و شوکت میں اضافہ ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کو سرزمین عرب میں چہار سو فتوحات حاصل ہونے لگیں' تو پھر میں نے اپنے دل میں خطرہ محسوس کیا اور اونٹ چرانے والے اپنے غلام سے کہا: آج کے بعد چاق و چوبند اور طاقتور اونٹنیاں ہر دم میرے لئے تیار رکھو' اور ایسی سدھائی ہوئی ہوں کہ سفر میں کوئی تکلیف محسوس نہ ہو۔ ایک دن صبح سویرے میرا یہی غلام دوڑتا ہوا میرے پاس آیا اور کہنے لگا میرے آقا:

اگر لشکر اسلام آپ کے علاقہ پر یلغار کردے تو پھر آپ کیا کریں گے؟

میں نے گھبراہٹ میں اس سے دریافت کیا کیا بات ہے؟

اس نے کہا۔ میں نے آج گھروں میں جھنڈے لہراتے دیکھے ہیں۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ آج لشکر اسلام نے ہمارے علاقہ پر یلغار کردی ہے اور متعدد گھروں پہ قبضہ کرلیا ہے۔ میں نے اپنی گرفتاری کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے اسے کہا۔ جلدی سے وہ اونٹنیاں میرے پاس لاؤ جن کے تیار رکھنے کا میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ اسی وقت وہ اونٹنیاں میرے پاس لائی گئیں اور میں اپنے اہل خانہ کو ان پر سوار کرکے ملک شام کی طرف روانہ ہوگیا تاکہ میں اپنے ہم مذہب نصرانیت کے علمبردار لوگوں کے پاس سکونت اختیار کرسکوں۔ ہوا یہ کہ میں اس جلد بازی اور گھبراہٹ میں اپنے تمام خاندان کو اس سفر میں ہمراہ نہ لے سکا' لیکن جب میں خطرناک اور کٹھن راستوں سے گزرا تو بعض افراد راستے ہی میں ہلاک ہوگئے۔

اس افراتفری میں میری ہمشیرہ نجد میں ہی رہ گئی۔ اس کو اپنے ساتھ نہ لا سکا' جس کا مجھے بہت زیادہ دلی صدمہ تھا' لیکن اب میرے لئے واپس لوٹنے کی بھی کوئی صورت نہ تھی۔ اسی غم میں غلطاں و پریشاں کٹھن راستوں سے گزرتا ہوا شام پہنچ گیا۔ اور وہاں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ یہاں نصرانیت کا غلبہ دیکھ کر مجھے دلی مسرت حاصل ہوئی لیکن اپنی ہمشیرہ کی جدائی اور اسے پیش آنے والے خطرات کا صدمہ مسلسل دامن گیر رہا۔

○

مجھے یہ اطلاع ملی کہ میرے وہاں سے کوچ کر آنے کے بعد لشکر اسلام نے ہمارے گھروں پر حملہ کیا اور وہ پورے علاقہ کو فتح کرنے کے بعد میری بہن کو دیگر قیدیوں کے ساتھ گرفتار کرکے یثرب لے گئے ہیں اور انہیں مسجد کے ایک دروازے کے ساتھ ملحقہ حوالات میں بند کردیا گیا ہے۔

مجھے یہ اطلاع ملی کہ نبی علیہ السلام ایک روز حوالات کے پاس سے گزرے تو میری بہن پکار اٹھی: یارسول اللہ ﷺ! میرا باپ فوت ہو چکا ہے اور میرا نگران آنکھوں سے اوجھل ہے۔ مجھ بیچاری پر احسان کیجئے اللہ آپ ﷺ پر احسان کرے گا۔

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: تیرا نگران کون ہے؟

اس نے بتایا: میرا بھائی عدی بن حاتم طائی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ سے راہ فرار اختیار کرچکا ہے۔ پھر آپ ﷺ چل دیئے اور میری بہن کو اسی حالت میں رہنے دیا' جب دوسرا دن ہوا تو میری بہن نے چھٹکارے کے لئے دوبارہ اپنی معروضات پیش کیں۔ تو آپ ﷺ نے اسے حسب سابق جواب دیا: جب تیسرے دن آپ ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا تو میری بہن مایوسی کی وجہ سے خاموش تھی۔ تو پیچھے سے ایک شخص نے اشارہ کیا کہ آج رحمت دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں اپنی معروضات پیش کرو تو بہن کو حوصلہ ہوا اور اٹھ کر یہ عرض پیش کی۔

یارسول اللہ ﷺ' والد فوت ہوگیا ہے اور نگران آنکھوں سے اوجھل ہے۔ مجھ پہ احسان کریں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر احسان کرے گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: آج سے تو آزاد ہے۔ تو اس نے عرض کی: میں سر زمین شام میں مقیم اپنے خاندان کے پاس جانا چاہتی ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جلد بازی سے کام نہ لو۔ جب تک تجھے اپنی قوم کا کوئی ایسا قابل اعتماد شخص نہ ملے جو تجھے ملک شام پہنچانے کی ذمہ داری قبول کرے' اس وقت تک یہ سفر اختیار نہ کرنا۔ اور جب کوئی ایسا شخص مل جائے تو مجھے بتانا۔ اس کے بعد رسول اکرم ﷺ تشریف لے گئے۔ تو بہن نے اس شخص کے متعلق دریافت کیا۔ جس نے آج اسے بات کرنے کا حوصلہ دلایا تھا تو اسے بتایا گیا' یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر وہ کچھ عرصہ وہیں مقیم رہی۔ چند دنوں کے بعد مدینہ منورہ میں ایک قافلہ آیا جس میں ایک مسافر ہمارے قبیلہ کا بھی تھا۔ اسے دیکھ کر میری بہن بہت خوش ہوئی اور اسی وقت رحمت دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی' یارسول اللہ ﷺ! آج مدینہ میں ایک قافلہ آیا ہے جس میں ہمارے قبیلے کا ایک بااعتماد شخص بھی ہے۔ وہ مجھے بحفاظت ملک شام میں اپنے خاندان تک پہنچا دے گا۔ از راہ کرم مجھے اجازت دیجئے۔ تو آپ ﷺ نے اسے لباس' اونٹنی اور زاد راہ دے کر اس قافلہ کے ساتھ روانہ کردیا۔ جناب عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اس کے بعد ہمیں وقتاً فوقتاً ہمشیرہ کے متعلق مختلف خبریں پہنچتی رہیں' اور ہم شدت سے اس کی آمد کا انتظار کرنے لگے' لیکن ہمیں رسول اقدس ﷺ کی جانب سے ہمشیرہ کے ساتھ حسن سلوک کی جو خبریں پہنچ رہی تھیں' دل انہیں تسلیم نہیں کرتا تھا' کیونکہ مجھے اس بات کا احساس تھا کہ میں نے اپنے دور حکومت میں آپ ﷺ کے ساتھ کوئی اچھا برتاؤ نہیں کیا تھا۔

بخدا' ایک روز میں اپنے اہل خانہ میں بیٹھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت اونٹنی پر بیٹھی آہستہ آہستہ ہماری طرف آرہی ہے۔ میں پکار اٹھا یہ تو حاتم کی بیٹی معلوم ہوتی ہے اور حقیقت میں بھی وہی تھی۔ جب وہ ہمارے پاس پہنچی تو غصے سے مجھ پر برس پڑی اور مجھے لاپروا' ظالم اور بے وفا قرار دیتے ہوئے کہنے لگی۔ کیا تجھے شرم نہ آئی کہ اپنے بیوی بچوں کو تو ساتھ لے آیا' اور اپنے باپ کی آبرو' اپنی عزت کو وہیں چھوڑ آیا۔ تیرے لئے

ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

میں نے کہا، بہن ناراض نہ ہوں۔ اپنی زبان سے خیر کے کلمات نکالیں، بیٹھیں کچھ آرام تو کرلیں، آپ تھکی ہوئی ہیں۔ میں مسلسل اسے نرم لہجے میں راضی کرنے کے لئے کوشاں رہا۔ بالآخر وہ راضی ہوگئی اور پھر اس نے اپنی پوری داستان مجھے سنائی۔ یہ واقعات بالکل اس کے مطابق تھے جو مختلف ذرائع سے مجھے معلوم ہو چکے تھے۔ وہ بڑی دانشمند، زیرک اور محتاط عورت تھی۔ میں نے اس سے رسول اکرم ﷺ کے متعلق دریافت کیا، اور آپ ﷺ کے بارے میں اس کی رائے معلوم کی۔

اس نے مجھے کہا! بھائی جان! فوراً ان سے ملاقات کریں۔ اگر وہ نبی ہیں تو یقیناً ملاقات میں سبقت کرنے پر آپ کو درجہ ملے گا۔ اگر وہ بادشاہ ہیں تو ان کی بارگاہ میں آپ کو رسوا نہیں کیا جائے گا۔

○

جناب عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رخت سفر باندھا اور رسول اکرم ﷺ سے ملاقات کے لئے بغیر کوئی ضمانت حاصل کئے مدینہ منورہ کی طرف چل پڑا۔ البتہ مجھے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ رسول اکرم ﷺ کی دلی خواہش ہے کہ میں کسی طرح آپ ﷺ کے زیر اثر آجاؤں۔ میں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کون ہو؟ میں نے عرض کی، عدی بن حاتم۔ آپ ﷺ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ میرا ہاتھ پکڑا اور گھر کی طرف چل دیئے۔ اس دوران میں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا کہ ایک نحیف، لاچار بڑھیا نے آپ ﷺ کا راستہ روک لیا۔ اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا بچہ بھی تھا۔ اس نے اپنی کوئی ضرورت آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی جسے آپ ﷺ نے اسی وقت پورا کردیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ بخدا یہ بادشاہ نہیں ہے۔ پھر آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور آگے چل دیئے۔ یہاں تک کہ ہم گھر پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے ایک تکیہ مجھے دیا کہ اس پر بیٹھ جاؤ۔ میں شرمایا اور عرض کی۔ حضور آپ ﷺ ہی اس پر بیٹھیں، لیکن آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ تجھی کو اس پر بیٹھنا ہوگا۔ میں آپ ﷺ کا حکم مانتے ہوئے

اس پر بیٹھ گیا اور خود نبی اکرم ﷺ زمین پر بیٹھ گئے' کیونکہ گھر میں اس کے علاوہ کوئی بھی اور چیز نہ تھی۔ میں نے اپنے دل میں کہا' اللہ کی قسم! یہ کسی بادشاہ کی عادت نہیں ہوسکتی۔ پھر آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم نصرانیت اور لادینیت کے مابین مذبذب تو نہیں؟ میں نے عرض کی بالکل آپ کا ارشاد درست ہے۔

○

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اپنی قوم کے مال و دولت میں سے چوتھائی حصہ نہیں لیتے جوکہ خود تیرے دین کی روشنی میں تیرے لئے حلال نہیں ہے۔ میں نے کہا۔ بالکل' آپ ﷺ نے درست فرمایا۔ اور مجھے اس بات کا یقین حاصل ہوگیا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ﷺ ہیں۔

پھر آپ ﷺ مجھ سے مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا: عدی رضی اللہ عنہ ! شاید تجھے دین اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کی موجودہ حالت زار اور غربت و مفلسی روک رہی ہو۔ اللہ کی قسم! عنقریب ایک دن ایسا آئے گا کہ مسلمانوں میں مال اتنا وافر ہوجائے گا کہ کوئی شخص تمہیں صدقہ قبول کرنے والا نہیں ملے گا۔

اے عدی رضی اللہ عنہ ! شاید تجھے اس دین کو قبول کرنے سے مسلمانوں کی قلت اور دشمنوں کی کثرت کا احساس روک رہا ہو۔ اللہ کی قسم! تم عنقریب سنو گے کہ پورے خطۂ عرب میں اسلامی پرچم لہرائے گا اور ہرسو امن کا ایسا ماحول ہوگا کہ ایک عورت تنہا اپنی سواری پر قادسیہ سے روانہ ہوگی اور اور بے خطر سفر کرتی ہوئی مدینہ منورہ پہنچے گی۔ دوران سفر اللہ تعالیٰ کے سوا اسکے دل میں کسی کا ڈر نہ ہوگا۔

اے عدی رضی اللہ عنہ ! شاید تجھے اس دین کو قبول کرنے سے یہ احساس روک رہا ہو کہ آج حکومت و سلطنت غیر مسلموں کے قبضہ میں ہے۔ اللہ کی قسم! تم عنقریب یہ خبر سنو گے کہ سرزمین بابل کے سفید محلات کو مسلمانوں نے فتح کرلیا ہے اور کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے۔ میں نے تعجب سے دریافت کیا کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں پر مسلمانوں کا قبضہ؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں' مسلمان کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں پر قابض ہوجائیں

گے۔

جناب عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ باتیں سن کر میں بہت زیادہ متاثر ہوا اور کلمۂ شہادت پڑھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوگیا۔

○

حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے طویل عمر پائی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ دو نشانیاں تو پوری ہوچکی ہیں تیسری ابھی باقی ہے۔ اللہ کی قسم! وہ بھی پوری ہو کر رہے گی۔ میں نے بچشم خود دیکھا کہ ایک عورت تنہا اپنی سواری پر قادسیہ سے چلی اور بلا خوف و خطر سفر کرتی ہوئی مدینہ طیبہ تک پہنچ گئی اور میں اس لشکر میں بذات خود موجود تھا جس نے کسریٰ کے خزانوں کو اپنے قبضہ میں لیا اور میں حلفیہ طور پر کہتا ہوں کہ تیسری نشانی بھی یقیناً پوری ہو کر رہے گی۔

○

اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو سچ کر دکھایا۔

تیسری نشانی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں پوری ہوئی۔ مسلمانوں کے پاس مال و دولت کی اس قدر فراوانی ہوگئی تھی کہ زکوٰۃ لینے والا کوئی محتاج و مفلس نہیں ملتا تھا۔

بلاشبہ رسول اقدس ﷺ نے سچ فرمایا اور جناب عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ کی قسم بھی پوری ہوگئی۔

○

حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابہ (طبع السعادۃ)	۴/۲۲۸۔۹۲۲
۲۔ الاستیعاب	۲/۵۰۲۔۵۰۳
۳۔ اسد الغابۃ	۳/۳۹۲۔۳۹۴
۴۔ تہذیب التہذیب	۷/۱۶۶۔۱۶۷

۵۔ تقریب التهذیب ۱۶/۲
۶۔ خلاصته تذهیب تهذیب الکمال ۲۶۳۔۲۶۴
۷۔ تجرید اسماء الصحابة ۴۰۵/۱
۸۔ الجمع بین رجال الصحیحین ۳۹۸/۱
۹۔ العبر ۷۴/۱
۱۰۔ التاریخ الکبیر ۴۳/۴
۱۱۔ تاریخ الاسلام للذهبی ۴۶/۳۔۴۸
۱۲۔ شذرات الذهب ۷۴/۱
۱۳۔ المعارف ۱۳۶
۱۴۔ المعرون ۴۶

ودان نامی بستی میں قبیلہ غفار رہائش پذیر تھا اور اس بستی کو بہت زیادہ اہمیت حاصل تھی' اس لئے کہ عرب تاجروں کے قافلے شام یا دیگر ممالک کو جاتے ہوئے یہیں سے گزرتے تھے۔ قبیلہ غفار کی معیشت کا دار و مدار بھی اسی آمدن پر تھا جو عرب تاجروں کے یہاں قیام کے وقت انہیں حاصل ہوتی تھی۔ اگر تاجر یہاں خرچ کرنے سے گریز کرتے تو قبیلہ غفار کے لوگ لوٹ مار شروع کر دیتے۔ جو چیز بھی ان کے ہاتھ لگتی اسے اپنے قبضہ میں کر لیتے۔ جندب بن جنادہ کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا جن کی کنیت ابو ذر تھی۔ انہیں جرأت' دانش مندی اور دور اندیشی میں ایک ممتاز مقام حاصل تھا' انہیں شروع سے ہی ان بتوں سے دلی نفرت تھی جنہیں ان کی قوم پوجا کرتی تھی۔ انہیں اس بات کا بھی شدت سے احساس تھا کہ عرب اس وقت عقیدہ کی خرابی اور دینی فساد کی خطرناک بیماری میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ یہ ایک ایسے نئے نبی ﷺ کے ظہور کے منتظر تھے جو لوگوں میں شعور پیدا کرے۔ انہیں حوصلہ دے اور پھر انہیں گمراہی کی اتھاہ تاریکیوں سے نکال کر ایمان اور علم و ہدایت کی روشنی کی طرف لائے۔

○

جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا کہ مکہ معظمہ میں نئے نبی علیہ السلام کا ظہور ہو چکا ہے' تو انہوں اپنے بھائی انیس سے کہا: آپ ابھی مکہ معظمہ جائیں' سنا ہے وہاں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ آسمان سے اس پر وحی بھی نازل ہوتی ہے۔ وہاں جا کر غور سے ان تمام حالات کا جائزہ لینا جو اس وقت وہاں رونما

ہو چکے ہیں' بالخصوص یہ پتا کرنا کہ ان کی اصلی دعوت کیا ہے؟

اپنے بھائی کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جناب انیس مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس ﷺ میں حاضری دی۔ آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے' غور سے آپ ﷺ کی باتیں سنیں اور وہاں کے حالات کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد واپس لوٹ آئے۔ جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بڑی شفقت و محبت سے انہیں خوش آمدید کہا اور بڑے اشتیاق سے نبی ﷺ کے متعلق سوالات شروع کر دیئے۔

تو جناب انیس رضی اللہ عنہ نے بتایا:

اللہ کی قسم! میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ وہ تو لوگوں کو اچھے اخلاق کی طرف دعوت دیتے ہیں اور آپ ﷺ کی گفتگو ایسی پر تاثیر ہوتی ہے کہ سننے والا وجد میں آجاتا ہے اور متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ ﷺ کی گفتگو انتہائی مربوط ہوتی ہے' لیکن اس پر شعر گوئی کا اطلاق بھی نہیں کیا جاسکتا۔ جناب ابوذ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی سے دریافت کیا کہ نئے نبی ﷺ کے متعلق لوگوں کی کیا رائے ہے؟

تو انہوں نے بتایا: عام لوگ انہیں جادوگر' نجومی اور شاعر سمجھتے ہیں۔

یہ باتیں سن کر جناب ابو ذر فرمانے لگے: پیارے بھائی: آپ کے بیان سے دل کو تشفی نہیں ہوئی۔ اب آپ میرے اہل و عیال کا خیال رکھیں۔ اب میں خود صحیح صورت حال کا جائزہ لینے وہاں جاتا ہوں۔ جناب انیس رضی اللہ عنہ نے کہا ضرور جایئے' آپ کے بعد میں اہل خانہ کا خیال رکھوں گا' لیکن اہالیان مکہ سے ذرا محتاط رہنا۔

○

جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے زاد راہ اور پانی کا ایک چھوٹا سا مشکیزہ اپنے ہمراہ لیا اور دوسرے ہی دن نبی ﷺ کی زیارت کے لئے مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔

○

جناب ابوذر رضی اللہ عنہ پیدل مسافت طے کرتے ہوئے مکہ معظمہ تو پہنچ گئے' لیکن وہ قریش مکہ سے خوفزدہ تھے' اس لئے کہ انہیں پہلے سے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ جو بھی حضرت محمد ﷺ میں دلچسپی لیتا ہے' قریش اس کے جانی دشمن بن جاتے ہیں۔ انہوں نے

سوچا کہ اب کیا کیا جائے؟ میں تو یہاں کسی کو جانتا نہیں! اگر کسی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا تو ممکن ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہو! اور وہ میرے لئے نقصان دہ ثابت ہو۔

○

دن بھر انہیں خیالات میں غلطاں و پریشاں رہے۔ رات ہوئی تو وہیں مسجد میں لیٹ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ان پر نظر پڑی تو سوچا کہ یہ تو کوئی اجنبی مسافر معلوم ہوتا ہے۔ ان کے پاس آئے' گھر چلنے کی دعوت دی تو آپ رضا مند ہوگئے۔ گھر میں ان کی خوب خاطر تواضع کی' لیکن مکہ معظمہ میں آمد کا سبب دریافت کرنے سے عمداً گریز کیا۔ جناب ابو ذر رضی اللہ عنہ نے بڑے آرام سے وہاں رات بسر کی۔ صبح ہوئی تو اپنا سامان لے کر مسجد میں تشریف لے آئے' دوسرا دن بھی یونہی گزار دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ رات ہوئی تو مسجد میں ہی لیٹ گئے۔ دوسری رات پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں مسجد میں لیٹے ہوئے دیکھا تو خیال کیا کہ اس مسافر کو آج بھی اپنی منزل نہیں ملی۔ اسے پھر اپنے ہمراہ گھر لے آئے۔ دوسری رات بھی خوب ان کی مہمان نوازی کی لیکن مکہ معظمہ میں آمد کی وجہ پوچھنے سے گریز کیا۔ جب تیسری رات ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مہمان سے پوچھا' کیا آپ مجھے یہ بتاسکتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں آمد کا مقصد کیا ہے؟ تو جناب ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: کہ اگر آپ میرے ساتھ وعدہ کریں کہ آپ میری صحیح راہنمائی کریں گے' تو میں آپ کو اپنے دل کی بات بتائے دیتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے وعدہ کرلیا' تو انہوں نے بیان کیا: میں دور دراز سفر طے کرکے یہاں محض اس لئے آیا ہوں کہ اس عظیم ہستی کی زیارت کروں جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے کانوں سے ان کی باتیں سنوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب ان کی یہ بات سنی تو خوشی سے ان کا چہرہ دمک اٹھا اور فرمایا: اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تفصیلی معلومات فراہم کیں۔ پھر رازدارانہ انداز میں ارشاد فرمایا' کہ کل صبح آپ میرے پیچھے پیچھے چلتے آئیں۔ اگر میں نے راستہ میں کسی مقام پر کوئی خطرہ محسوس کیا تو رک جاؤں گا' لیکن آپ آہستہ آہستہ چلتے رہیں۔ جب میں کسی گھر میں داخل ہوجاؤں تو آپ بھی بے

دھڑک میرے پیچھے اندر آجائیں۔

○

دوسرے دن صبح کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے مہمان کو ہمراہ لے کر رسول کریم ﷺ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے ہولئے۔ نہایت احتیاط کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھے۔ بالآخر رسول معظم ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچ گئے۔ جناب ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھتے ہی کہا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ

آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا:

وَعَلَيْكَ سَلَامُ اللهِ وَرَحْمَتُهٗ وَبَرَكَاتُهٗ

تاریخ اسلام میں جناب ابوذر رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے یہ شرف حاصل ہوا کہ انہوں نے مذکورہ الفاظ میں رسول اقدس ﷺ کو سلام کیا اور سلام کا یہی انداز مسلمانوں میں رائج ہوگیا۔

○

رسول اکرم ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور قرآن مجید سنایا۔ اسی مجلس میں انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ یہ چوتھے یا پانچویں صحابی ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں پہل کی۔

دیگر واقعات مختصر انداز میں اب انہیں کی زبانی بیان کئے جاتے ہیں۔

جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ہی رہا۔ آپ ﷺ نے مجھے اسلام کے بنیادی مسائل اچھی طرح سمجھادیئے اور قرآن مجید کے بعض اجزاء کی بھی میں نے آپ ﷺ سے تعلیم حاصل کرلی۔ آپ ﷺ نے محبت بھرے انداز میں مجھے یہ تلقین کی کہ "ابھی یہاں اپنے مسلمان ہونے کا کسی کو نہ بتانا' مجھے اندیشہ ہے کہ اگر کسی کو پتہ چل گیا کہ آپ مسلمان ہوگئے ہیں' تو کہیں آپ کو اس جرم کی پاداش میں قتل نہ کردیں"

میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ اس ذات کی قسم' جس کے قبضہ میں میری جان ہے' مکہ سے روانگی سے قبل ایک مرتبہ ضرور قریش کے روبرو کلمۂ حق بیان کرنے کو جی چاہتا ہے۔ آپ ﷺ میرے جذبات دیکھ کر خاموش ہو گئے۔

ایک روز میں مسجد میں گیا' دیکھا کہ قریش آپس میں بیٹھے گفتگو کر رہے ہیں۔ چپکے سے ان کے درمیان میں جاکر کھڑا ہو گیا اور اچانک باآواز بلند کہا: اے خاندان قریش! میں صدق دل سے اقرار کرتا ہوں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

ابھی میرے یہ کلمات ان کے کانوں کو ٹکرائے ہی تھے کہ وہ بھڑک اٹھے اور مجھے بے دریغ مارنا شروع کر دیا' قریب تھا کہ میری موت واقع ہو جاتی' اتنے میں نبی ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ میری حمایت میں اٹھے' اور ان کے درمیان حائل ہو کر کہنے لگے:

عقل کے اندھو' کیا تباہی تمہارا مقدر بن چکی ہے؟ کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو' جو قبیلہ غفار سے تعلق رکھتا ہے۔ جب مجھے ہوش آئی تو زخموں سے نڈھال رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ میری ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ کیا میں نے تجھے ابھی اسلام کا اعلان کرنے سے روکا نہیں تھا؟

میں نے عرض کی۔ حضور آپ ﷺ نے یقیناً مجھے روکا تھا' لیکن میری دلی تمنا تھی کہ مشرکین کے نرغے میں ایک مرتبہ اسلام کا اعلان کروں۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ اب آپ اپنی قوم کے پاس چلے جائیں۔ یہاں جو آپ نے سنا اور دیکھا انہیں جاکر بتائیں۔ انہیں اسلام کی دعوت دیں۔ شاید آپ کے ذریعہ انہیں فائدہ ہو' ان کی کایا پلٹ جائے اور آپ کو عنداللہ اجر و ثواب حاصل ہو۔

جب آپ کو یہ خبر ملے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے غلبہ حاصل ہو چکا ہے تو سیدھے میرے پاس چلے آنا۔ جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی قوم کے پاس آ گیا۔ جب میں اپنی بستی میں پہنچا تو سب سے پہلے مجھے میرا بھائی ملا! اس نے پوچھا کہ یہ سفر کیسا رہا اور اس میں کیا کچھ حاصل کیا؟

میں نے اسے بتایا عزیز بھائی میں تو مسلمان ہوچکا ہوں۔ رسول اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ سے اسلام کی بنیادی تعلیمات حاصل کیں' آپ ﷺ کی رسالت کو تسلیم کیا۔ میری باتوں سے متاثر ہوکر میرا بھائی بھی مسلمان ہوگیا اور کہنے لگا۔ بھائی جان میں آپ کا دین اختیار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہم دونوں اپنی والدہ کے پاس آئے اور ان کی خدمت میں اسلام کی دعوت پیش کی۔ تو وہ بھی فوراً اسلام کی خوبیوں سے متاثر ہوکر فرمانے لگیں بیٹا' اب میں تمہارے دین سے بے نیاز نہیں رہ سکتی۔ وہ بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئیں۔ اسی روز سے یہ مؤمن گھرانہ قبیلہ غفار کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے میں ہمہ تن مصروف ہوگیا۔ ان کی دعوت سے متاثر ہوکر قبیلہ کے بہت سے افراد دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے۔ اور باقاعدہ یہاں نماز کا نظام قائم کردیا گیا۔

چند افراد نے یہ کہا کہ ہم اس وقت تک اپنے آبائی دین پر قائم رہیں گے جب تک رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف نہیں لے جاتے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے وہ سب مسلمان ہوگئے۔

نبی ﷺ نے یہ دعا کی: قبیلہ غفار کی اللہ تعالیٰ مغفرت کرے اور قبیلہ بنو اسلم کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے۔

○

جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنی بستی میں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ بدر' اُحد اور خندق کے غزوات رونما ہوئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور یہاں رسول اکرم ﷺ ہی کے ہوکر رہ گئے۔ ہمہ وقت آپ ﷺ کی خدمت میں مصروف رہنے لگے۔ کس قدر خوش نصیبی ہے۔ یہ سعادت وافر مقدار میں آپ کے حصہ میں آئی۔ رسول اکرم ﷺ بھی ہر معاملہ میں آپ کو ترجیح دیتے۔ آپ کے ساتھ شفقت سے پیش آتے۔ وقت ملاقات مصافحہ کرتے اور خوشی کا اظہار کرتے۔

○

جب رسول اکرم ﷺ اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے' تو جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بے چین رہنے لگے۔ چونکہ مدینہ طیبہ آقا کے وجود اقدس سے خالی اور آپ ﷺ کی

مبارک مجالس کی روشنی سے محروم ہوچکا تھا' لہٰذا آپ وہاں سے ملک شام کی طرف کوچ کرگئے۔ خلافت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما میں وہیں مقیم رہے' لیکن خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں دمشق کی طرف کوچ کرگئے۔ وہاں مسلمانوں کی یہ حالت زار دیکھی کہ وہ دنیاوی جاہ و جلال کے دلدادہ ہوچکے ہیں۔ مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر آپ بہت پریشان ہوئے۔ بالآخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں مدینہ منورہ بلالیا۔ تو آپ وہاں تشریف لے آئے۔ یہاں آکر دیکھا کہ لوگ دنیا کی طرف پوری طرح راغب ہوچکے ہیں' تو بہت زیادہ کبیدہ خاطر ہوئے اور بڑی سختی سے لوگوں پر تنقید شروع کردی جس سے عام لوگ بہت تنگ آگئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں ربذہ بستی میں منتقل ہوجانے کا حکم دے دیا۔ یہ مدینہ منورہ کے نزدیک ہی ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ آپ لوگوں سے الگ تھلگ ہوکر اس بستی میں زندگی کے دن پورے کرنے لگے۔ یہاں آپ نے دنیا سے بالکل بے نیاز رسول اکرم ﷺ اور صاحبین رضی اللہ عنہما کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی۔

○

ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک شخص آپ کے گھر میں داخل ہوا۔ چاروں طرف نظر دوڑائی تو گھر میں کوئی سامان دکھائی نہ دیا۔ اس نے تعجب سے پوچھا' اے ابوذر رضی اللہ عنہ آپ کا سامان کہاں ہے؟

فرمایا' ہمارا ایک دوسری جگہ گھر ہے۔ اچھا سامان ہم وہاں بھیج دیتے ہیں۔ وہ شخص آپ کی مراد سمجھ گیا اور کہنے لگا۔ اے ابوذر رضی اللہ عنہ ! جب تک آپ اس گھر میں ہیں یہاں رہنے کے لئے بھی تو کچھ سامان آپ کے پاس ہونا چاہیئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ گھر کا اصل مالک ہمیں یہاں رہنے نہیں دے گا۔

○

ایک مرتبہ شام کے گورنر نے تین سو دینار آپ کے پاس بھیجے اور یہ پیغام دیا کہ یہ رقم آپ اپنی کسی ضرورت میں استعمال کرلیں۔ آپ نے بڑی بے نیازی سے دینار واپس کردیئے اور فرمایا کیا اسے اپنے علاقہ میں مجھ سے زیادہ کوئی مفلوک الحال نظر نہیں آیا۔

○

آسمان زہد و تقویٰ کا یہ درخشندہ ستارہ 32ھ ہجری کو ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ آپ کی تعریف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تاریخ کے اوراق کی زینت بن گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ارض و سماء نے آج تک ابو ذر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی صادق دل نہ دیکھا ہو گا"

○

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

۱۔ الاصابة (مطبوعہ السعادة)	۳/۶۰۔۶۳
۲۔ الاستیعاب (مطبوعہ حیدر آباد)	۲/۶۴۵۔۶۴۶
۳۔ تهذيب التهذيب	۲/۴۲۰
۴۔ تجريد اسماء الصحابة	۲/۱۷۵
۵۔ تذكرة الحفاظ	۱/۱۵۔۱۶
۶۔ حلية الاولياء	۱/۲۳۸۔۲۵۴
۷۔ صفة الصفوة	۱/۲۳۸۔۲۴۵
۸۔ طبقات الشعرانی	۳۲
۹۔ المعارف	۱۱۰۔۱۱۱

کاروان صحابہ رضی اللہ عنہم میں وہ کون خوش نصیب و عظیم صحابی ہے جس کی وجہ سے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سات آسمانوں کے بھی اوپر سے متنبہ کردیا گیا؟

وہ کون ہے جس کی شان میں جبریل امین علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ یہ عظیم المرتبت شخصیت حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کی ہے جنہیں مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اعزاز حاصل ہے۔

○

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ مکی اور قریشی ہیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رشتہ دار بھی ہیں' وہ اس طرح کہ آپ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ماموں زاد بھائی تھے۔ ان کے باپ کا نام قیس بن زید تھا اور ماں کا نام عاتکہ بنت عبداللہ اور انہیں ام مکتوم کے نام سے اس لئے پکارا جاتا کہ ان کے ہاں حضرت عبداللہ بن مکتوم یعنی نابینا پیدا ہوئے تھے۔

○

حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ نے دل کی آنکھوں سے وادی مکہ معظمہ میں اسلام کی نوارنی کرنوں کا مشاہدہ کیا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اسلام کے لئے ان کے سینہ میں انشراح پیدا کردیا۔ آپ بھی ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت حاصل کی۔

تحریک اسلامی کے ابتدائی دور میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جن مشکلات سے دو چار ہونا

پڑا' جناب عبداللہ بن ام مکتوم نے بھی خندہ پیشانی سے ان مشکلات کا سامنا کیا۔ آزمائش کے اس نازک وقت میں آپ کے پائے استقلال میں کوئی لغزش پیدا نہ ہوئی اور نہ ہی آپ کی جرأت ایمانی میں کوئی اضمحلال پیدا ہوا' بلکہ اس ابتلاء کی بھٹی سے کندن بن کر نکلے۔ کتاب الٰہی' دین اسلام اور رسول مقبول علیہ السلام کے ساتھ محبت میں دو قدم اور آگے بڑھ گئے۔

○

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہتے ہوئے قرآن حکیم کو حفظ کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے فرصت کے ہر لمحہ کو غنیمت جانتے ہوئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل سے علم و حکمت کے گرانقدر جواہر پارے اپنے دامن میں سمیٹنے کی بھرپور کوشش کی۔ ان دنوں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی تمنا تھی کہ کسی طرح سرداران قریش حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں۔

ایک روز عتبہ بن ربیعہ' عمرو بن ہشام' امیہ بن خلف' ولید بن مغیرہ' رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور دل میں یہی شوق و جذبہ موجزن تھا کہ یہ لوگ دعوت اسلامی قبول کرلیں تاکہ میرے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم ان کی اذیتوں سے بچ جائیں۔

○

محفل جمی ہوئی تھی' وہ ہمہ تن گوش اسلام کا پیغام سن رہے تھے' اسی دوران حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے۔ آتے ہی رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی ایک آیت کا مفہوم دریافت کرنے لگے۔ یہ انداز دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبیدہ خاطر ہوئے' ماتھے پر تیوری چڑھائی اور انہیں نظر انداز کرتے ہوئے سرداران قریش کی طرف ہی پوری طرح متوجہ رہے۔ دل میں یہی لگن تھی کہ یہ اسلام قبول کرلیں' دین اسلام کو غلبہ حاصل ہو اور دعوت اسلامی پروان چڑھے۔

جب محفل برخاست ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی گھر جانے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰیۤ ○ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ○ وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰۤی ○ اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی ○ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ○ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ○ وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰی ○ وَ اَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی ○ وَهُوَ یَخْشٰی ○ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ○ كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ○ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ○ فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ○ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ○ بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ○ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ○

"ترش رو ہوا اور بے رخی برتی اس بات پر کہ وہ نابینا اس کے پاس آ گیا۔ تمہیں کیا خبر شاید وہ سدھر جائے یا نصیحت پر دھیان دے اور نصیحت کرنا اس کے لئے نفع ہو جو شخص بے پروائی برتتا ہے' اس کی طرف تو تم توجہ کرتے ہو حالانکہ اگر وہ نہ سدھرے تو تم پر اس کی کیا ذمہ داری ہے؟ اور جو خود تمہارے پاس دوڑ آتا ہے اور وہ ڈر رہا ہوتا ہے' اس سے تم بے رخی برتتے ہو' ہرگز نہیں' یہ تو ایک نصیحت ہے جس کا جی چاہے اسے قبول کرے۔ یہ ایسے صحیفوں میں درج ہے جو مکرم ہیں' بلند مرتبہ ہیں' پاکیزہ ہیں۔ معزز اور نیک کاتبوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں۔"

یہ سولہ آیات حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئیں جو آج تک پڑھی جاتی ہیں اور قیامت تک پڑھی جائیں گی۔

○

یہ وحی نازل ہوتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی محبت گھر کر گئی۔ اس کے بعد ہر محفل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا خاص خیال رکھتے۔ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عزت کرتے' اپنے قریب بٹھاتے' خیریت دریافت کرتے اور اگر انہیں کوئی ضرورت ہوتی تو اسے فوراً پورا کرتے۔

○

جب قریش نے اہل ایمان کو شدید اذیتیں دینا شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ پہلے مرحلے پر جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہجرت کی ان میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت عبداللہ بن

ام مکتوم اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینا شروع کی اور دین اسلام کی دعوت پھیلانے میں ہمہ تن مصروف ہوگئے اور ان کی دعوت سے متاثر ہو کر بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آتے ہی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مستقل مؤذن مقرر کردیا۔ دن میں پانچ مرتبہ توحید کا یہ نغمہ اہالیان مدینہ کو سناتے اور انہیں کامیابی کی راہ پر گامزن ہونے کی تلقین کرتے۔ معمول یہ تھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تکبیر کہتے' اور بعض اوقات اس کے برعکس ہوتا' لیکن رمضان المبارک میں تو ان کی اور زیادہ شان ہوتی۔ مدینہ منورہ میں لوگ ایک کی اذان پر سحری کا کھانا تناول کرتے اور دوسرے کی اذان سے سحری کھانا بند کردیتے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے اذان دیتے اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نماز فجر کے لئے اذان دیتے' کیونکہ آپ فجر کے وقت کا خاص خیال رکھا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی عظمت کا آپ یہاں سے اندازہ لگائیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی غیرحاضری میں تقریباً دس مرتبہ انہیں مدینہ منورہ کا نگران مقرر کیا۔ اور ایک مرتبہ ڈیوٹی اس وقت ان کے سپرد کی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لئے روانہ ہوئے تھے۔

غزوۂ بدر کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجاہدین بدر کی شان میں چند آیات نازل کیں اور گھر میں بیٹھے رہنے والوں پر انہیں بہت زیاد فضیلت دی گئی تاکہ مجاہدین میدان جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں' اور گھر میں بیٹھے رہنے والے اپنی اس عادت کو ناپسند کرتے ہوئے ترک کردیں۔ یہ آیات سن کر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بڑے غمگین ہوئے اور انہیں شرکت جہاد کے اعزاز سے محرومی بڑی دشوار محسوس ہوتی۔ فوراً خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ اگر میں معذور نہ ہوتا تو ضرور جہاد میں شریک ہوتا۔ حضور! ہم تو جہاد کی فضیلت سے محروم ہوگئے۔ پھر اس افسردگی کے عالم میں بے ساختہ ان کی زبان سے یہ دعائیہ کلمات نکلے:

الٰہی! میرے عذر کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنا حکم نازل فرما:

الٰہی! میرے عذر کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنا حکم نازل فرما:

الٰہی! میرے عذر کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنا حکم نازل فرما:

اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل سے نکلی ہوئی دعا کو فوراً قبول کرلیا۔

○

کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غنودگی کی کیفیت طاری ہوئی اور اسی اثناء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں غنودگی کی یہ کیفیت جاتی رہی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا۔ زید لکھو! میں نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا لکھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آیت لکھو۔

لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُجَاهِدُوْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ

"مومنوں میں سے بیٹھ رہنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہوتے۔"

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے عرض کی: حضور جو لوگ معذور ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟ ابھی گفتگو ہو رہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر غنودگی طاری ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ کیفیت جاتی رہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا' زید پہلے جو لکھا ہے اسے پڑھو۔ میں نے پڑھا۔

لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے آگے یہ لکھ دو۔

غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ "محتاجوں کے علاوہ"

یہ سن کر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ وہ حکم نازل ہوگیا جس کی دل میں تمنا لئے ہوئے تھے' حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے معذور لوگوں کو جہاد سے مستثنیٰ قرار دے دیا تھا' لیکن حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے دل میں اس خیال نے انگڑائی لی کہ کیا ہوا اگر میں معذور ہوں' کیوں نہ جہاد میں شریک ہو کر اللہ تعالیٰ کا

قرب حاصل کروں۔

ہمیشہ بڑے لوگ بڑے کارنامے ہی سرانجام دیا کرتے ہیں۔ اس دن کے بعد ہمیشہ ان کی یہی کوشش رہی کہ کوئی غزوہ ان سے نہ چھوٹے۔ میدان جنگ میں انہوں نے اپنے ذمہ خود ایک کام لے لیا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میدان جنگ میں مجھے لشکر اسلام کا جھنڈا پکڑا دیا کرو۔ چونکہ میں دیکھنے سے معذور ہوں۔ لہٰذا ایک ہی جگہ جم کر کھڑا رہوں گا اور حتی الامکان اسلامی جھنڈے کو سرنگوں نہیں ہونے دوں گا۔

○

14ھ ہجری میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دشمنان اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے ایک بہت بڑی یلغار کا پروگرام ترتیب دیا۔ آپ نے تمام گورنروں کے نام یہ حکم نامہ جاری کیا:

تمہارے علاقہ میں جس کسی کے پاس ہتھیار' سواری یا جہاد کے سلسلہ میں کوئی تجویز ہو تو اسے فوراً اپنی نگرانی میں میرے پاس بھیج دو۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے چاروں طرف سے مسلمان فوج در فوج مدینہ طیبہ میں پہنچنے شروع ہوگئے۔ ان مجاہدین میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ مسلمانوں کے اس لشکر جرار کی کمان ایک عظیم جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی گئی اور انہیں جنگی نقطۂ نگاہ سے چند ہدایات دے کر اس مشن پر روانہ کردیا گیا۔ جب یہ لشکر اسلام قادسیہ پہنچا تو جناب عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ زرع پہنے ہوئے نمودار ہوئے۔ میدان جنگ میں جھنڈا تھامنے کے لئے پیشکش کی اور فرمایا کہ میں آخری دم تک اسے تھامے رکھوں گا۔

○

تین روز تک بڑی شدت سے لڑائی جاری رہی۔ طرفین کی جانب سے اس قدر تابڑ توڑ حملے ہو رہے تھے کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ تیسرے روز ایک بڑے زور دار حملے کے بعد جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ اس میدان میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا اور سرزمین شرک میں توحید کا جھنڈا لہرانے لگا' لیکن اس فتح و کامرانی کی قیمت سینکڑوں شہداء

کی صورت میں ادا کرنی پڑی اور ان عظیم المرتبت شہدا میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ آپ اس حالت میں شہید ہو کر گرے کہ اسلامی جھنڈا آپ کے بازوؤں کی گرفت میں تھا۔

○

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

۱۔ الاصابة	۵۷۶۴
۲۔ ذیل المذیل	۳۶
۳۔ الطبقات الکبری	۲۰۵/۴
۴۔ حیاة الصحابة	فہرست دیکھئے
۵۔ صفته الصفوة	۲۳۷/۱

فہرست حصہ دوم

آغوش نبوت کی پروردہ ہستیاں

حضرت مجزاۃ بن ثور السدوسی رضی اللہ عنہ

مجزاۃ بن ثور ایک بہادر نوجوان ہے جس نے ایک مقابلے میں پورے سو مشرکوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور دیگر معرکوں میں ان کی تلوار سے قتل ہونے والوں کی تعداد بے شمار ہے۔ (مؤرخین)

یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ و بہادر سپاہی جو اپنے سے جنگ قادسیہ کی غبار جھاڑتے ہیں' یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطاکردہ نصرت و تائید پہ فرحاں و شاداں اپنے شہید بھائیوں کے نصیب میں آنے والے اجر و ثواب پر رشک کناں اور اس جیسے ایک دوسرے معرکہ کا شوق دل میں سمائے ہوئے جو کہ جاہ و جلال اور شان و شوکت میں معرکۂ قادسیہ کی مانند ہو' فور شوق سے اس کے انتہائی شدت سے منتظر کہ خلیفۂ رسول علیہ السلام حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ حکم جلد انہیں موصول ہوا کہ تخت کسریٰ کو جڑوں سے اکھاڑنے کے لئے مسلسل جہاد کو جاری رکھا جائے۔

○

روشن چہروں والے مجاہدین کے شوق کو ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اتنے میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ایلچی مدینہ طیبہ سے کوفہ پہنچ جاتا ہے اور اس کے پاس کوفے کے گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام یہ پیغام ہے کہ اپنا لشکر لے کر ابھی روانہ ہو جائیں اور بصرہ سے آنے والے لشکر کے ساتھ مل جائیں' پھر ایک ساتھ ہرمزان کی تلاش میں اہواز کی طرف روانہ ہوں اور اسے فی الفور گرفتار کر کے تستر شہر کو آزاد کرالیا جائے' جو کہ اس دور میں کسریٰ تاج کا موتی اور سرزمین فارس کا نگینہ تصور کیا جاتا ہے۔ شاہی فرمان میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ بنو بکر کے سردار اور ہردلعزیز اور بہادر شہسوار مجزاۃ بن ثور سدوسی کو اپنے ہمراہ لے لیں۔

○

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے خلیفۃ المسلمین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل

کرتے ہوئے اپنا لشکر تیار کیا اور اسکی بائیں جانب مجزاۃ بن ثور رضی اللہ عنہ کو متعین کر دیا' اور بصرہ سے آنے والے لشکر اسلام کے ساتھ مل کر راہ خدا میں جہاد کی غرض سے چل پڑے' مختلف شہروں کو آزاد کراتے ہوئے اور آبادیوں کو کفر و شرک کی آلائشوں سے پاک کرتے ہوئے مسلسل آگے بڑھتے گئے اور ہرمزان لشکر اسلام سے ڈرتا ہوا دم دبا کر بھاگ نکلا ایک جگہ سے دوسری جگہ چھپتے چھپاتے ہوئے بالآخر اس نے تستر شہر کے قلعہ میں جا کر پناہ لی۔

○

تستر شہر جس میں ہرمزان نے پناہ لی تھی' یہ بلاد فارس میں سب سے بڑھ کر خوبصورت' سرسبز و شاداب اور حفاظتی نکتہ نگاہ سے محفوظ ترین تھا' یہ شہر تاریخی اعتبار سے بہت پرانا اور تہذیب و ثقافت کا گہوارہ تھا' اور سطح زمین پر گھوڑے کی شکل پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اسے ایک وسیع و عریض دریا سیراب کرتا تھا۔ جسے دریائے دجیل کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس کے درمیان ایک جزیرہ میں شاہ سابور نے جھیل بنوائی' اور اس میں سرنگوں کے ذریعہ دریا سے پانی پہنچانے کا اہتمام کیا' تستر کی جھیل اور سرنگیں فن تعمیر کا ایک نادر نمونہ تصور کی جاتی تھیں۔ ان کے اندرونی حصوں میں اعلیٰ قسم کے پتھر جڑے گئے تھے' سرنگوں کو گرنے سے محفوظ کرنے کیلئے لوہے کے ستونوں سے سہارا دیا گیا' تستر کے ارد گرد ایک دیوار تعمیر کی گئی' جو پورے شہر پر محیط تھی' جیسا کہ کنگن کلائی کو محیط ہوتا ہے۔

مؤرخین کا خیال ہے کہ یہ اپنی طرز کی سب سے بڑی اور پہلی دیوار ہے' جو روئے زمین پر تعمیر کی گئی' ہرمزان نے دیوار کے ساتھ ساتھ اتنی بڑی خندق کھدوا رکھی تھی جسے عبور کرنا محال تھا اور اندرونی جانب اس کی حفاظت کے لئے ایران کی بہترین فوج ہر وقت چوکس رہتی۔ تستر کی اس خندق پر لشکر اسلام نے مسلسل ایک سال چھ ماہ تک محاذ آرائی کی' لیکن اسلامی فوج اسے عبور نہ کر سکی' اس مدت دراز میں دشمن سے تقریباً اسّی 80 خون ریز جھڑپیں ہوئیں' ہر معرکہ آرائی کی ابتداء فریقین کے شہسواروں کے باہمی مقابلہ سے ہوئی۔ بالآخر یہ مقابلہ گھمسان کی لڑائی میں بدل جاتا' اس جان لیوا محاذ آرائی میں ایک موقع ایسا بھی آیا جس میں حضرت مجزاۃ بن ثور رضی اللہ عنہ نے وہ جرأت مندانہ اقدام کیا جس سے عقل دنگ رہ گئی' دوست و دشمن انگشت بدنداں ہو گئے' دیکھنے والوں کو ورطۂ حیرت

میں ڈال دیا' ہوا یہ کہ میدان جنگ میں داد شجاعت دیتے ہوئے تن تنہا دشمن کے پورے ایک سو لڑاکے تہہ تیغ کر دیئے' اس حیرت انگیز کارنامے کو دیکھ کر دشمن کی فوج میں لرزہ طاری ہو گیا' اور ہر ایک کے دل میں انکے رعب و دبدبہ کی دھاک بیٹھ گئی' اور مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے' اس محیر العقول واقعہ کو دیکھ کر سبھی کو اس کا علم ہو گیا' کہ امیرالمؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام میں شمولیت کے لئے اس مرد مجاہد کا انتخاب کیوں کیا تھا۔

○

ان اسی 80 خونریز معرکوں میں سے آخری معرکہ میں مسلمانوں نے اپنے دشمن پر ایک ایسا زور دار حملہ کیا جس سے ایرانی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے' اور وہ اس حملہ کی تاب نہ لا سکی' بالآخر خندق کا محاصرہ ترک کر کے ایرانی شہر کے اندر پناہ لینے پر مجبور ہو گئے اور انہوں نے قلعے کے دروازے بند کر لئے۔

○

اس تازہ ترین صورت حال میں مسلمان مزید سنگین حالات سے دو چار ہو گئے' ہوا یہ کہ ایرانیوں نے قلعہ کے برجوں سے تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور قلعے کی بالائی جانب سے انہوں نے ایسے زنجیر نیچے پھینکے جن کے سروں پر آگ سے گرم کی گئی شعلہ نما کنڈیاں نصب کی گئی تھیں' لشکر اسلام میں سے اگر کوئی مجاہد دیوار پر چڑھنے لگتا یا اس کے قریب آتا تو وہ فوراً دہکتی ہوئی لوہے کی کنڈی اس کے جسم میں پیوست کر دیتے' اور اسے نہایت تیزی سے اوپر کھینچنا شروع کر دیتے جس سے اس مجاہد کے جسم کے پرخچے اڑنے لگتے اور وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ جاتا۔

○

اس نازک ترین صورت حال سے مسلمانوں کے مصائب میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تو وہ انتہائی درد ناک انداز میں بارگاہ الٰہی میں گڑگڑا کر دعائیں مانگنے لگے الٰہی! ہمیں اپنے فضل و کرم سے دشمن پر غلبہ عطا فرما۔

○

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حسرت و یاس کی تصویر بنے قلعے کی دیوار کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے تھے' اچانک ان کے سامنے ایک تیر گرا جس کے ساتھ کچھ بندھا ہوا تھا۔ آپ نے آگے بڑھ کر تیر اٹھایا۔ اس کے ساتھ بندھی ہوئی چیز کو کھولا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خط ہے جس میں یہ تحریر تھا۔ "اے فرزندان اسلام! مجھے تم پر مکمل اعتماد ہے کہ تم ایفائے عہد کی پابندی کرتے ہو' میں تم سے اپنی جان' مال' اہل و عیال اور چند ایک رفقاء کے لئے پناہ طلب کرتا ہوں' اس احسان کے بدلے میں تمہیں ایک ایسا خفیہ راستہ بتاؤں گا جس کے ذریعہ تم اس شہر میں داخل ہوسکتے ہو' یہ پڑھ کر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے چہرے پر رونق کے آثار نمایاں ہوئے' جان و مال کی پناہ کا پروانہ لکھا اور اسی تیر کے ذریعہ قلعے کی اس سمت پھینک دیا جہاں سے تیر نیچے پھینکا گیا تھا' اس نے تیر اٹھایا۔ خط کھول کر پڑھا تو اس نے اطمینان کا سانس لیا' اس لئے کہ وہ جانتا تھا مسلمان وعدے کے سچے ہوتے ہیں۔ وہ بے خطر قلعہ کی دیوار کے ساتھ سرکتا ہوا نیچے اتر آیا اور لشکر اسلام کے سپہ سالار حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی داستان غم سناتے ہوئے عرض کی' کہ میں ایران کے سربراہ خاندان سے تعلق رکھتا ہوں' ایرانی جرنیل ہرمزان نے میرے بڑے بھائی کو قتل کردیا' اس کے مال و متاع کو لوٹ لیا اور اہل وعیال کو ظلم ستم کا نشانہ بنایا' میرے متعلق بھی اس کا دل صاف نہیں' میرے خلاف وہ بڑے گھناؤنے منصوبے بناتا ہے' میری جان و مال کو اس سے ہر وقت خطرہ لاحق رہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اس کے ظلم و ستم کے بجائے آپ کے عدل و انصاف کو اور اس کی بد عہدی کی بجائے آپ کے ایفائے عہد کو ترجیح دیتا ہوں' میرا دلی ارادہ ہے کہ میں آپ کو وہ خفیہ راستہ بتاؤں جس کے ذریعہ اسلامی افواج کے سپوت تستر شہر میں داخل ہوسکتے ہیں' لیکن شرط یہ ہے کہ میرے ہمراہ ایک ساتھی کو روانہ کریں جو بیک وقت جرأت و شجاعت اور ہوش و خرد میں ید طولیٰ رکھتا ہو اور اسکے ساتھ ساتھ وہ تیراکی کا بھی ماہر ہو' تاکہ اسے میرے ساتھ خفیہ راستہ عبور کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

○

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت مجزاۃ بن ثور رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا اور ان

سے راز دارانہ انداز میں بات کی اور فرمایا: مجھے اپنی قوم سے ایک ایسا شخص دیں جو بیک وقت دانشمند' محتاط اور اور تیراکی کا ماہر ہو حضرت مجزاۃ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے یہ خدمت سونپیں۔ میں انشاء اللہ اسے بخوبی سرانجام دینے کی کوشش کروں گا' یہ سن کر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر آپ یہ خدمت سرانجام دینا چاہتے ہیں تو بسم اللہ' بہت خوشی کی بات ہے اللہ تعالیٰ برکت کریگا' انہیں اس مشن پر روانہ کرتے وقت ارشاد فرمایا: راستہ اچھی طرح یاد کرلینا قلعے کے دروازے کی جگہ اچھی طرح نشان زد کرلینا' ہرمزان جس جگہ براجمان ہوتا ہے وہ بھی ذہن نشین کرلینا' ثابت قدمی کا ثبوت دینا اور اس کے علاوہ کوئی اور کام نہ کرنا۔

○

حضرت مجزاۃ رضی اللہ عنہ رات کی تاریکی میں اپنے اس ایرانی بھائی کے ہمراہ یہ خطرناک مہم سر کرنے کے لئے چل پڑے' تو وہ دونوں زیر زمین ایک ایسی سرنگ میں داخل ہوئے جو دریا اور شہر کے مابین دفاعی نکتہ نگاہ سے کھودی گئی تھی' سرنگ کہیں سے تو چوڑی تھی جہاں پانی میں چلنا ممکن تھا اور کہیں سے وہ بہت تنگ تھی تو وہاں تیرنا پڑتا اس سرنگ میں نہایت ہی محتاط طریقہ اختیار کرتے ہوئے مسلسل آگے بڑھتے گئے' بالآخر وہ اس سوراخ تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے جہاں سے بآسانی قلعہ کے اندر داخل ہوا جاسکتا تھا' ان کے ساتھی نے وہیں سے اشارہ کیا کہ وہ دیکھو میرے بھائی کا قاتل ہرمزان بیٹھا ہے' اور وہیں قلعہ کا بغور جائزہ لیا' جب حضرت مجزاۃ رضی اللہ عنہ نے ایرانی سپہ سالار ہرمزان کو سامنے بیٹھا دیکھا تو دل میں خیال آیا کہ اس کے سینے میں نیزہ دے ماریں' لیکن فوراً حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی وصیت کا خیال آیا تو اپنا ارادہ ترک کردیا اور چپکے سے واپس لوٹ گئے اور طلوع فجر سے پہلے وہیں پہنچ گئے جہاں اس مہم کا آغاز کیا تھا اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو روئیداد سفر سنائی اور اس پر خطر راستے کی صورت حال سے آگاہ کیا۔

○

اس صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام سے ایسے تین صد مجاہدین کو منتخب کیا جو سب سے بڑھ کر شیر دل' طاقت ور' سخت

جان اور تیراکی کے ماہر تھے اور حضرت مجزاۃ بن ثور رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کردیا اور اس مہم پر روانہ کرتے وقت یہ خصوصی ہدایت دی کہ اگر شہر کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوجاؤ تو نعرۂ تکبیر بلند کرنا۔

حضرت مجزاۃ رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام ساتھیوں کو حکم دیا کہ جس قدر ممکن ہو ہلکا سا لباس زیب تن کریں' ہمیں زیادہ تر یہ پر خطر راستہ تیر کر عبور کرنا ہوگا' کہیں پانی سے لباس بوجھل نہ ہوجائے اور ساتھ ہی یہ تلقین بھی کی کہ تلوار کے علاوہ کوئی بھی چیز ساتھ نہ لیں اور تلوار قمیص کی اندرونی جانب اپنے بدن سے باندھ لیں ان مجاہدین کو رات کی تاریکی میں اپنے ہمراہ لیا اور اس مہم کو سر کرنے کے لئے چل پڑے۔

○

حضرت مجزاۃ بن ثور رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر غار میں داخل ہوئے تو پانی خوفناک انداز میں پوری تیزی سے بہہ رہا تھا' یہ سب پراسرار بندے اپنے اللہ کا نام لے کر اس میں کود گئے۔ اس دشوار گزار راستے کو عبور کرنے کے لئے پوری جرأت مندی کے ساتھ آگے بڑھنا شروع کیا' ہر ایک مجاہد اپنے گردو نواح سے بے نیاز ہوکر اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے کوشاں تھا' جب چند ساتھی حضرت مجزاۃ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سرنگ کے آخری سرے تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ پانی کی بے رحم موجوں نے ان کے دو صد بیس افراد کو اپنا لقمہ بنالیا اور صرف اسّی 80 افراد اسے عبور کرنے میں کامیاب ہوسکے۔

حضرت مجزاۃ رضی اللہ عنہ اور انکے ہمراہ 79 افراد نے قلعہ کے اندر قدم رکھتے ہی اپنی تلواریں فضا میں لہرائیں اور یکدم قلعہ کے محافظوں پر حملہ کردیا اور آن واحد میں انہیں تہہ تیغ کردیا اور قلعہ کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہوگئے' دروازہ کھلتے ہی نعرۂ تکبیر بلند کیا' جب یہ آواز قلعے کے باہر لشکر اسلام نے سنی تو تمام مجاہدین نے جذبۂ اسلام سے سرشار ہوکر پر زور انداز میں نعرۂ تکبیر بلند کیا اور طلوع فجر کے وقت شہر پر ہلہ بول دیا' گھمسان کی جنگ چھڑ گئی' جنگی تاریخ میں کم ہی اس جیسے ہولناک منظر دیکھے گئے ہوں گے جس میں لاشوں کے انبار لگ گئے۔

○

شہر کے گلی کوچوں اور قلعہ کے اندرونی میدان میں لڑائی پورے زوروں پر تھی کہ حضرت مجزاۃ بن ثور رضی اللہ عنہ نے ایرانی فوج کے سپہ سالار ہرمزان کو میدان میں برسرپیکار دیکھا تو اس کی طرف بڑھے' لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے وہ آنکھوں سے اوجھل ہوگیا' تھوڑی ہی دیر بعد جب وہ دوبارہ سامنے آیا تو آپ نے اس پر حملہ کردیا' لیکن آپ کی تلوار کا وار خطا گیا' ہرمزان نے وار کیا جو عین نشانے پر لگا جس سے لشکر اسلام کا یہ بطل جلیل میدان جنگ میں شہید ہوکر گر پڑا' لیکن آنکھوں میں چمک اور چہرے پر سرور کے آثار نمایاں تھے' بلاشبہ یہ کیفیت اس عظیم کارنامہ کی وجہ سے تھی' جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سرانجام دینے کی انہیں سعادت نصیب فرمائی تھی۔

○

جنگ بدستور جاری رہی یہاں تک کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت سے نوازا اور دشمن افواج کا سپہ سالار ہرمزان ان کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا۔

○

فتح حاصل کرنے کے بعد مجاہدین کا قافلہ ہرمزان کو اپنے ہمراہ لیکر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا تاکہ امیرالمؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فتح کی خوشخبری سنائیں' جب ہرمزان کو امیرالمؤمنین کے سامنے پیش کیا تو اس وقت اس نے شاہی لباس پہن رکھا تھا' اس کے ساتھ ساتھ فتح کی بشارت دینے والے مجاہدین ایک یہ بھی خبر لے کر آئے کہ ان کا ایک بہادر' سخت جان اور صبر و تحمل کا پیکر ساتھی مجزاۃ بن ثور رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں جام شہادت نوش کرچکا ہے۔

○

حضرت مجزاۃ بن ثور رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ تاریخ الامم والملوک ۲۱۶/۴

۲۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط ۱۱۷/۱

۳۔ تاریخ الاسلام علامہ ذھبی ۳۰/۲

۴۔ معجم البلدان علامہ یاقوت باب تستر

۵۔ الاصابة فی تمییز الصحابہ رضی اللہ عنہم ۷۷۳

۶۔ اسد الغابة ۳۰/۴

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جب پہلے تبلیغی مشن پر یثرب پہنچے تو آپ نے قبیلہ خزرج کے ایک سردار اسعد بن زرارہ کے ہاں قیام کیا۔ اس نے اپنے گھر میں سے ایک کمرہ ان کے قیام کے لئے مخصوص کردیا' جسے وہ تبلیغی مقاصد کے لئے استعمال کرتے' حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شیریں کلامی' صاف گوئی' خوش اخلاقی اور نور ایمانی کی بدولت باشندگان یثرب تیزی سے ان کے گرویدہ ہونے لگے' سب سے بڑھ کر جس خوبی نے لوگوں کو متاثر کیا' وہ ان کا نہایت سریلی آواز میں قرآن مجید کی تلاوت کا دلکش انداز تھا' جس سے پتھر جیسے دل نرم ہوجاتے' سننے والوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے' آپ کی ہر مجلس میں کچھ افراد وعظ و نصیحت سے متاثر ہوکر دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاتے۔

○

ایک دن اسعد بن زرارہ اپنے معزز مہمان حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ گھر سے باہر نکلے تاکہ قبیلہ بنو عبدالاشہل کے چند افراد سے ملاقات کریں' اور ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کریں' دونوں ایک باغ میں داخل ہوئے اور میٹھے پانی کے ایک چشمے کے پاس بیٹھ گئے' دیکھتے ہی دیکھتے وہ لوگ ان کے اردگرد جمع ہوگئے جو ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے' اور چند غیر مسلم بھی آپ کی باتیں سننے کے لئے قریب آکر بیٹھ گئے' آپ نے نہایت پیارے انداز میں ان کے سامنے اسلام کی سچی دعوت پیش کرنی شروع کی' سبھی خاموشی اور توجہ سے سننے اور آپ کی جادو بیانی سے متاثر ہونے لگے۔

○

ایک روز اہل یثرب میں ایک شخص نے اُسید بن حضیر اور سعد بن معاذ کو اطلاع دی' (یہ دونوں قبیلۂ اوس کے سردار تھے) کہ ایک مکی نوجوان ان کے گھروں کے قریب سکونت پذیر ہے' لوگوں کو اپنے دین کی طرف دعوت دینے میں دن رات مصروف ہے اور اَسعد بن زرارہ نے اسے اپنے گھر ٹھہرایا ہوا ہے' یہ خبر سن کر سعد بن معاذ نے اسید بن حضیر سے کہا' تیرا کچھ نہ رہے' فوراً جاؤ' اس مکی نوجوان کی خبر لو جس نے ہمارے گھروں کا رخ کر رکھا ہے' وہ چاہتا ہے کہ ہمارے کمزور دل لوگوں کو ورغلائے اور ہمارے خداؤں کی توہین کرے' اسے روکو اور تنبیہ کردو کہ آج کے بعد ہمارے علاقے میں قدم نہ رکھے' پھر افسردہ ہو کر کہنے لگا' اگر یہ میری خالہ کے بیٹے اسعد بن زرارہ کے ہاں مہمان نہ ہوتا تو میں خود اس کی خبر لیتا اور اسے فوراً یہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیتا۔

○

سعد بن معاذ کی باتیں سن کر اسید بن حضیر نے نیزا پکڑا اور سیدھا باغ کی طرف چل دیا' اسعد بن زرارہ نے جب دور سے اسے باغ کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے کان میں کہا وہ دیکھو قبیلے کا سردار اسید بن حضیر آرہا ہے' بہت سے کمالات کی بنا پر اسے قبیلے میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے' اگر یہ مسلمان ہو جائے تو اس کی وجہ سے بہت سے لوگ اسلام قبول کرلیں گے۔ ازراہ کرم اس کے سامنے اللہ کا پیغام عمدہ اور دلنشین انداز میں پیش کریں۔

○

دیکھتے ہی دیکھتے اسید بن حضیر بڑے طمطراق اور رعب و دبدبہ کے ساتھ مجمع کے سامنے آکھڑا ہوا' حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا' مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں ہمارے گھروں کی طرف رخ کرنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ ہمارے کمزور دل لوگوں کو پھسلانے اور ورغلانے کے لئے تمہیں کس نے اجازت دی۔ کان کھول کر میری بات سنو' اگر تمہیں اپنی جان کی ضرورت ہے تو اسی وقت ہماری بستی سے نکل جاؤ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے نور ایمان سے چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ اسید بن حضیر کی

طرف دیکھا اور نہایت نرم لہجے اور میٹھے انداز میں ارشاد فرمایا:

"میرے بھائی! کیا تمہیں خیر اور بھلائی مطلوب ہے؟"

اس نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا "خیر اور بھلائی کیا ہوتی ہے؟"

آپ نے فرمایا:

آپ ہمارے پاس چند لمحے بیٹھیں' میری باتیں سنیں' اگر آپ کو یہ پسند آئیں تو قبول کر لیا اور اگر پسند نہ آئیں ہمارا آپ سے وعدہ رہا کہ ہم یہاں سے چلے جائیں گے اور دوبارہ کبھی اس طرف کا رخ نہیں کریں گے' یہ سن کر اسید بن حضیر نے کہا: بات تو آپ نے دل لگتی کہی ہے۔ ساتھ ہی اپنا نیزہ زمین میں گاڑا اور آرام سے بیٹھ گیا' حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ دلنشیں انداز میں اس کے سامنے اسلام کی خوبیاں اور فضائل بیان کرنے اور دلپذیر لہجے میں آیات قرآنی کی تلاوت کرنے لگے' جس سے اس کے چہرے سے دھیرے دھیرے انقباض دور ہونے لگا۔ بالآخر وہ جذب و کیف کے عالم میں پکار اٹھا' آپ کی باتیں کیا خوب ہیں؟ کس قدر دلنشیں اور دلگداز ہیں؟ جس کلام کی آپ تلاوت کرتے ہیں وہ بہت عظیم کلام ہے' پھر اس نے جھکی ہوئی نظروں سے باادب انداز میں پوچھا: اسلام میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: پہلے غسل کرو' پاکیزہ لباس پہنو اور پھر یہ کلمہ پڑھو:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

اس کے بعد دو رکعت نماز ادا کرو' یہ سن کر وہ مجلس سے اٹھا' قریبی کنوئیں پر گیا' غسل کیا کپڑے دھوئے' کلمہ طیبہ پڑھا' دو رکعت نماز ادا کی اور سرزمین عرب کا ایک عظیم سپوت' ماہر شہسوار' دانشور اور قبیلہ اوس کا ہر دلعزیز سردار دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔

ذاتی کمالات کی بنا پر قبیلے کے افراد سے کامل کے لقب سے پکارا کرتے تھے' یہ بیک وقت سیف و قلم' شہسواری و تیر اندازی' نجابت و شرافت' عقل و دانش اور فن کتابت میں خاص مقام رکھتے تھے' بعد میں یہی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنیکا

باعث بنے' پھر ان دونوں کے ذریعے قبیلہ اوس کے اکثر افراد دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے' اس کے بعد مدینہ طیبہ کو رسول اللہ ﷺ کے لئے مقام ہجرت' جائے پناہ اور دار الحکومت بننے کا شرف حاصل ہوا۔

○

جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی تلاوت سنی تھی تو ان کے دل میں قرآن مجید کی والہانہ محبت پیدا ہوگئی تھی' آپ قرآن مجید کی طرف اس طرح متوجہ ہوئے جیسے کوئی پیاسا گرم ترین دن میں میٹھے اور ٹھنڈے چشمے کی طرف لپکتا ہے' بالآخر یہ قرآن مجید ہی کے ہو کر رہ گئے' اس کے بعد انہیں یا تو غازی مجاہد کے روپ میں اور یا پھر قرآن مجید کی تلاوت میں منہمک دیکھا گیا' آپ کو قدرت کی جانب سے شیریں کلامی' خوش ذوقی اور سریلی آواز کا وافر حصہ ملا تھا' جب رات کا سناٹا چھا جاتا' لوگ نیند کی آغوش میں لوریاں لینے لگتے تو آپ خوش الحانی سے قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیتے' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی تلاوت سننے کے منتظر رہتے' خوش نصیب ہے وہ انسان جسے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے تلاوت قرآن سننے کا اتفاق ہوا' آپ ہو بہو اسی طرح قرآن مجید پڑھتے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا تھا۔

○

انسان تو کجا فرشتے بھی آپ کی تلاوت سن کر لطف اندوز ہوتے' ایک رات کا واقعہ ہے کہ حضرت اسید بن حضیر اپنے گھر کے صحن میں لیٹے ہوئے تھے' آپ کا بیٹا یحیٰ صحن کی ایک جانب سویا ہوا تھا اور پاس ہی وہ گھوڑا بندھا ہوا تھا جسے آپ نے جہاد کے لئے تیار کیا تھا' رات پرسکون تھی' آسمان صاف شفاف تھا' چشم فلک پیار بھرے انداز میں پرسکوں زمین کو دیکھ رہی تھی' حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے دل میں آیا کہ پرنم فضا کو قرآنی مہک سے معطر کیا جائے انہوں نے دلگداز آواز سے ان آیات کی تلاوت شروع کر دی۔

الٓمٓ ○ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○

''البقرۃ''

الف، لام، میم۔ یہ اللہ کی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں، ہدایت ہے ان پرہیز گار لوگوں کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن) اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں، ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

جب گھوڑے نے آپ کی دل سوز آواز سنی تو تیزی سے ایک چکر لگایا، خطرہ تھا کہ رسی ٹوٹ جائے، یہ منظر دیکھ کر آپ نے تلاوت روک دی، گھوڑا بھی سکون سے کھڑا ہوگیا، آپ نے پھر پڑھنا شروع کیا۔

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

ایسے لوگ اپنے رب کی طرف سے راہ رست پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

گھوڑے نے پھر اچھلنا شروع کردیا، آپ خاموش ہوئے تو گھوڑا بھی سکون سے کھڑا ہوگیا، آپ نے وقفے وقفے سے تلاوت کی، جونہی آپ تلاوت شروع کردیتے گھوڑا بدکنے اور اچھلنے لگتا، جب آپ خاموش ہوجاتے وہ بھی آرام سے کھڑا ہوجاتا آپ کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں یہ گھوڑا مستی میں آکر میرے بیٹے یحیٰی کو روند نہ ڈالے۔ آپ بیٹے کو جگانے کے لئے اس کی طرف گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان پر ایک چھتری نما بادل کا ٹکڑا ہے اور اس کے ساتھ چراغ نما روشن قندیلیں لٹک رہی ہیں، جن کی ضیا پاشیوں نے چاروں طرف روشنی اور چمک دمک پھیلا رکھی ہے، آپ کے دیکھتے ہی یہ بادل کا ٹکڑا اوپر چڑھنا شروع ہوا، یہاں تک کہ آنکھوں سے اوجھل ہوگیا، صبح ہوئی تو حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری دی اور رات کا یہ عجیب و غریب واقعہ بیان کیا، آپ نے ماجرا سن کر ارشاد فرمایا۔

اسید: یہ تو فرشتے تھے جو تیری تلاوت سن رہے تھے۔ اگر تم اپنی تلاوت کو مسلسل جاری رکھتے تو یہ بالکل قریب آجاتے اور لوگ انہیں بچشم خود دیکھ سکتے۔

○

جس طرح حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید کے ساتھ محبت تھی' اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ الفت تھی۔

یہ اپنے بارے میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میں قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوں تو میرا دل ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال ہوجاتا ہے' دل پر نورانی تجلیات کا ورود ہونے لگتا ہے اور بعینہٖ میرے دل کی یہ کیفیت اس وقت ہوتی ہے جب میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو اپنی نگاہوں سے دیکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ میری دلی تمنا تھی کہ مجھے موقع ملے تو آپ کے جسم اطہر و اقدس کو چوم لوں' ایک دن میری یہ دلی تمنا بھی پوری ہوگئی' ہوا اس طرح کہ ایک روز میں مجلس میں بیٹھا لوگوں کو نصیحت آموز کہانیاں سنا رہا تھا' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنظر استحسان دیکھتے ہوئے میری بغل میں چٹکی لی' میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مجھے تکلیف ہوئی' رحمت للعالمین نے ارشاد فرمایا:

اسید! اگر تمہیں تکلیف ہوئی ہے تو مجھ سے بدلہ لے لو' میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بدن پر تو قمیص ہے' لیکن میرے بدن پر قمیص نہیں۔ یہ سن کر آپ نے بدلہ دینے کے لئے قمیص اتار دی تو میں آپ سے لپٹ گیا اور آپ کے جسم اطہر و اقدس کو چومنے لگا' اور ساتھ ہی میں نے اپنی اس تمنا کا اظہار کرتے ہوئے عرض کی' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' جب سے میں آپ پر ایمان لایا ہوں' اسی دن سے میری یہ دلی تمنا تھی کہ آپ کے جسم اطہر کو چوموں' اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج میری یہ تمنا پوری ہوئی۔

○

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت اسید رضی اللہ عنہ سے بہت پیار کرتے تھے' اسلام قبول کرنے میں ان کی سبقت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے' غزوۂ اُحد میں جس انداز سے انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جوانمردی اور بہادری سے دفاع کیا' وہ بلاشبہ ایک عظیم الشان کارنامہ ہے' جدھر سے آپ کی طرف کوئی تیر آتا' فوراً آگے بڑھتے اور تیر سیدھا ان کے جسم میں

پیوست ہوجاتا' اس طرح غزوۂ اُحد میں سات مہلک تیر انہوں نے اپنے بدن پر جھیل کر رسول اقدس ﷺ کے ساتھ والہانہ عقیدت و محبت کا حق ادا کردیا' کوئی تیر بھی آپ تک نہ پہنچنے دیا' اپنے قبیلے کے کسی فرد کی سفارش کرتے تو آنحضرت ﷺ اسے بخوشی قبول کرلیتے۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور ایک انصاری گھرانے کی مفلوک الحالی کا تذکرہ کیا' حقیقتاً یہ گھرانہ تنگ دستی اور بے سرو سامانی کی حالت میں زندگی بسر کررہا تھا' میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ لوگ مالی تعاون کے مستحق ہیں' آپ نے ارشاد فرمایا: اسید! تم اس وقت آئے جب ہم سب کچھ راہ خدا میں خرچ کرچکے ہیں' آئندہ جب بھی ہمارے پاس کہیں سے مال آئے تو مجھے یاد دلانا' انشاء اللہ ان کی پوری مدد کی جائے گی۔ کچھ ہی عرصہ بعد خیبر سے وافر مقدار میں مال آگیا' آپ نے مستحق مسلمانوں میں اسے تقسیم کیا اور خاص کر اس گھرانے کی دل کھول کر مدد کی جسکی نشاندہی حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس گھرانے کی آسودہ حالی دیکھی تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی' بے ساختہ میری زبان سے نکلا' یارسول اللہ ﷺ! اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے' آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: اے خاندان انصار! تمہیں بھی اللہ جزائے خیر عطا فرمائے' جب سے میرا آپ لوگوں سے تعارف ہوا ہے' میں نے تمہیں پاکدامن اور بہت زیادہ صبرو تحمل کرنے والا پایا ہے' لیکن تم میرے بعد دیکھو گے کہ انصار کی نسبت دیگر لوگوں سے اچھا سلوک برتا جائے گا' لیکن تم میری ملاقات تک صبر کرنا' یہ ملاقات انشاء اللہ حوض کوثر پر ہوگی۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے' تو آپ نے مسلمانوں میں مال و متاع تقسیم کیا' میرے حصے میں ایک چوغہ آیا جو میری نگاہ میں ایک معمولی سا تھا' میں ابھی مسجد میں ہی بیٹھا تھا کہ میرے پاس سے ایک قریشی نوجوان گزرا جس نے بہت قیمتی اور عمدہ لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ یہ لباس امیرالمؤمنین نے اسے بیت المال سے عنایت کیا تھا اور یہ اتنا لمبا تھا کہ زمین پر گھسٹتا ہوا

جارہا تھا' یہ منظر دیکھ کر مجھے وہ فرمان رسول ﷺ یاد آگیا جو آپ نے انصار کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد انصار سے زیادہ دوسرے لوگوں کو ترجیح دی جائے گی' اور یہ فرمان نبوی ﷺ میں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک ساتھی کو بھی سنایا' وہ شخص میری بات سنتے ہی اٹھا اور امیرالمؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ کو وہ سب کچھ بتادیا جو میں نے اس کے سامنے کہا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ بات سنتے ہی میرے پاس پہنچے' میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا' آپ نے گرجدار آواز میں کہا اسید' جلدی نماز پڑھو' جب میں نے نماز پوری کرلی تو آپ میری طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے۔

بھلا میرے متعلق تم نے کیا کہا ہے؟

میں نے حرف بحرف سب کچھ بتادیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:

اُسید! اللہ آپ کو معاف فرمائے' یہ لباس میں نے اس شخص کو دیا تھا جسے انصاری ہونے کے ساتھ ساتھ بیعت عقبہ' غزوۂ بدر' اور غزوۂ اُحد میں شریک ہونے کا شرف بھی حاصل ہے' واقعہ دراصل یہ ہے کہ لباس اس قریشی نوجوان نے ان سے خرید لیا' اب بتائیے اس میں میرا کیا قصور ہے؟

تمہارا کیا خیال ہے کہ جس صورت حال کی خبر رسول اقدس ﷺ نے تمہیں دی تھی' وہ میرے دور حکومت میں ظہور پذیر ہوگی۔

یہ سن کر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ فوراً بولے: امیرالمؤمنین! اللہ جانتا ہے میرا بھی یہی خیال ہے کہ آپ کے دور حکومت میں ایسا نہیں ہو سکتا۔

○

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اس کے بعد زیادہ دیر تک زندہ نہ رہے' اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ہی میں ان کو اپنے جوار رحمت میں بلالیا' جب آپ اللہ کو پیارے ہوگئے تو پتہ چلا کہ چار ہزار درہم کے مقروض ہیں' آپ کے وارثوں نے سوچا' قرض ادا کرنے کے لئے ان کی زرعی زمین کو بیچ دیا جائے' امیرالمؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے فوراً قرض خواہوں سے رابطہ قائم کیا اور انہیں سالانہ ایک ہزار درہم کا

اناج لینے پر راضی کرلیا' اس طرح چار سال کے عرصے میں قرض ادا ہوگیا اور زمین اولاد کی ملکیت رہی۔

○

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

بخاری۔ مسلم	باب فضائل صحابہ
۲۔ جامع الاصول	۳۷۸/۹
۳۔ طبقات ابن سعد	۶۰۳/۳
۴۔ تہذیب التہذیب	۳۴۷/۱
۵۔ اسدالغابة	۹۲/۱
۶۔ حیاة الصحابة	جلد چہارم کی فہرست دیکھئے
۷۔ الاعلام ومراجعه	

ایک جلیل القدر صحابی' رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی' علم دین کے بحر بیکراں' تقویٰ و طہارت کے پیکر' دن کو روزہ اور رات کو عبادت گذار' بوقت سحر مغفرت کے طلبگار' خشیت الٰہی سے یوں زار وقطار رونے والے کہ آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی' یہ ہیں امت محمدیہ میں کتاب الٰہی کے رموز و اسرار کا سب سے زیادہ ادراک رکھنے والے اور مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ!

○

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے' جب رسول مقبول ﷺ کا وصال ہوا' تو اس وقت ان کی عمر صرف تیرہ برس تھی' اتنی چھوٹی سی عمر میں ایک ہزار چھ سو ساٹھ احادیث زبانی یاد تھیں جنہیں امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

○

جب یہ پیدا ہوئے تو والدہ ماجدہ گود میں لے کر رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں' آپ نے اپنے لعاب دہن سے گھٹی دی' اس طرح انکے پیٹ میں سب سے پہلے جو چیز اتری وہ رسول اللہ ﷺ کا لعاب مبارک تھا اور اس کے ساتھ ہی تقویٰ و طہارت' حکمت و دانش' فصاحت و بلاغت جیسے اوصاف حمیدہ ان کے رگ وریشہ میں رچ بس گئے' اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان برحق ہے'

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْراً كَثِيْراً

جس کو حکمت و دانش عطا کی گئی ہو اسے خیر کثیر سے نوازا گیا۔

○

ابھی اس ہاشمی نونہال نے ہوش سنبھالا ہی تھا کہ رسول اقدس ﷺ کی خدمت کیلئے انہیں وقف کر دیا گیا' سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہتے' جب آپ وضو کا ارادہ کرتے تو فوراً پانی لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوتے' جب آپ نماز شروع کرتے تو یہ بھی آپ کے پہلو میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے' دوران سفر کئی مرتبہ انہیں رسول اکرم ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا' غرضیکہ ہر دم آپ کی خدمت کے لئے کمربستہ رہتے' انہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حساس دل' پاکیزہ ذہن اور قوی حافظہ عطا کیا تھا کہ عصر حاضر کے جدید ترین ریکارڈنگ کے آلات بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

○

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کا ارادہ کیا تو میں نے فوراً آپ کی خدمت میں پانی پیش کر دیا' آپ میری خدمت گزاری پر بہت خوش ہوئے' جب آپ نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو مجھے بھی اپنے ساتھ نماز پڑھنے کا اشارہ کیا' میں آپ کے پہلو کی بجائے پیچھے کھڑا ہو گیا' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا: عبداللہ! تم میرے ساتھ کیوں نہیں کھڑے ہوئے' میں نے عرض کی حضور! آپ کی عزت و احترام اور عظمت و جلال کی بنا پر آپ کے پہلو میں کھڑا ہونے کی تاب نہ لا سکا' آپ نے میری یہ بات سن کر آسمان کی طرف اپنے ہاتھ بلند کئے اور دعا کی۔

الٰہی: عبداللہ کو حکمت و دانائی عطا فرما۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا' اور اس ہاشمی نوجوان کو ایسی حکمت و دانش عطا فرمائی جس کی بنا پر آپ بڑے بڑے حکما اور دانشوروں پر فوقیت حاصل کر گئے۔

ہر قاری کے دل میں یہ خیال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ کوئی ایسا واقعہ معلوم ہو جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حکمت و دانش کا ثبوت بہم پہنچاتا ہو تو لیجئے ایک دلچسپ

واقعہ انہیں کی زبانی پیش خدمت ہے:

○

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے باہمی اختلافات میں جب بہت سے لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ گئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

امیر المؤمنین: مجھے ان لوگوں سے بات کرنے دیں جنہوں نے آپ سے بغاوت کا ارتکاب کیا ہے'

آپ نے فرمایا: مجھے خطرہ ہے کہیں یہ لوگ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں' میں نے کہا: آپ مطمئن رہیں' انشاء اللہ یہ ایسی کوئی حرکت نہیں کریں گے۔ پھر میں ان کے پاس گیا' وہ لوگ عبادت میں مصروف تھے' ان لوگوں نے مجھے دیکھتے ہی اشتیاق بھرے انداز میں خوش آمدید کہا اور میری آمد کا مقصد پوچھا' میں نے کہا: آج میں آپ سے ایک ضروری بات کرنے آیا ہوں' ان میں سے چند ایک نے کوئی دلچسپی نہ لی' لیکن اکثریت نے پوری توجہ سے میری بات سننے کا اشتیاق ظاہر کیا' میں نے ان سے دریافت کیا: مجھے یہ بتاؤ کہ حضور علیہ السلام کے چچازاد بھائی' جگر گوشۂ رسول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر اور اسلام قبول کرنے میں سبقت لے جانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ لوگوں کو کیا شکوہ ہے؟

انہوں نے جواب دیا: ہمیں ان کے خلاف تین بنیادی اعتراضات ہیں!

پوچھا کون کون سے؟

انہوں نے کہا:

ہمارا پہلا اعتراض یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے دین میں انسانوں کو حاکم بنادیا ہے'

ہمارا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جنگ کی' لیکن نہ تو مال غنیمت لوٹا اور نہ انہیں قیدی بنایا۔

ہمارا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے نام سے امیر المؤمنین کا لقب ہٹا دیا' حالانکہ مسلمانوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہیں اپنا امیر بنایا۔

فرمایا: میں نے ان کے اعتراضات سننے کے بعد ان سے کہا' اگر میں قرآن وسنت کی روشنی میں ان اعتراضات کا حل پیش کروں تو کیا آپ تسلیم کرلیں گے؟ سب نے بیک زبان کہا بالکل ہم بخوشی تسلیم کرلیں گے۔

میں نے جواب دیتے ہوئے کہا: تمہارا پہلا اعتراض یہ ہے' کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے دین میں انسانوں کو حاکم بنایا ہے: کیا آپ لوگوں کی نظر سے قرآن مجید کی یہ آیت گزری ہے' جس میں فرمایا گیا ہے:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُتَعَمِّداً فَجَزَآءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ

"اے لوگوں جو ایمان لائے ہو' احرام کی حالت میں شکار نہ مارو اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہو' اس کے ہم پلہ ایک جانور اسے مویشیوں میں سے نذر دینا ہوگا' جس کا فیصلہ تم میں دو عادل آدمی کریں گے"

میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر تم سے پوچھتا ہوں کہ انسان کی جان و مال کی حفاظت کے لئے انسان کو حاکم بنانا زیادہ بہتر ہے یا ایک خرگوش کی جان بچانے کے لئے انسان کو حاکم بنانا بہتر ہے' یہ دلیل سن کر سب نے کہا: بلاشبہ بنی نوع انسان کی اصلاح اور جان و مال کی حفاظت کے لئے کسی انسان کو حاکم مقرر کرنا ازبس ضروری ہے۔

آپ نے پوچھا اس دلیل کے تناظر میں کیا تم اپنے پہلے اعتراض سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہو؟

سب نے کہا: بالکل' ہمار پہلا اعتراض ختم' ہم اجتماعی طور پر اس سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہیں۔

تمہارا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جنگ کی' لیکن نہ مال لوٹا اور نہ انہیں قیدی بنایا'

مجھے یہ تو بتاؤ کیا تم اپنی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قیدی بنانا پسند کرو گے؟ اگر تم ہاں میں جواب دو گے تو کفر کے مرتکب ہو گے۔ اگر حضرت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے ماں ہونے

کا انکار کرو گے تو پھر بھی کفر کے مرتکب ہو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ

بلاشبہ نبی ﷺ تو اہل ایمان کے لئے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے' اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

اب تم اپنے لئے جو چاہو پسند کر لو' یہ سن کر انہوں نے اپنی نگاہیں جھکا لیں۔

میں نے پوچھا کیا تم اپنے دوسرے اعتراض سے دستبردار ہونے کے لئے دلی طور پر آمادہ ہو؟

سب نے یک زباں ہو کر کہا: جی ہاں' ہم دوسرے اعتراض سے بھی دستبرداری کا اعلان کرتے ہیں۔

میں نے کہا: رہا تمہارا یہ اعتراض کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے نام سے پہلے امیر المؤمنین کا لقب مٹا دیا ہے' آپ سب لوگوں کو یاد ہو گا کہ صلح حدیبیہ میں جب صلح نامہ تیار ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لکھیے یہ لکھ دیا جائے کہ اس دستاویز پر محمد رسول اللہ ﷺ نے اتفاق کا اظہار کیا ہے' مشرکین نے کہا اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول تسلیم کر لیتے تو آج بیت اللہ میں داخلے سے نہ روکتے' یہی تو آپ سے ہمارا بنیادی اختلاف ہے' آپ اپنا نام محمد بن عبداللہ لکھیں' آپ نے مشرکین کا مطالبہ مانتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:

بخدا' میں اللہ کا رسول ہوں' تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا' اور اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کے الفاظ مٹا دیئے۔

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد میں نے حاضرین سے پوچھا: مجھے آپ یہ بتائیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کے الفاظ مٹا دیئے تھے تو اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے نام سے امیر المؤمنین کا لقب ہٹا دیا تو شرعاً کیا مضائقہ ہے؟

یہ دلیل سن کر حاضرین نے تسلیم و رضا سے اپنے سر جھکا لئے' میں نے یہ منظر دیکھ کر کہا: معلوم ہوتا ہے آپ لوگ اس اعتراض سے بھی دستبردار ہو چکے ہو۔

سب نے یک زباں کہا: ہاں' ہم اس اعتراض سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ ملاقات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نہایت مفید ثابت ہوئی' آپ کی مدلل گفتگو سے متاثر ہو کر بیس ہزار افراد دوبارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حصول علم کے لئے بہت محنت کی' رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمۂ علم سے جی بھر کر سیراب ہوئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حصول علم کے لئے علماء صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کیا۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب مجھے یہ اطلاع ملتی کہ فلاں صحابی کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ہے' تو میں بلا تاخیر اس کے گھر پہنچتا' دہلیز پر چادر بچھا کر بیٹھ جاتا' ہوا سے مٹی اڑ اڑ کر مجھ پر پڑتی رہتی' لیکن میں صاحب علم کے احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ان کے آرام میں مخل ہونا مناسب نہ سمجھتا' جب وہ از خود اپنے گھر سے باہر آتے اور مجھے اپنی دہلیز پر بیٹھا ہوا دیکھتے تو بے ساختہ پکار اٹھتے عبداللہ' آج آپ یہاں کیسے؟ آپ نے مجھے پیغام بھیج دیا ہوتا' میں خود آپ کے پاس آجاتا۔

میں جواب میں کہتا: میں آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ پیاسا چشمے کے پاس آتا ہے نہ کہ چشمہ پیاسے کے پاس۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنے اساتذہ کی بہت عزت کیا کرتے تھے' کبار علماء صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ بہت شفقت و محبت سے پیش آتے' جیسا کہ کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جنہیں قضاء' فقہ' قراۃ اور علم وراثت میں عبور حاصل تھا' جب کہیں جانے کے لئے اپنی سواری پر بیٹھنے کا ارادہ کرتے تو یہ ہاشمی نوجوان حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان کے سامنے ادب و احترام کی تصویر بن کر یوں کھڑا ہو جاتا جیسے کوئی غلام اپنے آقا کے سامنے باادب کھڑا ہوتا ہے' نہایت ادب کے ساتھ آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑتے' یہ انداز دیکھ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے' عبداللہ' ایسے نہ کیا کرو: آپ فرماتے ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے اساتذہ کی عزت کریں۔

یہ سن کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذرا اپنا ہاتھ تو مجھے دکھائیں' آپ

نے ہاتھ ان کی طرف بڑھایا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اسے چوم لیا اور ارشاد فرمایا کہ ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں' اور محبت کریں۔

○

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ میدان علم کے ایسے بلند مقام پر فائز ہوئے جسے دیکھ کر کبار علماء صحابہ رضی اللہ عنہم ششدر رہ گئے۔

حضرت مسروق بن اجدع جنہیں تابعین میں بہت بلند مقام حاصل ہے ان کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھتا تو بے ساختہ پکار اٹھتا کہ آپ سب لوگوں سے زیادہ حسین ہیں' جب آپ کی گفتگو سنتا تو یہ کہنے پر مجبور ہوتا کہ آپ سب سے بڑھ کر فصیح و بلیغ ہیں۔

اور جب آپ کوئی حدیث بیان کرتے تو آپ کی عالمانہ گفتگو سن کر یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہو جاتا کہ آپ اس دور کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

○

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حصول علم کی منزلیں طے کر لینے کے بعد لوگوں کو تعلیم دینے میں ہمہ تن مصروف ہوگئے' آپ کا گھرانہ عوام کے لئے ایک بہت بڑی جامعہ کا درجہ اختیار کر گیا تھا' البتہ جامعہ ابن عباس اور موجودہ دور کی جامعات میں یہ فرق ہے کہ آج کے دور کے جامعات میں سینکڑوں اساتذہ کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں جبکہ جامعہ ابن عباس کا دار و مدار صرف ایک استاذ پر تھا اور وہ تھے مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ !

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو علم کے جس بلند مقام پر فائز دیکھا' اگر قریش اس پر فخر کریں تو بلاشبہ ان کے لئے یہ باعث فخر ہے۔

میں نے ایک روز دیکھا کہ بہت سے لوگ آپ کے گھر کی طرف جا رہے ہیں' لوگ اتنے زیادہ تھے کہ راستے مسدود ہوگئے' میں نے آپ کو اس صورت حال سے آگاہ کیا تو میری بات سن کر ارشاد فرمایا: پانی لاؤ' میں نے پانی آپ کی خدمت میں پیش کیا' آپ نے

وضو کیا! اور مجھ سے کہا کہ مجمع میں اعلان کردو کہ جو لوگ قرآن مجید کے الفاظ و حروف کے متعلق سوال کرنا چاہتے ہیں سب سے پہلے وہ اندر تشریف لائیں' میں نے باہر جاکر یہ اعلان کیا تو مجمع میں سے کچھ لوگ اندر داخل ہوئے جس سے گھر کا صحن بھر گیا' آپ نے ہر ایک کے سوال کا تسلی بخش جواب دیا' جب وہ مطمئن ہوگئے تو آپ نے فرمایا اب اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے جگہ بنادو' وہ باہر آگئے' پھر آپ نے مجھے حکم دیا کہ اب یہ اعلان کرو کہ جو حضرات قرآن مجید کی تفسیر کے متعلق سوال کرنا چاہتے ہیں اندر تشریف لے آئیں' میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے باہر اعلان کردیا' کچھ اور لوگ اندر آئے جس سے گھر کا صحن بھر گیا۔ آپ نے ان کے ہر سوال کا تسلی بخش جواب دیا' جب وہ مطمئن ہوگئے' تو آپ نے فرمایا: کہ اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے راستہ بنادو' وہ اٹھ کر باہر چلے گئے اور مجھے حکم دیا کہ اب یہ اعلان کردو کہ جو لوگ حلال و حرام کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتے ہیں' وہ اندر تشریف لے آئیں' یہ اعلان سن کر کچھ لوگ اندر آئے جس سے کمرہ اور صحن بھر گیا اور آپ نے ہر ایک کے سوال کا تسلی بخش جواب دیا' جب وہ مطمئن ہو گئے تو آپ نے فرمایا اب اپنے بھائیوں کے لئے جگہ خالی کردو' وہ اٹھ کر باہر نکل گئے' پھر مجھے حکم دیا کہ اب یہ اعلان کرو کہ جو لوگ وراثت کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتے ہیں وہ اندر آجائیں' میرا یہ اعلان سن کر اتنے لوگ اندر آئے کہ گھر کا صحن کھچا کھچ بھر گیا۔ آپ نے ہر ایک کے سوال کا تسلی بخش دیا' جب وہ مطمئن ہوگئے تو آپ نے فرمایا کہ اب اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے موقع دو' وہ باہر آگئے اور مجھے یہ حکم دیا کہ اب یہ اعلان کرو کہ جو لوگ عربی زبان' اشعار اور کلام عرب کے غریب الفاظ کے متعلق دریافت کرنا چاہتے ہیں وہ اندر آجائیں' میں نے تعمیل ارشاد کی' اعلان سن کر اتنے لوگ اندر آئے کہ صحن بھر گیا' آپ نے ہر ایک کے سوال کا تسلی بخش جواب دیا' میدان علم میں یہ ایک محیر العقول واقعہ ہے کہ خاندان قریش حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس عالمانہ شان پر جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔

○

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ لوگوں میں علم حاصل کرنے کی

بہت تڑپ ہے تو ان کے لئے باقاعدہ ایسا پروگرام ترتیب دیا جس سے آپ کے دروازے پر لوگوں کا زیادہ ہجوم بھی نہ ہو اور انہیں دینی علوم سے فیضیاب بھی کیا جائے' لہٰذا آپ نے ہفتے میں ایک دن صرف تفسیر قرآن کے لئے ' ایک دن صرف فقہ کے لئے' ایک دن مغازی کے لئے' ایک دن شعر و شاعری کے لئے اور ایک دن تاریخ عرب کی تدریس کے لئے مخصوص کردیا۔ آپ کی مجلس میں اگر کوئی عالم آکر بیٹھتا تو آپ اس کے ساتھ انتہائی انکسار و تواضع سے پیش آتے' اگر کوئی سائل سوال کرتا تو اسے تسلی بخش جواب دیتے۔

○

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنی عالمانہ حیثیت اور بے شمار خوبیوں کی بنا پر باوجود اپنی چھوٹی عمر کے خلفائے راشدین کا مشیر خاص ہونے کا شرف حاصل تھا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اگر کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو آپ اسے حل کرنے کے لئے جہاں کبار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مدعو کرتے' وہاں ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بھی دعوت دیتے' جب آپ تشریف لاتے تو انہیں اپنے قریب بٹھاتے اور پیار بھرے الفاظ میں اظہار خیال کرتے کہ آج ہمیں ایک مشکل مسئلہ پیش آیا ہے' میرے خیال میں آپ ہی اس مشکل مسئلے کو حل کرسکتے ہیں۔

ایک مجلس میں تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اس رویے پر اعتراض بھی کیا گیا کہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں ایک کم عمر صحابی کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔

آپ نے اعتراض کے جواب میں صراحتاً ارشاد فرمایا: یہ ایک منجھا ہوا فصیح البیان اور صاحب عقل ودانش نوجوان ہے۔

○

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جب کبھی لوگوں کی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ ہوتے تو عوام کو نظر انداز نہ کرتے بلکہ ان کی تربیت کے لئے بھی وعظ و ارشاد کی محفل منعقد کرتے۔

آپ کسی گناہ کرنے والے کو مخاطب کرکے یوں ارشاد فرماتے:

☆ اے گناہ کے مرتکب، گناہ کرتے وقت تیرا خوش ہونا اس گناہ سے کہیں بڑا جرم ہے۔

☆ گناہ کا ارتکاب کرتے وقت تو لوگوں سے تو خوفزدہ ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے خوف سے تیرا دل خالی ہوتا ہے، گناہ کرنے میں کامیاب ہوجائے تو خوش ہوتا ہے، اگر ناکام رہے تو کف افسوس ملتا ہے، یاد رکھ یہ ایک خطرناک اخلاقی بیماری ہے۔

☆ اے گناہ کا ارتکاب کرنے والے! کیا تو جانتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو جسمانی و مالی اذیت میں کیوں مبتلا کیا گیا، وہ صرف اس لئے کہ ایک غریب و مسکین شخص نے اپیل کی تھی کہ مجھے ظالموں کے چنگل سے آزاد کرایا جائے اور آپ نے اس کی مدد نہیں کی تھی۔

○

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے قول و فعل میں کامل یکسوئی پائی جاتی تھی، جو کہتے اس کے مطابق ان کا عمل بھی ہوتا، لوگوں کو منکرات سے روکتے اور خود منکرات سے اجتناب کرتے، اکثر و بیشتر دن کو روزہ رکھتے اور رات کو عبادت میں مصروف رہتے۔

حضرت عبداللہ بن ابی ملکیہ بیان کرتے ہیں۔

ایک دفعہ مجھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک سفر کرنے کا اتفاق ہوا جب ہم کسی جگہ پڑاؤ کرتے تو آپ آدھی رات تک عبادت میں مشغول رہتے جبکہ دوسرے ہم سفر تھکاوٹ سے چور ہو کر نیند کی آغوش میں محو استراحت ہوتے۔ میں نے ایک رات دیکھا کہ آپ بار بار یہ آیت پڑھ رہے ہیں اور زار و قطار رو رہے ہیں۔

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ۝ (ق-19)

وہ موت کی جان کنی حق لیکر آپہنچی یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

آپ اس رات مسلسل یہی آیت طلوع فجر تک پڑھتے رہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ علم و تقویٰ کے معیار پر پورے اترنے کے ساتھ ساتھ حسن و جمال کے پیکر تھے، خشیت الٰہی سے رات بھر روتے رہتے، آپ کے صاف

شفاف رخساروں پر لگاتار آنسو اس طرح بہتے جیسے موتیوں کی لڑی ہو۔

○

بلاشبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ علم و تقویٰ کے اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز تھے' ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حج کے لئے تشریف لائے' اور اتفاقاً اس سال حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی حج کے لئے تشریف لے گئے تھے' حالانکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت تھے' آپ کے ہمراہ حکومت کے کارندے بھی تھے' لیکن عوام کا ہجوم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ارد گرد ہوتا' یہ شان و عظمت آپ کو علمی مقام کی وجہ سے حاصل ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ عمر بھر لوگوں کو علم و دانش اور تقویٰ و طہارت کا درس دیتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ اللہ کو پیارے ہوگئے' وصال کے وقت آپ کی عمر اکہتر برس تھی' حضرت محمد بن حنفیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی' جس میں جلیل القدر صحابہ کرام ؓ اور تابعین عظام نے شرکت کی' جب آپکو لحد میں اتارا جارہا تھا تو غیب سے آواز آرہی تھی۔

يَاۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ○ ارْجِعِىْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً○ فَادْخُلِىْ فِىْ عِبَادِىْ○ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ○

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ جامع الاصول	جلد ۱۰ باب فضائل صحابہ
۲۔ الاصابہ مترجم	۴۷۸
۳۔ الاستیعاب	۳۵۰/۲
۴۔ اسد الغابة	۱۹۲/۳
۵۔ صفتہ الصفوة	۷۴۶/۱
۶۔ حیاة الصحابة	جلد چہارم کی فہرست دیکھئے
۷۔ الاعلام ومراجعه	

قبیلۂ مزینہ نے اپنی قیام گاہیں مدینہ طیبہ کے قریب ہی اس سڑک پر بنا رکھی تھیں جو مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ کی طرف جاتی تھی' رسول اکرم ﷺ ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے آئے تھے' قبیلۂ مزینہ کے پاس آنے جانے والوں کی وساطت سے رسول اکرم ﷺ کے متعلق خوش آئند خبریں پہنچنے لگیں۔

ایک شام قوم کے سردار حضرت نعمان بن مقرن مزنی اپنے بھائیوں اور قبیلے کے بزرگوں کے پاس بیٹھے اور سب کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا:

میری قوم! بخدا ہمیں حضرت محمد ﷺ کے متعلق عمدہ اور بہتر خبریں ہی معلوم ہوئیں' آپ کی دعوت رحمت' احسان اور عدل و انصاف پر مشتمل ہے' کتنے تعجب کی بات ہے کہ ہم پیچھے رہتے جارہے ہیں اور لوگ آپ کی دعوت قبول کرنے کے لئے آپ کی طرف سرپٹ دوڑے جارہے ہیں اور ساتھ ہی فرمانے لگے:

میں تو پختہ ارادہ کرچکا ہوں کہ صبح حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضری کے لئے روانہ ہوجاؤں گا' آپ میں سے جو شخص میرے ساتھ جانا چاہے وہ تیار ہو جائے' نعمان کی باتیں اہل مجلس کے دلوں میں اتر گئیں۔

صبح ہوئی تو آپ کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کے دس بھائی اور قبیلۂ مزینہ کے چار سو شہسوار آپ کے ہمراہ مدینہ طیبہ جانے کے لئے تیار ہیں تاکہ نبی اکرم ﷺ کی زیارت اور دین الٰہی کو قبول کرنے کی سعادت حاصل کرسکیں۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ خالی ہاتھ جانا مناسب نہیں' نبی اکرم

ﷺ اور مسلمان بھائیوں کے لئے کچھ تحائف ضرور ساتھ لے جانے چاہئیں' لیکن قحط سالی کی بنا پر گھروں میں فراوانی نہ رہی تھی۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اور تمام بھائیوں کے گھر چکر لگایا اور جو کچھ ہاتھ لگا اپنے ساتھ لے لیا اور خاندان کے جملہ احباب کو اپنے ساتھ لے کر سوئے مدینہ روانہ ہوگئے۔

حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں پہنچ کر تمام تحائف آپ کی خدمت میں پیش کردیئے' آپ اور آپ کے تمام رفقاء حضور ﷺ کے روبرو حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

○

ان کے ایمان لانے سے مدینہ طیبہ کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک مسلمانوں کے گھروں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی' کیونکہ اس سے پہلے کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ ایک گھرانے سے دس حقیقی بھائیوں اور چار سو شہسواروں نے بیک وقت اسلام قبول کیا ہو۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے حلقہ بگوش اسلام ہونے سے رسول اکرم ﷺ کو بھی بے انتہا مسرت ہوئی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس وفد کے تحائف کو بھی شرف قبولیت بخشا اور قرآنی آیات نازل فرمائیں۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اَلَا اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِي رَحْمَتِهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (التوبہ 99)

"اور بدوؤں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں تقرب کا اور رسول ﷺ کی طرف سے رحمت کی دعائیں لینے کا ذریعہ بناتے ہیں ہاں! وہ ضرور ان کے لئے تقرب کا ذریعہ ہے اور اللہ ضرور ان کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا یقیناً اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

○

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے آکر تمام غزوات میں پوری بہادری و جوانمردی سے حصہ لیا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اور ان کی پوری قوم بنو مزینہ نے فتنہء ارتداد کو دبانے کے لئے بھرپور کردار ادا کیا۔

○

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ تاریخ اسلام میں جنہیں قابل ستائش حیثیت حاصل رہے گی۔

○

جنگ قادسیہ سے پہلے سپہ سالار لشکر اسلام حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شاہ ایران کی طرف ایک وفد بھیجا تاکہ وہ اس کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرے' جب یہ وفد ایران کے دارالحکومت پہنچا اور شاہ ایران سے ملنے کی اجازت طلب کی تو اسے اجازت دے دی گئی۔

اور ایک ترجمان کو بھی بلایا گیا۔

شاہ ایران نے ترجمان کو حکم دیا: ان سے پوچھو کہ یہاں کیوں آئے ہو؟ ہم سے کیوں جنگ کرنا چاہتے ہو؟ تمہیں کسی لالچ نے گھیر رکھا ہے! یا ہماری بے پروائی کی بنا پر تمہیں یہ جرأت ہوئی۔

یہ بات سن کر حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: شاہ ایران کی بات کا جواب میں دوں یا تم میں سے کوئی جواب دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔

سب نے کہا: آپ ہی اس سے بات کیجئے' پھر سب نے یک زبان ہو کر شاہ ایران سے کہا: یہی ہماری ترجمانی کریں گے' ان کی باتیں ذرا غور سے سنو!

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے حمد و صلاۃ کے بعد ارشاد فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہم پر بہت بڑا کرم کیا کہ ہماری طرف اپنا رسول ﷺ بھیجا جو ہمیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور ہر قسم کے شر سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے' اور انہوں نے ہم سے یہ وعدہ کیا ہے کہ اگر ہم

ان کی دعوت قبول کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی بھلائی سے سرفراز فرمائے گا۔

تھوڑے ہی عرصے میں اللہ تعالیٰ نے ہماری تنگی کو فراخی میں' ہماری ذلت کو عزت میں اور ہماری عداوت کو اخوت میں بدل دیا' انہوں نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم لوگوں کو اس خیر و برکت کی طرف دعوت دیں اور اپنے ہمسایوں سے اس کا آغاز کریں۔

ہم تمہیں دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیتے ہیں' یہ ایک ایسا نظریۂ حیات ہے جس نے ہر نیکی کے کام کو بنظر استحسان دیکھا اور اس کی ترغیب دلائی اور ہر قسم کی برائی کو برا گردانا اور اس سے بچنے کی تلقین کی اور یہ اپنے ماننے والوں کو کفر کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر نور ایمان کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے۔

اگر تم اسلام قبول کر لو گے تو ہم تمہارے پاس اللہ کی کتاب چھوڑ جائیں گے' تم اس کے احکام کے مطابق نظام حکومت کو استوار کرنا! ہم تمہارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کریں گے۔

اگر تم نے دین الٰہی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو پھر ہم تم سے جزیہ وصول کریں گے اور تمہاری حفاظت کی ذمہ داری ہم پر ہو گی لیکن اگر تم نے جزیہ دینے سے انکار کر دیا تو ہماری تم سے جنگ ہو گی۔

شاہ ایران حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سن کر مشتعل ہو گیا اور کہنے لگا: میری نظر میں روئے زمین پر تم سے زیادہ بدبخت' پراگندہ حال و کمتر کوئی اور قوم نہ ہو گی۔

ہم تمہارا معاملہ سرحدی حکمرانوں کے سپرد کر دیں گے' وہ تمہیں ہمارا مطیع بنائیں گے۔

پھر غصہ ذرا نرم ہوا تو کہنے لگا:

اگر کسی ضرورت نے تمہیں ہمارے پاس آنے پر مجبور کیا ہے تو ہم تمہیں اتنا غلہ دیں گے جس سے تمہارے گھروں میں خوشحالی آ جائے گی' اس کے علاوہ تمہیں اور تمہارے سرداروں کو عمدہ لباس بھی مہیا کریں گے' اور اپنی طرف سے تم پر ایک ایسا حکمران بھی مقرر کریں گے جو تمہارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے گا۔

یہ باتیں سن کر وفد کے ایک رکن نے شاہ ایران کو خوب خوب سنائیں جس سے

اس کے غصے کی آگ پھر بھڑک اٹھی اور غضبناک انداز میں کہنے لگا: اگر قاصدوں کے تحفظ کا بین الاقوامی معاہدہ نہ ہوتا تو آج میں تمہیں قتل کر دیتا۔

میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ' میرے پاس تمہارے لئے کچھ نہیں! اپنے سالار کو جا کر بتا دینا کہ میں تمہاری طرف رستم کو بھیجوں گا' وہ تمہارے سردار اور تمہیں ایک ساتھ قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے گا' پھر اس نے مٹی کا ایک تھیلا منگوایا' اور اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ یہ تھیلا ان میں سے اس شخص کے سر پر رکھنا جو زیادہ معزز سمجھا جاتا ہے' اور تمام لوگوں کے سامنے اسے ہانک کر دارالحکومت سے نکال دو۔

درباریوں نے وفد سے پوچھا: تم میں سب سے زیادہ معزز کون ہے؟

حضرت عاصم بن عمر آگے بڑھے اور فرمایا: میں۔

تو انہوں نے اس پر مٹی کا تھیلا لاد دیا' اور وہ اسی حالت میں دارالحکومت مدائن سے نکلے۔ شہر سے باہر آ کر وہ مٹی کا تھیلا انہوں نے اپنی اونٹنی پر لاد دیا اور اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے اور یہ خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے ایران کو فتح کر دے گا اور انہیں سرزمینِ فارس کا مالک بنا دے گا' کچھ عرصے بعد جنگ قادسیہ کا واقعہ پیش آیا اور قادسیہ کی خندق ہزاروں لاشوں سے بھر گئی' لیکن یہ لاشیں مسلمانوں کی نہیں تھیں' بلکہ یہ ایرانی لشکر کی تھیں۔

○

ایرانیوں نے قادسیہ کی شکست سے حوصلہ نہ ہارا' بلکہ از سر نو افراد کو جمع کیا اور لشکر کو ترتیب دیا' یہاں تک کہ ایک لاکھ پچاس ہزار تجربہ کار جنگجو اکٹھے ہو گئے' جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس جم غفیر کے متعلق علم ہوا تو اس بڑے خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے خود تیار ہوئے' لیکن لشکر اسلام کی بعض اہم شخصیتوں نے آپ کو اس سے روک دیا اور یہ تجویز پیش کی کہ ایک ایسے سپہ سالار کو یہ مہم سر کرنے کے لئے روانہ کریں جو قابل اعتماد ہو۔

حضرت عمر نے فرمایا:

مجھے ایسے شخص کی نشاندہی کرو جسے قائد بنا کر اس مہم کو سر کرنے کے لئے روانہ

کروں۔

سب نے عرض کی:

امیرالمؤمنین! آپ اپنے لشکر کے متعلق خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

اللہ کی قسم! میں مسلمانوں کے لشکر کا سالار ایک ایسے شخص کو بناؤں گا کہ جس میں یہ خوبی ہو کہ جب دونوں فوجوں میں گھمسان کی جنگ چھڑتی ہے تو وہ تیرے سے بھی زیادہ تیز ثابت ہوتا ہے اور وہ ہے نعمان بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہ

سب نے کہا:

واقعی وہ اس منصب کے لائق ہے۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف یہ خط لکھا۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی جانب سے نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی طرف۔

بعد از تسلیمات:

مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ ایرانیوں نے نہاوند شہر میں کثیر تعداد میں فوج جمع کرلی ہے' جب آپ کو میرا یہ خط ملے' اللہ کا نام لے کر اور اس کو شامل حال سمجھتے ہوئے' دشمن کے مقابلے کے لئے روانہ ہوجائیں۔۔۔ یاد رکھنا' ایک مسلمان میرے نزدیک ایک لاکھ دینار سے زیادہ قیمتی اور محبوب ہے۔

والسلام

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے دشمن سے مقابلے کے لئے اپنے لشکر کو تیار کیا اور تجربہ کار شہسوار صورت حال معلوم کرنے کے لئے روانہ کئے جب یہ شہسوار نہاوند شہر کے قریب پہنچے تو ان کے گھوڑے اچانک رک گئے' شہسواروں نے انہیں دوڑانے کی کوشش کی لیکن وہ اسی جگہ جمے رہے۔ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھے۔ شہسوار گھوڑوں کی پیٹھ سے نیچے اتر آئے' تاکہ صحیح صورت حال معلوم کرسکیں' وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ گھوڑوں کے پاؤں میں کیل پیوست ہوچکے ہیں' انہوں نے جب اردگرد کا بغور جائزہ لیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایرانیوں نے نہاوند کی طرف جانے والے تمام راستوں میں لوہے کے نوکدار کیل

بکھیر دیئے ہیں تاکہ شہسواروں اور پیادہ فوج کا راستہ روکا جاسکے اور وہ نہاوند شہر تک پہنچ نہ سکیں۔

○

شہسواروں نے اس صورت حال سے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو مطلع کیا اور ان سے رائے طلب کی' انہوں نے حکم دیا کہ سب اپنی جگہ کھڑے رہیں' جب رات کی تاریکی چھا جائے تو بے تحاشا آگ جلائیں تاکہ دشمن اس روشنی میں تمہیں دیکھ لے' جب روشنی چہار سو پھیلی ہوئی ہو تو خوف و ہراس اور ہزیمت و پسپائی کا مظاہرہ کریں' اس سے دشمن فوج کے دل میں تمہارے پاس پہنچنے کی شدید دلی خواہش پیدا ہوگی جس کی تکمیل کے لئے وہ از خود راستوں میں بکھرے ہوئے کانٹے اور کیل چننے پر مجبور ہونگے۔ اس طرح تمہارے تمام راستے صاف ہوجائیں گے' ایرانیوں کے خلاف یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی۔ جب انہوں نے آگ کے الاؤ کی روشنی میں دیکھا کہ مسلمان لشکر پسپا ہو کر بھاگنا چاہتا ہے تو انہوں نے جلدی سے اپنے کارندے بھیج کر تمام راستے صاف کروا دیئے' جب راستے صاف ہوگئے تو مسلمانوں نے یکدم پیچھے مڑکر اچانک دشمن پر زوردار حملہ کردیا۔

○

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے ساتھ نہاوند شہر کے بالائی جانب پڑاؤ ڈال دیا اور دشمن پر حملہ کرنے کے لئے منصوبہ بندی کی' آپ نے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

میں تین مرتبہ نعرۂ تکبیر بلند کروں گا' جب پہلی مرتبہ نعرۂ تکبیر کروں تو سب لوگ چوکس ہو جائیں' جب دوسری مرتبہ نعرۂ تکبیر کہوں تو اپنے ہتھیار سنبھال لیں اور جب تیسری مرتبہ نعرۂ تکبیر کہوں تو میرے ساتھ مل کر دشمن پر زوردار حملہ کردیں۔

○

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ اللہ اکبر کہا اور شیر کی سی دلیری کے ساتھ دشمن کی صفوں میں جاگھسے اور آپ کے پیچھے لشکر اسلام سیل رواں کی طرح دشمن کے خس و خاشاک کو بہاتا ہوا مسلسل آگے بڑھنے لگا' اور دونوں فوجوں کے درمیان ایسا

گھمسان کا رن پڑا کہ جنگی تاریخ میں کم ہی کسی ایسی لڑائی کی مثال ملتی ہوگی' ایرانی فوج گاجر مولی کی طرح کٹنے لگی' لاشوں کے انبار لگ گئے' میدان اور پہاڑ جس طرف نگاہ اٹھتی' لاشوں کے کشتوں کے پشتے لگے ہوئے تھے' گزر گاہوں اور راستوں میں خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا' اسی عالم میں سپہ سالار حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کا گھوڑا پھسلا اور گرتے ہی دم توڑ گیا اور حضرت نعمان رضی اللہ عنہ بھی گرتے ہی شہید ہوگئے' فوراً آپ کے بھائی نے آگے بڑھ کر جھنڈا اپنے ہاتھ میں تھام لیا اور آپ کے جسد خاکی پر اپنی چادر ڈال دی تاکہ آپ کی شہادت کی خبر مسلمان فوج کو نہ ہونے پائے۔

جب لشکر اسلام کو ایسی مکمل فتح نصیب ہوئی' جسے فتح مبین کا نام دیا گیا تو فتحیاب لشکر نے اپنے قائد کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں؟

ان کے بھائی نے ان کے جسد خاکی سے چادر اٹھائی اور فرمایا: یہ ہیں آپ کے امیر۔ بلاشبہ فتح سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوچکی ہیں' اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں شہادت کا عظیم مرتبہ بھی نصیب فرمادیا۔

○

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابه مترجم ۸۷۴۵

۲۔ ابن الاثیر ۲/۲۱۱'۳/۷

۳۔ تهذیب التهذیب ۱۰/۴۵۶

۴۔ فتوح البلدان ۳۱۱

۵۔ شرح الفیته العراقی ۳/۷۶

۶۔ الاعلام ۹/۹

۷۔ القادسية ۶۶۔۷۳

ہم میں سے کون ہے جو حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کو نہ جانتا ہو! اور ان کی سیرت کے اہم ترین واقعات جاننے میں دلچسپی نہ رکھتا ہو' لیکن ہم میں سے اکثر و بیشتر یہ بات نہیں جانتے کہ آپ رومی نہیں تھے بلکہ خالص عربی النسل تھے' باپ کی جانب سے نمیری اور ماں کی جانب سے تمیمی تھے' یعنی ان کے والد قبیلہ بنو نمیر اور والدہ قبیلہ بنو تمیم سے تھی' حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا روم کی طرف انتساب ایک عجیب و غریب واقعہ ہے جو کہ تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ محفوظ رہے گا اور تاریخ دان اسے نہایت دلچسپی سے بیان کرتے رہیں گے۔

بعثت نبوی سے دو سال پہلے کی بات ہے بصرہ سے ملحقہ قدیمی شہر ابلہ کا گورنر سنان بن مالک نمیری تھا۔ اس کی تقرری شاہ ایران کے ایما پر کی گئی تھی' اسے اپنی اولاد میں سب سے زیادہ پیار اپنے پانچ سالہ بچے صہیب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔

○

صہیب رضی اللہ عنہ خوبصورت' اور سرخ سنہری بالوں والا جاذب نظر اور دلکش بچہ تھا' ان کی آنکھوں سے فطانت' ذہانت اور شرافت ٹپکتی تھی' ہر وقت خوش و خرم رہتا' طبیعت میں خوش دلی و خوش مزاجی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی' اسے دیکھتے ہی باپ کا دل خوشیوں سے لبریز ہو جاتا اور تمام تھکاوٹ آن واحد میں کافور ہو جاتی۔

○

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی والدہ نے اپنے خدام اور حفاظتی دستے کے ہمراہ اپنے لخت جگر صہیب رضی اللہ عنہ کو لے کر سیر و سیاحت کی غرض سے عراق کے

نہایت خوبصورت مقام ثنی نامی بستی کا رخ کیا۔ وہ ابھی یہ پہنچی ہی تھیں کہ روم کے لشکر نے اس بستی پر حملہ کردیا' ان کے تمام حفاظتی دستے کو قتل کردیا' سب مال و متاع چھین لیا اور بچوں کو قیدی بنالیا' ان قیدیوں میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

○

صہیب رضی اللہ عنہ کو روم لے جاکر غلاموں کی منڈی میں بیچ ڈالا گیا' وہ بکتے ہوئے ایک آقا سے دوسرے آقا کی طرف منتقل ہونے لگے' ان کی حالت ان ہزاروں غلاموں کی سی تھی جن سے روم کے محلات بھرے پڑے تھے۔

○

اس طرح حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو رومی معاشرے کے داخلی حالات کو بنظر عمیق دیکھنے کا موقع ملا' ان کے محلات میں منکرات و فواحش کی گرم بازاری بچشم خود دیکھی' جب آپ نے کمزور و ناتواں لوگوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کا مشاہدہ کیا تو ان کے دل میں رومی معاشرے کے خلاف شدید نفرت کے جذبات بھڑک اُٹھے' وہ اپنے دل میں کہا کرتے تھے کہ اس معاشرے کو ہولناک طوفان ہی پاک کرسکتا ہے۔

○

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ غلام کی حیثیت سے روم میں پرورش پانے لگے اور اسی سرزمین میں پل کر جوان ہوئے' آپ عربی زبان قریباً بھول گئے تھے' لیکن یہ احساس بدستور قائم رہا کہ میں عربی النسل ہوں اور صحرائی باشندوں کی اولاد ہوں' انہیں اپنی قوم سے جاملنے کا شوق بدستور قائم رہا اور اس میں ایک لحظہ کے لئے بھی کبھی کمی واقع نہیں ہوئی اور سرزمین عرب کی زیارت کا شوق اس پر مستزاد' ایک دفعہ انہوں نے ایک نصرانی نجومی کو اپنے آقا سے باتیں کرتے ہوئے سنا' وہ اسے کہہ رہا تھا' عنقریب جزیرہ نمائے عرب کے شہر مکہ میں ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہونے والا ہے' جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق کرے گا اور لوگوں کو جہالت کی تاریکیوں سے علم کی روشنی کی طرف نکال لائے گا۔

○

ایک روز حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو غلامی کی زنجیر توڑ کر بھاگ نکلنے کا موقع میسر آیا' اور آپ نے ام القریٰ مکہ معظمہ جلوہ گاہ نبی منتظر صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ کیا' اور یہاں پہنچ کر مستقل رہائش اختیار کر لی۔

زبان کی لکنت اور سنہری بالوں کی وجہ سے باشندگان مکہ آپ کو صہیب رضی اللہ عنہ رومی کے نام سے پکارنے لگے۔

○

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ کے ایک سردار عبداللہ بن جدعان سے مل کر تجارت شروع کر دی جس میں بہت نفع ہونے لگا اور تھوڑے ہی عرصے میں بہت سا مال جمع ہو گیا' تجارتی مصروفیات کے باوجود حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو نصرانی نجومی کی وہ بات نہ بھولی جو انہوں نے اپنے رومی آقا کی زبان سے سنی تھی کہ ''عنقریب مکہ معظمہ میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے'' یہ اکثر اپنے دل میں سوچا کرتے کہ یہ سنہری موقع مجھے کب نصیب ہو گا' مجھے کب اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہو گا' لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد آپ کو اس سوال کا جواب مل گیا۔

○

ایک روز حضرت صہیب رضی اللہ عنہ تجارتی سفر سے مکہ واپس تشریف لائے تو انہیں یہ اطلاع ملی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے' اور آپ لوگوں کو توحید باری تعالیٰ اور ایمان کی دعوت دیتے ہیں' عدل و انصاف اور معروف کا حکم دیتے ہیں' فواحش و منکرات سے اجتناب کی تلقین کرتے ہیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا آپ وہی ہیں جسے لوگ امین و صادق کے نام سے پکارتے ہیں۔

انہیں بتایا گیا کہ ہاں! پوچھا: آپ کی رہائش کہاں ہے؟

بتایا گیا صفا کے پاس دار ارقم میں!

لیکن ذرا احتیاط سے جانا کہیں قریش تمہیں ادھر جاتے ہوئے دیکھ نہ لیں' دیکھنا اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ تم وہاں گئے ہو تو تمہارا جینا دوبھر کر دیں گے: تم یہاں غریب الوطن ہو

تمہارا یہاں کوئی خاندان نہیں' جو مصیبت کے وقت تمہارے کام آسکے۔

○

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ باشندگان مکہ سے نظریں چراتے ہوئے تاروں کی روشنی میں دار ارقم کی طرف روانہ ہوئے' وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پہلے سے دروازے پر کھڑے ہیں' پہلے تو گھبرائے' لیکن چونکہ ان کے ساتھ پہلے سے شناسائی تھی' پوچھا: عمار رضی اللہ عنہ کیا ارادے ہیں؟

عمار رضی اللہ عنہ بولے: آپ کے کیا ارادے ہیں؟

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو دار ارقم میں داخل ہوکر اس شخص سے ملنا چاہتا ہوں جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے کانوں سے ان کا پیغام سننے کا مشتاق ہوں۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ بولے: میرا بھی یہی ارادہ ہے!

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا: واہ! تو پھر آیئے' دونوں اللہ کا نام لے کر اندر چلتے ہیں۔

○

حضرت صہیب بن سنان رومی اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے' آپ کے ارشادات سنے تو نور ایمان سے دونوں کے سینے منور ہو گئے' دونوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور کلمۂ طیبہ پڑھتے ہوئے دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے' دن بھر سر چشمۂ اسلام سے سیراب اور ہادیٔ برحق سے فیضیاب ہوتے رہے' دن ختم ہوا' رات کا اندھیرا چھانے لگا' لوگوں کی چہل پہل ختم ہوئی' اہالیان مکہ نیند کی آغوش میں محو استراحت ہوئے تو دونوں رات کی تاریکی میں وہاں سے نکلے' ان کے سینے نور ایمان سے منور ہو چکے تھے اور اس نور ایمانی نے ان کے لئے تمام دنیا روشن کر دی تھی۔

○

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ' حضرت عمار رضی اللہ عنہ' حضرت سمیہ اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ قریش کی جانب سے ڈھائے جانے والے مظالم نہایت صبر و تحمل سے برداشت کئے' قریش کی طرف سے دیئے جانے والے مظالم اتنے شدید تھے کہ اگر

کسی پہاڑ پر اتارے جاتے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا' لیکن آپ نے انہیں صبر و تحمل سے برداشت کیا؟ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ جنت کا راستہ مصائب و تکالیف سے اٹا ہوا ہے۔

○

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کا پختہ ارادہ کرلیا' لیکن جب قریش کو ان کے اس ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے جاسوس مقرر کر دیئے تاکہ انہیں مکے کی حدود سے باہر نہ جانے دیا جائے' انہیں اندیشہ تھا کہ اگر یہ گئے تو اپنے ساتھ مال تجارت اور سونا چاندی بھی لے جائیں گے۔

○

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے بعد حضرت صہیب رضی اللہ عنہ مسلسل اس موقعے کی تلاش میں رہے کہ کب انہیں ہجرت کی فرصت میسر آئے' کیونکہ نگہبانوں اور جاسوسوں کی آنکھیں ہمیشہ ان کے تعاقب میں رہتی تھیں' بالآخر انہیں ایک ترکیب سوجھی' ایک خنک رات میں قضائے حاجت کے بہانے آپ گھر سے نکلے' پھر گھر میں داخل ہوئے یہ عمل آپ نے بار بار دہرایا' جب آپ کی اس اضطراری حالت کو جاسوسوں نے دیکھا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے' مبارک ہو' لات و عزیٰ نے آج اسے پیٹ کی شدید تکلیف میں مبتلا کر دیا ہے۔ پھر وہ اطمینان سے اپنے بستروں میں جا لیٹے اور گہری نیند سو گئے' حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اس صورت حال کو بھانپ کر وہاں سے چل نکلے اور مدینہ منورہ کا رخ کیا۔

○

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ابھی تھوڑی دور ہی گئے ہوں گے کہ نگرانی پر متعین لوگ ہڑ بڑا کر اٹھے' آپ کو وہاں موجود نہ پا کر آپ کے تعاقب میں تیز رو گھوڑوں پر سوار ہو کر سرپٹ دوڑے' صہیب رضی اللہ عنہ ابھی تھوڑی دور گئے تھے کہ پیچھے سے تعاقب کرنے والے بھی پہنچ گئے' جب آپ نے ان کی آہٹ سنی تو ایک ٹیلے پر کھڑے ہو گئے' ترکش سے تیر نکالا اور کمان پر چڑھا کر کہنے لگے۔

اے قریش! تم جانتے ہو! کہ میں سب لوگوں سے بڑھ کر تیر انداز ہوں اور میرا نشانہ کبھی خطا نہیں جاتا' اللہ کی قسم! تم مجھ تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ میں تمہارے اتنے آدمی قتل نہ کردوں جتنے میرے ترکش میں تیر موجود ہیں' تیر ختم ہو گئے تو میں تلوار سے تمہاری گردنیں اُڑانا شروع کردوں گا' یہ معرکہ آرائی اس وقت تک جاری رہے گی' جب تک میرے بازوؤں میں طاقت ہے' آپ کی جرأت مندانہ بات سن کر قریش میں سے ایک شخص بولا' لات وعزیٰ کی قسم! ہم تمہیں یہاں سے جانے نہیں دیں گے' جب تم یہاں آئے تو مفلس وقلاش تھے' لیکن تھوڑے ہی عرصے میں دولت مند ہو گئے' یہ کیسے ممکن ہے کہ یہاں سے حاصل کردہ مال تم اپنے ساتھ لے جاؤ اور ہم دیکھتے رہ جائیں۔

آپ نے اس کی بات سن کر ارشاد فرمایا: اگر میں اپنا سارا مال تمہارے سپرد کردوں تو کیا تم میرا راستہ چھوڑ دو گے؟

انہوں نے کہا: ہاں! اگر تم اپنا سارا مال ہمارے سپرد کردو تو پھر ہم تمہارا راستہ نہیں روکیں گے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: جاؤ میرے گھر کے فلاں کونے میں خزانہ چھپایا ہوا ہے۔ جا کر نکال لو۔ یہ سن کر وہ سب واپس لوٹ گئے اور آپ کا سارا مال قبضے میں لے لیا' اس طرح آپ اطمینان سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

○

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ وفورِ شوق سے مدینہ منورہ کی جانب قدم بڑھانے لگے۔ مال و دولت کے ضائع ہونے کا آپ کو غم نہ تھا' راستے میں جب تھکاوٹ محسوس ہوتی' تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق دل میں موجزن ہو جاتا اور توانائیاں لوٹ آتیں۔ اور چاک و چوبند ہو جاتے اور تازہ دم ہو کر سوئے منزل رواں دواں ہوتے' جب آپ وادئ قبا میں پہنچے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود تھے' انہیں دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا! ابو یحییٰ! سودا نفع بخش رہا۔ سودا بہت ہی مفید رہا۔

آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔

آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے تمتما

اٹھا اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخدا! مجھ سے پہلے تو آپ کے پاس کوئی نہیں آیا۔
یقیناً یہ خبر آپ کو جبریل علیہ السلام نے دی ہوگی۔
بلاشبہ یہ سودا نفع بخش رہا: وحی الٰہی نے اس کی تصدیق کردی۔ جبریل علیہ السلام اس پر شاہد ٹھہرے' کیونکہ وہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیات لے کر نازل ہوئے تھے:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ○

''انسانوں ہی میں کوئی ایسا بھی ہے' جو رضائے الٰہی کی طلب میں اپنی جان کھپا دیتا ہے اور ایسے بندوں پر اللہ بہت مہربان ہے۔''

حضرت صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ کے لئے یہ حسن انجام مبارک ہو۔

○

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابۃ مترجم	۴۱۰۴
۲۔ طبقات ابن سعد	۲۲۶/۳
۳۔ اسدالغابۃ	۳۰/۳
۴۔ الاستیعاب	۱۷۴/۲
۵۔ صفتہ الصفوۃ	۱۶۹/۱
۶۔ البدایۃ والنہایۃ	۳۱۸/۷۔۳۱۹
۷۔ حیاۃ الصحابۃ	
۸۔ الاعلام ومراجعہ	

○○○

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ

ابو درداءؓ دنیا کو
دونوں ہاتھوں سے
پرے دھکیلتے رہے
(حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ)

ابو درداء عویمر بن مالک خزرجی رضی اللہ عنہ ایک روز صبح سویرے نیند سے بیدار ہوتے ہی اس بت کے پاس گئے' جسے اپنے گھر کے ایک چبوترے پر نصب کر رکھا تھا' جھک کر اسے سلام کیا' اور وہ عمدہ عطر اسے لگایا جو اپنے تجارتی مرکز سے لائے تھے' بعد ازاں وہ بیش قیمت ریشمی کپڑا اسے پہنایا جو ایک روز پہلے ایک یمنی تاجر نے انہیں بطور تحفہ دیا تھا' دن چڑھے ابو درداء رضی اللہ عنہ گھر سے نکلے اور اپنے تجارتی مرکز کا رخ کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ یثرب کی سڑکوں اور بازاروں میں پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجوم ہے' وہ معرکۂ بدر سے فتح یاب ہو کر شاداں و فرحاں واپس لوٹ رہے تھے' ان کے آگے آگے قریش کے قیدی سر جھکائے ذلت و رسوائی کی تصویر بنے جا رہے تھے' ابو درداء رضی اللہ عنہ یہ تعجب خیز منظر دیکھ کر ایک طرف ہو گئے اچانک ان کی نظر ایک خزرجی نوجوان پر پڑی تو اس سے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا' خزرجی نوجوان نے انہیں بتایا کہ وہ معرکۂ بدر میں شریک ہوئے تھے اور وہاں سے فتح و نصرت کی خوشیاں اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے واپس لوٹ آئے ہیں۔

ابو درداء رضی اللہ عنہ کے استفسار پر خزرجی نوجوان کو کوئی تعجب نہ ہوا' کیونکہ یہ ان کے باہمی دوستانہ تعلقات کو جانتا تھا' زمانۂ جاہلیت میں یہ دونوں بڑے گہرے دوست تھے' جب اسلام کا ظہور ہوا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے' لیکن ابو درداء نے پہلوتہی اختیار کی' البتہ ان دونوں ساتھیوں کے مابین گہرے تعلقات بدستور قائم رہے' حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ملاقات کے لئے وقتاً فوقتاً ابو درداء کے پاس آتے اور انہیں

اسلام کی طرف دعوت دیتے' شرک سے اجتناب اور نور اسلام سے فیضیاب ہونے کی مسلسل تلقین کرتے رہتے۔

○

ایک دن ابودرداء اپنے تجارتی مرکز پہنچے' مسند پر بیٹھتے ہی خرید و فروخت میں مشغول ہو گئے' ملازمین کو مختلف فرائض سر انجام دینے کے لئے حکم صادر کرنے لگے' انہیں اس بات کا کوئی علم نہ تھا کہ ان کے گھر آج کیا نیا واقعہ رونما ہو چکا ہے۔

عین اسی وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ خیر سگالی کے جذبے سے سرشار ہو کر اپنے دوست ابودرداء رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے' کیا دیکھتے ہیں کہ دروازہ چوپٹ کھلا ہوا ہے' خاتون خانہ صحن میں بیٹھی ہوئی ہے' آپ نے سلام کہا اور پوچھا کہ ابودرداء کہاں ہے؟

اس نے بتایا کہ وہ دکان پر گئے ہیں' تھوڑی ہی دیر بعد آ جائیں گے۔

آپ نے پوچھا کہ مجھے اندر آنے کی اجازت ہے۔

اس نے کہا: بڑی خوشی سے تشریف لایئے' اتنا کہہ کر وہ اپنے کمرے میں چلی گئی' گھر کے انتظامات اور بچوں کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گئی۔

○

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سیدھے اس کمرے میں پہنچے جس میں ابودرداء رضی اللہ عنہ نے پوجا پاٹ کے لئے بت نصب کر رکھا تھا' بغل سے کلہاڑی نکالی' بت پر زوردار وار کیا اور اس کے حصے بکھرے کرنے شروع کر دیئے' کلہاڑی کا وار کرتے اور ساتھ ساتھ یہ الفاظ کہتے جاتے: ''جس کو بھی اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے' وہ باطل ہے''

''جس کو بھی اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے' وہ باطل ہے''

جب اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا تو گھر سے نکلے اور اپنی راہ لی۔

○

ان کے چلے جانے کے بعد ام درداء کمرے میں داخل ہوئی' کیا دیکھتی ہے کہ بت کے ٹکڑے چاروں طرف بکھرے پڑے ہیں' یہ عجیب و غریب حالت دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو گئے' غم کے مارے زار و قطار رونا شروع کر دیا' اور نوحہ کرتے کرتے کہنے لگی: اے

ابن رواحہ تو نے مجھے ہلاک کر دیا' اے ابن رواحہ تو نے مجھے ہلاک کر دیا۔

○

تھوڑی ہی دیر بعد ابودرداء گھر پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ بیوی کمرے کی دہلیز پر بیٹھی زار و قطار رو رہی ہے' پوچھا کیا ہوا؟

کہنے لگی تمہاری غیر حاضری میں ابن رواحہ رضی اللہ عنہ گھر آیا۔ اجازت لے کر کمرے کے اندر داخل ہوا اور ہمارے اس بت کے پرخچے اڑا دیئے' ذرا اندر جا کر تو دیکھو' اس نے کس قدر ظلم ڈھایا ہے' ہائے' ہماری دنیا لٹ گئی! میں نے کیوں اسے اندر جانے دیا' ہائے ہم تو ہلاک ہو گئے' اب ہمارا کیا بنے گا۔ ابودرداء نے دیکھا کہ بت کو ریزہ ریزہ کر دیا گیا ہے اور اس کے ٹکڑے چاروں طرف بکھرے پڑے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر وہ آگ بگولہ ہو گیا' عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے انتقام لینے کا مصمم ارادہ کر لیا' لیکن تھوڑی ہی دیر بعد غصہ جاتا رہا۔ اس حادثے پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے لگا۔ اس کے دل میں اچانک یہ خیال آیا کہ اگر اس بت میں کوئی خوبی ہوتی تو آج یہ ضرور اپنا دفاع کرتا' اور ہم کس قدر بے شعور ہیں کہ جو اپنے نفع نقصان کا مالک نہیں' ہم اس کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ اس خیال کا آنا تھا کہ دل کی دنیا بدل گئی' فوراً حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں اپنے ہمراہ لے کر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہونے کا اعلان کر دیا' یہ اپنے محلے میں اسلام قبول کرنے کے اعتبار سے سب سے آخری خوش قسمت انسان تھے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھتے ہی کلمۂ طیبہ پڑھتے ہوئے دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے اور آفتاب رسالت کی جلوہ نمائیوں سے دل کی تاریکیاں چھٹ گئیں' دل کی دنیا بدل جانے کے بعد انہیں اپنی سابقہ زندگی پر شدت سے ندامت محسوس ہونے لگی۔ انہیں اس بات کا شدید احساس ہوا کہ اس کے ساتھی دینی احکامات اور قرآنی تعلیمات میں مجھ سے بہت آگے بڑھ چکے ہیں' اور انہوں نے اپنے نامۂ اعمال میں نیکیوں کا بیش بہا خزانہ جمع کر لیا ہے' انہوں نے اپنی اس کمی کو پورا کرنے کے لئے انتھک محنت کا پختہ ارادہ کر لیا' اور آپ نے علم و تقویٰ کے حصول کے لئے دن رات ایک کر دیئے اور اس میدان میں بڑھ جانے والے قافلے کو بہت جلد ہی جا ملے' پوری یکسوئی کے

ساتھ عبادت میں مصروف ہو گئے' اور علم کی طرف اس طرح لپکے جیسے کوئی پیاسا پانی کے چشمے کی طرف لپکتا ہے' پوری توجہ سے قرآنی آیات کو زبانی یاد اور ان پر غور و تدبر کرنے لگے' آپ نے جب یہ محسوس کیا کہ تجارتی مصروفیات عبادت کی لذت پر اثر انداز ہو رہی ہیں' اور علمی مجالس میں بہت بڑی رکاوٹ بن رہی ہیں' تو بغیر کسی تردد کے تجارت کو خیر باد کہہ دیا' عبادت گزاری اور حصول علم کے لئے ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

ایک شخص نے پوچھا کہ آپ نے تجارت کیوں ترک کر دی' انہوں نے جواب دیا! کہ میں رسول اکرم ﷺ کی رفاقت سے پہلے ایک مصروف تاجر تھا' جب اسلام قبول کیا تو میں نے عبادت اور تجارت کو ساتھ ساتھ چلانے کی کوشش کی' لیکن میں اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا لہٰذا میں نے تجارت کو ترک کر دیا اور عبادت میں ہمہ تن مصروف ہو گیا' مجھے قسم ہے اس ذات کی' جس کے قبضے میں میری جان ہے' اب تو مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ مسجد کے دروازے پر میری دکان ہو اور باجماعت میری کوئی نماز بھی فوت ہو اور میں خرید و فروخت کروں' اور ہر روز مجھے تین سو دینار نفع ہو' مجھے اب اس تجارت سے کوئی دلچسپی نہیں۔

پھر آپ نے دریافت کرنے والے کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا: سنو میرے اس بیان کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حرام قرار دے دیا ہے' میں تو اب صرف یہ چاہتا ہوں کہ میں ان لوگوں میں سے ہو جاؤں جن کو تجارت اور خرید و فروخت ذکر الٰہی سے غافل نہیں کرتی۔

○

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے صرف تجارت کو ہی ترک نہیں کیا' بلکہ ہر قسم کی زیب و زینت سے بھی مکمل طور پر بے رخی اختیار کر لی اور صرف اتنے ہی کھانے پر اکتفا کرنے لگے جس سے ان کی کمر سیدھی رہ سکے' اور کھردار کپڑا صرف اتنی ہی مقدار میں پہننے کے لئے منتخب کیا جس سے صرف جسم ڈھانپا جا سکے۔

ایک سخت ترین ٹھنڈی رات میں چند احباب آپ کے ہاں مہمان ٹھہرے۔ آپ نے ان کی خدمت میں گرم کھانا پیش کیا' لیکن کوئی بستر مہیا نہ کیا' جب سونے کا وقت ہوا تو مہمان آپس میں ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے' ایک نے کہا: میں ان سے بات کرتا

ہوں' دوسرا کہنے لگا چھوڑ دیجیے' رہنے دیجئے' لیکن اس نے بات نہ مانی اور ابودرداء رضی اللہ عنہ کے کمرے کے دروازے پر جا کھڑا ہوا' کیا دیکھتا ہے کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے ہیں اور ان کی بیوی پاس بیٹھی ہوئی ہے' صرف ایک ہلکی سی چادر اوڑھ رکھی ہے جو نہ سردی روک سکتی ہے اور نہ گرمی' اس نے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے پوچھا' کیا آپ کے پاس کوئی لحاف نہیں؟ آپ کا گھریلو سامان کہاں ہے؟

آپ نے فرمایا: ہمارا اصل گھر ایک دوسری جگہ پر واقع ہے۔ جو بھی سامان ہمیں دستیاب ہوتا ہے' ہم فوراً اسے اس گھر کی طرف روانہ کردیتے ہیں' اگر آج اس گھر میں ہمارے پاس کچھ ہوتا تو ضرور آپ کی خدمت میں پیش کردیتے۔ ہمارے اس گھر کے راستہ میں ایک دشوار گذار گھاٹی حائل ہے۔ اسے عبور کرنے کے لئے ہلکا پھلکا راہی بھاری بھرکم مسافر سے کہیں بہتر رہتا ہے۔

ہم نے سوچا کہ اپنا بوجھ ہلکا کردیں تاکہ آسانی سے اس دشوار گذار گھاٹی کو عبور کرسکیں۔

پھر آپ نے دریافت کیا:

کیا تم میری بات سمجھ گئے ہو؟

اس نے جواب دیا:

ہاں' میں بالکل آپ کی بات اچھی طرح سمجھ گیا ہوں' اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

○

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ارادہ کیا کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر مقرر کردیا جائے' انتہائی عزت و اکرام سے اس عہدے کی پیشکش کی' لیکن انہوں نے انکار کردیا' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت اصرار کیا تو فرمانے لگے:

امیرالمؤمنین! اگر آپ کو یہ پسند ہے کہ میں اہل شام کو قرآن و سنت کی تعلیم دوں اور انہیں نمازیں پڑھاؤں تو میں بطیب خاطر یہ فریضہ سرانجام دینے کے لئے تیار ہوں۔ یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رضامندی کا اظہار کردیا تو آپ ارض شام کے صدر مقام

دمشق کی طرف روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ باشندگان دمشق ناز و نعم کی زندگی بسر کر رہے ہیں' آسائش و آرام کے دلدادہ ہو چکے ہیں' باشندگان دمشق کی یہ حالت دیکھ کر آپ بہت پریشان ہوئے' آپ نے لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کی دعوت دی' جب لوگ اکٹھے ہوگئے تو آپ کھڑے ہوکر فرمانے لگے' اے دمشق کے رہنے والو! تم میرے دینی بھائی ہو اور دشمنوں کے خلاف ہمارے معاون ہو: اے ساکنان دمشق! بھلا میری محبت و مودّت اور میری نصیحت کو قبول کرنے سے تمہیں کیا چیز روکتی ہے؟ میں تو تم سے کوئی چیز طلب نہیں کرتا' میری نصیحت تمہارے فائدے کے لئے اور میرے اخراجات کا بوجھ تمہارے علاوہ کسی اور کے ذمے ہے' میں دیکھ رہا ہوں کہ علماء اس دنیائے فانی سے اٹھتے جارہے ہیں اور ان جگہ پر کرنے والا کوئی پیدا نہیں ہو رہا' میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈالی گئی ذمہ داری کو قبول تو کرلیا ہے' لیکن حقیقتاً اس کے احکام سے انحراف کر رہے ہو' میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اتنا مال جمع کر رہے ہو جسے تم کھا نہ سکو گے' اور ایسی امیدیں لئے بیٹھے ہو جنہیں تم پا نہ سکو گے' سنو! تم سے پہلے بہت سی قوموں نے بے انتہا مال اکٹھا کیا' اسے دل و جان سے عزیز جانا اور سنبھال سنبھال کر رکھا' لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہ سارا مال تباہ و برباد ہوگیا' ان کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا' آبادیاں قبرستانوں میں تبدیل ہوگئیں۔

اے ساکنان دمشق! ذرا تم قوم عاد کو دیکھو جس کا اپنے دور میں روئے زمین پر رعب و دبدبہ تھا' جس کی اقتصادی حالت نہایت مستحکم تھی۔ جسے اپنی افرادی قوت پر ناز تھا' لیکن آج اس قوم کا نام و نشان نہیں۔ یہ وعظ سن کر حاضرین مجلس دھاڑیں مار کر رونے لگے' چیخ و پکار کی دلدوز آوازیں مسجد سے باہر سنائی دے رہی تھیں۔

○

اس دن سے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس کثرت سے آنے جانے لگے بعض اوقات آپ بازار میں تشریف لے جاتے' مسئلہ پوچھنے والے کو تسلی بخش جواب دیتے' جاہل کو تعلیم دیتے' غافل کو تنبیہ کرتے' اور ہر مناسب موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اس سے بھرپور دینی فائدہ اٹھاتے۔

○

ایک روز آپ کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ ایک شخص کی پٹائی کر رہے ہیں اور گالی دے رہے ہیں' آپ نے ان سے دریافت کیا: کیا بات ہے؟

انہوں نے بتایا: یہ شخص کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے۔

آپ نے فرمایا: بھلا مجھے یہ بتاؤ' اگر یہ شخص کنوئیں میں گر جاتا تو کیا تم اسے باہر نہ نکالتے؟ سب نے یک زباں ہو کر کہا کیوں نہیں۔

آپ نے فرمایا: اسے گالی نہ دو اور نہ اسے مارو' بلکہ اسے نصیحت کرو اور صحیح راستہ دکھاؤ۔ اور خدا کا شکر کرو جس نے تمہیں اس جیسے گناہ سے محفوظ رکھا ہے۔

ان لوگوں نے آپ سے پوچھا: کیا آپ کو یہ شخص برا نہیں لگتا۔

آپ نے فرمایا: میں اس کے برے فعل کو تو ناپسند کرتا ہوں' ہاں اگر یہ توبہ کر لے تو یہ میرا دینی بھائی ہے۔

آپ کی یہ بات سن کر وہ شخص زار و قطار رونے لگا اور برسرعام اس نے توبہ کا اعلان کر دیا۔

○

ایک نوجوان نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے نصیحت کیجئے۔

آپ نے فرمایا: بیٹے! تم اللہ تعالیٰ کو خوشحالی میں یاد کرو' وہ تجھے تنگدستی میں یاد کرے گا' بیٹے! تم اپنی زندگی میں عالم یا متعلم یا پھر علمی مجالس میں استفادہ کرنے والا بن کر رہنا۔ کوئی چوتھی صورت اختیار نہ کرنا' ورنہ تباہ و برباد ہو جاؤ گے' بیٹا: مسجد کو اپنا گھر سمجھنا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ مسجد ہر متقی انسان کا گھر ہے' جو شخص مسجد کو اپنا گھر بنالیتا ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے خوشحالی' رحمت و برکت' اور پل صراط سے بخیر و عافیت سے گزر کر جنت میں داخل ہونے کی ضمانت دی ہے۔

○

ایک روز آپ بازار سے گزر رہے تھے' آپ نے دیکھا کہ چند نوجوان بازار میں بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے ہیں اور راہ گیروں کو کنکھیوں سے دیکھ رہے ہیں' آپ نے انہیں تلقین

کرتے ہوئے فرمایا:

میرے بیٹو! مسلمان کا گھر اس کا قلعہ ہوتا ہے۔ اس میں وہ اپنی ذات اور نگاہ کو محفوظ رکھتا ہے' بازاروں میں بلاوجہ نہ بیٹھا کرو' یہ بیٹھک انسان کو غافل کر دیتی ہے اور اس کے کردار کو زبردست نقصان پہنچاتی ہے۔

○

دمشق میں قیام کے دوران حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے کے لئے حضرت ابودرداء سے ان کی بیٹی درداء کا رشتہ طلب کیا' آپ نے صاف انکار کر دیا اور اپنی بیٹی کا نکاح عام مسلمانوں میں سے ایک ایسے نوجوان سے کیا جس کی دینی حالت آپ کو بہت پسند تھی۔

یہ بات لوگوں میں بڑی تیزی سے پھیل گئی' کہ امیر معاویہؓ نے حضرت ابودرداء سے رشتہ طلب کیا تھا اور انہوں نے انکار کر دیا' لوگوں کو یہ بات سن کر بڑی حیرت ہوئی۔

ایک شخص نے پوچھا؟ آپ نے ایسے کیوں کیا؟

آپ نے فرمایا: میں اپنی بیٹی کے معاملے میں مناسب فیصلہ کرنے میں آزاد ہوں' جو میں نے کیا ہے' اس میں اپنی بیٹی درداء کی بہتری کو پیش نظر رکھا ہے' اس نے پوچھا! وہ کیسے؟

آپ نے فرمایا: ذرا آپ ہی بتایئے' جب میری بیٹی ایسے محلات میں ہوگی جہاں موتیوں کی جگمگاہٹ نظروں کو خیرہ کرتی ہوگی اور کنیزیں خدمت کے لئے ہر دم موجود ہوں گی' تو پھر اس کی دینی حالت کا کیا حشر ہوگا؟

○

ایک دفعہ امیرالمؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ نے دمشق کا دورہ کیا' حضرت ابودرداء اس وقت وہیں موجود تھے' امیرالمؤمنین ایک رات ملاقات کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ دروازے کو ہاتھ لگایا تو اسے کھلا ہوا پایا' آپ اندر تشریف لے گئے'

اندھیرا چھایا ہوا تھا' روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا' حضرت ابودرداء نے جب امیر المؤمنین کی آہٹ سنی تو فوراً اٹھے' خوش آمدید کہا اور اپنے پاس بٹھالیا' دونوں باتیں کرنے لگے' لیکن اندھیرے کی وجہ سے ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکتے تھے' حضرت عمر فاروقؓ نے تکیے کو ہاتھ لگایا تو وہ سواری کا پالان تھا' بستر ٹٹولا تو وہاں کنکریاں بچھی ہوئی تھی' چادر کو ہاتھ لگایا تو وہ اتنی باریک تھی کہ دمشق کی سردی کو قطعاً روک نہ سکتی تھی۔

امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھی تو فرمایا: اللہ آپ پر رحم فرمائے' یہ کیا حال بنا رکھا ہے' کیا میں نے آپ کے لئے بہتر انتظامات نہ کئے تھے؟

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: امیر المؤمنین! کیا آپ کو وہ حدیث یاد ہے جو ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتائی تھی۔

آپ نے پوچھا: وہ کون سی؟

آپ نے فرمایا: کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ تمہارے پاس دنیا کا صرف اتنا مال ہونا چاہئے جتنا مسافر کے پاس زاد راہ ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں!

آپ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! اس کے بعد ہم نے کیا کیا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن کر زار و قطار رونا شروع کر دیا اور آپ کے ساتھ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بھی رونے لگے' دونوں عظیم الشان صحابی ساری رات روتے رہے' یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

○

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ دمشق میں قیام کے دوران مسلسل لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے رہے' یہاں تک کہ آپ کا آخری وقت آ گیا' جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ کے ساتھی پوچھنے لگے: ابودرداء رضی اللہ عنہ! آپ کو کیا شکوہ ہے؟

فرمایا: اپنے گناہوں کا۔

انہوں نے پوچھا: آپ کیا چاہتے ہیں؟

فرمایا اپنے رب سے معافی!

پھر آپ نے اپنے اردگرد بیٹھنے والوں کو کہا: میرے پاس لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرو' آپ بھی لگاتار کلمۂ طیبہ کا ورد کرتے رہے' یہاں تک کہ آپ کی پاکیزہ روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

○

جب حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اپنے اللہ کو پیارے ہوگئے' تو حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا' کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سرسبز و شاداب بہت بڑا وسیع میدان ہے' اس میں چمڑے کا بنا ہوا ایک قبہ ہے' اس کے اردگرد نہایت خوبصورت اور صحت مند بکریاں چر رہی ہیں۔

آپ نے پوچھا: یہ سب کچھ کس کا ہے؟

آپ کو بتایا گیا یہ مال حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہے' اتنے میں حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ خود بھی اس قبہ سے نمودار ہوئے اور فرمایا: اے ابن مالک! یہ سب کچھ ہمیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید پر عمل کرنے کی وجہ سے عطا کیا ہے' اگر تم اس راستے کی طرف دیکھو تو تمہیں وہ کچھ نظر آئے گا جو تم نے کبھی نہ دیکھا ہوگا' کبھی تمہارے کانوں نے ان کے نام نہ سنے ہوں گے' اور کبھی تمہارے دل میں خیال بھی نہ آیا ہوگا۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اے ابومحمد! یہ سب کس کا ہے؟

انہوں نے بتایا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے ابودرداء رضی اللہ عنہ کے لئے تیار کر رکھا ہے' یہ مال و متاع' مختلف قسم کی نعمتیں اور رعنائیاں انہیں کے لئے ہیں' کیونکہ وہ دنیا میں محض آخرت کے لئے ان راحتوں کو اپنے دونوں ہاتھوں اور سینے کے زور سے مسلسل پیچھے دھکیلتے

رہے۔

○

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

١. الاصابه في تمييز الصحابه	مترجم ٦١١٧
٢. الاستيعاب	٣/٣٥. ٤/١٥٩
٣. اسدالغابة	٤/١٥٩
٤. حلية الاولياء	١/٢٠٨
٥. حسن الصحابه	٢١٨
٦. صفته الصفوة	١/٣٥٧
٧. تاريخ اسلام علامه ذهبى	٢/١٠٧
٨. حياة الصحابه	فهرست ديكهئے
٩. الكواكب الدررية	١/٤٥
١٠. الاعلام زركلى	٥/٢٨١

○○○

سعدیٰ بنت ثعلبہ اپنی قوم بنو معن سے ملاقات کے لئے اپنے بیٹے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ روانہ ہوئی' وہ اپنی برادری کے ایک گھر میں ابھی فروکش ہوئی ہی تھی کہ بنی قین کے ڈاکوؤں نے لوٹ مار شروع کردی' ان کا مال اپنے قبضے میں لے لیا' مویشی ہانک کر لے گئے اور بچوں کو قید کرلیا۔ ان قیدیوں میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے' اس وقت ان کی عمر صرف آٹھ سال تھی' وہ انہیں فروخت کرنے کے لئے عکاظ منڈی میں لے گئے' ایک دولت مند سردار حکیم بن حزام بن خویلد نے چار سو درہم میں انہیں خرید لیا' اس کے علاوہ اس نے اور بھی غلام خریدے اور ان سب کو اپنے ہمراہ مکہ معظمہ لے آیا' جب اس سردار کی آمد کا حضرت خدیجہ بنت خویلد کو پتہ چلا تو وہ اسے خوش آمدید کہنے کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئیں' کیونکہ رشتے میں یہ اس کی پھوپھی تھیں۔ حکیم بن حزام نے کہا پھوپھی جان میں عکاظ منڈی سے کافی تعداد میں غلام خرید کرلایا ہوں' ان میں سے جو غلام آپ کو پسند ہو' اسے میں آپ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کرکے خوشی محسوس کروں گا۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ نے تمام غلاموں کو دیکھا اور ان میں سے زید بن حاثہ رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا' کیونکہ ذہانت اور شرافت اس کے چہرے سے ٹپکتی تھی' تھوڑے ہی عرصے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سردار دوجہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کرلی' اس موقعے پر آپ کی خدمت اقدس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تحفہ پیش کرنے کا ارادہ کیا تو انہیں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے بہتر کوئی چیز دکھائی نہ دی' چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زید کو بطور تحفہ پیش کردیا۔

اس طرح یہ خوش نصیب غلام آقائے دو جہاں حضرت محمد ﷺ کے اعلیٰ و ارفع اخلاق سے فیضیاب ہونے لگا۔

اس کی غمزدہ ماں کو پل بھر کے لئے چین نہ آرہا تھا' وہ اس کی گمشدگی کے غم میں رو' رو کر بے حال ہو چکی تھی' کبھی آنسو خشک نہ ہوتے' اپنے لاڈلے بیٹے کی محبت کا شعلۂ جوالہ دل پر مسلسل دہکتا رہا' غم واندوہ کے ایسے مہیب بادل چھائے کہ چھٹنے کا نام نہ لیتے' ہر وقت اسی سوچ میں غلطاں و پریشاں رہتی' کیا میرالخت جگر زندہ ہے کہ اس کی آمد کا انتظار کروں؟ یا فوت ہو چکا ہے کہ ناامید ہو جاؤں؟ باپ نے اپنے لخت جگر کی تلاش میں ملک کا کونہ کونہ چھان مارا' ہر گزرنے والے قافلے سے پوچھتا کہ لوگو! مجھے بتاؤ' میرالخت جگر کہاں ہے؟ میرے نور چشم کو زمین نگل گئی یا آسمان اچک کر لے گیا؟

بعض اوقات غم واندوہ میں مبتلا ایسے دلدوز انداز میں شعر کہنے لگتا کہ سننے والوں کے جگر چھلنی ہو جاتے' بطور مثال چند اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

☆ میں اپنے لخت جگر کی گمشدگی پر آنسو بہاتا ہوں' مجھے علم نہیں کہ اس پر کیا گزری' کیا وہ زندہ ہے کہ اس کی آمد کا انتظار کروں؟ یا موت کے بے رحم پنجے نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا؟

☆ بخدا! میں نہیں جانتا میرے بیٹے تجھے کیا ہوا؟ میں تو ہر راہی سے پوچھتا ہوں' تجھے نرم زمین نے اپنے دامن میں چھپالیا یا بلند و بالا پہاڑ نے۔

☆ آفتاب اپنے طلوع کے وقت بیٹے کی یاد دلاتا ہے اور غروب کے وقت پھر اس کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔

☆ میں روئے زمین پر تیری تلاش میں اونٹ پر سوار سرگرداں پھر رہا ہوں اور میں اس سرگردانی سے نہیں اکتاؤں گا۔

☆ بیٹے زندگی بھر تیری تلاش جاری رکھوں گا' یہاں تک کہ مجھے موت آجائے' بالآخر ہر شخص کو فنا ہونا ہے' اگرچہ امیدیں اسے دھوکے میں مبتلا رکھیں۔

ایک سال حج کے موقع پر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے خاندان کے چند افراد مکہ مکرمہ میں آئے' وہ لوگ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ اچانک ان کی نظر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پر

پڑی' انہوں نے اسے پہچان لیا اور زید رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں پہچان لیا' آپس میں ایک دوسرے کے حالات معلوم کئے' جب وہ حج سے فارغ ہوئے اور اپنے وطن واپس لوٹے تو ان کے باپ حارثہ کو اطلاع دی کہ تیرا بیٹا زندہ سلامت ہے اور وہ اسوقت مکہ میں ہے' ہم نے بچشم خود اسے دیکھا' اس سے باتیں کیں اور اس کے حالات معلوم کئے ہیں۔

○

خوشی کی یہ خبر سن کر حارثہ نے فوراً اپنی سواری تیار کی' کچھ نقدی بھی اپنے ساتھ لے لی تاکہ بطور فدیہ ادا کی جاسکے اور اپنے بھائی کعب کو ہمسفر بنایا' دونوں تیز رفتاری کے ساتھ مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے' وہاں پہنچتے ہی رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی: آپ بیت اللہ کے ہمسایہ ہیں۔ مانگنے والوں کی جھولیاں بھر دیتے ہیں' بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں' بے کسوں کی فریاد رسی کرتے ہیں' ہم آپ کی خدمت اقدس میں اپنے بیٹے کے لئے حاضر ہوئے ہیں' ہم نور چشم کو حاصل کرنے کی غرض سے بہت سا مال بھی لائے ہیں' لِلّٰہ! ہم پر کرم کیجئے۔ جو آپ اس کی قیمت لینا چاہیں' ہم بخوشی دینے کو تیار ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے ان کی باتیں سن کر ارشاد فرمایا۔

کون ہے تمہارا بیٹا جس کا مطالبہ کر رہے ہو؟

عرض کی: آپ کا غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ۔

آپ نے فرمایا:

کیا میں تمہیں ایک ایسی تجویز نہ دوں جو فدیہ سے کہیں بہتر ہو؟

دونوں نے تعجب سے پوچھا وہ کیا؟

آپ نے فرمایا: میں اسے تمہارے سامنے بلاتا ہوں۔ اگر وہ تمہارے ساتھ جانا پسند کرے تو اسے اختیار ہے' بڑی خوشی سے لے جائیں' میں اس کے بدلے کچھ بھی نہیں لوں گا' لیکن اگر اس نے میرے پاس رہنے کو ترجیح دی تو پھر میں اسے تمہارے ساتھ جانے پر مجبور نہیں کروں گا۔

یہ تجویز سن کر دونوں خوشی سے بولے: آپ نے خدا لگتی کہی ہے۔ آپ نے عدل و

انصاف کا حق ادا کر دیا ہے' ہمیں آپ کی تجویز منظور ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور دریافت کیا:

یہ دونوں کون ہیں؟

عرض کی: یہ میرا باپ حارثہ بن شراحبیل ہے اور یہ میرا چچا کعب ہے۔

آپ نے فرمایا:

میری طرف سے تمہیں اختیار ہے' ان کے ساتھ چلے جاؤ یا میرے پاس رہو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے یہ فرمان سنتے ہی بغیر کسی تردد کے عرض کی۔

حضور! میں تو آپ کے ساتھ ہی رہوں گا۔

باپ نے بیٹے کے منہ سے یہ کلمات سنے تو کہا!

زید! بڑے افسوس کی بات ہے' کیا تو اپنے ماں باپ پر غلامی کو ترجیح دیتا ہے۔

زید نے کہا: اباجان! میں نے یہاں حضور علیہ السلام کے جن اوصاف حمیدہ کا مشاہدہ کیا ہے اور جس طرح آپ مشفقانہ انداز میں میرے ساتھ پیش آتے ہیں' میں ان سے بہت زیادہ متاثر ہوا ہوں' لہٰذا میں انہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا۔

○

جب رسول اکرم ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا یہ انداز دیکھا اور اس کی طرف سے والہانہ محبت کے مظاہرے کا مشاہدہ کیا تو آپ بہت خوش ہوئے' جلدی سے اٹھے اس کا ہاتھ پکڑا' سیدھے بیت اللہ تشریف لے گئے' سرداران قریش کے سامنے باآواز بلند ارشاد فرمایا۔

اے خاندان قریش! گواہ رہنا' یہ میرا بیٹا ہے' یہ میرا وارث ہے اور میں اس کا وارث ہوں' یہ اعلان سن کر حضرت زید رضی اللہ عنہ کے چچا اور باپ حیران بھی ہوئے اور خوش بھی' بہر حال یہ خوش آئند اعلان سن کر شاداں و فرحاں اپنے گھر روانہ ہو گئے' اس دن سے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ' زید بن محمد رضی اللہ عنہ کے نام سے پکارے جانے لگے' آنحضرت ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد حضرت زیدؓ کو زید بن محمد ﷺ کے نام سے پکارا جاتا رہا' یہاں تک کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ اس حکم خداوندی کے نزول

کے بعد آپ کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نام سے پکار جانے لگا۔

○

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ماں باپ پر ترجیح دی تھی' اس وقت انہیں یہ علم نہ تھا کہ انہوں نے کون سی غنیمت حاصل کی ہے' وہ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلند مرتبہ پر فائز ہونے والے ہیں یا آپ کے سر پر نبوت کا تاج رکھا جائے گا اور آپ کو پوری دنیا کی راہنمائی کے لئے رسول بنا کر بھیجا جائے گا' انہیں یہ کبھی خیال تک نہ تھا کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جس میں آسمانی حکومت روئے زمین پر قائم ہوگی اور خطۂ ارض کو عدل و انصاف اور امن و سکون کا گہوارہ بنادے گی اور انہیں اس عظیم سلطنت کے عالیشان محل کی پہلی اینٹ بننے کا شرف حاصل ہو گا۔

بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے' وہ جسے چاہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑا ہی فضل و شرف والا ہے۔

حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ماں باپ پر ترجیح دینے کے واقعے پر ابھی چند سال ہی گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو توحید خالص اور دین حق کا پیغام دینے کے لئے رسالت کے عظیم منصب پر فائز کردیا' زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب انسان ہیں جو سب سے پہلے آپ پر ایمان لائے۔ بھلا اس سے بڑھ کر کوئی شرف انسانی ہو سکتا ہے' جس کے حصول کے لئے بڑھ چڑھ کر کوشش کی جائے' حضرت زید بن حاثہ رضی اللہ عنہ کو راز دان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سپہ سالار لشکر اسلام بننے کا اعزاز حاصل ہوا اور مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا عظیم شرف بھی ان کے حصے میں آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں شرکت کے لئے باہر تشریف لے گئے تھے۔

○

جس طرح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ محبت کا مظاہرہ کیا' اسی طرح آپ بھی ان سے شفقت بھرے انداز سے پیش آئے' اور انہیں اپنے خاندان کا ایک فرد بنالیا' جب کسی مشن کے لئے حضرت زید رضی اللہ عنہ روانہ ہوتے تو آپ ان کے لئے دعا کرتے' جب اس مشن سے واپس لوٹتے تو آپ کو دلی مسرت ہونے کا اظہار

کرتے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ملاقات کا منظر بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ:

"ایک دفعہ کا ذکر ہے' زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایک سفر سے واپس مدینہ منورہ آئے' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے۔

اس نے دروازے پر دستک دی' آپ جلدی سے دروازہ کھولنے کے لئے اٹھے' دروازہ کھولا تو سامنے زید بن حارثہ کو کھڑے پایا' آپ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انہیں گلے لگایا' ماتھا چوما' بخدا! میں نے پوری زندگی اس طرح کسی صحابی کو خوش آمدید کہتے ہوئے نہیں دیکھا' اسی لئے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں میں حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے معروف تھے' اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو فرزند حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دے رکھا تھا۔

○

8ھ ہجری میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ایک جاں نثار اور اولاد کی طرح پیارے صحابی کی جدائی میں مبتلا کرے۔

ہوا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ایک خط دے کر شاہ بصریٰ کی طرف روانہ کیا تاکہ اسے اسلام کی طرف دعوت دی جائے' جب حضرت حارث بن عمیر یہ خط لے کر اردن کی مشرقی جانب مقام "موتہ" پہنچے تو وہاں امیر غسانہ شرجیل بن عمرو آپ کے سامنے آیا اور انہیں گرفتار کر کے قتل کر دیا' یہ اندوہناک خبر جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ تین ہزار مجاہدین پر مشتمل لشکر جنگ موتہ کے لئے روانہ کیا اور اس لشکر کا سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ ارشاد فرمایا کہ: اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائے تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو لشکر کی قیادت سونپ دی جائے اور اگر جعفر شہید ہو جائے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو قائد لشکر بنا دیا جائے اور اگر اسے بھی شہید کر دیا جائے' تو پھر مجاہدین اسلام اپنے میں سے جسے بہتر سمجھیں اپنا قائد بنالیں۔

○

لشکر اسلام اللہ کا نام لے کر روانہ ہوا۔ اردن کی مشرقی جانب "معان" مقام پر پہنچا تو شاہ روم ایک لاکھ فوج لے کر مقابلے میں اترا اور اس کے ساتھ مشرکین عرب میں سے ایک لاکھ افراد شامل ہوگئے اور یہ لشکر خم ٹھونک کر مسلمانوں کے بالمقابل آ کھڑا ہوا۔

○

مسلمان "معان" مقام پر دو راتیں آپس میں مسلسل مشورے اور جنگی نقطۂ نگاہ سے منصوبہ بندی کرتے رہے۔

ایک مجاہد نے رائے دی کہ ہمیں دشمن کی تعداد کے متعلق رسول اکرم ﷺ کو بذریعہ خط اطلاع دینی چاہئے اور آپ کے حکم کا انتظار کرنا چاہئے۔

دوسرے نے کہا:

اللہ کی قسم! نہ تو ہم تعداد کے بل بوتے پر لڑتے ہیں اور نہ ہی قوت اور کثرت کی بنا پر! ہم تو صرف اس دین متین کی حفاظت کے لئے برسرپیکار ہیں۔

میرے ساتھیو! جو مقصد لے کر میدان جہاد کی طرف نکلے ہو ہمیشہ اسے پیش نظر رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے دو انعامات میں سے ایک کی تمہیں ضمانت دی ہے۔

یا فتح نصیب ہوگی۔۔۔ یا پھر جام شہادت نوش کرو گے۔

○

مقام "موتہ" پر دونوں فوجیں بالمقابل آئیں۔ لشکر اسلام صرف تین ہزار افراد پر مشتمل تھا' لیکن دشمن کی فوج دو لاکھ افراد پر مشتمل تھی' اس جنگ میں مسلمان ایسی بے جگری سے لڑے کہ رومی فوج کے چھکے چھڑادیے' دشمنوں کے دلوں پر لشکر اسلام کی دھاک بیٹھ گئی۔

رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ جھنڈے کی حفاظت کے لئے سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ایسی جوانمردی کے ساتھ جنگ لڑی کہ جنگی کارناموں کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ بالآخر دشمن کے نیزوں نے آپ کے جسم کو چھلنی کردیا اور آپ شہید ہوگئے' ان کے بعد جھنڈا حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تھام لیا اور اس کی حفاظت کے

لئے بڑی جانفشانی سے دشمن کے مقابلے میں نبرد آزما رہے۔ یہاں تک کہ جام شہادت نوش کیا' ان کے شہید ہو جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر جھنڈا تھام لیا اور ایسی بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا کہ دیکھنے والے ششدر رہ گئے' لیکن بالآخر لڑتے لڑتے اللہ کو پیارے ہو گئے' ان کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار منتخب کیا گیا' ابھی آپ نئے نئے حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے' لیکن آپ نے اپنے تجربات کی بنا پر ایسی جنگی تدبیر اختیار کی کہ لشکر اسلام کو ہزیمت سے بچالیا۔

○

جب جنگ "موتہ" کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی اور لشکر اسلام کے تین سپہ سالاروں کی شہادت کا علم ہوا تو آپ اتنے غمگین ہوئے کہ اس سے پہلے کبھی آپ کو اس طرح حالت غم میں نہیں دیکھا گیا اور آپ خبر سنتے ہی فوری طور پر تعزیت کے لئے ان کے اہل خانہ کے پاس گئے۔

جب آپ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے تو ان کی چھوٹی بیٹی آپ سے چمٹ کر زار و قطار رونے لگی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آبدیدہ ہو گئے' یہ منظر دیکھ کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ بھی رو رہے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ ایک حبیب کا اپنے حبیب کے غم میں رونا ہے۔

○

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ صحیح مسلم — ۷/۳۱۳ باب فضائل صحابہ

۲۔ جامع الاصول — ۱۰/۲۵۔۲۶

۳۔ الاصابہ — ۲۹۰

۴۔ الاستیعاب — ۱/۵۴۴

۵۔ السیرۃ النبویہ — ابن ہشام

٦۔ صفة الصفوة	١٤٧/١
خزانة الادب	٣٦٢/١
٨۔ البداية والنهايه	٨ ہجری کے واقعات دیکھئے
٩۔ حياة الصحابه	جلد چہارم کی فہرست دیکھئے

حضرۃ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

> اسامۂ کا باپ رسول اکرمؐ کو تیرے باپ سے زیادہ عزیز تھا اور اسی طرح اسامہ بھی آپ کو تجھ سے زیادہ عزیز تھا۔
> (فاروق اعظمؓ کا اپنے بیٹے سے خطاب)

ہجرت سے سات سال پہلے مکہ معظمہ میں رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم قریش کے ہاتھوں ظلم و ستم کا نشانہ بنتے ہیں۔ تبلیغی میدان میں مسلسل آپ پر حزن و ملال' غم واندوہ اور مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں' اسی تلاطم خیز دور میں آپ کی حیات طیبہ میں ایک خوشی کی لہر دوڑتی ہے' کسی نے آپ کو خوشخبری سنائی کہ ام ایمن کے گھر اللہ نے بیٹا عطا کیا ہے' یہ خبر سن کر آپ کے روئے انور پر بے انتہا خوشی کے آثار دکھائی دینے لگے' کیا آپ کو معلوم ہے یہ خوش بخت نومولود کون ہے؟ جس کی ولادت سے رسول اللہ ﷺ کو اس قدر خوشی ہوئی۔

"یہ نومولود اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ تھے"

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو رسول اکرم ﷺ کی اس بے انتہا خوشی پر تعجب نہ ہوا' کیونکہ سبھی اس نومولود کے والدین کا حضور ﷺ کے ساتھ قریبی تعلق جانتے تھے' اُسامہ کی والدہ برکت نامی ایک حبشی عورت تھی' جو ام ایمن کے نام سے مشہور ہوئی اور رسول اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ کی کنیز بھی رہ چکی تھی' انہیں یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ جب حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کو اپنی گود میں لے لیا اور آپ کی نگہداشت کی' آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ام ایمن میری ماں کی مانند ہے' اور یہ میرے اہل بیت میں سے ہے۔

یہ تو ہے اس خوش نصیب نومولود کی والدہ محترمہ کا تعارف' رہا اس کا باپ تو وہ محبوب خدا ﷺ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہے' نزول قرآن مجید سے پہلے آپ نے اسے

اپنا بیٹا قرار دیا تھا' حضر و سفر میں انہیں آپ کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ علاوہ ازیں راز دان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی سعادت بھی ان کے حصے میں آئی۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی ولادت پر سبھی مسلمان اتنے خوش ہوئے کہ کبھی کسی کی ولادت پر اتنے خوش نہیں ہوئے تھے' اس لئے کہ جس چیز سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی حاصل ہوتی صحابہء کرام رضی اللہ عنہم کے لئے بھی وہ خوشی کا باعث بنتی۔

صحابہء کرام رضی اللہ عنہم اُسامہ کو لقب حِب النبی دے دیا' انہوں نے اس نومولود کو یہ لقب دینے میں کسی مبالغے سے کام نہیں لیا تھا' حقیقتاً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اتنا پیار تھا کہ سب مسلمان اس پہ رشک کناں تھے۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسن بن فاطمۃ الزہراء کے ہم عمر تھے' حضرت حسن رضی اللہ عنہ تو اپنے نانا علیہ السلام کی طرح حسین و جمیل تھے لیکن اُسامہ اپنی حبشی والدہ ام ایمن کی مانند سیاہ رنگ اور چپٹے ناک والے تھے' لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سے یکساں پیار کرتے تھے۔ شفقت بھرے انداز میں اُسامہ رضی اللہ عنہ کو ایک ران پر بٹھالیتے اور حسن رضی اللہ عنہ کو دوسری ران پر' کبھی دونوں کو اپنے سینے سے لگاتے اور یہ دعا کرتے۔

الٰہی! میں ان دونوں بچوں سے محبت کرتا ہوں' تو بھی انہیں اپنا محبوب بنالے۔

غرضیکہ اُسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیار تھا' ایک دفعہ اُسامہ رضی اللہ عنہ دروازے کی دہلیز پر لڑکھڑا کر گر پڑے' جس سے پیشانی پر زخم آیا اور خون بہنے لگا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اشارہ کیا کہ اس کا خون صاف کردیں' لیکن صدیقہء کائنات کسی مصروفیت کی وجہ سے اس طرف فوری توجہ نہ دے سکیں' نبی علیہ السلام نے خود اپنے دست مبارک سے اس کا خون صاف کیا۔

○

جس طرح بچپن میں حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سے آپ نے پیار کیا اسی طرح جوانی میں بھی ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک قریشی سردار حکیم بن حزام نے ایک قیمتی لباس رسول

اکرم ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا' جسے اس نے یمن سے پچاس دینار میں خریدا تھا اور یہ لباس شاہ یمن کے لئے بطور خاص تیار کیا گیا تھا' آپ ﷺ نے یہ تحفہ لینے سے انکار کردیا' کیونکہ حکیم بن حزام ان دنوں مشرک تھا' البتہ آپ نے اس سے وہ لباس قیمتاً خرید لیا' یہ بہترین لباس آپ نے صرف ایک مرتبہ جمعے کے روز پہنا' پھر حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو عطا کردیا' اور وہ یہ لباس پہن کر صبح و شام شاداں و فرحاں اپنے مہاجر و انصار نوجوان ساتھیوں کے پاس آیا کرتے تھے۔

○

جب اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جوان ہوئے تو عمدہ عادات اور اعلیٰ اخلاق سے متصف تھے' اس کے علاوہ حد درجہ کے ذہین' بہادر' دانشمند' پاکدامن' نرم خو اور پرہیز گار تھے' ان اوصاف حمیدہ کی بنا پر وہ لوگوں کی نگاہ میں پسندیدہ شخصیت قرار دیئے گئے' غزوۂ اُحد میں اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے ہم عمر بچوں کے ہمراہ میدان جہاد کی طرف نکلے۔ ان میں بعض کو تو جہاد کے لئے قبول کرلیا گیا اور بعض کو بہت چھوٹی عمر کی بنا پر شامل جہاد نہ کیا گیا۔ ان میں اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بھی تھے' جب یہ واپس لوٹے تو زارو قطار رو رہے تھے کیونکہ انہیں رسول اکرم ﷺ کے جھنڈے تلے راہ خدا میں جہاد کرنے کا موقع نہیں دیا گیا تھا۔

○

غزوۂ خندق میں حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے ہم عمر نوجوانوں کے ہمراہ میدان کی طرف نکلے تو اپنے پنجوں کے بل اونچے ہو کر کہنے لگے کہ کہیں آج بھی نوعمری کی بنا پر جہاد میں شریک ہونے سے محروم نہ کردیئے جائیں' ان کی یہ حالت دیکھ کر نبی اکرم ﷺ بہت خوش ہوئے اور انہیں جہاد میں شریک ہونے کی اجازت دے دی' جب حضرت اُسامہ نے راہ خدا میں جہاد کے لئے تلوار اٹھائی' اس وقت ان کی عمر صرف پندرہ برس تھی۔

○

غزوۂ حنین میں جب مسلمان شکست سے دوچار ہوئے تو اس نازک ترین موقعے پر اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ' حضرت عباس رضی اللہ عنہ' ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ' اور دیگر چھ صحابہؓ

کرام رضی اللہ عنہم میدان کار زار میں ثابت قدم رہے' اس چھوٹے سے بہادر جیشے کی بنا پر رسول اکرم ﷺ کے لئے یہ آسانی پیدا ہوئی کہ اللہ نے شکست کو فتح میں بدل دیا اور بھاگنے والے مسلمانوں کو ہزیمت سے بچالیا۔

○

جنگ موتہ میں حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جہاد کیا' اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال سے بھی کم تھی' اپنی آنکھوں سے اپنے باپ کی شہادت کا منظر دیکھا' لیکن حوصلہ نہ ہارا' بلکہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی قیادت میں کفار سے نبرد آزما رہے' یہاں تک کہ یہ سپہ سالار بھی االلہ کو پیارے ہوگئے۔ پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام کی قیادت سنبھالی' لیکن تھوڑی ہی دیر بعد یہ بھی شہید ہوگئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے کفار سے نبردِ آزمائی کا موقع آیا۔ انہوں نے ایسی جنگی حکمت عملی اختیار کی کہ جس سے یہ۔۔۔ لشکر اسلام کو روم کے مضبوط آہنی پنجے سے چھڑانے میں کامیاب ہوگئے۔

○

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے شہید باپ کے جسد خاکی کو سرزمین شام میں اللہ کے سپرد کرکے ان ہی کے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ پہنچے۔

○

11ھ ہجری کو رسول اکرم ﷺ نے رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے لشکر اسلام کی تیاری کا حکم صادر فرمایا اور اس لشکر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ ' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبید بن جراح رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ حضور ﷺ نے اس لشکر کا امیر حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ جبکہ ان کی عمر ابھی صرف بیس سال تھی' انہیں حکم دیا کہ علاقہ بلقاء اور قلعہ دارروم کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں' جو کہ بلادروم کے غزہ نامی شہر کے قریب واقع ہے۔ یہ لشکر ابھی تیاری میں مصروف تھا کہ رسول اکرم ﷺ بیمار ہوگئے' جب مرض نے شدت اختیار کی تو لشکر اس صورت حال کو دیکھ کر روانہ ہوا۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا شدید حملہ ہوا تو میں اور میرے چند ساتھی تیمار داری کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے' بیماری کی شدت کی بنا پر آپ بالکل خاموش تھے' آپ اپنا ہاتھ اوپر اٹھاتے پھر اسے مجھ پر رکھ دیتے' میں سمجھ گیا کہ آپ میرے حق میں دعا کر رہے ہیں۔

○

تھوڑی ہی دیر بعد حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کو پیارے ہوگئے' اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ نے خلیفہ منتخب ہوتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر اسلام کو اس مشن پر روانہ کیا جس کا حکم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں دیا تھا' لیکن انصار میں سے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ رائے تھی کہ لشکر کی روانگی میں کچھ تاخیر کردی جائے تو بہتر ہوگا' انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ اس سلسلے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بات کریں اور ساتھ ہی یہ مشورہ دیا کہ اگر حضرت ابوبکر لشکر کی فوری روانگی پر مصر ہوں تو ہماری طرف سے انہیں یہ پیغام پہنچادیں کہ ہمارا امیر کسی ایسے شخص کو بنایا جائے جو اُسامہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ عمر رسیدہ اور تجربہ کار ہو' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی انصار کا یہ پیغام سنا تو غضبناک ہوگئے اور غصے کی حالت میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اے ابن خطاب! کتنے افسوس کی بات ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اُسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنایا اور تم مجھے مشورہ دیتے ہو کہ میں اسے معزول کردوں' اللہ کی قسم! یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس واپس لوٹے تو انہوں دریافت کیا کہ خلیفۃ المسلمین نے کیا جواب دیا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں تمہاری مائیں گم پائیں' جلدی سے اپنے مشن پر چل نکلو' میں نے آج تمہاری وجہ سے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کیا۔

○

جب یہ لشکر اپنے نوجوان قائد کے زیر کمان روانہ ہوا تو خلیفۂ رسول سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ انہیں الوداع کہنے کے لئے تھوڑی دور تک پیدل ساتھ چلے جبکہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار تھے۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم: بخدا یا تو آپ بھی گھوڑے پر سوار ہو جائیں ورنہ میں گھوڑے سے اترتا ہوں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

بخدا! نہ تو آپ نیچے اتریں گے اور نہ میں سوار ہوں گا۔۔

پھر فرمایا: کیا میرے لئے یہ اعزاز نہیں کہ کچھ عرصے کے لئے اپنے پاؤں اللہ کی راہ میں غبار آلود کروں؟

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو دعائیں دے کر جہاد پر روانہ کیا اور کہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں جو وصیت کی ہے اس کے مطابق سرگرم عمل رہنا' پھر سرگوشی کے انداز میں فرمایا:

اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو میری معاونت کے لئے میرے پاس رہنے دیں تو بہتر ہو گا۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہیں رہنے دیا۔

○

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ لشکر کو لے کر چل پڑے اور اس مشن کی کامیابی کے لئے ہر وہ کوشش کی جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا' پہلے مرحلے پر لشکر اسلام نے سرزمین فلسطین میں بلقاء اور قلعہ دار روم کو فتح کیا' مسلمانوں کے دلوں سے روم کی سلطنت کا رعب و دبدبہ ختم کر دیا۔

دیار شام' مصر اور شمالی افریقہ کو فتح کر کے بحر ظلمات تک اسلامی سلطنت کا جھنڈا لہرا دیا' حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ اس مہم کو سر کر کے بڑی شان و شوکت سے اپنے والد گرامی کے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوئے اور کثیر مقدار میں مال غنیمت کے ساتھ بخیر و عافیت لوٹے' یہاں تک کہ یہ بات لوگوں میں مشہور ہو گئی کہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے بڑھ کر آج تک کوئی لشکر اتنی کثرت سے مال غنیمت نہیں لایا۔

○

جوں جوں وقت گزرتا گیا مسلمانوں کے دلوں میں حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت بڑھتی گئی اور یہ عزت و وقار اور عظمت و شان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفاداری کے نتیجے میں آپکو میسر آئی۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کے لئے اپنے بیٹے سے زیادہ وظیفہ مقرر کیا تو بیٹے نے عرض کی: ابا جان! آپ نے اُسامہ کے لئے چار ہزار اور میرے لئے تین ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا ہے۔ حالانکہ اس کے باپ کو وہ فضیلت حاصل نہ تھی جو آپ کو حاصل ہے اور اُسامہ رضی اللہ عنہ کو وہ مقام حاصل نہیں جو میرا ہے۔ بیٹے کی یہ بات سن کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

بیٹے! افسوس' تجھے علم نہیں۔ سنو اس کا باپ تیرے باپ سے زیادہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز تھا اور یہ خود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھ سے زیادہ پیارا تھا۔

یہ جواب سن کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہوگئے اور اسی وظیفہ پر راضی ہوگئے' جو ان کے لئے مقرر کیا گیا تھا' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب بھی حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سے ملتے تو خوشی سے پکار اٹھتے: خوش آمدید میرا سردار آگیا' جب کوئی ان سے اس والہانہ انداز پر تعجب کرتا تو فرماتے' تمہیں معلوم نہیں ایک موقعے پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسامہ رضی اللہ عنہ کو میرا امیر بنایا تھا۔

○

ان قدسی نفوس پر اللہ رحمت کی برکھا برسائے' بلاشبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم انسانیت کے اعلیٰ و اکمل اور افضل مقام پر فائز تھے' تاریخ نے کبھی ان جیسے قدسی انسانوں کو نہیں دیکھا۔

○

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابہ ۴۶/۱

۲۔ الاستیعاب ۱/۳۴۔۳۶

۳۔ تقریب التہذیب ۱/۵۳

۴۔ تاریخ اسلام ذہبی ۲/۷۰۔۳۷۲

۵۔ الطبقات الکبری ۴/۶۱۔۷۲

٦۔ العبر ۱/۹۵

۷۔ من ابطالنا الذین صنعوا التاریخ ۳۳۔۳۹

۸۔ قادۃ فتح الشام و مصر ۳۳/۔۵۱

۹۔ الاسلام و مراجعہ ۲۸۱۔۲۸۲

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

الٰہی! اگر تو نے مجھے اس خیر و برکت سے محروم رکھا ہوا ہے میرے بیٹے سعیدؓ کو اس خیر و برکت سے محروم نہ رکھنا (حضرت سعید کے والد کی آرزو)

زید بن عمرو بن نفیل لوگوں سے الگ تھلگ کچھ فاصلے پر کھڑے قریش کو عید کی خوشیاں مناتے ہوئے دیکھ رہے تھے' انہوں نے دیکھا کہ قریش کے نوجوان بیش قیمت ریشمی عمامے باندھے اور قیمتی یمنی لباس زیب تن کئے بڑے طمطراق سے اِدھر اُدھر پھر رہے ہیں' عورتوں اور بچوں نے بھی نہایت دیدہ زیب لباس پہنا ہوا ہے' انہوں نے یہ منظر بھی دیکھا کہ کچھ لوگ جانوروں کو نہلا دھلا کر بتوں کے حضور ذبح کرنے کے لئے لے جا رہے ہیں۔

وہ یہ حیران کن مناظر دیکھ کر کعبے کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر فرمانے لگے:

اے خاندان قریش! ایک بکری جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا' آسمان سے اس کے لئے بارش نازل کی' جس کا پانی پی کر وہ سیراب ہوئی' زمین میں سے اس کے لئے گھاس اگائی' جسے کھا کر اس نے اپنا پیٹ بھرا' پھر تم اس بکری کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو' میرے خیال میں یہ بہت بڑی جہالت کی بات ہے۔ یہ الفاظ سنتے ہی ان کے چچا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے والد خطاب غصے سے بپھر اٹھے۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ' ان کے چہرے پر ایک زناٹے دار تھپڑ رسید کر دیا' اور پھر کہا:

تو تباہ ہو جائے' ہم کتنی دیر سے تیری یہ فضول باتیں سن رہے ہیں؟ لیکن اب صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ اور ساتھ ہی اپنی قوم کے چند سرپھروں کو برانگیختہ کیا' انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور اس قدر تکلیف پہنچائی کہ انہیں مکہ معظمہ سے نکل جانے پر مجبور کر دیا' انہوں نے حرا پہاڑ کے دامن میں جا کر پناہ لی' خطاب نے چند نوجوانوں

کو اس کام کے لئے تیار کیا کہ زید رضی اللہ عنہ دوبارہ مکے میں داخل نہ ہوسکے' لیکن یہ چوری چھپے کبھی کبھار مکہ معظمہ میں آجاتے۔

ایک روز قریش سے آنکھ بچاکر حضرت زید رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور وہاں ان کی ملاقات ورقہ بن نوفل' عبداللہ بن جحش' عثمان بن حارث اور حضور علیہ السلام کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب سے ہوئی' اور یہ لوگ آپس میں اس قسم کی باتیں کررہے تھے کہ موجودہ دور میں قریش گمراہی کے اتھاہ سمندر میں غرق ہوچکے ہیں۔

ان کی گفتگو سن کر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا' آپ جانتے ہیں کہ آپ کی قوم گمراہ ہوچکی ہے' دین ابراہیم علیہ السلام سے منحرف ہوگئی ہے۔ کم از کم آپ تو صحیح دین اختیار کرنے والے بن جائیں' اسی میں آپ کی نجات ہے۔

ان میں سے چار شخص یہود و نصاریٰ کے علماء کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تاکہ دین ابراہیمی کو صحیح صورت میں حاصل کرسکیں۔

ورقہ بن نوفل نے عیسائیت قبول کرلی' عبداللہ بن جحش اور عثمان بن حارث کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے' لیکن جناب زید بن عمرو بن نفیل کی عجیب داستان ہے' ہم یہ دلچسپ کہانی آپ کو ان کی ہی زبانی سناتے ہیں' حضرت زید فرماتے ہیں۔

میں نے یہودیت و نصرانیت کی تحقیق شروع کردی' لیکن میں ان دونوں مذاہب سے مطمئن نہ ہوسکا' پھر میں نے دین ابراہیم علیہ السلام کی تلاش میں دنیا کا کونہ کونہ چھان مارا' بالآخر اسی جستجو میں ملک شام پہنچا' مجھے کسی نے بتایا کہ یہاں ایک راہب رہتا ہے جو بہت بڑا عالم ہے' میں اس سے ملا اور اپنی داستان سنائی۔

اس نے مجھ سے کہا:

میرے خیال میں آپ دین ابراہیم علیہ السلام کی تلاش میں ہیں۔

میں نے کہا' میں اسی تلاش میں ہوں۔

وہ کہنے لگا' آپ ایک ایسے دین کی تلاش میں ہیں جو اپنی اصل صورت میں کہیں بھی نہیں پایا جاتا' آپ اپنے شہر مکہ معظمہ تشریف لے جائیں' وہاں اللہ تعالیٰ ایک نبی معبوث فرمائیں گے۔ جو دین ابراہیمی کی تجدید کرے گا' اگر وہ آپ کو مل جائے تو اس کا

دامن تھام لینا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی تلاش میں اسی وقت مکہ معظمہ واپس لوٹ آئے' زید رضی اللہ عنہ ابھی راستے ہی میں تھے اور مکہ معظمہ نہ پہنچ پائے تھے کہ ان کو راستے میں چند بدویوں نے قتل کر دیا۔

اس طرح انہیں یہ موقع ہی نہ مل سکا کہ رسول اقدس ﷺ کی زیارت کا سرمہ اپنی آنکھوں میں ڈال سکیں' جب آپ زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے' اچانک اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور یہ دعا کی "الٰہی! اگر تو نے مجھے دیدار نبی علیہ السلام جیسی نعمت سے محروم رکھا ہے تو میرے بیٹے سعید کو اس خیر و برکت سے محروم نہ رکھنا"

○

اللہ تعالیٰ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا' رسول اللہ ﷺ نے جب لوگوں کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہوا' کہ آپ ان خوش نصیبوں میں سے تھے جو پہلے مرحلے میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی اکرم ﷺ کی رسالت پر ایمان لائے۔

یہ کوئی اچنبھے کی بات نہ تھی' اس لئے کہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے ایسے گھرانے میں پرورش پائی تھی جو شروع ہی سے قریش کی جہالت اور گمراہی سے متنفر تھا اور یہ ایک ایسے باپ کی گود میں پروان چڑھے تھے جس نے اپنی پوری زندگی حق کی تلاش میں گزار دی تھی' جب وہ فوت ہوئے تو اس وقت بھی حق کی تلاش میں سرگرداں تھے۔

حضرت سعید تنہا مسلمان نہیں ہوئے بلکہ ان کے ساتھ ان کی بیوی فاطمہ بنت خطاب یعنی فاروق اعظم کی بہن نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا' اس قریشی نوجوان نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے خاندان کے ہاتھوں بہت تکلیفیں اٹھائیں' لیکن قریش انہیں حق سے منحرف نہ کر سکے' بلکہ میاں بیوی نے مشترکہ جدو جہد سے قریش کی بھاری بھرکم شخصیت کو ان سے چھین لیا۔ یعنی یہ دونوں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا باعث بنے۔

○

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے خدمت اسلام کے لئے اپنی جوانی کھپادی' قبول اسلام کے وقت ان کی عمر بیس سال سے زیادہ نہ تھی' غزوۂ بدر کے علاوہ تمام معرکوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے' غزوۂ بدر سے غیر حاضر ہونے کی وجہ یہ تھی کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص مہم پر بھیجا تھا۔

کسریٰ کا تخت چھیننے اور قیصر کی سلطنت کو تہس نہس کرنے میں وہ مسلمانوں کے شریک کار رہے' اور ہر معرکے میں کارہائے نمایاں سر انجام دیئے' سب سے بڑھ کر بہادری کے جوہر غزوۂ یرموک میں دکھلائے' ہم یہ حیرت انگیز واقعہ انہیں کی زبانی قارئین کو سناتے ہیں۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

غزوۂ یرموک میں مجاہدین کی تعداد تقریباً چوبیس ہزار تھی اور رومیوں کی فوج ایک لاکھ بیس ہزار افراد پر مشتمل تھی' وہ ہماری طرف بڑے جاہ و جلال اور طمطراق سے بڑھتے چلے آرہے تھے' یوں معلوم ہوتا جیسے کوئی پہاڑ ہماری طرف چلا آرہا ہے' لشکر کے آگے بڑے بڑے پوپ اور پادری صلیب اٹھائے باآواز بلند ورد کرتے ہوئے چل رہے تھے' پورے لشکر کی آواز بجلی کی طرح گونج رہی تھی' جب مسلمانوں نے انہیں اس حالت میں دیکھا تو ان کی کثرت اور جاہ و جلال سے خوف زدہ ہوگئے۔

اس نازک مرحلے پر حضرت عبیدۃ بن جراح رضی اللہ عنہ جوش اور جذبے سے مسلمانوں کو جہاد کے لئے ابھارتے ہوئے ارشاد ربانی سناتے ہیں۔

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ

"اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔

اللہ کے بندو! صبر کرو' بلاشبہ صبر ہی کفر سے نجات' رب تعالیٰ کی خوشنودی اور عار و ننگ کو زائل کرنے کا باعث ہے۔

سنو! اپنے نیزے درست کرلو اور چھپائے رکھو' خاموشی اختیار کرلو' دلوں کو یاد الٰہی سے سرشار کرو' یہاں تک کہ میں تمہیں یکدم حملے کا حکم دوں۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مجاہدین کی صفوں میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور اس نے ابو عبیدہ سے کہا' میں نے عزم کیا ہے کہ میں ابھی اپنا فرض انجام دے دوں۔ (اور راہ حق میں شہید ہو جاؤں)

کیا آپ کوئی رسول اللہ ﷺ کو پیغام دینا چاہتے ہیں؟

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! رسول اللہ ﷺ کو میرا اور تمام مسلمانوں کا سلام کہنا: اور یہ عرض کرنا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

میں نے اس شخص کی بات سنی اور اسے دیکھا کہ وہ اسی وقت اپنی تلوار نیام سے نکالتا ہے اور دشمنان خدا سے نبرد آزما ہونے کے لئے دوڑ پڑتا ہے' اس کے بعد میں نے شست لگائی' اپنا گھٹنا باندھا' نیزہ سنبھالا اور دشمن کے اس شہسوار کو نشانہ بنایا جس نے سب سے پہلے لشکر اسلام کی طرف پیش قدمی کی تھی' پھر میں جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر دشمن پر ٹوٹ پڑا اور اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے دشمن کا خوف بالکل نکال دیا۔ سب مجاہدین خم ٹھونک کر دشمن کے مقابلے میں آکھڑے ہوئے اور اس وقت تک ان سے برسرپیکار رہے' جب تک فتح و نصرت نے مسلمانوں کے قدم نہ چوم لئے۔

○

اس کے بعد حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو فتح دمشق میں شریک ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ جب باشندگان دمشق نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کرلی تو حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے آپ کو دمشق کا گورنر بنادیا' آپ پہلے مسلمان ہیں جنہیں دمشق کا گورنر بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔

○

بنوامیہ کے دور حکومت میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو ایک ایسا حادثہ پیش آیا' جو بہت مدت تک باشندگان یثرب کا موضوع گفتگو بنا رہا۔

وہ واقعہ یہ تھا کہ اروی بنت اویس نے یہ الزام عائد کیا کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے اپنے اختیارات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میری کچھ زمین غصب کرکے اپنی زمین میں

شامل کرلی ہے' وہ جہاں جاتی ہر شخص کے سامنے اس کا تذکرہ کرتی اور اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹتی' بالآخر اس نے مدینہ طیبہ کے گورنر مروان بن حکم کی عدالت میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے خلاف دعویٰ دائر کردیا' مروان نے حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے اس سلسلے میں بات کرنے کے لئے ان کے پاس ایک وفد بھیجا۔ حضرت سعید پر یہ بات بہت گراں گزری' آپ افسردگی کے عالم میں فرمانے لگے۔

یہ سب لوگ میرے متعلق کیا خیال کرتے ہوں گے کہ میں نے اس عورت کی زمین ہتھیا کر بہت بڑا ظلم کیا ہے؟ میں بھلا اس گھناؤنے جرم کا کیسے ارتکاب کرسکتا ہوں' جبکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے۔

"جس نے کسی کی ایک بالشت زمین بھی ناجائز طور سے اپنے قبضے میں لی' قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق اس کے گلے میں ڈالا جائے گا"

اس کے بعد دربار الٰہی میں عرض پرداز ہوئے:

الٰہی! تو جانتا ہے کہ میں بے گنا ہوں' میں نے اس عورت پر کوئی ظلم نہیں کیا۔

الٰہی! تو جانتا ہے کہ وہ جھوٹی ہے' اور اسے اس کے جھوٹ کی یہ سزا دے کہ اندھا کرکے اس کنوئیں میں گرا جس سے لوگوں کے سامنے یہ بات واضح ہوجائے کہ میں نے اس عورت پر کوئی ظلم نہیں کیا ہے۔ تھوڑے ہی عرصے بعد وادئی عقیق میں زبردست سیلاب آیا' ایسا سیلاب پہلے کبھی نہ آیا تھا' اس سیلاب سے وہ حد بندی واضح ہوگئی جو دونوں کے درمیان باعث نزاع تھی' مسلمانوں پر یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ سچے ہیں' اس کے ایک ماہ بعد وہ عورت اندھی ہوگئی' ایک دن وہ اپنی زمین میں چل پھر رہی تھی کہ اچانک کنوئیں میں گر کر ہلاک ہوگئی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ہم بچپن میں یہ بات سنا کرتے تھے کہ ایک شخص غصے کی حالت میں دوسرے کو کہتا۔

"تجھے اللہ اسی طرح اندھا کرے جس طرح اردیٰ نامی عورت کو اندھا کیا تھا"

یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

”مظلوم کی آہ سے بچو‘ کیونکہ مظلوم اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا“

بھلا ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ مظلوم حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ جیسی وہ عظیم شخصیت تھی جو کہ ان خوش نصیب دس صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جنہیں زندگی میں جنت کی بشارت دے دی گئی تھی۔

○

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ طبقات ابن سعد	۲۷۵/۳
۲۔ تهذیب ابن عساکر	۱۲۷/۶
۳۔ صفته الصفوة	۱۴۱/۱
۴۔ حلیة الاولیاء	۹۵/۱
۵۔ الریاض النضرة	۳۰۲/۲

①

حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے یتیمی اور فقر و فاقہ کا جام اس وقت پیا جب کہ آپ نے ابھی گھٹنوں کے بل کھڑا ہونا بھی نہیں سیکھا تھا' ان کا باپ ملک عدم کو اس حالت میں کوچ کرگیا کہ اس نے اپنے پیچھے کوئی مال و متاع نہ چھوڑا جو اولاد کے کام آسکے' لیکن ان کی والدہ نے کچھ عرصے کے بعد قبیلۂ اوس کے ایک مالدار شخص جلاس بن سوید سے نکاح کرلیا' اور اس نے عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو اپنی کفالت میں لے لیا' جلاس بن سوید کے حسن سلوک' ہمدردی اور فیاضی نے عمیر کو یہ بھلا ہی دیا کہ اس کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا تھا۔

جناب عمیر جلاس بن سوید کے ساتھ اس طرح پیش آتے جیسے کوئی فرمانبردار بیٹا اپنے باپ کے ساتھ پیش آتا ہے۔

جناب جلاس بن سوید نے بھی حضرت عمیر کو اپنے دل میں اس طرح جگہ دی جیسے کوئی شفیق باپ اپنی اولاد کو دل میں بساتا ہے' جوں جوں جناب عمیر نشو و نما پاتے اور جوان ہوتے گئے' توں توں جلاس کے دل میں ان کی محبت بڑھتی چلی گئی' کیونکہ ان کی ہر ادا سے ذہانت و شرافت ٹپکتی' صداقت' دیانت ان کے ہر عمل سے نمایاں نظر آتی۔

○

حضرت عمیر بن سعد ابھی دس سال کے نہ ہوئے تھے کہ انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور جلد ہی ان کے پاکیزہ' رقیق اور صاف و شفاف دل میں ایمان راسخ ہوگیا' اسلام ان کے دل کی زرخیز زمین میں پانی کی طرح سرایت کرگیا' انہیں نو عمری میں ہی رسول اللہ

ﷺ کی امامت میں نمازیں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا' جب یہ نماز کے لئے مسجد نبویؐ آتے جاتے تو ان کی والدہ محترمہ اپنے لخت جگر کو کار خیر میں دلچسپی لیتے ہوئے دیکھ کر خوشی سے پھولی نہ سماتی۔ کبھی تو وہ خوشی کے اظہار میں اکیلی ہوتی اور کبھی اس کا خاوند بھی خوشی میں شریک ہوتا۔

○

اس نوجوان صحابی عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی زندگی نہایت خوشگوار انداز میں گزر رہی تھی کہ اچانک عنفوان شباب میں ہی ایک ایسے سخت ترین تجربے اور کڑے امتحان سے گزرنا پڑا کہ کم ہی کسی نوجوان کو اس قسم کے حالات سے دوچار ہونا پڑا ہوگا۔

ہوا یہ کہ ۹ھ ہجری کو رسول اقدس ﷺ نے مقام تبوک پر رومیوں سے جنگ کرنے کا عزم کیا اور مسلمانوں کو جنگی تیاری کا حکم دے دیا' رسول اقدس ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی جنگ کا منصوبہ ترتیب دیتے تو تمام تر منصوبہ بندی صیغۂ راز میں رکھتے' جس سمت کو لشکر اسلام روانہ کرنا ہوتا' بظاہر اعلان کسی دوسری سمت کا کرتے' لیکن غزوۂ تبوک میں آپ نے یہ پالیسی اختیار نہ کی بلکہ لوگوں کو واضح طور پر بتا دیا کہ کہاں جانا ہے۔

دراصل اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک تو منزل بہت دور تھی اور راستہ بھی نہایت دشوار گزار تھا اور مقابلے میں دشمن بھی بہت طاقتور تھا۔ آپ نے اس موقع پر اس لئے ہر بات کی وضاحت کردی تاکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم معاملے کی نزاکت کو سمجھ جائیں اور خوب اچھی طرح تیاری کرلیں۔ اس کے ساتھ ساتھ موسم گرما کا آغاز بھی ہو چکا تھا۔

گرمی شدید تھی' پھل پک چکے تھے' درختوں کا سایہ بھلا معلوم ہوتا' طبیعتوں میں سستی و کسل مندی کا غلبہ نظر آنے لگا۔ ان تمام مشکلات کے باوجود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی مکرم ﷺ کی آواز پر لبیک کہا' اور انتہائی ذوق و شوق سے جنگی تیاری میں مصروف ہوگئے' لیکن منافقین مختلف حیلے بہانے کرنے لگے۔ مسلمانوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے اور اپنی نجی محفلوں میں مسلمانوں کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے لگے۔

لشکر اسلام کی روانگی سے چند روز پہلے عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ مسجد نبویؐ میں نماز ادا

کرنے کے بعد گھر واپس آئے تو مسلمانوں کا جوش و جذبہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ آپ نے دیکھا کہ مسلمان پورے شوق سے جہاد کی تیاری میں مصروف ہیں۔

مہاجرین و انصار کی معزز خواتین نے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں اپنے قیمتی زیورات پیش کر دیئے تاکہ آپ ان کی قیمت لشکر اسلام کی تیاری میں صرف کریں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک ہزار دینار پیش کر رہے ہیں۔

دوسری طرف دیکھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنے کندھوں پر اشرفیوں کا تھیلا اٹھائے تیزی سے چلے آ رہے ہیں' اور یہ ساری رقم چشم زدن میں رسول اقدس ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دی' انہوں نے یہ منظر بھی دیکھا کہ ایک شخص اپنا بستر بیچ رہا ہے تاکہ اس قیمت سے جہاد کے لئے تلوار خرید سکے۔

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے سامنے جوش' ولولہ اور جذبۂ جہاد کے منظر بار بار آتے تو آپ کی دلی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ رہتی' لیکن وہ اس بات پر بڑا تعجب کرتے کہ جلاس بن سوید چپکے سے گھر بیٹھا ہوا ہے' جہاد کے لئے کوئی تیاری نہیں کرتا اور نہ ہی باوجود تونگری و خوشحالی کے راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرتا ہے' حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ جلاس بن سوید کی ہمت بندھائے اور اس کے دل میں حمیت' احساس اور جذبۂ جہاد پیدا کرے' تو اس نے وہ تمام مشاہدات بیان کرنے شروع کر دیئے جن کا بچشم خود نظارہ کیا تھا' اور خاص طور پر ان اہل ایمان اور قدسی صفات صحابہ رضی اللہ عنہم کی کیفیت بیان کی جنہوں نے جہاد کے لئے لشکر اسلام میں شمولیت کی درخواست دی' لیکن رسول اقدس ﷺ نے اس بنا پر درخواست مسترد کر دی کہ ان کے پاس سواری نہیں اور منزل بہت دور ہے' تو وہ اپنی ناکامی اور بے بسی پر زار و قطار رو رہے تھے اور غم سے اس قدر نڈھال تھے کہ ان کی حالت دیکھی نہ جاتی' لیکن جلاس پر ان کی گفتگو کا کوئی اثر ہی نہیں ہو رہا تھا' بلکہ اس نے ساری روئداد سننے کے بعد ایک ایسی جلی کٹی بات کہی کہ جسے سن کر نوجوان صحابی عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ حیران و ششدر رہ گئے۔

جلاس نے کہا کہ "محمد ﷺ دعوئے نبوت میں سچے ہیں تو پھر ہم تو گدھوں سے بھی زیادہ

بدتر ہیں۔ (نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ۔)

○

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ جلاس بن سوید کے منہ سے یہ بات سن کر انگشت بدنداں رہ گئے' ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ جلاس جیسے ذہین و فطین و دانشمند شخص کے منہ سے اس قسم کی بری بات بھی نکل سکتی ہے' جو کہنے والے کو فوری طور پر دائرہ اسلام سے خارج کردے' اور کفر کی حدود میں بلا روک ٹوک داخل کردے۔

یہ بات سنتے ہی عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ اس سوچ میں پڑ گئے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے' وہ سوچ بچار کے بعد بالآخر اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر جلاس کی اس دل آزار بات سے پہلو تہی اختیار کی گئی اور اس پر پردہ ڈالا گیا تو یہ صریحاً اللہ تعالیٰ اور رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت ہوگی' اور اس خاموشی اور پردہ داری سے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا اور اس طرز عمل سے ان منافقوں کو تقویت ملے گی جو درپردہ اسلام کو مٹانے کے لئے آپس میں مشورے کرتے رہتے ہیں' اور اگر اس راز کو افشاء کردیا جائے تو پھر اس شخص پہ گراں گزرے گا جسے میں والد کا درجہ دیتا ہوں' اور اس نے اپنے حسن سلوک اور فیاضی سے مجھے یتیمی کا احساس تک نہ ہونے دیا' اور اقتصادی تعاون سے مجھے مالدار بنا دیا اور مجھے باپ کی وفات کا غم بھلا دیا۔ میں نے سوچا کہ اس نازک مرحلہ پر کون سی کڑوی گولی نگلی جائے۔ پھر یکدم میں نے جلاس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

بخدا! روئے زمین پر رسول اقدس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ عزیز تھے' لیکن آج آپ نے ایک ایسی بات کہہ دی ہے کہ اگر لوگوں کے سامنے اس کا تذکرہ کرتا ہوں تو آپ رسوا ہو جائیں گے۔ اگر خاموش رہتا ہوں تو امانت میں خیانت کا مرتکب ہوتا ہوں۔ اس طرح میں اپنے آپ کو تباہ و برباد کر بیٹھوں گا' میں تو یہ بات رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بتانے جارہا ہوں اب آپ اپنا انجام سوچ لیں۔

○

یہ کہہ کر حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ مسجد نبویؐ کی طرف چل دیئے اور جو کچھ جلاس بن سوید کی زبانی سنا تھا' من وعن رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا۔ یہ بات سن کر رسول اکرم

ﷺ نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بٹھالیا اور جلاس کو بلانے کے لئے ایک صحابی کو بھیجا' تھوڑی ہی دیر بعد جلاس آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا' سلام عرض کیا اور آپ کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا۔

آپ نے دریافت کیا کیا عمیر رضی اللہ عنہ کے سامنے تم نے یہ بات کی ہے کہ "محمد ﷺ دعوئے نبوت میں سچے ہیں تو ہم پھر گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔"

اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی' یہ سراسر جھوٹ بولتا ہے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جلاس اور عمیر رضی اللہ عنہ کو بغور دیکھنے لگے تاکہ ان کے چہروں کے تاثرات سے اندازہ لگا سکیں کہ ان میں سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے! حاضرین مجلس سرگوشیاں کرنے لگے' ایک منافق کہنے لگا۔ دیکھو یہ نوجوان سانپ کی مانند احسان فراموش نکلا کہ جس نے اسے دودھ پلایا' اسے ہی ڈنک مارا۔ دوسرے ساتھی کہنے لگے' نہیں بلکہ یہ نوجوان تو نہایت ہی شریف الطبع ہے' اس کی تو نشو ونما ہی اطاعت الٰہی کے ماحول میں ہوئی' اس کے چہرے کے تیور ہی بتاتے ہیں کہ یہ اپنی بات میں سچا ہے۔

رسول اقدس ﷺ نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا کہ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہوچکا ہے اور آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو جاری ہیں اور بے خودی کے عالم میں بارگاہ الٰہی میں یہ دعا کرتا ہے۔

الٰہی! میری بات اپنے نبی علیہ السلام پر واضح فرمادے۔

الٰہی! میری بات اپنے نبی علیہ السلام پر واضح فرمادے۔

یہ منظر دیکھ کر جلاس غصے سے آگ بگولا ہو کر کہنے لگا: حضور میں بالکل سچا ہوں' میں حلف دینے کے لئے تیار ہوں۔

میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ کہتا ہوں کہ عمیر رضی اللہ عنہ نے میرے متعلق جو کچھ آپ کو کہا وہ بالکل جھوٹ ہے۔ بخدا! میں نے کوئی ایسی گستاخانہ بات نہیں کی۔

ابھی اس نے اپنا حلفیہ بیان ختم نہیں کیا تھا کہ لوگوں کی نگاہیں عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی طرف منتقل ہوگئیں اتنے میں رسول اقدس ﷺ پر غنودگی طاری ہوگئی' صحابہ رضی اللہ عنہم پہچان گئے کہ اب وحی نازل ہوگی' ہر ایک اپنی اپنی جگہ سہم گیا اور سب کی نگاہیں رسول اقدس

ﷺ کے چہرۂ انور پر جم گئیں' یہ منظر دیکھ کر جلاس پر خوف و ہراس طاری ہوگیا' اور عمیر رضی اللہ عنہ کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہونے لگے اور تمام حاضرین کی کیفیت بھی یہی تھی' یہاں تک کہ رسول اقدس ﷺ سے وحی کا اثر زائل ہوگیا' اور آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَالَمْ يَنَالُوْا وَ مَانَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ اَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ وَ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ مَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (التوبہ۔ ۷۴)

یہ لوگ اللہ کی قسم کھا کھاکر کہتے ہیں کہ ہم نے وہ بات نہیں کہی' حالانکہ انہوں نے ضرور وہ کافرانہ بات کہی ہے۔ وہ اسلام لانے کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے اور وہ کچھ کرنے کا ارادہ کیا جسے کر نہ سکے' یہ ان کا سارا غصہ اسی بات پر ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے اپنے فضل سے ان کو غنی کردیا ہے۔ اب یہ اپنی اس روش سے باز آئیں تو انہی کے لئے بہتر ہے۔ اور اگر یہ باز نہ آئے تو اللہ ان کو دردناک سزا دے گا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور زمین میں کوئی نہیں جو ان کا حمایتی اور مددگار ہو۔

جلاس یہ آیت سن کر کانپ اٹھا۔ گھبراہٹ سے اس کی زبان گنگ ہوگئی۔ رسول اقدس ﷺ کی طرف دیکھا اور آہ وزاری کے ساتھ عرض کی۔

یارسول اللہ! میری توبہ!

یارسول اللہ! میری توبہ!

یارسول اللہ! عمیر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا اور میں جھوٹا ہوں۔

یارسول اللہ! اللہ سے کہیں کہ وہ میری توبہ قبول کرلے۔

یارسول اللہ! میں آپ پر قربان۔

اس موقع پر رسول اقدس ﷺ نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے نور ایمان سے چمکتے ہوئے

چہرے کو دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو ٹپک رہے ہیں۔

رسول اقدس ﷺ نے نہایت شفقت سے اپنا دست مبارک عمیر رضی اللہ عنہ کے کان پر رکھا اور فرمایا:

میرے عزیز آپ کے اس کان نے بالکل صحیح سنا' اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق کردی' اس حادثہ کے بعد جلاس بن سوید صدق دل سے توبہ کر کے دائرہ اسلام میں دوبارہ داخل ہوئے' اور بھرپوری زندگی صحیح اسلامی کردار پیش کیا۔

اس واقعہ کے بعد جب بھی جلاس بن سوید کے سامنے عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا نام لیا جاتا تو فوراً یہ کہتے اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس نے مجھے کفر سے بچالیا اور جہنم سے میری گردن آزاد کردی' حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی زندگی کا صرف یہی روشن اور خوش آئند واقعہ نہیں' بلکہ بے شمار ایسے واقعات ہیں' جو اس سے بھی زیادہ ایمان افروز اور روح پرور ہیں اور آپ کی زندگی کے روشن باب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ان واقعات کی چند ایک جھلکیاں اگلے صفحات میں پیش کی جارہی ہیں۔

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ

(۲)

ابھی میں نے ایک جلیل القدر صحابی حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے بچپن کے روح پرور حالات سے آگاہ کیا۔ اب میں آپ کے سامنے بڑھاپے میں پیش آنے والے واقعات کی چند جھلکیاں پیش کرتا ہوں' آپ یہ محسوس کریں گے کہ یہ واقعات اپنی عظمت ورفعت کے اعتبار سے بچپن میں پیش آنے والے واقعات سے کچھ کم نہیں۔

○

صورتحال یہ تھی کہ علاقہ حمص کے باشندے اپنے گورنر کے خلاف بڑے زبان دراز اور شکایتی واقع ہوئے تھے۔ جب ان کے پاس کسی کو گورنر بنا کر بھیجا جاتا تو وہ اس پر اعتراضات کی بوچھاڑ کردیتے اور مختلف قسم کے عیب نکالنے لگتے۔ بالآخر اس کے خلاف زبردست محاذ قائم کرکے خلیفۃ المسلمین سے پر زور مطالبہ کرتے کہ اسے فوری طور پر تبدیل کردیا جائے' اور اس کی جگہ کسی بہتر شخص کو متعین کیا جائے۔ اس دفعہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ عزم کیا کہ اب ایسا گورنر مقرر کروں گا جس کا کردار مثالی ہو اور باشندگان حمص کو انگشت نمائی کا موقع نہ ملے' اس منصب کے لئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نظر انتخاب حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ پر پڑی۔ لیکن وہ بلاد شام میں لشکر اسلام کے سپہ سالار کی حیثیت سے شہروں کو آزاد کرتے' قلعوں کو فتح کرتے' قبائل کو زیر فرماں کرتے' اور مفتوحہ علاقوں میں مساجد بناتے ہوئے بڑی تیزی سے آگے بڑھتے جارہے تھے' اس حوصلہ افزاء پیش قدمی کے باوجود امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک سرکاری

حکم نامے کے ذریعے انہیں حمص کا گورنر مقرر کرتے ہوئے لکھا' کہ آپ میرا یہ خط ملتے ہی حمص روانہ ہو جائیں اور وہاں پہنچ کر بحیثیت گورنر اپنے فرائض سرانجام دیں۔

○

امیر المؤمنین کا حکم ملتے ہی حضرت عمیر رضی اللہ عنہ حمص روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچتے ہی لوگوں کو نماز کے لئے اکٹھا کیا۔ نماز کے اختتام پر ان سے خطاب کیا۔

حمد و ثنا اور درود و سلام کے بعد فرمایا:

لوگو! اسلام ایک نا قابل تسخیر قلعے اور ایک مضبوط دروازے کی مانند ہے' حقیقتاً اسلام کا قلعہ عدل و انصاف اور اس کا دروازہ حق و صداقت کا پیغام ہے۔

سن لو! اسلام کا قلعہ اس وقت تک نا قابل تسخیر رہے گا جب تک تمہارا سلطان طاقتور رہے گا۔ بلاشبہ سلطان کی طاقت کوڑے مارنے اور قتل و غارت کرنے میں نہیں' بلکہ اس کی طاقت کا راز عدل و انصاف اور حق و صداقت اختیار کرنے میں ہے' پھر آپ اپنے مختصر خطبے میں پیش کئے ہوئے دستور العمل کو نافذ کرنے کے لئے ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

○

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے حمص میں گورنر کی حیثیت سے ایک سال کا عرصہ گزارا' اس عرصے میں نہ تو امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کوئی خط لکھا اور نہ بیت المال کے لئے کوئی رقم بھیجی۔ اس صورت حال سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دل میں شکوک و شبہات پیدا ہوئے کیونکہ آپ کو گورنروں کے بارے میں بہت اندیشہ تھا کہ کہیں وہ عہدہ و منصب اور مال و متاع کے فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ ان کے نزدیک رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی معصوم نہیں تھا۔ آپ نے اپنے سیکرٹری سے کہا: عمیر بن سعد کو خط لکھو کہ جونہی میرا خط ملے حمص کو خیرباد کہہ کر سیدھے میرے پاس چلے آؤ۔ اپنے ساتھ وہ مال بھی لیتے آنا جو اب تک بیت المال کے لئے وصول کیا ہے۔

○

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا خط ملا تو فوراً ایک تھیلا

جس میں کچھ زاد راہ تھا' ایک عدد برتن وضو کے لئے' اور ہاتھ میں اپنی کلہاڑی پکڑی اور حمص کی گورنری کو خیرباد کہہ کر کشاں کشاں سوئے مدینہ چل دیئے۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ جب مدینہ پہنچے تو ان کا رنگ سیاہی مائل' جسم نہایت لاغر و نحیف ہو چکا تھا۔ سر اور داڑھی کے بال کافی بڑھ چکے تھے' سفر کی مشکلات کے آثار آپ کے چہرے اور جسم پر نمایاں تھے۔

○

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ جب امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو وہ ان کی یہ حالت دیکھ کر پریشان ہو گئے' پوچھا عمیر تجھے کیا ہوا؟

عرض کی: امیر المؤمنین مجھے کچھ نہیں ہوا۔ میں الحمد للہ بالکل ٹھیک ہوں۔ میں آج آپ کے پاس اپنی تمام دنیا اٹھا لایا ہوں۔

آپ نے دریافت کیا: تمہارے پاس دنیاوی مال و متاع کتنا ہے؟

فاروق اعظم کا خیال تھا کہ یہ بیت المال سے بہت سا مال و متاع اپنے ہمراہ لائے ہیں۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے بتایا: میرے پاس ایک تھیلا ہے جس میں میرا زاد راہ ہے' ایک پیالا ہے جس میں کھانا بھی کھاتا ہوں اور اس سے اپنا سر اور کپڑے بھی دھوتا ہوں' ایک برتن پانی پینے اور وضو کرنے کے لئے ہے' اے امیر المؤمنین اس سامان کے علاوہ ساری دنیا میرے لئے فضول ہے' مجھے اس دنیا سے کوئی غرض نہیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا آپ حمص سے پیدل چل کر آئے ہیں؟

عرض کی: ہاں' یا امیر المؤمنین۔

فرمایا: اتنے بڑے اور اہم منصب کے باوجود آپ کو ایک سواری بھی نہ دی گئی' جس پر آپ سوار ہو کر یہاں آتے۔

عرض کی: نہ ہی باشندگان حمص نے کوئی سواری دی اور نہ ہی میں نے ان سے طلب کی۔

آپ نے دریافت فرمایا: وہ مال و متاع کہاں ہے جو اپنے ہمراہ بیت المال کے لئے

لائے ہو' عرض کی: میں تو اپنے ساتھ کچھ بھی نہیں لایا۔

آپ نے پوچھا: کیوں؟

عرض کی: جب میں حمص پہنچا تو وہاں کے باشندوں میں سے صلحاء واتقیاء کو اکٹھا کیا اور ٹیکس جمع کرنے کا کام ان کے سپرد کردیا' جب بھی وہ کوئی مال اکٹھا کرتے تو میں ان سے مشورہ لیتا اور مناسب جگہ پر خرچ کرتا اور مستحقین میں تقسیم کردیتا۔ یہ روئیداد سن کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے سیکرٹری سے کہا کہ عمیر رضی اللہ عنہ کے لئے حمص کی گورنری کی تجدید کردو تاکہ یہ وہاں جاکر دوبارہ اپنا منصب سنبھال لیں۔ یہ بات سن کر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ بالکل نہیں۔ میں ہرگز یہ منصب نہیں چاہتا' امیرالمؤمنین! مجھے معاف کیجئے' میں آج کے بعد نہ تو آپ کے کہنے پر اور نہ آپ کے بعد کسی کے بھی کہنے پر یہ منصب سنبھالوں گا۔ پھر آپ نے امیرالمؤمنین سے مدینہ منورہ کی ایک نواحی بستی میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ بسیرا کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے انہیں اجازت دے دی۔

○

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو اس بستی میں آباد ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کے حالات معلوم کرنے کے لئے اپنے قابل اعتماد ساتھی جناب حارث کو حکم دیا کہ وہ عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس مہمان بن کر جائے۔ اگر وہاں مال و دولت کے آثار دیکھے تو فوراً اسی حالت میں واپس آجائے' اگر دیکھے کہ وہ تنگ حالی کی زندگی بسر کررہے ہیں تو یہ دینار انہیں دے دینا' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دیناروں سے بھری ہوئی ایک تھیلی اس کے سپرد کی۔

○

جناب حارث امیرالمؤمنین کا حکم سنتے ہی روانہ ہوگئے' اور حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے گاؤں پہنچ کر ان کے گھر کا پتہ معلوم کیا' ان سے ملے' سلام عرض کیا' انہوں نے نہایت خندہ پیشانی سے سلام کا جواب دیا اور پوچھا آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔

جناب حارث نے بتایا کہ میں مدینہ منورہ سے حاضر ہوا ہوں۔

پوچھا: باشندگان مدینہ کا کیا حال ہے؟

عرض کی: سب خیریت سے ہیں۔

پوچھا: امیرالمؤمنین کیسے ہیں۔

عرض کی: بالکل ٹھیک ہیں۔

پوچھا کیا آج کل وہ شرعی حدود نافذ نہیں کرتے۔

کہا: کیوں نہیں' انہوں نے تو اپنے بیٹے کو عبرتناک سزا دی جس سے اس کی موت واقع ہو گئی' یہ سن کر آپ نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور کہا:

الٰہی: عمر رضی اللہ عنہ کی مدد فرما۔

الٰہی: میں جانتا ہوں اسے تیرے ساتھ اور تیرے دین کے ساتھ والہانہ محبت ہے۔

○

جناب حارث حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے ہاں تین دن ٹھہرے' ہر روز ان کی تواضع کے لئے جو کی صرف ایک روٹی پیش کی جاتی۔

جب تیسرا دن گزرا تو ایک شخص نے کہا آپ نے تو حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اور اس کے اہل خانہ کے لئے بہت مشکل پیدا کر دی ہے' ان کے پاس تو صرف یہ ہی روٹی ہوتی ہے جو روزانہ تجھے کھلا دیتے ہیں' اس طرح مسلسل بھوکے رہنے سے تو وہ نڈھال ہو جائیں گے' اب آپ یہاں قیام کرنے کی بجائے میرے گھر تشریف لے چلیں۔

○

یہ بات سنتے ہی جناب حارث نے دیناروں کی تھیلی حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کی۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟

جناب حارث نے بتایا' امیرالمؤمنین نے آپ کے لئے کچھ رقم بھیجی ہے۔

آپ نے فرمایا: یہ واپس لے جائیں' امیرالمؤمنین کو میرا سلام کہنا' اور یہ عرض کرنا کہ عمیر کو اس رقم کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی بیوی یہ باتیں سن رہی تھی' اس نے کہا عمیر رضی اللہ عنہ یہ رقم لے لو۔ اگر تمہیں ضرورت پڑی تو خرچ کر لینا ورنہ محتاجوں میں تقسیم کر دینا۔

جب جناب حارث نے خاتون کی یہ بات سنی تو دیناروں کی تھیلی حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دی اور وہاں سے چل دئے۔

حضرت عمیر نے وہ دینار لئے اور اسی رات تمام کے تمام حاجت مندوں اور شہداء کے بچوں میں تقسیم کر دیئے۔

○

جب جناب حارث واپس مدینہ منورہ پہنچے تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا' آپ نے وہاں کیا منظر دیکھا؟

عرض کی: امیر المؤمنین بہت ہی تنگ دستی دیکھی۔

آپ نے فرمایا: کیا تم انہیں دینار دے آئے ہو؟

عرض کی: ہاں امیر المؤمنین۔

آپ نے دریافت کیا: انہوں نے وہ دینار کیا کئے؟

عرض کی: مجھے علم نہیں' البتہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے ایک درہم بھی اپنی ذات کے لئے نہیں رکھا ہوگا۔ یہ سن کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ فوراً مدینہ پہنچو اور مجھے ملو۔

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ خط ملتے ہی مدینہ روانہ ہو گئے' امیر المؤمنین کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ کو خوش آمدید کہا' اور نہایت احترام سے اپنے پاس بٹھایا۔ پھر محبت بھرے انداز میں پوچھا:

عمیر میں نے جو دینار بھیجے تھے' انہیں آپ نے کہاں صرف کیا؟

آپ نے فرمایا: امیر المؤمنین! آپ مجھے دینار دینے کے بعد ان کے متعلق کیوں پوچھتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: میری دلی تمنا ہے کہ میں حقیقت حال معلوم کروں' براہ مہربانی آپ ضرور بتائیں فرمایا: میں نے وہ جمع کر لئے ہیں تاکہ اس دن کام آسکیں جس دن مال اور اولاد کام نہ آسکیں گے یہ سن کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

اور فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ان بندگان خدا میں سے ہیں' جو ضرورت کے

باوجود دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں' پھر آپ نے حکم دیا کہ ان کے لئے اناج اور کپڑوں کا جوڑا فوراً تیار کیا جائے۔

آپ نے فرمایا: امیر المؤمنین' اناج کی تو مجھے کوئی ضرورت نہیں' میں یہاں آتے ہوئے اہل خانہ کے لئے تھوڑے سے جو گھر چھوڑ آیا ہوں' جب یہ ختم ہوں گے' تو اللہ تعالیٰ ہمیں اور رزق عطا فرما دیں گے' البتہ کپڑوں کا جوڑا میں اپنی بیوی کے لئے لے جاتا ہوں' کیونکہ اس کا لباس بہت بوسیدہ ہو چکا ہے۔

○

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس ملاقات کو ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا' کہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو رب ذوالجلال کی طرف سے بلاوا آ گیا تاکہ یہ اپنے پیارے نبی سرور عالم حضرت محمد ﷺ سے جا ملیں اور دلی تمنا کے مطابق اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر سکیں' کیونکہ بڑی شدت سے انہیں رسول اقدس ﷺ سے ملنے کا اشتیاق تھا' اور وہ آخرت کے سفر پر اطمینان دل سے روانہ ہوئے' اس طرح کہ ان کے کندھوں پر دنیا کا کوئی بوجھ نہ تھا' البتہ آپ کے پاس نور ہدایت اور تقویٰ و اخلاص کی دولت تھی۔

جب آپ کے وصال کی خبر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ملی تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا' اور آپ نے شدید حزن و ملال کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"میری دلی تمنا ہے کہ عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ جیسے مجھے ساتھی ملیں تاکہ امور سلطنت میں ان سے مدد لے سکوں۔"

اللہ تعالیٰ حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی' یہ بلاشبہ یکتائے روزگار' انمول موتی' اور درس گاہ نبوت کے لائق و فائق طالب علم تھے۔

○

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابہ مترجم ۶۰۳۶

۲۔ الاستیعاب ۲/ ۲۴۷

۳۔ اسد الغابۃ	۲۹۳/۱
۴۔ سیر اعلام النبلاء	۸۶/۱
۵۔ حیاۃ الصحابہ	فہرست دیکھئے
۶۔ قادۃ فتح العراق والجزیرۃ	۵۱۳
۷۔ الاعلام	۲۶۴/۵

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ

جو مال تو نے راہِ خدا میں خرچ کیا اس میں اللہ تعالیٰ برکت عطا کرے اور جو مال اپنے پاس رکھا اس میں بھی برکت عنایت کرے: (دعائے رسول اکرمؐ)

ان آٹھ خوش نصیب صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں جنہیں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

ان دس جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں جنہیں دنیا میں جنت کی بشارت دی گئی۔

ان چھ ذیشان صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں جنہیں فاروق اعظمؓ کے بعد خلیفہ منتخب کرنے کے لئے مقرر کیا گیا۔

ان جید علماء صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایک جسے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں فتویٰ جاری کرنے کی اجازت تھی۔

زمانۂ جاہلیت میں ان کا نام عبد عمرو تھا' جب اسلام قبول کیا تو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبدالرحمان رکھا۔ جو بعد میں عبدالرحمان بن عوف کے نام سے مشہور ہوئے۔

اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی۔

○

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں بیٹھ کر تعلیم و تربیت کا آغاز کرنے سے پہلے اور صدیق اکبرؓ کے اسلام قبول کرنے کے دو روز بعد اسلام قبول کرلیا تھا۔ اسلام کی راہ میں وہ تمام مصیبتیں برداشت کیں جو صف اول کے مسلمانوں نے جھیلی تھیں' لیکن آپ نے کمال صبر و تحمل سے کام لیا--- آپ راہ حق و

صداقت میں ثابت قدم رہے۔

آپ نے دین کی حفاظت کے لئے صف اول کے مسلمانوں کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کا سفر اختیار کیا۔

جب کفار کی جانب سے پہنچنے والی تکالیف کی کوئی انتہا نہ رہی' تو اللہ تعالیٰ نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو مدینہ طیبہ ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی تو یہ ان عالی مقام مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سر فہرست تھے' جو سوئے مدینہ دیوانہ وار چلے' جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارے کی فضا قائم کی' تو حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ اور حضرت سعد بن ربیعؓ کے مابین رشتہ اخوت قائم ہوا۔ حضرت سعد بن ربیعؓ نے اپنے دینی بھائی حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ سے کہا اے بھائی جان! میں اہل مدینہ میں سب سے زیادہ مالدار ہوں' میرے دو باغ ہیں اور دو بیویاں۔ ان میں سے جو باغ آپ کو پسند ہے میں اسے آپ کے نام ہبہ کردیتا ہوں اور ایک بیوی کو طلاق دے دیتا ہوں تاکہ آپ اس سے شادی کرکے اپنا گھر بسالیں۔

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل و عیال اور مال میں برکت عطا فرمائے۔ آپ مجھے منڈی کا پتہ بتادیں' میں وہاں محنت کرکے کماؤں گا' حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے مدینہ طیبہ کی منڈی میں تجارت کا پیشہ اپنایا' اور اس کاروبار میں اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت عطا فرمائی کہ تھوڑے ہی عرصے میں اچھی خاصی رقم جمع ہوگئی۔

ایک روز رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپ سے عطر کی مہک آرہی تھی۔

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش طبعی سے فرمایا: عبدالرحمان یہ کیا؟

باادب بولے: حضور! میں نے شادی کرلی ہے۔

آپ نے پوچھا: بیوی کو کتنا مہر دیا ہے؟

عرض کی: سونے کی ایک ڈلی۔

آپ نے فرمایا: ولیمہ کرو' خواہ ایک بکری ذبح کرو' اللہ تعالیٰ آپ کے مال و دولت میں برکت عطا فرمائے۔

حضرت عبدالرحمانؓ فرمانے لگے: دنیا مجھ پر فریفتہ ہے' میں کوئی پتھر بھی اٹھاتا ہوں تو اس کے نیچے سے سونا اور چاندی ہاتھ لگتا ہے۔

میدان بدر میں حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرتے ہوئے مقابلے میں آنے والے دشمن دین عمیر بن عثمان بن کعب کا سر تن سے جدا کر دیا۔

غزوۂ اُحد میں یہ اس وقت ثابت قدم رہے جب عام مجاہدین کے قدم ڈگمگا گئے تھے' اور یہ اس وقت چٹان کی طرح جمے رہے جب کہ شکست خوردہ بھاگنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ جب آپ اس جہاد سے فارغ ہوئے تو جسم پر بیس سے زائد گہرے زخم آ چکے تھے اور ان میں سے بعض اتنے گہرے تھے کہ ان میں پورا ہاتھ داخل ہو سکتا تھا۔

اگر جانی اور مالی جہاد کا موازنہ کیا جائے تو حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ جانی کی بجائے مالی جہاد میں دو قدم آگے نظر آتے ہیں۔

ایک دفعہ رسول اقدس ﷺ نے لشکر ترتیب دیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ اعلان کیا۔

"جہاد فنڈ میں چندہ دو' میں دشمن کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر روانہ کرنا چاہتا ہوں"

یہ اعلان سنتے ہی حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ جلدی سے اپنے گھر گئے اور اسی وقت واپس لوٹ آئے اور عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ! گھر میں چار ہزار دینار تھے' دو ہزار آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور دو ہزار اپنے اہل و عیال کے لئے گھر چھوڑ آیا ہوں۔

رسول اقدس ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: جو تو نے اللہ کی راہ میں پیش کئے' انہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور جو اہل و عیال کے لئے باقی رکھے ان میں برکت عطا فرمائے۔

○

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کا ارادہ کیا۔ یہ وہ آخری جنگ ہے جو آپ نے لڑی' اس میں مردان جنگ کی طرح مال و دولت کی بھی شدید ضرورت تھی' کیونکہ رومی لشکر بہت بڑا تھا' اس کے پاس مال و متاع کی بھی ریل پیل تھی' سفر بڑا

طویل اور دشوار گذار تھا' سواری کے لئے اونٹ اور گھوڑے بہت تھوڑی تعداد میں دستیاب تھے۔

یہ منظر بھی دیکھنے میں آیا کہ چند اہل ایمان نے جہاد میں شرکت کے لئے رسول اقدس ﷺ سے اجازت طلب کی اور آپ نے ان کی درخواست محض اس لئے مسترد کردی کہ ان کے لئے سواری کا کوئی انتظام نہیں۔ وہ زار و قطار روتے ہوئے واپس لوٹے اور یہ کہتے جارہے تھے کاش! آج ہمارے پاس زاد راہ ہوتا' سواری کا انتظام ہوتا تو آج اس عظیم شرف سے محروم نہ ہوتے' غزوۂ تبوک کے لئے روانہ ہونے والے لشکر کو جیش العسرۃ یعنی لشکر تنگ حال کا نام دیا گیا۔

اس اہم ترین موقعے پر رسول اقدس ﷺ نے اپنے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا اور یہ ترغیب دلائی کہ اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت ملے گا۔

مسلمان نبی اکرم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے صدقہ و خیرات جمع کرانے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھے' اس دفعہ بھی حضرت عبدالرحمان بن عوف کا پلہ بھاری رہا اور جہاد کے لئے بے دریغ چندہ جمع کرایا' ان کا یہ انداز دیکھ کر سیدنا فاروق اعظمؓ فرمانے لگے یوں لگتا ہے کہ آج عبدالرحمان بن عوفؓ نے گھر والوں کے لئے کچھ باقی نہیں رہنے دیا' سارا مال حضور علیہ السلام کے قدموں میں لاکر ڈھیر کردیا ہے' رسول اقدس ﷺ نے پوچھا:

عبدالرحمان! کیا تم کچھ مال گھر والوں کے لئے بھی چھوڑ آئے ہو۔

عرض کی: ہاں یارسول اللہ ﷺ! جتنا آج آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے اس سے زیادہ اور عمدہ مال اہل خانہ کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔

آپ نے پوچھا کتنا؟

عرض کی: کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ میں خرچ کرنے پر رزق کی فراوانی' خیر و برکت' اور اجر و ثواب کا وعدہ نہیں کیا؟

○

لشکر اسلام تبوک کی طرف روانہ ہوگیا' اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت

عبدالرحمان بن عوفؓ کو وہ شرف عطا کیا جو اس سے پہلے کسی کو حاصل نہ ہوا' وہ اس طرح کہ نماز کا وقت ہوگیا۔ رسول اقدس ﷺ تشریف فرمانہ تھے' حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے امامت کے فرائض انجام دیئے پہلی رکعت ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ رسول ﷺ تشریف لے آئے اور جماعت میں شامل ہوگئے' آپ نے یہ نماز حضرت عبدالرحمان بن عوف کی اقتداء میں پڑھی۔

یہ ہے نصیب کی بات: یہ کتنا بڑا شرف ہے کہ سید المرسلین' رحمتہ للعالمین' شفیع المذنبین اپنے جاں نثار صحابی کی امامت میں نماز ادا کر رہے ہیں۔

○

رسول اقدس ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ امہات المؤمنین' ازواج مطہرات کے گھریلو اخراجات کا خیال رکھتے۔ جب انہوں نے سفر پر جانا ہوتا تو خدمت کے لئے ساتھ ہو لیتے' جب سفر حج کا ارادہ کرتیں تو آپ ان کے لئے سواری کا انتظام کرتے' ہودج پر سبز رنگ کا نہایت ہی عمدہ کپڑا ڈلوادیتے' دوران سفر جو جگہ بھی انہیں پسند آتی' وہیں پڑاؤ کرنے کا فوری انتظام کرتے' بلاشبہ یہ بہت بڑا شرف ہے جو حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کو حاصل ہوا' امہات المؤمنین کو ان پر بہت اعتماد تھا جس پر یہ اللہ تعالیٰ کا ہردم شکر ادا کرتے رہتے۔

○

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کا عام مسلمانوں اور خاص طور پر امہات المومنین کے ساتھ حسن سلوک کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک دفعہ آپ نے اپنی زمین چالیس ہزار دینار میں فروخت کی اور یہ ساری رقم رسول اقدس ﷺ کی والدہ ماجدہ کے خاندان بنی زہرہ اور اہل اسلام میں سے فقراء و مساکین اور ازواج مطہرات میں بانٹ دی' جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ان کا حصہ پیش کیا گیا تو آپ نے پوچھا۔

یہ مال کس نے بھیجا ہے' آپ کو بتایا گیا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے۔

آپ نے فرمایا: ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو مخاطب کرکے ارشاد

فرمایا تھا۔ "میرے بعد صرف وہی لوگ تمہاری خدمت بجا لائیں گے جو صابر و شاکر ہوں گے۔"

○

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کے بارے میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے خیر و برکت پوری زندگی ان پر سایہ فگن رہی' یہاں تک کہ آپ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ مالدار اور صاحب ثروت ہوگئے' آپ کی تجارت مسلسل نفع بخش ہوتی چلی گئی۔ آپ کے تجارتی قافلے مدینہ منورہ آتے تو باشندگان مدینہ کے لئے گندم' گھی' کپڑے' برتن' خوشبو اور دیگر ضروریات کی چیزیں اپنے ہمراہ لاتے اور جو اشیاء بچ جاتیں' انہیں کسی دوسری منڈی میں منتقل کر دیتے۔

○

ایک دن حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کا سات سو اونٹوں پر مشتمل تجارتی قافلہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوا' سب اونٹنیاں سازوسامان سے لدی ہوئی تھیں' جب یہ قافلہ وہاں پہنچا تو زمین تھرتھرانے لگی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا' آج یہ تھرتھراہٹ کیسی ہے۔ آپ کو بتایا گیا کہ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کا سات سو اونٹنیوں پر مشتمل تجارتی قافلہ آ رہا ہے۔

یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔

الٰہی! جو کچھ تو نے انہیں دنیا میں دیا ہے اس میں برکت عطا فرما اور آخرت میں اس سے بڑھ کر اجر و ثواب سے نوازنا۔

پھر کہنے لگیں کہ میں نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ جنت میں خوشی سے اچھلتے ہوئے داخل ہوگا"

اس سے پہلے کہ تجارتی قافلہ پڑاؤ کرتا ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کو جنت کی بشارت دی' جب آپ نے یہ بشارت سنی تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی' دوڑتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور عرض کی: اماں جان! کیا آپ نے میرے لئے جنت کی بشارت کے کلمات رسول

اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے خود سنے ہیں۔

فرمایا: ہاں۔ یہ سن کر کچھ نہ پوچھئے کہ ان کی خوشی کا کیا عالم تھا۔

فرمانے لگے: اماں جان! گواہ رہنا۔ میں اس خوشی میں سات سو اونٹنیوں پر مشتمل اپنا تجارتی قافلہ مع تمام ساز و سامان کے اللہ کی راہ میں پیش کرتا ہوں۔

○

جس دن سے حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کو جنت کی بشارت ملی' اس دن سے اور زیادہ حوصلے کے ساتھ اللہ کی راہ میں دونوں ہاتھوں سے بے دریغ دائیں بائیں' خفیہ واعلانیہ خرچ کرنے لگے' یہاں تک کہ چالیس ہزار دینار اللہ کی راہ میں صرف کر دیئے۔

ایک دفعہ مجاہدین اسلام کے لئے پانچ سو تربیت یافتہ جنگی گھوڑے اور ایک دوسرے موقعے پر ایک ہزار پانچ سو عربی النسل اصیل گھوڑے مجاہدین کے لئے خریدے' وفات سے چند روز پہلے تمام غلام آزاد کر دیئے' اور یہ وصیت لکھوائی کہ اہل بدر میں سے جو صحابہ بھی زندہ ہوں' ان میں سے ہر ایک کو چار سو دینار میرے مال میں سے دے دیئے جائیں' جن بدری صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے وصیت کے مطابق رقم وصول کی ان کی تعداد تقریباً ایک سو تھی وصیت میں یہ بھی لکھوایا کہ امہات المومنین میں سے ہر ایک کو میری جائیداد میں سے وافر مقدار میں حصہ دیا جائے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اکثر ان کے حق میں یہ دعا کرتیں۔

"الٰہی! عبدالرحمان بن عوفؓ کو جنت کے ٹھنڈے میٹھے چشمے سلسبیل سے پانی پلانا۔"

وصیت کے مطابق مال تقسیم کرنے کے بعد بھی ورثاء کے لئے بہت سا مال باقی بچ گیا' انہوں نے ورثے میں ایک ہزار اونٹ' چار سو گھوڑے' تین ہزار بکریاں اور سوگواروں میں چار بیویاں چھوڑیں' ان میں سے ہر ایک کے حصے میں اسی اسی ہزار دینار آئے' ورثاء میں سونا اور چاندی تقسیم کرنے کے لئے سونے اور چاندی کی ڈلیوں کو کلہاڑیوں سے کاٹنا پڑا' جس سے کاٹنے والوں کے ہاتھ زخمی ہو گئے' یہ سب کچھ رسول اقدس ﷺ کی اس دعا کا اثر تھا جو آپ نے ان کے مال و متاع میں خیر و برکت کے لئے کی

تھی۔

○

وافر مقدار میں مال و دولت سے حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نہ کسی دنیاوی فتنے میں مبتلا ہوئے اور نہ ان کی ظاہری حالت میں کوئی تبدیلی پیدا ہوئی' جب لوگ انہیں اپنے خدام اور غلاموں کے درمیان دیکھتے تو حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ اور غلاموں کے درمیان کوئی فرق محسوس نہ کرتے۔

ایک روز آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا' آپ کا روزہ تھا' افطار کا وقت قریب تھا۔ آپ نے پر تکلف کھانے کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا: حضرت وہب بن عمیرؓ شہید ہوئے' اور مجھ سے کہیں بہتر تھے۔ ہمارے پاس کفن کے لئے صرف اتنا کپڑا تھا کہ اگر ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا' پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دنیاوی مال و متاع کی فراوانی کر دی' مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں دنیا ہی میں ہمیں نپٹا نہ دیا گیا ہو۔ اس کے بعد آپ نے زار و قطار رونا شروع کر دیا' حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ پر ہزار رشک قربان' آپ کو صادق و مصدوق سید المرسلین' شفیع المذنبین' رسول اقدس ﷺ نے زندگی میں جنت کی بشارت دی' آپ کے جسد خاکی کو رسول اقدس ﷺ کے ماموں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے لحد میں اتارا۔ آپ کی نماز جنازہ ذوالنورین سیدنا عثمان غنیؓ نے پڑھائی' جنازے کے پیچھے چلتے ہوئے امیر المومنین حضرت علیؓ نے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا: "اے عبدالرحمان! تو نے کھرے سکے حاصل کئے اور کھوٹے سکے مسترد کر دیئے۔" اور جنت کے خالص و پاکیزہ ماحول کو پالیا اللہ آپ پر رحم فرمائے' آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے۔

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ صفتہ الصفوۃ	۲/۲۵۷
۲۔ حلیۃ اولیاء	۱/۹۸
۳۔ تاریخ الخمیس	۲/۲۵۷

۴۔ البدء والتاریخ	۸۶/۵
۵۔ الریاض النضرة	۲۴۱/۲
۶۔ الجمع بین رجال الصحیحین	۲۴۱
۷۔ الاصابة مترجم	۵۱۷
۸۔ السیرة النبویة لابن هشام	(فہرست ملاحظہ کیجئے)
	۹۔ حیاة الصحابہؓ
	(فہرست ملاحظہ کیجئے)
۹۔ حیاة الصحابة	۱۶۳/۶
۱۰۔ البدایة والنهایة	۳۴۰/۲
۱۱۔ الطبقات الکبرٰی	۳۴۰/۲
۱۲۔ تهذیب التهذیب	۱۶۲/۶

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

میں نے جعفر کو جنت میں یوں دیکھا کہ اس کے دونوں بازو اور پاؤں خون میں لت پت تھے: (فرمانِ نبوی ﷺ)

بنو عبد مناف میں پانچ اشخاص ایسے تھے جس کی شکل و صورت رسول اقدس ﷺ سے ملتی جلتی تھی۔ ایسی مشابہت تھی کہ کمزور نظر والا اکثر و بیشتر مغالطہ کھا جاتا' بلاشبہ آپ ان پانچ اشخاص کے نام جاننا چاہیں گے' جو رسول اقدس ﷺ کے ساتھ حد درجہ مشابہت رکھتے تھے۔

لیجئے ہم آپ کو ان کا تعارف کرائے دیتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب یہ رسول ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔

۲۔ حضرت قثم بن عباس بن عبدالمطلب یہ بھی رسول اقدس ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔

۳۔ حضرت سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم یہ امام شافعی کے جد امجد ہیں۔

۴۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ رسول اقدس ﷺ کے نواسے ان کی حضور علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت تھی۔

۵۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' یہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کے بھائی تھے۔

اب ان کی زندگی کے چند اہم واقعات اور نمایاں پہلو پیش خدمت ہیں' ان کے باپ ابو طالب اپنی قوم قریش میں اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود مالی اعتبار سے بہت کمزور اور کثیر العیال تھے' قریش ایک مرتبہ قحط سالی کا شکار ہو گئے' کھیتی باڑی تباہ ہو گئی' مویشی ہلاک ہو گئے' نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ لوگ ہڈیاں پیس کر کھانے لگے' ان دنوں

بنو ہاشم میں حضرت محمد ﷺ اور آپ کے چچا عباس سب سے زیادہ خوشحال تھے۔

حضور ﷺ نے حضرت عباس سے کہا۔ چچا جان آپ کا بھائی ابو طالب کثیر العیال ہے' آپ دیکھ رہے ہیں کہ لوگ قحط سالی کی بنا پر فاقہ کشی پر مجبور ہیں' فقر وافلاس حد سے بڑھ چکا ہے' اس نازک صورت حال میں ہمیں ان کی بھرپور مدد کرنی چاہئے' آیئے ان کے پاس چلیں' ان کی ڈھاس بندھائیں' ایک بیٹے کی کفالت میں اپنے ذمے لیتا ہوں اور ایک کی کفالت کا ذمہ آپ اٹھائیں۔

حضرت عباس فرمانے لگے۔

آپ نے بہت اچھی تجویز دی ہے' ایک نیک اور اہم کام کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس کے بعد دونوں ابو طالب کے پاس گئے' دونوں نے بیک زبان کہا ہم آپ کا کچھ بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھانا چاہتے ہیں تاکہ اس خشک سالی و بد حالی کے پر آشوب دور میں آپ کے لئے کچھ آسانی پیدا ہوسکے اور آپ اس آفت سے بچ سکیں جس نے عام لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ ابو طالب نے جواب دیا بیٹے عقیل کے علاوہ میری اولاد میں سے جسے بھی آپ اپنی کفالت میں لینا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

حضرت محمد ﷺ نے حضرت علی کو اپنے ساتھ ملا لیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو اپنی کفالت میں لے لیا' حضرت علی رضی اللہ عنہ سرور کونین حضرت محمد ﷺ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین حق اور رشد و ہدایت کا پیامبر بنا کر بھیجا' تو حضرت علی بچپن ہی میں آپ پر ایمان لے آئے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی اسماء بنت عمیس پہلے مرحلے میں ہی مسلمانوں کے نورانی قافلے میں شامل ہوگئے تھے' دونوں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ذریعے اس وقت مشرف بہ اسلام ہوئے جبکہ ابھی رسول اقدس ﷺ تعلیم و تربیت کے لئے دار ارقم میں تشریف فرما نہیں ہوئے تھے' یہ ہاشمی جوان اور ان کی جواں سال بیوی اسلام قبول کرنے کی پاداش میں قریش کی اذیتوں کا نشانہ بنے' لیکن دونوں نے کمال صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا' کیونکہ دونوں یہ بات جانتے تھے کہ جنت کا راستہ خار دار اور نہایت ہی دشوار گزار ہے' لیکن جو چیز ان کے دل پر سب سے زیادہ گراں گزرتی وہ یہ تھی کہ قریش اسلامی تعلیمات

پہ عمل پیرا ہونے' لذت عبادت سے شاد کام ہونے میں بہت بڑی رکاوٹ تھے' قریش نے ان کا عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ اس تکلیف دہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزمین حبشہ کی جانب ہجرت کر جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے انہیں بادل نخواستہ اجازت دے دی۔ ان کے ہمراہ بیوی اور دیگر چند صحابہ رضی اللہ عنہم تھے' رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات بہت گراں گزر رہی تھی کہ ان پاکیزہ نفوس ہستیوں کو آج اپنے وہ گھر چھوڑ جانے پر مجبور کیا جارہا ہے جو ان کے بچپن کی آماجگاہ اور عہد شباب کی جولانگاہ تھے' ان کا جرم صرف یہ تھا کہ انہوں نے برسرعام یہ اعلان کردیا تھا کہ ہمارا رب فقط اللہ ہے' آپ کو اس وقت یہ قوت حاصل نہ تھی کہ اپنے ان مظلوم صحابہ رضی اللہ عنہم کا بزور بازو دفاع کرسکیں اور قریش کی اذیت سے انہیں بچا سکیں۔

○

مہاجرین مکہ کا یہ پہلا قافلہ حضرت جعفر بن ابی طالب کی قیادت میں حبشہ کی طرف روانہ ہوا' اور وہاں جاکر حبشہ کے عادل اور نیک دل بادشاہ نجاشی کی پناہ میں رہائش پذیر ہوگئے' جب سے انہوں نے اسلام قبول کیا تھا' یہاں پہنچ کر پہلی مرتبہ امن و سکون کا سانس لیا اور عبادت الٰہی کی لذت و حلاوت سے شاد کام ہوئے۔ یہاں ان کی عبادت گزاری اور سعادت مندی کے پر امن ماحول کو مکدر کرنے والا کوئی نہ تھا۔

○

جب قریش کو یہ علم ہوا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت سرزمین حبشہ میں آباد ہو چکی ہے اور انہیں وہاں اپنے دین پر عمل کرنے اور اپنے عقیدے کے مطابق زندگی بسر کرنے کی مکمل آزادی ہے' قریش نے آپس میں مشورہ کیا کہ کسی بہانے ان مسلمانوں کو واپس بلایا جائے اور یہاں پہنچتے ہی یا تو انہیں قتل کردیا جائے یا پھر دردناک سزا دی جائے' یہ عجیب داستان ہم آپ کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زبانی سناتے ہیں' کیونکہ آپ اس واقعہ کی عینی شاہد ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب ہم حبشہ میں فروکش ہوئے تو ہمیں یہاں پر امن ماحول میسر آیا۔ ہم یہاں بے خوف و خطر اپنے دین پر عمل پیرا تھے اور اللہ تعالیٰ کی

عبادت میں ہمہ تن مصروف ہوگئے' اب ہمیں یہاں نہ کوئی ایذا پہنچانے والا تھا اور نہ ہی کوئی برا بھلا کہنے والا تھا' جب قریش کو ہمارے اطمینان اور خوشحالی کا علم ہوا تو وہ آگ بگولا ہوگئے اور آپس میں مشورہ کرکے اپنے میں سے دو نہایت چوکس' چالاک اور جفاکش نمائندے نجاشی کے پاس بھیجے' ان میں سے ایک عمرو بن عاص تھا اور دوسرا عبد اللہ بن ابی ربیعہ تھا' حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو متاثر کرنے کے لئے بہت سے قیمتی تحائف ان کے ہاتھ بھیجے۔ قریش نے ان دونوں کو یہ ہدایت کی کہ شاہ حبشہ کی ملاقات سے پہلے اس کی کابینہ کے ارکان سے مل لینا اور ہر ایک کی خدمت میں تحفہ بھی پیش کرنا۔

○

جب وہ دونوں حبشہ پہنچے تو پارلیمنٹ کے ہر ممبر سے ملاقات کی اور انہیں تحائف پیش کئے۔ ان میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہ رہا جسے تحفہ نہ دیا گیا ہو۔

ہر درباری کو تحفہ پیش کرنے کے بعد اسے کہتے کہ آپ کے ملک میں ہمارے خاندان کے چند ایک دیوانے وارد ہوئے ہیں' جنہوں نے اپنے آباؤ اجداد کا دین ترک کردیا ہے اور اپنی قوم میں تفریق پیدا کردی ہے' ہماری گزارش یہ ہے کہ جب ہم اس موضوع پر بادشاہ سے بات کریں تو آپ ہماری تائید کریں' اور بادشاہ کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ انہیں ہمارے سپرد کردے' ہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ بادشاہ سلامت ان کے دین کے متعلق ان میں سے کسی سے بھی سوال نہ کرے' کیونکہ ہم ان کے متعلق زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

سب نے کہا: بالکل درست' ہم بادشاہ کو یہی مشورہ دیں گے کہ وہ انہیں غیر مشروط طور پر آپ کے سپرد کردے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

عمرو بن عاص اور اس کے ساتھی کو سب سے زیادہ یہی خطرہ تھا کہ نجاشی کہیں ہم میں سے کسی مسلمان کو اپنے پاس بلاکر حقیقت حال دریافت نہ کرلے۔

○

قریش کے دونوں نمائندے نجاشی کے دربار پہنچے اور قیمتی تحائف اس کی خدمت

میں پیش کرنے کے بعد عرض کی۔

بادشاہ سلامت! ہم ملک عرب کے رہنے والے ہیں اور ایک درخواست لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں' امید ہے آپ اسے شرف قبولیت بخشیں گے' عرض یہ ہے کہ ہماری قوم کے چند شرپسند عناصر راہ فرار اختیار کرتے ہوئے آپ کی سلطنت میں آکر آباد ہوئے ہیں۔ وہ ایک ایسے دین کے علمبردار ہیں جسے نہ آپ جانتے ہیں اور نہ ہی ہم' ہمارے دین سے وہ منحرف ہو گئے اور آپ کے دین کو بھی قبول نہیں کیا' ہمیں آپ کے پاس سرداران قریش نے بھیجا ہے' اور یہ بھی قریش کے خاندان سے ہیں' ہمیں بھیجنے والوں میں ان کے باپ' چچا اور خاندان کے دیگر افراد بھی شامل ہیں' ان سب کا مطالبہ ہے۔ کہ از راہ کرم ان سب کو ہمارے حوالے کردیں' وہ خوب جانتے ہیں جو انہوں نے فتنہ برپا کررکھا ہے' ان کی پوری بات نہایت اطمینان کے ساتھ سن کر نجاشی نے اپنے وزراء کی طرف دیکھا اور ان سے رائے طلب کی' سب نے بیک زباں یہ کہا' بادشاہ سلامت ہماری رائے کے مطابق یہ دونوں سچ کہتے ہیں' ان کی قوم زیادہ بہتر جانتی ہے وہ ان کی کاروائیوں سے بخوبی واقف ہیں' بہتر یہی ہے انہیں واپس لوٹا دیا جائے' وہ خود ہی ان سے نپٹ لیں گے۔ بادشاہ وزراء کی بات سن کر آگ بگولا ہوگیا' اور گرجدار آواز میں کہا:

بخدا! میں اس وقت تک انہیں کسی کے سپرد نہیں کروں گا جب تک انہیں اپنے پاس بلاکر صحیح صورت حال معلوم نہیں کرلیتا' اگر صورت حال ایسی ہی ہوئی جو یہ بیان کرتے ہیں' تو میں اسی وقت انہیں ان کے سپرد کردوں گا' اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تو میں ان کی بھرپور مدد کروں گا' جب تک وہ یہاں رہنا چاہیں گے' انہیں مکمل آزادی حاصل ہوگی' اور میری طرف سے ہر قسم کی سہولت مہیا کی جائے گی۔

○

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' نجاشی نے ہمیں دربار میں طلب کیا' ہم نے اس کے پاس جانے سے پہلے باہمی مشورہ کیا' بعض نے اس رائے کا اظہار کیا کہ بادشاہ ملاقات کے دوران ہمارے دین کے متعلق ضرور پوچھے گا۔ اگر وہ یہ پوچھے تو ہمیں اپنے ایمان

کے مطابق صحیح جواب دینا چاہئے' اور دوسرا فیصلہ ہم نے یہ کیا کہ ہماری طرف سے صرف جعفر بن ابی طالب بادشاہ سے بات کریں گے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ہم نجاشی کے پاس پہنچے تو وہاں بہت سے علماء جبہ و دستار پہنے مذہبی کتابیں کھولے بادشاہ کے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے' ہم نے دیکھا' وہاں قریش کے دونوں نمائندے عمرو بن عاص اور عبد اللہ بن ابی ربیعہ موجود ہیں' جب محفل جم گئی تو نجاشی نے ہماری طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا'

یہ کون سا دین ہے جسے تم نے اختیار کر رکھا ہے' اور اس کی وجہ سے اپنے آبائی دین کو آپ لوگوں نے ترک کردیا ہے' نہ ہی تم نے میرا دین قبول کیا اور نہ ہی دیگر اقوام کے دین کو تسلیم کیا؟

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ دو قدم آگے بڑھے اور فرمایا:

بادشاہ سلامت' ہم جاہل تھے' بتوں کے پجاری تھے' مردار کھاتے' بے حیائی کا ارتکاب کرتے' ظلم و تشدد سے کام لیتے' ہمسایہ سے بدسلوکی سے پیش آتے' ہم میں سے طاقت ور کمزور کو ہڑپ کرجاتا' ہم ان جرائم میں ملوث زندگی بسر کررہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس ایک رسول بھیجا جس کے حسب و نسب' صداقت وامانت اور پاکدامنی کو ہم جانتے تھے۔

اس نے ہمیں ایک اللہ کی طرف دعوت دی کہ ہم اس کی توحید کا اقرار کریں' اسی کی عبادت کریں' بتوں کی عبادت سے کنارہ کشی اختیار کرلیں' نیز اس نے ہمیں سچ بولنے' امانت ادا کرنے' صلہ رحمی سے پیش آنے اور ہمسایوں سے حسن سلوک کا حکم دیا' اور ساتھ ہی بے حیائی' کذب بیانی' یتیموں کا مال کھانے اور جملہ حرام چیزوں سے مکمل طور پر اجتناب کرنے کا حکم دیا۔

پاک دامن عورتوں پہ تہمت لگانے سے منع کیا اور ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

ہمیں نماز قائم کرنے' زکوٰۃ ادا کرنے اور رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا۔

ہم نے رسول اقدس ﷺ کی صداقت کا اعتراف کیا' آپ پر ایمان لائے' اور جو حکم بھی آپ نے دیا' ہم نے سر تسلیم خم کیا' جو آپ نے ہمارے لئے حلال قرار دیا' ہم نے اسے حلال سمجھا اور جسے حرام قرار دیا اسے ہم نے حرام سمجھا۔

بادشاہ سلامت! ہماری اطاعت شعاری کا منظر دیکھ کر ہماری قوم کے افراد ہمارے دشمن بن گئے' ہمیں اذیت ناک سزائیں دی گئیں تاکہ ہم توحید سے برگشتہ ہو کر دوبارہ شرک کی دلدل میں پھنس جائیں' جب انہوں نے ظلم و ستم کی انتہا کر دی' ہم پہ عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو ہم عافیت کی تلاش میں آپ کے اس ملک کی طرف نکل آئے' یہاں آکر اطمینان کا سانس لیا' ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ کے ہوتے ہوئے ہم پہ کوئی ظلم و ستم نہیں ہو گا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

نجاشی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی باتوں سے بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا کیا آپ کے پاس کوئی ایسا پیغام ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسول مقدس ﷺ پر نازل کیا ہو؟

کہا: ہاں! اس نے مطالبہ کیا مجھے یہ کلام پڑھ کر سناؤ۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے ان آیات کی تلاوت کی:

كٓهٰيٰعٓصٓ ۝ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝

ک' ہ' ی' ع' ص: ذکر ہے اس رحمت کا جو تیرے رب نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی' جبکہ اس نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا' اس نے عرض کیا: اے پروردگار میری ہڈیاں تک گھل گئی ہیں اور سر بڑھاپے سے چمک اٹھا ہے' اے پروردگار میں کبھی تجھ سے دعا مانگ کر نامراد نہیں رہا۔ (سورۃ مریم۔ ۱تا۴)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی ابتدائی آیات انتہائی سوز و گداز سے پڑھیں' نجاشی پر ان آیات کا اتنا اثر ہوا کہ وہ زار و قطار رونے لگے ان کے آگے کھلی ہوئی کتابیں

آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔

مجلس پر سناٹا چھا گیا' نجاشی کے آنسو خشک ہوئے تو بولا' یہ پیغام جو رسول اقدس ﷺ لے کر آئے ہیں اور وہ پیغام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سنایا تھا' بالکل اس روشنی کی مانند ہے جو ایک طاقچے سے پھوٹ رہی ہو۔

پھر قریش کے دونوں نمائندوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا' تم میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ' اللہ کی قسم! میں قطعاً انہیں تمہارے سپرد نہیں کروں گا' یہ جب تک یہاں چاہیں میری ملک کی آزاد فضاؤں میں زندگی بسر کریں' میں ان کی ہر ممکن خدمت بجالاؤں گا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔

جب ہم کامیاب و کامران ہو کر نجاشی کے دربار سے نکلے' تو عمرو بن عاص ہمیں مرعوب کرنے کے لئے دھمکی کے انداز میں کہنے لگا' کل میں نجاشی کے پاس آؤں گا اور ان مسلمانوں کے متعلق اسے ایک ایسی بات بتاؤں گا جس سے اس کے غیظ و غضب کی کوئی انتہاء نہ رہے گی' اور دیکھنا کہ وہ انہیں یہاں سے کس طرح بھگاتا ہے۔

اس کے ساتھی عبد اللہ بن ابی ربیعہ نے کہا ایسے نہ کرنا' یہ ہمارے رشتہ دار ہیں' کیا ہوا اگر آج انہوں نے ہماری مخالفت کی۔

عمرو نے کہا: رہنے دیجئے ان سے اتنی ہمدردی کو---

بخدا' میں نجاشی کو ان کے متعلق ایسی ایسی باتیں بتاؤں گا کہ وہ انہیں شام سے پہلے ہی اپنے ملک سے نکل جانے کا حکم صادر کردے گا' بخدا' میں اسے بتاؤں گا کہ یہ لوگ عیسیٰ بن مریم کو انسان سمجھتے ہیں۔

○

جب دوسرا دن ہوا' تو عمرو بن عاص نجاشی کے دربار میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔

بادشاہ سلامت! یہ لوگ جنہیں آپ نے یہاں پناہ دے رکھی ہے' عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عجیب و غریب نظریہ رکھتے ہیں' ان کو بلائیں اور پوچھیں کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے متعلق ان کا کیا نظریہ ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

دوسرے روز جب ہمیں بلایا گیا تو ہم گھبرا گئے' آپس میں مشورہ کیا کہ اگر نجاشی نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہم سے سوال کیا تو کیا جواب دیں گے' ہم سب نے یہ فیصلہ کیا' کہ ہم اس سلسلہ میں وہی کچھ کہیں گے' جو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے' اور اس موقف سے ایک انچ بھی ادھر ادھر نہیں ہوں گے جو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے۔

اس حق گوئی کی بنا پر ہم پر جو افتاد بھی پڑتی ہے پڑے' کوئی پروا نہیں' اس بار بھی جب ہم نجاشی کے پاس پہنچے تو درباری علماء پہلے کی طرح اس کے دائیں بائیں باادب انداز میں بیٹھے ہوئے تھے' وہاں قریش کے دونوں نمائندے عمرو بن عاص اور عبد اللہ بن ابی ربیعہ بھی موجود تھے۔

نجاشی نے ہمیں دیکھتے ہی فوراً یہ سوال کیا' مجھے یہ بتاؤ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا' ہماری عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے متعلق وہ رائے ہے جو ہمیں نبی مکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے۔

نجاشی نے پوچھا: وہ کیا؟

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بتایا:

انہوں نے ہمیں بتایا ہے' کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' روح اللہ اور خدا تعالیٰ کا وہ کلمہ ہیں جو پاکدامن مریم کی طرف القاء کیا گیا' نجاشی نے جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی مکمل بات سنی تو جوش سے زمین پر ہاتھ مار کر کہنے لگا۔

اللہ کی قسم! بالکل عیسیٰ علیہ السلام وہی کچھ ہیں' جو آپ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔

درباری علماء نے جب یہ صورت حال دیکھی تو حیران و ششدر رہ گئے' اور پشیمانی کے عالم میں اپنی ناک کھجلانے لگے' نجاشی نے ان کی خفت و پشیمانی کو بھانپ کر کہا' سن لو یہ میرا فیصلہ ہے' یہ مسلمان بالکل سچے ہیں' آج سے میرے یہ قابل قدر مہمان ہیں۔

پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر کہا:

آج سے تم ہمارے سرکاری مہمان ہو جو تمہیں گالی دے گا نقصان اٹھائے گا' جو تمہیں کوئی گزند پہنچائے گا اسے سخت ترین سزا دی جائے گی۔

اللہ کی قسم! مجھے تم سونے چاندی کے خزانوں سے بھی زیادہ عزیز ہو۔ پھر نجاشی قریش کے دونوں نمائندوں کی طرف قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

جاؤ میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔

درباریوں سے کہا ان کے تحائف واپس کردو' ہمیں ان تحائف کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ بڑے ذلیل و خوار اور بے آبرو ہو کر نجاشی کے دربار سے نکلے۔

اور ہمیں ہر طرح کی سہولت میسر آئی' نہایت وقار اور عزت سے زندگی بسر ہونے لگی۔

○

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کے ہمراہ سر زمین حبشہ میں بڑی عزت' وقار' اطمینان اور سکون سے دس سال گزارے۔

۷ھ ہجری کو دونوں نے حبشہ کو خیر باد کہا اور اپنے دیگر مسلمان ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ کا رخ کیا' جب یہ برگزیدہ افراد پر مشتمل قافلہ وہاں پہنچا' تو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خیبر فتح کر کے لوٹ رہے تھے' آپ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

فرمانے لگے: آج معلوم نہیں دونوں میں سے زیادہ مجھے کس چیز کی خوشی ہے' فتح خیبر کی یا جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے کی؟

عام مسلمانوں کی خوشی بھی رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کم نہ تھی' مساکین تو خاص طور پر بہت خوش تھے کیونکہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ان کا بہت خیال رکھا کرتے تھے' اور ان سے ہمیشہ خندہ پیشانی اور حسن سلوک سے پیش آتے' یہاں تک کہ ان کا لقب ہی ابوالمساکین پڑ گیا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

"ہم ایسے مساکین کے حق میں حضرت جعفر بن ابی طالب لوگوں سے زیادہ فیاض تھے۔ یہ ہمیں اپنے گھر لے جاتے' کھانا کھلاتے' اگر سالن ختم ہو جاتا تو گھی کا برتن ہمارے سامنے رکھ دیتے اور ہم اپنی منشاء کے مطابق گھی استعمال کرتے۔

○

ابھی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں قیام پذیر ہوئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ۷ ہجری کے اوائل میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سرزمین شام میں رومیوں کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر مقرر کیا' اور زید بن حارثہ کو امیر لشکر مقرر کیا اور ارشاد فرمایا:

اگر اس جنگ میں زید بن حارثہ شہید ہو جائے تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کر دینا اور اگر وہ شہید ہو جائے تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا لینا اور اگر عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو جائے تو جسے چاہیں اپنا امیر بنا لیں۔

جب مسلمان "موتہ" نامی بستی میں پہنچے' یہ بستی شام کے بالائی علاقے اردن میں واقع تھی' تو مسلمان کیا دیکھتے ہیں کہ رومی ایک لاکھ فوج لے کر مقابلے کے لئے وہاں پڑاؤ کئے ہوئے ہیں' اور تقریباً ایک لاکھ سر زمین عرب کے لخم' جذام اور قضاعہ قبائل کے عیسائی ان کی مدد کے لئے میدان کار زار میں موجود ہیں۔

ادھر لشکر اسلام صرف تین ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔

جب دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں' جنگ شروع ہوئی' زور کا رن پڑا تو سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پہلے ہی مرحلے میں شہید ہو کر گر پڑے' یہ صورت حال دیکھ کر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تیزی سے آگے بڑھے اور اس کی برق رفتار گھوڑی کے پاؤں اپنی تلوار سے کاٹ دیئے تاکہ دشمن اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے' جھنڈا ہاتھ میں لیا اور شمشیر زنی کرتے ہوئے رومی فوج کی صفوں میں جا گھسے انہیں تہہ تیغ کرتے ہوئے یہ شعر گنگنا رہے تھے۔

يا حبّذا الجنّةَ و اقترابُها — طيّبةٌ و باردٌ شرابُها

والرّوم رُومٌ قَدْ دنا عذابُها — كافِرةٌ بَعيدةٌ أنسابُها

عَلَيَّ اِذْ لاقيتُها ضرابُها

واہ واہ جنت اور اس کا قرب
صاف ستھرا اور ٹھنڈا مشروب رومیوں کے لئے عذاب آچکا ہے
یہ کافر حسب و نسب کے اعتبار سے دور از شرافت
مجھ پہ فرض ہے کہ جب ان سے ملوں تو ان کی گردنیں اڑاتا چلا جاؤں۔

آپ دشمن کی صفوں کو اپنی تیز دھار تلوار سے چیرتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ ایک شقی القلب دشمن کے وار سے آپ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو---- لشکر اسلام کا جھنڈا فوراً بائیں ہاتھ میں تھام لیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد آپ کا بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا' تو آپ نے جھنڈا دونوں بازوؤں میں لے کر اپنے سینے سے چمٹا لیا' لیکن تھوڑی ہی دیر بعد دشمن ایک کاری ضرب سے آپ کو گرانے میں کامیاب ہو گیا' تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر جھنڈا تھام لیا' انہوں نے بھی دشمن کے مقابلے میں اپنی طاقت کا بھرپور مظاہرہ کیا' بالآخر یہ بھی جام شہادت نوش فرما گئے۔

○

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب لشکر اسلام کے تینوں جفاکش سپہ سالاروں کے یکے بعد دیگرے شہید ہو جانے کی خبر ملی' تو بڑے افسردہ ہوئے' آپ فوراً تعزیت کے لئے اپنے چچا زاد جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گھر گئے' وہاں آپ نے عجیب منظر دیکھا کہ ان کی بیوی اسماء بنت عمیس اپنے خاوند کے استقبال کی تیاریاں کر رہی ہے' کھانا تیار کیا ہوا ہے' بچوں کو نہلا دھلا کر انہیں اجلے کپڑے پہنا رکھے ہیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے تو آپ کا چہرہ اترا ہوا تھا' حزن و ملال کے آثار چہرے پر نمایاں تھے' آپ کی یہ حالت دیکھ کر میرے دل پر خوف طاری ہو گیا' میں نے اپنے خاوند کے متعلق آپ سے پوچھا۔

آپ نے فرمایا: جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ' میں نے انہیں آواز دی تو وہ دوڑے ہوئے شاداں و فرحاں حضور علیہ السلام کی گود میں آکر بیٹھ گئے' آپ پیار سے انہیں چومنے لگے۔ اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

میں نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان' آپ رو کیوں رہے ہیں' کیا آپ کو جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں سپہ سالار ساتھیوں کے متعلق کوئی خبر ملی ہے؟

فرمایا: ہاں۔ وہ آج شہید کردیئے گئے ہیں' جب ان معصوم بچوں نے دیکھا کہ ان کی ماں زار و قطار رو رہی ہے تو ان کے چہروں سے مسکراہٹ جاتی رہی' اور بے حس و حرکت ایسے کھڑے ہوگئے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں۔

رسول اکرمؐ اپنے آنسو پونچھتے ہوئے تشریف لے گئے اور ہمارے لئے یہ دعا کی:

الٰہی! جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد کی مدد فرما۔

الٰہی! جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر کی نگہبانی فرما۔

پھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ: میں نے جعفر رضی اللہ عنہ کو جنت میں اس حالت میں دیکھا کہ اس کے دونوں بازو خون آلود ہیں اور پاؤں بھی خون سے رنگین ہو چکے ہیں۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابة	۲۴۳/۱
۲۔ صفة الصفوة	۲۰۵/۱
۳۔ حلية الاولياء	۱۱۴/۱
۴۔ طبقات ابن سعد	۲۲/۴
۵۔ معجم البلدان	(واقعہ جنگ موتہ)
۶۔ تهذيب التهذيب	۹۸/۲
۷۔ البداية والنهاية	۲۴۱/۴
۸۔ السيرة النبوية ابن هشام	۳۵۷/۱
۹۔ الدرر في اختصار المغازى والسير	۲۲۲/۵۰
۱۰۔ حياة الصحابه	فہرست ملاحظہ کیجئے
۱۱۔ الكامل لابن اثير	۹۶٬۳۰/۲

حضرت ابو سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ

ابو سفیانؓ جنت کے نوجوانوں کا سردار ہے۔
فرمانِ نبویؐ

لوہے کی زنجیر کی دو کڑیوں کے درمیان کم ہی اس قدر مضبوطی اور قرب پیدا ہوا ہوگا جس قدر رسول اقدس ﷺ اور ابو سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ کے باہمی روابط و تعلقات مضبوط و مستحکم تھے۔

ابو سفیان رسول اقدس ﷺ کے ہم عمر تھے' یہ نبی اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے' اس طرح کہ ان کا باپ حارث اور رسول اقدس ﷺ کے والد ماجد عبد اللہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور عبد المطلب کی اولاد میں ان دونوں کو نمایاں حیثیت حاصل تھی' اور یہ نبی اکرم ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ وہ اس طرح کہ دائی حلیمہ سعدیہ نے دونوں کو ایک ساتھ دودھ پلایا تھا' حضور علیہ السلام کو نبوت ملنے سے پہلے یہ آپ کے بڑے گہرے دوست تھے' شکل و شباہت بھی آپ سے ملتی جلتی تھی' آپ نے ایسی قربت دیکھی اور نہ سنی ہوگی' جو ابو سفیان بن حارث اور رسول اقدس ﷺ کے درمیان پائی جاتی تھی۔

اس پس منظر میں غالب امکان یہی ہونا چاہئے تھا کہ یہ سب سے پہلے رسول اقدس ﷺ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آپ کی اطاعت قبول کر لیتے' لیکن انہوں نے بالکل اسکے برعکس طرز عمل اختیار کیا۔

جب رسول اقدس ﷺ نے سب سے پہلے اپنے خاندان کے سامنے دین کی دعوت پیش کی' آخرت سے انہیں ڈرانا شروع کیا' تو ابو سفیان بن حارث کے دل میں کینہ و بغض کی آگ بھڑک اٹھی۔

جب کبھی قریش نے رسول اقدس ﷺ کے مقابلے میں آنے کا ارادہ کیا' موقع کو

غنیمت جانتے ہوئے ابو سفیان نے جلتی پر تیل ڈالنے کا مظاہرہ کرتے ہوئے لڑائی کی آگ کو بڑھایا جب کبھی قریش نے مسلمانوں کو کسی اذیت میں مبتلا کیا' ابو سفیان نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

ایک دفعہ ابو سفیان کے زمانۂ جاہلیت کے شاعرانہ ذہن نے اسے اس بات پر اکسایا کہ وہ رسول اقدس ﷺ کے خلاف ہرزہ سرائی کرے' لہٰذا اس نے آپ کی ہجو میں نہایت ہی بے ہودہ قسم کے شعر کہے۔

○

ابو سفیان کی رسول اقدس ﷺ کے ساتھ عداوت کا دور بیس سال پر محیط ہے' اس دوران آپ کو گزند پہنچانے کے لئے اس نے ہر حربہ استعمال کیا' اور مسلمانوں کو ایذاء رسانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

○

فتح مکہ سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے ابو سفیان کی طرف خط لکھا گیا اور اس میں اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی' ان کے اسلام لانے کی بھی عجیب و غریب داستان ہے جو سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں اب تک محفوظ ہے۔

ہم یہ کہانی ابو سفیان ہی کی زبانی سناتے ہیں' کیونکہ وہ اپنے شعور و احساسات کی روشنی میں بہتر طور پر اپنے اسلام لانے کی منظر کشی کر سکتے ہیں۔

بیان کرتے ہیں کہ جب دین اسلام مستحکم ہو گیا' اور اس نے لوگوں کے دلوں میں جگہ بنالی' رسول اقدس ﷺ کی مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی خبر عام پھیل گئی تو مجھ پر زمین اپنی کشادگی کے باوجود تنگ ہو گئی' میں نے سوچا' اب میں کہاں جاؤں گا؟ کس کا ساتھ اختیار کروں گا؟

پھر میں اپنے بیوی بچوں کے پاس آیا' ان سے کہا: مکہ سے بھاگ نکلنے کے لئے فوراً تیار ہو جاؤ' محمد ﷺ اپنے لشکر کے ساتھ عنقریب فاتحانہ انداز میں مکہ معظمہ میں داخل ہو رہے ہیں' مسلمانوں نے آکر مجھے پکڑ لیا تو یقیناً وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

اہل خانہ نے میری باتیں غور سے سن کر کہا۔

کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ عرب و عجم نے حضرت محمد ﷺ کی اطاعت قبول کرلی ہے اور ان کے دین کو قبول کرلیا ہے' ایک آپ ہیں کہ اپنی عداوت' ضد اور ہٹ دھرمی پر ڈٹے ہوئے ہیں حالانکہ نبوت سے پہلے آپ ان کے غمگسار اور معاون تھے۔

اہل خانہ مسلسل دین محمد ﷺ کی طرف رغبت دلاتے رہے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے میرا سینہ کھول دیا۔

○

میں وہاں سے اٹھا اور اپنے غلام سے کہا' میری اونٹنی اور گھوڑا تیار کردو' میں نے اپنے بیٹے جعفر کو ہمراہ لیا اور ہم تیز رفتاری سے ابواء بستی کی جانب چل نکلے' یہ بستی مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع تھی۔ مجھے یہ بتایا گیا کہ حضرت محمد ﷺ نے اسی بستی میں پڑاؤ کیا ہے' جب میں بستی کے قریب پہنچا تو میں نے اپنا بھیس بدل لیا تاکہ کوئی مجھے پہچان نہ سکے' میرے جی میں آیا کہ اگر کسی نے مجھے پہچان لیا تو میں رسول اقدس ﷺ کے پاس پہنچنے سے پہل ہی قتل کردیا جاؤں گا' ابھی ابواء بستی ایک میل دور تھی کہ میں نے پیدل چلنا شروع کردیا' مسلمانوں کے قافلے مکہ مکرمہ کی جانب رواں دواں تھے' میں نے ان سے ڈرتے ہوئے راستہ بدل لیا مبادا کہ کوئی مجھے پہچان نہ لے۔

○

اچانک میں کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اقدس ﷺ سامنے اپنی سواری پر نمودار ہوئے' تو میں دوڑ کر آپ کے سامنے جا کھڑا ہوا چہرے سے نقاب اٹھایا' آپ نے دیکھتے ہی مجھے پہچان لیا' لیکن آپ نے نظریں پھیرلیں' اور چہرہ مبارک دوسری طرف کرلیا' میں بھی پہلو بدل کر دوبارہ آپ کے سامنے آ کھڑا ہوا' آپ نے پھر اپنا رخ تبدیل کرلیا' اور یہ عمل آپ نے کئی مرتبہ دہرایا۔

○

جب میں نبی اکرم ﷺ کی طرف آرہا تھا' میرے دل میں ذرہ برابر شک نہ تھا کہ آپ میرے اسلام قبول کرنے سے خوش ہوں گے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی خوش ہوں گے' لیکن مسلمانوں نے جب رسول اقدس ﷺ کا میرے ساتھ بے رخی کا انداز

دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے تیور چڑھا لئے اور سبھی نے میرے ساتھ بے اعتنائی برتی' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے ان کے بھی تیور بدلے ہوئے تھے' عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نظر آئے وہ ان سے بھی زیادہ غضبناک دکھائی دے رہے تھے' بلکہ انہوں نے میرے خلاف ایک انصاری کو اکسایا تو اس نے مجھے جلی کٹی سنانی شروع کردیں' کہنے لگا:

اے دشمن خدا! تو وہی ہے جس نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اذیت پہنچائی' تو نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا' یہ انصاری مجھے مسلسل بلند آواز سے ڈانٹ پلائے جارہا تھا۔ اور مسلمان کنکھیوں سے میری درگت بنتی دیکھ رہے تھے' اتنے میں مجھے میرے چچا عباس نظر آئے' میں نے جھپٹ کر ان کا دامن پکڑا اور التجا کی چچا جان! میری مدد کیجئے' میرا یہ خیال تھا کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے اسلام قبول کرنے سے خوش ہوں گے' لیکن میرا جو حال ہو رہا ہے' آپ دیکھ رہے ہیں آپ ہی ان سے سفارش کریں کہ از راہ کرم مجھے معاف کردیں' میری التجا سن کر چچا عباس بولے۔

بخدا! میں تو کسی مناسب وقت پر ہی رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرسکوں گا' کیونکہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ حضور علیہ السلام تم سے بہت زیادہ دل برداشتہ ہیں' سچی بات ہے میرے دل پر ان کا بہت زیادہ رعب و دبدبہ ہے۔

میں نے عرض کی چچا جان آپ نے بھی میری مدد نہ کی تو میرا کیا بنے گا؟ میں کہاں سر چھپاؤں؟

وہ بولے میں کچھ نہیں کرسکتا۔

چچا جان کی یہ بے رخی دیکھ کر کچھ نہ پوچھئے کہ مجھ پر کیا بیتی؟ میں غم واندوہ کے مارے نڈھال ہوگیا' تھوڑی ہی دیر بعد مجھے میرے چچا زاد بھائی علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ دکھائی دیئے میں نے ان سے کہا کہ آپ ہی اس مشکل وقت میں میرا ساتھ دیں' میری مدد کریں' یہاں کوئی بھی میری سننے والا نہیں' تو انہوں نے بھی مجھے چچا عباس رضی اللہ عنہ جیسا جواب دیا' میں دوبارہ چچا عباس کی طرف پلٹا اور عرض کی چچا جان اگر آپ یہ نہیں کرسکتے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دل مجھ پر نرم ہو جائے' کم از کم اس انصاری کو روک دیں جو

مجھے کافی دیر سے بے نقط سنائے جا رہا ہے' اور لوگوں کو میرے خلاف بھڑکا رہا ہے' انہوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ میں نے بتایا نعیمان بن حارث بخاری ہے' چچا جان نے اس کی طرف پیغام بھیجا اور کہا' دیکھو نعیمان! یہ ابو سفیان رسول اقدس ﷺ کا چچا زاد بھائی ہے اور میرے حقیقی بھائی کا لخت جگر ہے' اگر آج حضور علیہ السلام اس پر ناراض ہیں تو کل راضی ہو جائیں گے' آپ اس کے خلاف اپنی زبان بند کریں۔ چچا جان کی بات سن کر وہ مجھے برا بھلا کہنے سے باز آ گیا۔

○

جب رسول اقدس ﷺ جحفہ مقام پر فروکش ہوئے' خیمے نصب کر دیئے گئے' آپ اپنے خیمے میں داخل ہوئے' میں انتہائی عاجزی و انکساری کے ساتھ باہر خیمے کی دہلیز پر بیٹھ گیا' میرے پاس میرا بیٹا جعفر کھڑا رہا' خیمے سے نکلتے ہوئے جب آپ ﷺ نے مجھے دیکھا' نفرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنا روئے مبارک دوسری طرف کر لیا' لیکن میں نے ہمت نہ ہاری' مسلسل آپ کو راضی کرنے کے لئے کوشاں رہا' راستے میں جہاں بھی آپ پڑاؤ کرتے۔ میں آپ کے خیمے کے باہر مسکین بن کر بیٹھ جاتا اور میرا بیٹا جعفر میرے پاس کھڑا رہتا' آپ جونہی مجھے دیکھتے نفرت سے چہرۂ انور دوسری طرف پھیر لیتے' یہ سلسلہ کافی عرصے تک جاری رہا' جب میرے لئے عرصۂ حیات تنگ ہو گیا' میں نے اپنی بیوی سے کہا۔

بخدا: یا تو رسول اللہ ﷺ مجھ پر راضی ہو جائیں گے' ورنہ میں اور میرا بیٹا اوندھے منہ زمین پر بھوکے پیاسے لیٹے رہیں گے' یہاں تک کہ ہماری موت واقع ہو جائے' جب میری یہ حالت رسول اقدس ﷺ کو معلوم ہوئی' آپ کے دل میں رقت پیدا ہوئی' آپ اپنے خیمے سے باہر آئے' مجھے شفقت بھرے انداز سے دیکھا' میرے جی میں آیا کاش کہ آپ مسکرا دیں۔

○

رسول اقدس ﷺ مکہ معظمہ میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے' میں آپ کی رکاب پکڑے ہوئے تھا' جب آپ بیت اللہ کی طرف چلے میں بھی آپ کے آگے آگے دوڑتا ہوا چلا' غرض یہ کہ آپ جدھر کا رخ کرتے میں بھی کسی صورت آپ سے جدا نہ ہوتا۔

○

غزوہ حنین میں رسول اقدس ﷺ کے خلاف عرب نے اپنی پوری قوت مجتمع کر دی' اور آپ کے مقابلے کے لئے اتنی زبردست تیاری کی کہ اس سے پہلے کبھی ایسی تیاری نہ کی تھی' کفار نے یہ پختہ عزم کر لیا تھا' کہ اس دفعہ مسلمانوں پر ایک فیصلہ کن ضرب لگائی جائے' رسول اقدس ﷺ دشمن سے برسرپیکار ہونے کے لئے اپنے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر سربکف میدان کارزار کی طرف نکلے تو میں بھی ساتھ ہو لیا' جب مجھے مشرکین کا جم غفیر دکھائی دیا' میں نے دل میں کہا' خدا کی قسم! آج میں سارے دھونے دھو دوں گا' رسول اقدس ﷺ آج کارکردگی دیکھ کر یقیناً خوش ہو جائیں گے' مجھے امید واثق ہے کہ آج خدا تعالیٰ بھی مجھ پر راضی ہو جائے گا' جب دونوں فوجوں میں گھمسان کا رن پڑا' پہلے مرحلے میں مشرکین کا پلہ بھاری ہو گیا۔ وہ مسلسل مسلمانوں کو روندتے ہوئے آگے بڑھتے جا رہے تھے' مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے' قریب تھا کہ یہ شکست فاش سے دوچار ہوتے' اچانک میں کیا دیکھتا ہوں' کہ رسول اقدس ﷺ میدان کارزار میں اپنے گھوڑے پر سوار دشمن کے مقابلے میں چٹان کی طرح ڈٹے ہوئے ہیں' آپ اپنی تلوار سے شیر کی مانند اپنا بھی دفاع کر رہے تھے اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی۔

اس نازک موقع پر میں نے اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگا دی' میں نے اپنی تلوار کی نیام کو توڑ دیا' اور سربکف میدان میں نکل آیا' آج میری دلی تمنا یہ تھی کہ رسول اقدس ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے میں قربان ہو جاؤں۔

چچا عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اقدس ﷺ کے گھوڑے کی لگام تھام رکھی تھی اور یہ آپ کی دائیں طرف کھڑے تھے اور میں نے حضور ﷺ کی بائیں طرف مورچہ تھام لیا' میرے دائیں ہاتھ میں تلوار تھی' جس سے میں رسول اقدس ﷺ کا دفاع کر رہا تھا اور بائیں ہاتھ سے میں نے آپ کے گھوڑے کی لگام کو تھام رکھا تھا' جب رسول اقدس ﷺ نے مجھے جھپٹتے ہوئے دیکھا' تو چچا عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا' یہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا حضور یہ آپ کا چچا زاد بھائی ابو سفیان ہے' آج آپ اسے معاف کر دیں' اس پر راضی ہو جائیں' یہ سن کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج میں اس پر راضی ہوں' اور ساتھ ہی یہ دعا کی۔

الٰہی! اس سے ہر وہ عداوت معاف کر دے جو اس نے میرے ساتھ روا رکھی۔
رسول اقدس ﷺ کی رضا کو دیکھ کر میرا دل خوشی سے اچھل پڑا' میں نے رکاب میں آپ کے پاؤں کو بوسہ دیا۔
آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: میرے بھائی آگے بڑھو' دشمن کو تہہ تیغ کرو۔ بس میں آپ کا یہ فرمان سن کر دشمن پر ٹوٹ پڑا' اور مسلمانوں کو ساتھ ملا کر ایسا زور دار حملہ کیا کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ہم نے تین میل تک دشمن کو پیچھے دھکیل دیا' اور ان کی اجتماعیت کو مختلف سمتوں میں بکھیر کر رکھ دیا۔

○

غزوہ حنین کے بعد ابو سفیان بن حارث رسول اقدس ﷺ کی خوشنودی کے مستحق ہو کر آسودہ زندگی بسر کرنے لگے اور آپ کے اخلاق حسنہ سے مستفیض ہونے لگے' لیکن یہ اپنی نگاہیں شرمندگی کی بنا پر حضور علیہ السلام کے سامنے جھکائے رکھتے' جب کفر میں بیتے ہوئے دن یاد آتے تو پریشان ہو جاتے۔

○

ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو جب وہ دن یاد آتے جو انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں نور الٰہی اور کتاب مقدس قرآن مجید سے محرومی کی صورت میں گذارے تو زار و قطار رونا شروع کر دیتے' لیکن اب یہ دن رات قرآن مجید کی تلاوت میں مگن رہنے لگے' اور اس کی آیات پر غور و تدبر کرنے لگے' قرآن حکیم کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کے لئے کمربستہ ہو گئے' دنیاوی زیب و زینت کو خیرباد کہہ دیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ لو لگالی۔
ایک دن رسول اقدس ﷺ مسجد میں تشریف لائے' ابو سفیان پہلے سے وہاں پر موجود تھے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہوئے اور کہا: کیا تم جانتی ہو یہ کون ہے؟
عرض کیا: نہیں!
آپ نے فرمایا یہ میرا چچا زاد بھائی ابو سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ ہے۔
آج کل یہ مسجد میں سب سے پہلے آتا ہے اور سب سے بعد یہاں سے جاتا ہے اور

راستے میں چلتے ہوئے اپنی نگاہیں زمین پر گاڑے رکھتا ہے' آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا اور نہ ادھر ادھر دیکھتا ہے۔

○

رسول اقدس ﷺ کا جب وصال ہوا' ابو سفیان اتنا روئے جیسے کوئی ماں اپنے اکلوتے بیٹے کی وفات پر نوحہ کناں ہوتی ہے' یا جیسے کوئی دوست اپنے عزیز دوست کی وفات پر آہ و بکا کرتا ہے' اور حزن و ملال میں ڈوب کر ایسا مرثیہ کہا جس سے سننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

○

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے جب اپنے آپ کو موت کے دہانے پر محسوس کیا تو اپنے ہاتھوں اپنی قبر کھودی' قبر کو کھودے ابھی تین ہی دن گزرے تھے کہ موت کا وقت آ گیا' یوں معلوم ہوا جیسے کہ انہیں پہلے بتا دیا گیا ہو۔

یہ اپنے بیوی بچوں اور دیگر خاندانی افراد سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے' مجھ پر رونا نہیں ہو گا' الحمد للہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے' اللہ کے فضل و کرم سے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا' بس اس جملے کا ادا کرنا ہی تھا کہ ان کی پاکیزہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی' ان کی موت کو اہل اسلام کے لئے ناقابل تلافی نقصان قرار دیا گیا۔

حضرت ابو سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاستیعاب	۸۳/۴
۲۔ الاصابة	۹۰/۴
۳۔ صفة الصفوة	۵۱۹/۴
۴۔ الکامل لابن اثیر	۱۶۴/۲
۵۔ السیرة النبویه لابن هشام	۲۶۸/۲
۶۔ تاریخ طبری	۳۲۹/۲
۷۔ البدایة والنهایة	۲۸۷/۴

۸۔ الطبقات الکبری	۵۱/۴
۹۔ طبقات فحول الشعراء	۲/۶
۱۰۔ نهایته الارب	۲۹۸/۱۷
۱۱۔ سیر اعلام النبلاء	۱۳۷/۱
۱۲۔ دول الاسلام	۳۶/۲
۱۳۔ مع الرعیل الاول	۱۰۴

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

سعدؓ
تیر چلاؤ
میرے ماں
باپ تم پر
قربان
فرمانِ نبویؐ

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصَالُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْلِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ۝ وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝ (سورہ لقمان۔ ۱۴۔۱۵)

اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے' اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے یہ کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر بجا لا میری طرف تجھے پلٹنا ہے' لیکن اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی ہرگز نہ ماننا دنیا میں اس کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ مگر پیروی اس شخص کے راستے کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے' پھر تم سب کو پلٹنا میری ہی طرف ہے۔ اس وقت میں تمہیں بتادوں گا کہ تم کیسے عمل کرتے رہے ہو۔

ان آیات کریمہ کے پس منظر میں ایک دل نواز داستان پوشیدہ ہے۔

یادوں کی بارات نے جوان رعنا کے دل گداز میں ایک طلاطم سا پیدا کردیا' قانون فطرت ہے کہ شر کے مقابلے میں خیر اور کفر کے مقابلے میں ایمان غالب آجاتا ہے' اس داستان کا بطل جلیل مکہ کا وہ عالی نسب اور باوقار نوجوان ہے جسے معاشرے میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

یہ نوجوان حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے' جب وادی مکہ میں آفتاب نبوت جگمگانے لگا' اس وقت یہ عنفوان شباب میں تھے' یہ باریک بین اور دور اندیش ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے والدین کے مطیع و فرمانبردار تھے' خاص طور پر والدہ محترمہ سے انتہا درجے کا پیار تھا۔ اگرچہ ان کی عمر سترہ سال تھی' لیکن عقل و دانش اور فہم و فراست میں بڑوں کے بالمقابل تھے' اسے ان کھیلوں میں کوئی دلچسپی نہ تھی جو اس کے ہم عمر کھیلا کرتے تھے' بلکہ یہ اکثر اوقات تیر و تفنگ بنانے اور ان کو سنبھالنے میں صرف کیا کرتے تھے' اس کام سے جو وقت باقی بچتا وہ تیر اندازی اور نیزہ بازی میں صرف کرتے گویا کہ یہ کسی بڑی مہم کو سر کرنے کے لئے مسلسل تیاری میں ہیں' ان کا دل اپنی قوم کے فاسد عقائد اور بد اعمالی دیکھ کر ہمیشہ مضطرب و بے چین رہتا' یہ بڑی شدت سے اس انتظار میں تھے' کوئی طاقتور غیبی ہاتھ نمودار ہو اور اس قوم کو تاریکیوں سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن کردے۔

O

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ انہی افکار و خیالات میں غلطاں و پریشان تھے کہ مشیت الٰہی سے انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے کب کوئی بابرکت نورانی ہاتھ پردۂ غیب سے ظہور پذیر ہوتا ہے' دیکھتے ہی دیکھتے وہ متبرک ہاتھ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں منصۂ شہود پر جگمگانے لگا' اور آپ کے ہمراہ کتاب الٰہی کی وہ نورانی کرنیں بھی تھیں جن کی چمک دمک کبھی ماند نہ پڑے' جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دین کی طرف دعوت دی' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے طبعی میلان کی وجہ سے اس رشد و ہدایت کی دعوت کو فوراً قبول کرلیا' آپ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں تیسرے یا چوتھے نمبر پر تھے' اسی بنا پر اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے' کہ مجھے تیسرے یا چوتھے نمبر پر اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مسرت ہوئی' ان میں شرافت' دیانت' امانت اور شجاعت کے جوہر کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے' ان سے یہ صاف طور پر ظاہر ہوتا تھا کہ یہ پہلی رات کا چاند عنقریب ماہ کامل

بن جائے گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی خاندانی وجاہت اس کے ہم عمر نوجوانوں کو اس بات پر آمادہ کر رہی تھی کہ وہ بھی انہی کا راستہ اختیار کر لیں۔

سب سے بڑھ کر انہیں یہ اعزاز حاصل تھا کہ یہ رشتہ میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں زاد بھائی لگتے تھے' چونکہ یہ بنو زہرہ قبیلہ سے تھے اور بنو زہرہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا خاندان ہے' اس قرابت داری کا خود رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعض اوقات تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھا اور خوشی سے جھومتے ہوئے فرمایا:

یہ میرے ماموں آرہے ہیں' کوئی ان جیسا اپنا ماموں تو دکھلائے۔

○

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا ان کے لئے کوئی آسان ثابت نہ ہوا بلکہ اس جوان رعنا کو بڑے تلخ تجربات سے گزرنا پڑا' راہ خدا میں جو انہوں نے سختیاں جھیلیں' اذیتیں برداشت کیں' مصائب و مشکلات کی چکی میں پسے' انعام و اکرام کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں اپنے کلام مقدس قرآن مجید میں آیات نازل کیں۔

ہم ان نادر اور انوکھے تجربات کی داستان حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی زبانی سناتے ہیں' حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' اسلام قبول کرنے سے تین راتیں پہلے میں نے خواب نے دیکھا کہ میں خوفناک تاریکیوں میں ڈوبتا جارہا ہوں' میں ابھی اس تاریک و پر آشوب سمندر کی موجوں میں ہچکولے کھا رہا ہوں' اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چاند جگمگا رہا ہے' میں اس کی طرف لپکا ہوں۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مجھ سے پہلے چند لوگ مہتاب کے قریب پہنچ چکے ہیں' میں نے غور سے دیکھا تو مجھے زید بن حارثہ' علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دکھائی دیئے' میں نے ان سے پوچھا' آپ کب یہاں تشریف لائے' انہوں نے بتایا بس ابھی آئے ہیں' جب صبح ہوئی تو مجھے یہ پتا چلا

کہ رسول اقدس ﷺ پس پردہ اللہ کے دین کی دعوت دے رہے ہیں' میں بھانپ گیا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ خیر و برکت کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے چاہتے ہیں کہ مجھے کفر و ضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر رشد و ہدایت کی روشنیوں تک پہنچا دیں۔

میں اسی وقت بلا تاخیر آپ کی تلاش کے لئے چل نکلا' محلہ جیاد کی ایک گھاٹی میں آپ کی زیارت ہوئی' آپ نماز عصر سے فارغ ہو چکے تھے' میں نے اسلام قبول کرنے کی تمنا کی' آپ نے کمال محبت و شفقت سے مجھے مشرف باسلام کیا' اسی وقت میرے سامنے وہی عالی مقام تین حضرات آئے جنہیں میں نے خواب میں دیکھا تھا' بعد ازاں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے اسلام قبول کرنے کی داستان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں' کہ جونہی میری ماں نے میرے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی خبر سنی تو آگ بگولا ہو گئیں۔

مجھے اپنی ماں سے والہانہ عقیدت و محبت تھی' میں ان کی خدمت کو اپنے لئے بہت بڑا اعزاز سمجھتا' اس نے مجھ سے خفا ہو کر پوچھا: اے سعد یہ کیسا دین ہے کہ جس نے تجھے اپنے ماں باپ کے دین سے منحرف کر دیا۔

بخدا! یا تو تم یہ دین ترک کر دو' ورنہ میں مرتے دم تک کچھ نہ کھاؤں گی اور نہ پانی کا گھونٹ حلق سے نیچے اتاروں گی' یہاں تک اسی حالت میں میری موت واقع ہو جائے گی' اور غم سے تیرا کلیجہ پھٹ جائے گا' ندامت و شرمندگی تیرا مقدر بن جائے گی' اور زندگی بھر لوگ تجھے طعنے دیتے رہیں گے۔

میں نے کہا: امی جان خدا کے لئے ایسے نہ کرنا' مجھے آپ سے انتہائی عقیدت ہے' لیکن مجھے یہ دین آپ سے بھی زیادہ پیارا ہے میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا' لیکن وہ اپنی اس دھمکی پر قائم رہی' اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا' کئی روز اس نے بغیر کچھ کھائے پیے گزار دیئے' جس سے اس کا جسم لاغر ہو گیا' ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور جسمانی قویٰ مضمحل ہو گئے میں تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اس کے پاس آتا اور التجا کرتا' کہ کچھ کھا پی لے' لیکن وہ پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ انکار کر دیتی' اور بڑے وثوق سے کہتی' کہ میں مرتے دم تک نہ کچھ کھاؤں گی اور نہ پانی پیوں گی ہاں اگر تجھے میری زندگی عزیز

ہے تو یہ دین چھوڑ دے' جب میں نے یہ صورت حال دیکھی تو میں نے واشگاف الفاظ میں کہہ دیا:

امی جان! بلاشبہ مجھے آپ سے محبت ہے' لیکن آپ سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول علیہ السلام محبوب ہیں' اللہ کی قسم! اگر تیرے جسم میں ہزار جان بھی ہو اور وہ ایک ایک کرکے قفس عنصری سے پرواز کر جائے تب بھی میں اپنے اس دین کو نہیں چھوڑوں گا۔

جب ماں نے میرا یہ پختہ عزم دیکھا تو اسے یقین آگیا کہ میں اس نازک صورت حال سے متاثر ہو کر اپنا دین قطعاً نہیں چھوڑوں گا تو اس نے بادل نخواستہ کھانے کے چند لقمے لئے اور تھوڑا سا پانی پیا' اور ادھر اللہ جل شانہ نے ہمارے بارے میں یہ آیت نازل کر دی۔

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا

اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ ماننا دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ۔

○

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کو بہت تقویت ملی' غزوۂ بدر میں حضرت سعد اور ان کے بھائی عمیر رضی اللہ عنہ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے وہ ناقابل فراموش ہیں۔

عمیر رضی اللہ عنہ ابھی بچے تھے' سن بلوغت کو بھی نہ پہنچے تھے' جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کا معائنہ کیا' تو عمیر رضی اللہ عنہ چھپ گئے' انہیں اس بات کا اندیشہ تھا' کہ اگر آپ کی نگاہ پڑ گئی' تو مجھے چھوٹا سمجھ کر واپس لوٹا دیا جائے گا' لیکن پھر بھی رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ لیا اور بچہ سمجھ کر واپس لوٹا دیا۔

یہ فیصلہ سن کر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے زار و قطار رونا شروع کر دیا' ان کی یہ حالت

دیکھ کر آپ ﷺ کو ترس آگیا' اور انہیں جہاد میں شریک ہونے کی اجازت دے دی' اجازت ملنے پر ان کے بھائی حضرت سعد رضی اللہ عنہ شاداں و فرحاں ان کی طرف آئے' اپنے ہاتھ سے ان کے کندھے پر تلوار لٹکائی' اور پھر دونوں بھائی جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر میدان کار زار میں اترے' جب معرکہ آرائی ختم ہوئی تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے چھوٹے بھائی عمیر رضی اللہ عنہ کو سرزمین بدر میں دفن کرکے اکیلے مدینہ طیبہ واپس لوٹے چونکہ عمیر رضی اللہ عنہ نے میدان بدر میں جام شہادت نوش فرمالیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں پہنچ چکے تھے۔

○

غزوہ احد میں درے کی جانب سے دشمن نے اچانک زور دار حملہ کیا تو مسلمانوں کے قدم لڑکھڑا گئے' رسول اقدس ﷺ کے پاس دس صحابہ بھی نہ رہ گئے تھے' اس نازک ترین موقعے پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس جرأت اور مہارت سے تیر اندازی کی کہ دشمنوں میں سے جسے ایک تیر لگتا وہ وہیں ڈھیر ہو جاتا' اس میدان میں ان کا کوئی نشانہ بھی خطا نہ گیا' جب رسول اقدس ﷺ نے یہ ماہرانہ تیر اندازی دیکھی' تو حوصلہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"سعد تیر اندازی جاری رکھو۔
میرے ماں باپ تجھ پر قربان!
سعد! تیر اندازی جاری رکھو"

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عمر بھر رسول اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے اس جملے پر فخر کرتے رہے۔

اکثر فرمایا کرتے کہ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے فِدَاكَ اَبِی وَ اُمی (میرے ماں باپ تجھ پہ قربان) کا جملہ صرف میرے لئے استعمال کیا۔

○

لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنی عظمت کے نکتہ عروج پر اس وقت پہنچے

جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایران پر ایسی چڑھائی کا ارادہ کیا جس سے ایرانیوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو' ان کا تخت منہدم ہو جائے' سرزمین ایران سے بت پرستی کی جڑیں اکھاڑ پھینکی جائیں۔ آپ نے تمام سرکاری نمائندوں کو خطوط ارسال کئے' اور ان میں یہ لکھا کہ جس کے پاس اسلحہ' گھوڑے یا جو کچھ بھی جنگی سامان موجود ہے' اسے فوراً میری طرف روانہ کردیں۔ آپ کا حکم ملتے ہی ہر طرف سے مجاہدین کے قافلے مدینہ طیبہ پہنچنے شروع ہوگئے' جب تمام وفود مدینہ پہنچ گئے' تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارباب حل و عقد سے مشورہ کیا کہ لشکر اسلام کا سالار کسے بنایا جائے' تمام نے یک زبان ہو کر کہا' شیر خدا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور لشکر اسلام کا جھنڈا ان کے سپرد کردیا' جب یہ لشکر جرار مدینہ طیبہ سے روانہ ہونے لگا' تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ الوداع کہنے کے لئے اٹھے' اور سپہ سالار کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے سعد رضی اللہ عنہ! دیکھنا کہیں اس غرور میں نہ آجانا کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ماموں اور ان کا جاں نثار صحابی ہوں' میری یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا' بلکہ ہمیشہ برائی کو نیکی سے مٹاتا ہے۔

اے سعد رضی اللہ عنہ! یاد رکھنا' اللہ تعالیٰ کے ہاں خاندانی برتری کوئی حیثیت نہیں رکھتی' وہاں تو صرف اطاعت کو ہی بلند مقام حاصل ہے' دنیاوی اعتبار سے معزز اور کمتر لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں بالکل برابر ہیں' اللہ ان سب کا رب ہے' اور وہ سبھی اسی کے بندے ہیں' وہاں تو فضیلت تقوے کی بنیاد پر ملتی ہے' اطاعت و فرمانبرداری سے ہی مقام بلند نصیب ہوتا ہے' ہمیشہ اس کام پر نگاہ رکھو جسے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سرانجام دیا' اس مشن کو آگے بڑھانا ہمارا اجتماعی فرض ہے' جسے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری کیا تھا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نصیحت سننے کے بعد یہ لشکر اپنے مشن پر روانہ ہوگیا' اس لشکر اسلام میں ننانوے بدری صحابہ' تین سو دس بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم' تین سو فتح مکہ میں شرکت کا اعزاز رکھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تقریباً سات سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نوجوان بیٹے شامل تھے' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے

کمانڈر انچیف کی حیثیت سے قادسیہ کے مقام پر لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا' وہیں لشکر کو ترتیب دیا اور دشمنان اسلام سے زور دار مقابلہ کیا' لڑائی کے آخری دن مسلمانوں نے عزم کیا کہ آج فیصلہ کن معرکہ آرائی ہو' انہوں نے دشمن کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا' مسلمان نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے دشمن کی صفوں میں جاگھسے' چشم زدن میں ایرانی لشکر کے سپہ سالار رستم کا سر قلم کردیا' ایرانیوں نے جب اپنے سپہ سالار رستم کا سر مسلمانوں کے نیزوں کی انیوں پر دیکھا تو حواس باختہ ہوگئے' نوبت بایں جارسید کہ اسلامی لشکر سے ایک مجاہد ایرانی فوجی کے پاس آتا اور اسی کا ہتھیار چھین کر اسے قتل کردیتا' اس جنگ میں مال غنیمت وافر مقدار میں مسلمانوں کے ہاتھ لگا' اور تیس ہزار ایرانی فوجی تہہ تیغ کردیئے گئے۔

○

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے لمبی عمر پائی' اللہ تعالیٰ نے وافر مقدار میں مال و دولت سے نوازا' لیکن جب موت کا وقت قریب آیا' تو اپنا ایک بوسیدہ اونی جبہ منگوایا' اور یہ وصیت کی' کہ مجھے اس جبے کا کفن پہنانا کیونکہ میں نے میدان بدر میں یہ جبہ پہن کر جہاد پر گیا تھا' میری دلی خواہش ہے کہ میں اسی جبے میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں۔

○

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاستیعاب ۱۸/۲
۲۔ الاصابہ ۳۰/۲
۳۔ اشہر مشاہیر الاسلام ۵۲۵/۲
۴۔ الطبقات الکبری ۲۱/۱
۵۔ تحفۃ الاحوذی ۲۵۳/۱۰
۶۔ سیر اعلام النبلاء ۶۲/۱
۷۔ زعماء الاسلام ۱۱۴

۸۔ رجال حول الرسول ﷺ ۱۴۱

۹۔ سعد بن ابی وقاص وابطال القادسیه

۱۰۔ الریاض النضرة ۲۹۴/۲

۱۱۔ صفته الصفوة ۱۳۸/۱

۱۲۔ تهذیب ابن عساکر ۹۳/۶

۱۳۔ المعارف ۱۰۶

۱۴۔ النجوم الزاهره فہرست دیکھئے

۱۵۔ اسد الغابة ۲۹۰/۲

۱۶۔ تاریخ الاسلام ۷۹/۱

۱۷۔ فتوح مصر و اخبارها ۳۱۸

۱۸۔ البدایه والنهایه ۷۲/۸

چاہے مہاجر کہلاؤ' چاہے انصاری' ان دونوں میں سے جو نسبت پسند ہے۔ اس کا بخوشی آپ انتخاب کر سکتے ہیں۔

یہ وہ سنہری کلمات ہیں جو رسول اقدس ﷺ نے اس وقت استعمال کئے جب حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے آپ سے پہلی ملاقات کی تھی۔

ان دو قابل قدر نسبتوں میں سے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو ایک کا انتخاب کرنے کا حکم دیا گیا' یہ بھی ایک دلچسپ داستان ہے

حضرت حذیفہ بن یمانؓ کے والد مکہ معظمہ کے بنی عبس قبیلے میں پیدا ہوئے۔ اپنے ہی قبیلے کے ایک شخص کو قتل کر دیا' مجبوراً یہ مکہ مکرمہ سے یثرب کوچ کر گئے' وہاں جا کر بنی عبدالاشہل سے اتنے گہرے روابط ہو گئے کہ انہوں نے اپنے قبیلے کی ایک خاتون سے ان کی شادی کر دی جس کے بطن سے حضرت حذیفہؓ پیدا ہوئے' اس کے بعد کچھ ایسی رکاوٹیں حائل ہوئیں کہ یہ مکہ معظمہ میں سکونت اختیار نہ کر سکے' مکہ معظمہ میں آمد و رفت تو رہی لیکن مستقل طور پر مدینہ منورہ میں ہی سکونت پذیر رہے۔

جب اسلام کا نور جزیرہ نمائے عرب میں پھیلنے لگا' تو ابو حذیفہؓ بنی عبس کے ان دس خوش قسمت افراد میں سے ایک تھے' جو رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے رو برو اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا' یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے' حضرت حذیفہؓ خاندانی اعتبار سے مکی اور پیدائشی اعتبار سے مدنی تھے۔

حضرت حذیفہؓ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے' مسلمان ماں باپ کے گھر پرورش

پائی' رسول اقدس ﷺ کے دیدار کا سرمہ اپنی آنکھوں میں لگانے سے پہلے ہی مسلمان بن چکے تھے' بچپن ہی سے آپ کے حالات سننے اور اوصاف حمیدہ معلوم کرنے کا انتہائی شوق دل میں سمایا ہوا تھا' یہ ہر ایک ملنے والے سے یہی پوچھتے' کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ آپ کا چہرہ انور کیسا ہے؟ اور آپ کے اوصاف حمیدہ کیا ہیں؟ غرضیکہ ہر دم یہی دھن لگی ہوتی تھی کہ میں کسی نہ کسی طرح آپ کی خدمت میں پہنچ کر دیدار کا شرف حاصل کر سکوں' بالآخران سے نہ رہا گیا' دیدار مصطفےٰ ﷺ کا شوق دل میں سمائے ہوئے مکہ روانہ ہو گئے۔

رسول اقدس ﷺ کو دیکھتے ہی باادب عرض کیا' حضور میں مہاجر ہوں یا انصاری۔

آپ نے ارشاد فرمایا: چاہو مہاجر کہلاؤ یا انصاری' تمہیں مکمل اختیار ہے' میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میں انصاری بننا پسند کروں گا۔

○

جب رسول اقدس ﷺ ہجرت کرتے ہوئے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت حذیفہؓ بھی آپ کے ہمراہ ہو لئے' غزوۂ بدر کے علاوہ تمام معرکوں میں حضور ﷺ کے ساتھ اس طرح وابستہ رہے جیسے ایک آنکھ دوسری آنکھ سے وابستہ ہوتی ہے' غزوۂ بدر میں شریک نہ ہونے کی بھی ایک خاص وجہ تھی' جسے وہ خود بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

دراصل وجہ یہ ہوئی کہ مجھے اور اباجان کو راستے میں ہی قریش نے گرفتار کر لیا' انہوں نے پوچھا' کہاں جا رہے ہو' ہم نے کہا مدینے جا رہے ہیں' کہنے لگے اچھا تم محمد ﷺ کو ملنا چاہتے ہو' ہم نے کہا ہمارا مدینے جانے کا ارادہ ہے' کہنے لگے ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے' ہاں اگر تم دونوں یہ وعدہ کرو کہ غزوۂ بدر میں رسول اکرم ﷺ کا ساتھ نہیں دو گے' اس صورت میں تمہیں جانے کی اجازت دی جا سکتی ہے' ورنہ ہم تمہیں قطعاً نہیں چھوڑیں گے' ہم نے بادل نخواستہ دشمن کے نرغے سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خاطر ان سے وعدہ کر لیا' کہ ہم لڑائی میں حضور ﷺ کا ساتھ نہیں دیں گے' اسکے بعد انہوں نے ہمیں آزاد کر دیا جب ہم مدینہ طیبہ میں رسول اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر

ہوئے اور قریش سے کیئے گئے معاہدے کی اطلاع دی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اب ہمارا کیا بنے گا؟ آپ نے ہماری پریشانی کو دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: ہم قریش سے کیئے گئے معاہدے کو پورا کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے۔

○

غزوۂ احد میں حضرت حذیفہؓ اپنے عظیم والد حضرت یمانؓ کے ساتھ شریک ہوئے۔ حضرت حذیفہؓ اس سخت آزمائش میں سے صحیح سالم واپس لوٹ آئے' لیکن آپ کے والد محترم نے میدان جنگ میں جام شہادت نوش فرمالیا' ان کے ساتھ عجیب واقعہ پیش آیا کہ یہ دشمن کی تلوار لگنے سے شہید نہ ہوئے' بلکہ لاعلمی کی بناپر مجاہدین اسلام کی تلواروں سے گھائل ہوئے اور یہ عجیب و غریب واقعہ اس طرح پیش آیا' کہ رسول اقدس ﷺ نے غزوۂ احد میں بچوں اور عورتوں کی نگرانی حضرت یمانؓ اور حضرت ثابت بن وقش کے سپرد کی' چونکہ یہ دونوں عمر رسیدہ تھے' اسی لئے خیموں کے پاس رہنے کی ذمہ داری ان کے سپرد کی گئی' لیکن جب گھمسان کی جنگ چھڑ گئی' تو حضرت یمانؓ نے اپنے ساتھی سے کہا' اب ہمیں کس کا انتظار ہے' بخدا ہم دونوں اپنی عمر کے آخری مرحلے میں ہیں' ہم اس دنیائے فانی میں پل بھر کے مہمان ہیں۔ آج گئے یا کل' کیوں نہ ہم بھی اپنی تلواریں لے کر میدان جنگ میں اتریں اور رسول اقدس ﷺ کا بھرپور ساتھ دیں' شاید اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت نصیب فرمادے' پھر کیا تھا دونوں نے اپنی تلواریں سنبھال لیں اور میدان کار زار میں اتر آئے' دونوں بے جگری سے لڑے' ثابت بن وقش ایک کافر کی تلوار لگنے سے شہید ہوئے' لیکن حضرت یمانؓ کا تعاقب مجاہدین اسلام کی تلواروں نے کیا اور چشم زدن میں انہیں گھائل کردیا۔ دراصل وہ انہیں پہچان ہی نہ سکے' حضرت حذیفہؓ مسلسل یہ پکارتے رہے میرا باپ' میرا باپ لیکن چیخ و پکار میں کسی کو یہ آواز سنائی نہ دی' بالآخر اپنے ہی ساتھیوں کی تلوار کا نشانہ بن کر جام شہادت نوش کرگئے' حذیفہؓ نے یہ منظر دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

میرے ساتھیو! خدا تمہیں بخش دے۔

جب رسول اقدس ﷺ کو حقیقت حال کا علم ہوا' آپ نے حضرت حذیفہؓ کو ان

کے باپ کی دیت دینے کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت حذیفہ نے عرض کی۔

یا رسول اللہ ﷺ! ابا جان شہادت کے طالب تھے' وہ انہیں مل گئی۔

الٰہی! گواہ رہنا میں نے یہ دیت مسلمانوں کے لیے وقف کردی اس کارنامے سے رسول اقدس ﷺ کے ہاں ان کی عزت و وقار میں اور اضافہ ہوگیا۔

○

ایک دفعہ رسول اقدس ﷺ نے حضرت حذیفہؓ کا بغور جائزہ لیا تو آپ پر ان کے تین اوصاف واضح ہوئے۔

☆ ذکاوت و بیداری مغز' جو مشکلات حل کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

☆ سرعت ادراک پہلے ہی مرحلے میں معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتے۔

☆ راز داری' اسرار و رموز کو سینے میں محفوظ کرنے کا ایسا ملکہ کہ کسی کو بھی کان خبر ہی نہ ہو۔

رسول اقدس ﷺ کی طرز سیاست کا ایک اہم پہلو تھا کہ آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوبیاں دیکھ کر مناسب حال فرائض ان کے سپرد کرتے' آپ کا یہ طرز عمل بہت ہی کامیاب ثابت ہوا۔

○

مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو سب سے بڑی جس مشکل کا سامنا تھا' وہ یہ تھی کہ وہاں یہود اور ان کے معاون منافقین رسول اقدس ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نقصان پہنچانے کے لیے مسلسل سازشوں میں مصروف رہتے' اس نازک ترین صورت حال کو دیکھ کر رسول اکرم ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو منافقین کے نام بتادیئے' یہ ایک ایسا سربستہ راز تھا جو آپ نے حضرت حذیفہؓ کے علاوہ کسی کو نہ بتایا' اور انہیں یہ حکم دیا کہ منافقین کی حرکات کا خیال رکھیں' تاکہ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ان کی سازشوں کو ناکام بنایا جاسکے' اس دن سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو رازدان رسول ﷺ ہونے کا عظیم شرف حاصل ہوا۔

○

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی خداداد صلاحیتوں سے نازک ترین مواقع پر بھرپور فائدہ اٹھایا' ان کی ذہانت' ذکاوت' سرعت ادراک' معاملہ فہمی جیسے اعلیٰ اوصاف نے کئی مواقع پر نہایت مفید کارنامے سرانجام دیئے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر مدینہ منورہ میں آباد مسلمانوں کو مشرکین عرب نے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا' یہ محاصرہ بہت طول اختیار کر گیا' مصائب و مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑے' اس مشکل گھڑی میں قریش اور ان کے حلیف بھی چنداں آسودہ حال نہ تھے' اچانک ایک تیز آندھی چلی جس نے دشمن کے خیمے اکھاڑ دیئے' پکی پکائی دیگیں الٹا دیں' چراغ گل کر دیئے' چہرے خاک آلود' آنکھیں اور ناک مٹی سے بھر دیئے' آن واحد میں دشمن کی طاقت مضمحل ہو گئی اور فاسد عزائم خاک میں مل گئے۔

○

جنگی نقطۂ نگاہ سے اس قسم کے نازک ترین مواقع پر شکست اس فوج کو ہوتی ہے جو پہلے آہ وزاری کرنے لگے' اور اس فوج کو کامیاب و فتح یاب تصور کیا جاتا ہے جو صبر و تحمل کا بھرپور مظاہرہ کرے۔

اس موقع پر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے تجربہ و مہارت کی ضرورت پیش آئی' آپ نے انہیں دشمنان اسلام کے اندرونی حالات معلوم کرنے روانہ کیا' تاکہ یہ صحیح صورت حال کا جائزہ لے کر آپ کو آگاہ کر سکیں۔ آپ اپنا بھیس بدل کر اپنی جان ہتھیلی پر رکھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں جا گھسے' اور کسی کو خبر بھی نہ ہونے دی' اس موت کے سفر کی روئیداد ہم آپ کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی زبانی سناتے ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

ایک رات ہم صف بنائے بیٹھے تھے' ابو سفیان کا خیمہ بالائی جانب تھا' یہودی قبیلے بنو قریظہ کے افراد نشیبی علاقے میں براجمان تھے' مجھے ان کی طرف سے زیادہ خطرہ تھا کہ کہیں یہ ہماری خواتین اور بچوں کو نقصان نہ پہنچائیں' اتنی تیز آندھی اور تاریک رات ہم نے کبھی نہ دیکھی' آندھی کی آواز بجلی کی کڑک کی مانند تھی' ظلمت شب کا حال یہ تھا کہ کوئی

اپنا ہاتھ قریب سے بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

منافقین رسول اقدس ﷺ سے اجازت طلب کرنے لگے' عرض کی یارسول اللہ ہمارے گھر بالکل کھلے ہیں' کوئی حفاظتی اقدامات نہیں' دشمن آسانی سے گھروں میں داخل ہو کر ہمارے مال و عزت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتا ہے' حالانکہ ایسا کوئی خطرہ نہ تھا' بلکہ وہ کذب بیانی سے کام لے رہے تھے' البتہ آپ سے جس نے بھی اجازت طلب کی آپ نے فراخدلی سے اس کو اجازت دے دی' منافقین آہستہ آہستہ کھسکنے لگے' یہاں تک کہ صرف تین سو مسلمان باقی رہ گئے۔

ایک رات رسول اقدس ﷺ نے گشت کیا' ایک ایک مجاہد کا حال معلوم کرتے ہوئے جب میرے پاس پہنچے' میں نے ایک چھوٹی سی چادر اوڑھ رکھی تھی' سردی' بھوک اور تھکاوٹ کی وجہ سے گھٹنوں میں سر دیئے ہوئے بیٹھا تھا' آپ نے دریافت کیا کون ہو؟ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں آپ کا خادم حذیفہ ہوں۔

آپ نے فرمایا: حذیفہ! تم یہاں کیسے بیٹھے ہو' عرض کی بھوک اور سردی نے نڈھال کر رکھا ہے' آپ نے رازدارانہ انداز میں ارشاد فرمایا: دیکھو دشمن اس وقت نازک ترین صورت حال سے دوچار ہے' تم اس طرح کرو کہ چپکے سے دشمن کے لشکر میں شامل ہو جاؤ اور صحیح صورت حال کا جائزہ لے کر مجھے اطلاع دو' کہ اب ان کے عزائم کیا ہیں' آپ کا حکم سن کر میں جلدی سے اٹھا' لیکن میرے دل پر دشمن کا خوف طاری تھا' اور پورا جسم سردی سے کپکپا رہا تھا' میری حالت دیکھ کر آپ نے میرے حق میں یہ دعا کی۔

الٰہی! حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آگے' پیچھے' اوپر نیچے اور دائیں بائیں سے حفاظت فرما۔

بخدا! آپ نے ابھی دعائیہ کلمات پورے نہ کئے تھے' کہ میرے دل سے دشمن کا خوف جاتا رہا' اور سردی کا احساس بھی نہ رہا۔

جب اس مشن کے لئے روانہ ہوا تو آپ نے مجھے نصیحت کی' کہ تم نے صرف دشمن کے اندرونی حالات معلوم کرنے ہیں' اس کے علاوہ کوئی کسی قسم کا اقدام نہیں کرنا' میں یہ نصیحت سن کر رات کی تاریکی میں چھپتا ہوا دشمن کی صفوں میں جا گھسا' میں نے کسی کو محسوس تک نہ ہونے دیا' میں اس طرح گھل مل گیا۔ جیسے میں انہیں کا ایک فرد ہوں۔

تھوڑی ہی دیر بعد' ابو سفیانؓ نے اپنے لشکر کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

اے خاندان قریش! آج میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں' لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ بات محمد ﷺ تک نہ پہنچ جائے' ہر شخص دیکھ لے کہ اس کے دائیں بائیں کون بیٹھا ہے' میں نے یہ بات سنتے ہی فوراً اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا' تم کون ہو تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے اپنا نام بتایا اور میں نے اسے موقع ہی نہ دیا کہ وہ مجھے بھی میرا نام پوچھ سکے' اس طرح میں اپنی تدبیر میں کامیاب رہا۔

ابو سفیان نے اپنا خطاب جاری رکھتے ہوئے کہا: اے خاندان قریش۔ تمہیں یہاں قرار نصیب نہیں ہوگا' طوفان نے ہمارے جانور ہلاک کردیئے' بنو قریظہ ہم سے الگ ہوگئے' تیز آندھی نے ہمارے خیمے اکھاڑ دیئے۔ میری رائے یہ ہے کہ اب یہاں سے کوچ کرچلو' میں خود جارہا ہوں' اتنا کہا' اونٹ پر سوار ہوا اسے ایڑی لگائی اور چل دیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ابو سفیان اس رات میری زد میں تھا' اگر حضور علیہ السلام کی نصیحت نہ ہوتی تو میں اسے قتل کرڈالتا' میں چپکے سے کھسکا اور سیدھا رسول اقدس ﷺ کے پاس پہنچ گیا' میں نے دیکھا کہ آپ چھوٹی سی چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے مجھے اپنے قریب بٹھا لیا۔ سخت سردی تھی۔ چادر کا ایک کونہ مجھ پر دے دیا' میں نے دشمن کے پسپا ہونے کی روئیداد سنائی تو آپ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے لگے۔

○

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ پوری زندگی منافقین کے اسرار و رموز سے آگاہ رہے' خلفائے راشدین ہمیشہ منافقین کے معاملات میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے رجوع کیا کرتے' سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ اگر کوئی مسلمان فوت ہوتا' آپ جنازہ پڑھانے سے پہلے یہ دریافت کرتے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ اس جنازے میں شریک ہے' اگر حاضرین کہتے وہ موجود ہیں' تو آپ نماز پڑھاتے اور اگر یہ کہتے کہ وہ موجود نہیں' تو آپ اس میت کے بارے میں شک کرتے اور نماز پڑھانے سے رک جاتے۔

○

سیدنا عمر فاروقؓ نے ایک مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا' کیا میرے سرکاری نمائندوں میں کوئی منافق ہے' آپ نے کہا: صرف ایک ہے۔ فرمایا: مجھے بتایئے وہ کون ہے؟ کہا: میں اس کا نام نہیں بتاؤں گا' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' تھوڑے عرصے ہی بعد حضرت عمرؓ نے اس نمائندے کو منصب سے الگ کردیا۔ مجھے یوں معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی راہنمائی فرمائی۔ شاید بہت کم لوگ یہ بات جانتے ہوں کہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے ایران کے نہاوند' دینور' ہمدان اور ری جیسے اہم ترین علاقے فتح کئے تھے۔ اور دوسرا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ جب ان کے دور میں مسلمانوں میں قرآن مجید کے مختلف نسخے متداول ہو گئے تو آپ نے تمام مسلمانوں کو قرآن مجید کے ایک متفقہ نسخے پر جمع کردیا۔

ان تمام تر خوبیوں کے علاوہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف' اور اس کے عذاب کا ڈر بدرجۂ غایت پایا جاتا تھا۔ جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے' چند صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی تیمارداری کے لئے رات کے آخری حصے میں تشریف لائے۔

آپ نے پوچھا کیا وقت ہے؟

صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتایا صبح ہونے والی ہے۔ یہ سن کر فوراً پکار اٹھے۔ میں اس صبح سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ جو جہنم رسید کرنے والی ہو۔

یہ جملہ دو مرتبہ اپنی زبان سے ادا کیا۔ پھر پوچھا: کیا تم نے میرا کفن تیار کیا ہے؟

صحابہ نے بتایا: ہاں۔

فرمایا: زیادہ قیمتی کفن نہ پہنانا۔ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں میرے لئے خیر و بھلائی کا فیصلہ ہو تو اس کفن کو بہترین پوشاک میں بدل دیا جائے گا۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا' تو یہ کفن بھی گل سڑ جائے گا۔ اس کے بعد زبان پر یہ دعائیہ کلمات جاری ہوگئے:

الٰہی: تو جانتا ہے کہ میں نے زندگی بھر فقیری کو تونگری پر' عاجزی و انکساری کو سربلندی و سرفرازی پر اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔

جب آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کررہی تھی تو کہا۔ دیکھو ذوق و شوق سے میرا حبیب آیا۔ دربار الٰہی میں جو شرمندہ ہوا اسے کامیابی نصیب نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ بے شمار خوبیوں کا مالک عجیب آزاد مرد تھا۔

○

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاستیعاب	۱/۲۷۶
۲۔ الاصابۃ	۱/۳۱۷
۳۔ الطبقات الکبری	۱/۲۵
۴۔ سیر اعلام النبلاء	۲/۲۶۰
۵۔ تہذیب التہذیب	۲/۲۱۹
۶۔ صفتہ الصفوۃ	۱/۲۴۹
۷۔ اسد الغابۃ	۱/۲۹۰
۸۔ تاریخ اسلام	۲/۱۵۲
۹۔ المعارف	۱۱۴
۱۰۔ النجوم الزاھرۃ	۱/۲۶۔۷۵۔۱۰۲

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

وہ دیکھو! رسول مقدس ﷺ بڑی انتظار کے بعد یثرب کے ٹیلوں پر سے نمودار ہورہے ہیں۔ ذرا ادھر دیکھو! باشندگان مدینہ راستوں' سڑکوں' گھروں کی چھتوں پر نبی رحمت ﷺ اور آپ کے ہم سفر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دیدار کا شوق دل میں بسائے ہوئے لاإلہ الااللہ کا ورد کررہے ہیں' اور نعرۂ تکبیر سے فضائے مدینہ گونج رہی ہے۔

مدینہ طیبہ کی چھوٹی چھوٹی بچیاں اپنے ہاتھوں میں دف پکڑے وفور شوق سے یہ ترانہ گارہی ہیں:

طَلَعَ البَدْرُ عَلَيْنَا مِنَ ثَنِيَّاتِ الْوِدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَادَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب
چودھویں کا چاند ہے ہم پر چڑھا
کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے
شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا

اللہ اللہ! کیا عجیب منظر ہے۔ رسول اقدس ﷺ کی سواری لوگوں کے درمیان سے کس باوقار انداز سے گزررہی ہے' مشتاق نگاہیں خوشی کے آنسو بہارہی ہیں' دلوں میں شوق دیدار انگڑائیاں لے رہا ہے' لبوں پر دل آویز مسکراہٹیں پھیلی ہوئی ہیں۔

○

لیکن حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ رسول اقدس ﷺ کے استقبال کی سعادت حاصل

نہ کر سکے، چونکہ یہ آپ کی آمد سے پہلے بکریاں چرانے جنگل کی طرف روانہ ہو چکے تھے، اس لئے کہ مدینہ منورہ میں بکریاں چرانے کے لئے کوئی انتظام نہ تھا، خطرہ تھا کہیں بکریاں بھوک کی وجہ سے ہلاک نہ ہو جائیں، اس دنیائے فانی میں یہی بکریاں ان کی کل کائنات تھی، لیکن رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا چرچا صرف مدینہ طیبہ میں ہی محدود نہ رہا، تھوڑے ہی عرصے میں مدینے کے قرب و جوار کی وادیوں میں آپ کے تشریف لانے کی خبر پھیل گئی، یہ خوش کن خبر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بکریاں چراتے ہوئے جنگل میں ملی۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ رسول اقدس ﷺ کے ساتھ اپنی ملاقات کا منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جب رسول اقدس ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے، میں اس وقت دور دراز جنگل میں اپنی بکریاں چرا رہا تھا، جب مجھے آپ کے تشریف لانے کی خبر ملی تو میں اسی وقت مدینہ منورہ کی جانب چل پڑا۔

جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ مجھ سے بیعت لیں گے؟

آپ نے پوچھا: تم کون ہو؟

میں نے عرض کی: عقبہ بن عامر جہنی۔

آپ نے فرمایا: کون سی بیعت کرو گے؟ بیعت اعرابی یا بیعت ہجرت؟

میں نے کہا: بیعت ہجرت کروں گا۔

رسول اقدس ﷺ نے مجھ سے اسی طرح بیعت لی جس طرح دیگر مہاجرین سے۔ بیعت کے بعد ایک رات میں نے وہاں قیام کیا اور پھر بکریوں کی دیکھ بھال کے لئے جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔

○

ہم بارہ ایسے اشخاص تھے جو نئے نئے دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے اور ہم مدینہ طیبہ سے دور جنگلات میں اپنی بکریاں چرایا کرتے تھے، ایک دن بیٹھ کر ہم نے مشورہ کیا کہ ہمیں رسول اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری دینی چاہئے اگر ہم نے ایسے نہ کیا تو

یہ ہمارے حق میں بہتر نہ ہوگا' ہم دینی تعلیمات سے محروم رہ جائیں گے' اور نہ ہی اس وحی الٰہی سے فیضیاب ہوسکیں گے جو آپ ﷺ پر نازل ہو رہی ہے' ایسا کریں کہ ہم میں سے ہر روز ایک ساتھی مدینہ طیبہ جائے اس کی بکریوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری ہم پر ہوگی' اور جو کچھ وہ رسول اقدس ﷺ سے دینی مسائل سنے وہ ہمیں آکر بتائے' حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم یکے بعد دیگرے مدینے جاؤ اور جانے والا اپنی بکریاں میرے سپرد کرتا جائے' میں انہیں چرانے اور دیکھ بھال کی ذمہ داری بخوشی قبول کرتا ہوں' میری اس وقت دلی کیفیت یہ تھی کہ مجھے اپنی بکریوں سے بہت پیار تھا' میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ اپنی بکریاں کسی کے سپرد کروں۔

○

میرے ساتھی یکے بعد دیگرے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے جانے لگے' اور مدینے جانے والا اپنی بکریاں میرے سپرد کرجاتا' جب وہ واپس آتا تو جو کچھ بھی اس نے سنا ہوتا' وہ مجھے سنادیتا' میں وہ دینی احکامات پورے غور سے سنتا اور انہیں اپنے دل میں بٹھالیتا' کچھ عرصے کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ بڑے افسوس کی بات ہے' کیا میں ان بکریوں کی وجہ سے رکا ہوا ہوں' کیا میں اس دنیاوی مال و متاع کو رسول اقدس ﷺ کی محبت پر ترجیح دے رہا ہوں' بھلا یہ بکریاں براہ راست رسول حصول علم کی راہ میں رکاوٹ بنی رہیں گی؟ یہ سوچ کر میں نے اپنی بکریاں وہیں چھوڑیں اور مدینہ طیبہ کی طرف چل دیا' تاکہ مسجد نبوی میں قیام کروں اور براہ راست اقدس ﷺ سے دینی علم حاصل کروں۔

○

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جب اپنی بکریوں کو خیرباد کہہ کر جوار رسول ﷺ میں اپنی بقیہ زندگی گزارنے کا عزم کیا تھا' تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ آگے چل کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ بہت بڑے عالم' فاضل' قاری' فاتح اور ایک کامیاب گورنر کی حیثیت سے معروف ہونگے۔

جب وہ اپنی بکریوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی طرف

یکسو ہو کر چل دیئے تھے' تو ان کے دل میں یہ خیال تک نہ گزرا تھا کہ وہ اس اسلامی لشکر کے سپہ سالار ہوں گے۔ جسے امام الدنیا عروس البلاد یعنی دمشق کو فتح کرنے کا عظیم شرف حاصل ہوگا' اور وہ دمشق کے مشہور دروازے (باب توما) کے نزدیک سرسبز و شاداب باغات میں بنے ہوئے ایک عالی شان گھر میں سکونت پذیر ہوں گے' یہ بات ان کے تصور میں ہی نہ تھی کہ آگے چل کر ان کا شمار ان قائدین میں ہوگا' جنہیں سرسبز و شاداب مصر کو فتح کرنے کی سعادت نصیب ہوگی' اور بالآخر بحیثیت شاہ مصر جبل مقطم کی چوٹی پر ایک خوبصورت بنگلے میں رہائش پذیر ہوں گے۔ ان سب رازہائے دروں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ تھا۔

○

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سائے کی طرح وابستہ رہے' حضور ﷺ جب بھی سفر پر روانہ ہوتے تو یہ آپ کے گھوڑے کی لگام تھام لیتے۔

کئی دفعہ رسول اقدس ﷺ نے انہیں گھوڑے پر اپنے پیچھے بھی بٹھایا' یہاں تک کہ یہ رسول اکرم ﷺ کے باڈی گارڈ کی حیثیت سے معروف ہوئے' دوران سفر بسا اوقات نبی اکرم ﷺ اچانک سواری سے نیچے اترے اور انہیں سوار ہونے کا حکم دیا اور خود پیدل چلنے لگے۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

ایک روز میں رسول اقدس ﷺ کے گھوڑے کی لگام تھامے ایک ایسے راستے سے گزر رہا تھا' جس کی دونوں جانب گھنے درخت تھے۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔ عقبہ! کیا تم سوار نہیں ہوگے؟

میرے دل میں آیا کہ نفی میں جواب دوں' لیکن فوراً یہ احساس ہوا کہ کہیں آپ کی نافرمانی نہ ہو جائے' تو میں نے اثبات میں کہا: ہاں' یارسول اللہ ﷺ! یہ سن کر رسول اکرم ﷺ گھوڑے سے نیچے اتر آئے' اور مجھے سوار ہونے کا حکم دیا' میں تعمیل ارشاد کرتے ہوئے گھوڑے پر سوار ہوگیا۔

آپ پیدل چلنے لگے' میں یہ منظر برداشت نہ کر سکا' تو فوراً گھوڑے سے نیچے اتر آیا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ ہی سوار ہوں۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میں

سوار ہوں اور آپ پیدل چل رہے ہوں۔

اس کے بعد آپ سوار ہوگئے' پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔ عقبہ! کیا میں تجھے دو ایسی سورتیں نہ سکھلاؤں جن کی کوئی مثال نہیں ملتی' میں نے عرض کی: ضرور یارسول اللہ ﷺ ' تو آپ نے مجھے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الفَلَق اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس پڑھ کر سنائیں۔ پھر نماز پڑھی تو اس میں بھی آپ نے ان ہی دو سورتوں کی تلاوت کی' اور فرمایا کہ ان دونوں سورتوں کو سوتے اور بیدار ہوتے وقت پڑھ لیا کرو' حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان دو سورتوں کی تلاوت کو معمول بنائے رکھا۔

○

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام تر مساعی کا محور علم اور جہاد کو بنالیا۔

جہاں تک میدان علم کا تعلق ہے' اس سلسلہ میں یہ رسول اقدس ﷺ کے تر و تازہ' میٹھے اور صاف شفاف علمی چشمے سے سیراب ہوئے جس کی وجہ سے انہیں قاری' محدث' فقیہہ' ماہر علم میراث' ادیب' فصیح البیان مقرر اور شاعر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

قرآن مجید نہایت دلسوز آواز میں پڑھا کرتے تھے' جب رات پر سکوں ہو جاتی' دنیا کی چہل پہل تھم جاتی' تو یہ پرسوز آواز میں قرآنی آیات کی تلاوت شروع کردیتے' جسے سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوجاتے اور خشیت الٰہی سے ان کے دل میں لرزا طاری ہوجاتا۔

ایک روز حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا' اور فرمایا:

عقبہ! آج قرآن سناؤ۔ عرض کی: امیرالمؤمنین! چشم ماروشن دل شاد' پھر قرآن حکیم کی تلاوت شروع کر دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اتنا اثر ہوا کہ زارو قطار رونا شرع کردیا جس سے آپ کی ڈاڑھی تربتر ہوگئی۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے پورا قرآن مجید اپنے ہاتھ سے لکھا' اور یہ قلمی نسخہ ان کے بعد بہت مدت تک مسجد عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ میں محفوظ رہا'

لیکن افسوس کہ یہ بھی حوادث زمانہ کی نذر ہوگیا' اور ہم اس قیمتی ورثہ سے محروم ہوگئے۔

جہاں تک جہاد کا تعلق ہے' آپ کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ' غزوۂ احد اور دیگر تمام غزوات میں شریک ہوئے' آپ ان گنے چنے بہادروں میں سے ایک تھے' جنھوں نے دمشق فتح کرتے وقت' جرأت' شجاعت اور جنگی حکمت عملی کے جوہر دکھلائے' اسلامی لشکر کے قائد حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے ان کے جنگی کارناموں سے متاثر ہوکر اپنا خصوصی نمائندہ بناکر امیرالمؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف دمشق کی نوید فتح سنانے کے لئے مدینہ منورہ بھیجا' انہوں نے دن رات مسلسل سفر کرتے ہوئے آٹھ روز میں مدینہ منورہ پہنچ کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دمشق فتح کرنے کی خوشخبری سنائی۔ انہیں اس عظیم اسلامی لشکر کے سپہ سالار ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہوا' جس نے مصر کو فتح کیا تھا' اس کارنامے کے صلے میں امیرالمؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان نے انہیں تین سال کے لئے مصر کا گورنر بنادیا تھا' پھر انہیں بحرابیض کے جزیرہ اودس کو فتح کرنے کے لئے روانہ کیا' جہاد کے ساتھ والہانہ شیفتگی کی بنا پر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے وہ تمام احادیث زبانی یاد کرلی تھیں' جن میں جہاد کا تذکرہ تھا اور جہاد کی روایات بیان کرنے میں آپ کو خصوصی مقام حاصل ہوگیا تھا' یہ تیراندازی میں بڑے ماہر تھے' جب کبھی کھیل کا شوق دل میں پیدا ہوتا تو تیراندازی کرکے اپنا دل بہلا لیتے۔

○

جب حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے' اپنے بیٹوں کو پاس بلایا اور انہیں یہ وصیت کی۔

میرے بیٹو! میں تمہیں تین چیزوں سے منع کرتا ہوں' ان سے اجتناب کرنا۔

۱۔ غیر ثقہ راوی کی بیان کردہ حدیث کو قبول نہ کرنا۔

۲۔ پھٹے پرانے کپڑے پہن لینا لیکن کسی سے قرض نہ لینا۔

۳۔ شعرگوئی میں دلچسپی نہ لینا کیونکہ اس سے تمہارے دل قرآن مجید کی تلاوت سے غافل ہو جائیں گے۔

جب آپ فوت ہوگئے تو انہیں جبل مقطم کی بالائی سطح پر دفن کیا گیا' ان کا چھوڑا ہوا مال دیکھا گیا' تو اس میں تقریباً ستر تیر کمان تھے اور ساتھ یہ وصیت نامہ لکھا ہوا ملا کہ یہ تیر اللہ کی راہ میں وقف کردیئے جائیں۔

○

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بلند پایہ عالم' فاضل' قاری' محدث' مرد مجاہد' اور غازی حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو روز قیامت ترو تازہ کرے۔

"یہ خدا سے راضی اور خدا ان سے راضی"

○

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

١۔ الاستیعاب ١٠٦/٣
٢۔ اسد الغابة ٤١٧/٣
٣۔ الاصابة ٤٨٢/٢
٤۔ سیر اعلام النبلاء ٣٣٤/٢
٥۔ جمہرة الانساب ٤١٦
٦۔ المعارف ١٢١
٧۔ قلائد الجمان ٤١
٨۔ النجوم الزاهرة ١٩/١۔٢١۔٦٢۔٨١
٩۔ طبقات علمائے افریقیه و تونس ٥٨۔٧٠
١٠۔ فتوح مصر و اخبارها ٢٨٧
١١۔ تهذیب التهذیب ٢٤٢/٧
١٢۔ تذکرة الحفاظ ٤٢/١

حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے خوش نصیب گھر میں نشو ونما پائی جس کے ہر زاویئے میں ایمان کی دلآویز مہک پھیلی ہوئی تھی۔ اور جس کے ہر ساکن کے دل میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم پر قربان ہو جانے کا جذبہ موجزن تھا۔

○

حضرت حبیبؓ کے والد محترم زید بن عاصم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے مسلمانوں میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ اور یہ ان ستر 70 خوش نصیب صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جو بیعت عقبہ کے وقت موجود تھے۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا ان کے ہمراہ بیوی بچے بھی تھے۔

انکی والدہ ام عمارہ بنو مازن قبیلے سے تھیں' یہ وہ پہلی خوش نصیب اور بہادر خاتون ہیں جس نے دینِ الٰہی اور رسول مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں سب سے پہلے تلوار اٹھائی۔

انکے بھائی عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کی خاطر اپنا سینہ آگے بڑھایا تاکہ دشمن کی طرف سے جو تیر بھی آئے' وہ ان کے سینے میں لگے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خراش بھی نہ آئے یہ ایمان پرور منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے ساختہ ارشاد فرمایا۔

اہل بیت! تم پر اللہ تعالیٰ کی برکتیں نازل ہوں۔

اہل بیت! تم پر اللہ تعالیٰ کی برکتیں نازل ہوں۔

حضرت حبیب بن زیدؓ کے دل میں نور ایمان جلوہ نما ہوا اور یہ حلاوت ایمانی سے

لذت آشنا ہوئے۔

یہ اپنے ماں باپ' خالہ اور بھائی کے ہمراہ مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے تاکہ ان ستر تاریخ ساز قدسی نفوس ہستیوں میں شامل ہو سکیں' جنہیں بیعت عقبہ کی سعادت عظمیٰ نصیب ہوئی تھی۔ انہوں نے بھی اپنا ننھا سا ہاتھ آگے بڑھایا اور تاروں کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت عقبہ کی سعادت حاصل کی۔ اس دن سے رسول اللہ ﷺ انہیں اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ محبوب بن گئے۔ اور اسلام انہیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گیا۔

○

حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے' اس لئے کہ یہ اس وقت بہت چھوٹی عمر کے تھے۔ اور نہ ہی انہیں غزوۂ احد میں حصہ لینے کا شرف عظیم حاصل ہو سکا' اس لئے کہ اس وقت بھی ابھی تلوار اٹھانے کے قابل نہ ہوئے تھے' لیکن اس کے علاوہ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا اور ہر غزوے میں شجاعت' تجربہ' مجد و شرف اور قربانی کی ناقابل فراموش داستانیں رقم کیں۔

یہ تمام تر غزوات ایسے ہیں کہ اپنی عظمت اور جلالت شان کے باوجود ان کی تہہ میں ایک عظیم مقصد پنہاں ہونے کے علاوہ کوئی داعیہ نہیں پایا جاتا۔

لیکن آپ کو ایک ایسی دردناک داستان سنانا مقصود ہے جو انسانی ضمیر کو جھنجھوڑنے کا باعث بنتی ہے۔ اور اس نے عہد نبوت سے لے کر آج تک لاکھوں مسلمانوں کے دلوں میں لرزا طاری کیا۔

یقیناً یہ داستان سن کر آپ بھی لرزہ براندام ہو جائیں گے جیسا کہ اس کی دردناکی واثر پذیری نے ہر دور کے لوگوں کو ہلا کر رکھ دیا۔

آیئے ابتداء سے یہ المناک داستان سنیں۔

○

9 ہجری میں اسلام اپنے جوبن پر تھا' اسلامی شان و شوکت اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی۔ جزیرہ نمائے عرب کی ہر طرف سے بے شمار قافلے رسول اللہ ﷺ کی زیارت' آپ

کی بیعت کرنے اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا برسرعام اعلان کرنے کے لئے جوق در جوق مدینہ منورہ پہنچنے لگے۔ ان قافلوں میں ایک وفد بنو حنفیہ کا بھی نجد سے آپکی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

○

وفد نے اپنے اونٹ مدینہ طیبہ سے باہر ہی بٹھا دیئے اور سامان کے پاس مسیلمہ بن حبیب حنفی کو چھوڑ دیا۔ یہ وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپکے روبرو اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔

رسول اللہ ﷺ اس وفد کی آمد سے بہت خوش ہوئے ان کی عزت افزائی کی۔ اور آپ نے وفد کے ہر رکن کو قیمتی تحائف سے نوازا اور ان کے اس ساتھی کو بھی تحائف دیئے جسے یہ اپنے سامان کے پاس چھوڑ کر آئے تھے۔

○

یہ وفد نجد واپس پہنچا ہی تھا کہ مسیلمہ بن حبیب مرتد ہوگیا اور برسرعام اس نے یہ اعلان کردیا۔ میں رسول ہوں مجھے اللہ نے بنی حنفیہ کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جیسا کہ محمد ﷺ بن عبداللہ کو قریش کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

یہ اعلان سننے کے بعد قوم اس کے گرد جمع ہونے لگی اور قومی عصبیت کی بنا پر اس کا بھرپور ساتھ دینے لگی۔ قومی عصبیت کا یہ عالم تھا کہ بنو حنفیہ کی ایک شخصیت نے برملا کہا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ سچے ہیں اور مسیلمہ جھوٹا ہے' لیکن ربیعہ قبیلے کا جھوٹا شخص مجھے مضر قبیلے کے سچے سے زیادہ عزیز ہے۔

○

جب مسیلمہ کی حیثیت مضبوط ہوگئی اور ماننے والوں کی تعداد زیادہ ہوگئی' تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا۔

مسیلمہ رسول اللہ سے محمد ﷺ رسول اللہ کی طرف۔

السلام علیک۔

مجھے نبوت و رسالت میں آپ کا شریک کار بنادیا گیا ہے۔ نصف زمین ہمارے لئے ہے اور نصف قریش کے لئے' لیکن قریش ظالم قوم ہے۔

یہ خط دو قاصدوں کے ذریعے نبی اکرم ﷺ تک پہنچایا۔ جب یہ قاصد خط لے کر رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور آپ کو یہ خط پڑھ کر سنایا گیا تو آپ نے ان قاصدوں سے پوچھا: تم دونوں کی کیا رائے ہے؟

دونوں نے بیک زبان کہا: اس سلسلے میں ہمارا وہی موقف ہے جو مسیلمہ کا ہے۔

آپ نے ان کی بات سن کر ارشاد فرمایا:

خدا کی قسم! اگر قاصدوں کے تحفظ کا بین الاقوامی قانون نہ ہوتا تو آج میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا۔

پھر آپ نے مسیلمہ کی طرف ایک خط لکھا' جس میں یہ تحریر تھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد ﷺ رسول اللہ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کی طرف۔

سلامتی ہو اس کے لئے جس نے ہدایت کی پیروی کی' یہ زمین اللہ کی ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے' اس کا وارث بنا دیتا ہے' اور انجام اہل تقویٰ کے لئے ہے۔

اور انہیں دو قاصدوں کے ہاتھ یہ خط روانہ کردیا۔

○

مسیلمہ کذاب کا شر و فساد جب حد سے بڑھ گیا' تو رسول اکرم ﷺ نے اسے ایک ایسا خط ارسال کرنے کا ارادہ کیا' جس کے ذریعے اسے گمراہی سے روکیں' اور یہ خط لے جانے کے لئے ہماری اس داستاں کے ہیرو حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا۔ یہ ان دنوں عنفوان شباب میں تھے اور ایمان ان کے رگ و ریشے میں رچ بس چکا تھا۔

○

حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا حکم پاکر راستے کے نشیب و فراز سے شاداں و فرحاں گذرتے ہوئے نجد کے بالائی علاقے میں دیار بنو حنیفہ میں پہنچے اور یہ خط

مسیلمہ کے سپرد کیا۔

جونہی مسیلمہ نے یہ خط سنا تو وہ غصے سے لال پیلا ہو گیا اور غرور د نخوت سے اس کا سینہ تن گیا۔

کینہ و بغض، ظلم و تعدی اور جور و جفا کے آثار اس کے منحوس و مکروہ چہرے سے نمایاں دکھائی دینے لگے۔ اور اس نے غیظ و غضب سے بے قابو ہو کر حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کو پابند سلاسل کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ اور دھاڑتے ہوئے یہ کہا کہ کل دن چڑھے اسے میری عدالت میں پیش کیا جائے۔ دوسرے روز مسیلمہ نے اپنی محفل جمائی۔ دائیں بائیں سرکش مریدوں کو بٹھایا۔ عوام الناس کو بھی دربار میں داخلے کی اجازت دے دی گئی۔ دربار جب لوگوں سے بھر گیا اور تل دھرنے کی جگہ باقی نہ رہی تو اس نے حکم دیا کہ اب حبیب بن زید کو پیش کیا جائے۔ آپ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے آہستہ آہستہ چل کر وہاں پہنچے۔

○

حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ لوگوں کے جم غفیر کے درمیان بڑی شان و شوکت کے ساتھ سینہ تان کر اس طرح سیدھے کھڑے ہو گئے جیسے کوئی عمدہ قسم کا سیدھا نیزہ زمین میں گڑا ہوتا ہے۔

مسیلمہ نے ان کی طرف دیکھا اور کہا۔

کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟

فرمایا: ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

یہ سن کر غیظ و غضب سے مسیلمہ کی رگیں پھول گئیں اور کہا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟

حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ نے مذاق کے انداز میں کہا۔ میرے کان تیری بات سننے سے قاصر ہیں، یہ سن کر مسیلمہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا غصے سے ہونٹ کانپنے لگے۔ اور جلاد سے کہا: اس کے جسم کا ایک حصہ کاٹ دو۔

جلاد نے حضرت حبیب رضی اللہ عنہ پر تلوار سے زور دار وار کیا اور جسم کا ایک حصہ چشم

زدن میں کٹ کر زمین پر پھڑ پھڑانے لگا۔

اس کے بعد مسیلمہ نے دوبارہ پوچھا۔

کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟

فرمایا: ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

اس نے پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟

آپ نے غصے سے کہا: میں نے تجھے پہلے نہیں بتایا تھا' کہ تیری بات سننے سے میرے کان قاصر ہیں۔ اس نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کے جسم کا ایک اور حصہ کاٹ دیا جائے۔

تو اس کا حکم سن کر جلاد نے ایک اور وار کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہی جسم کا ایک اور حصہ کاٹ ڈالا' اب یہ دونوں حصے ایک دوسرے کے برابر زمین پر پھڑ پھڑا رہے ہیں۔

مجمع دم بخود ٹکٹکی لگا کر یہ المناک منظر دیکھ رہا ہے مسیلمہ سوال کر رہا ہے! جلاد تلوار چلا رہا ہے اور حضرت حبیبؓ دیوانہ وار کہے جا رہے ہیں۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں' جسم کا نصف حصہ گوشت کے قتلوں کی صورت میں زمین پر بکھرا ہوا ہے' اور دوسرا نصف زبان حال سے پروردگار عالم کی وحدانیت کی گواہی دے رہا ہے' بالآخر ان کی پاکیزہ روح پرواز کر جاتی ہے' اور انکے پاکیزہ لبوں پر نبی اکرم ﷺ کا نام ہے جن کے دست مبارک پر بیعت عقبہ کی سعادت حاصل کی تھی۔

سلطان دو جہاں ﷺ کا پاکیزہ نام مسلسل ان کی زبان پر جاری ہے۔

○

حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ان کی والدہ ماجدہ کو ملی تو ارشاد فرمایا:

اسی لئے تو میں نے اپنے بیٹے کو تیار کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں میں ثواب کی طالب ہوں۔

بچپن میں میرے بیٹے نے رسول اقدس ﷺ کے دست مبارک پر بیعت عقبہ کی' اور آج اس کا حق ادا کر دیا' اور اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے قدرت دی تو میں مسیلمہ کو عبرتناک انداز میں موت کے گھاٹ اتاروں گی کہ اس کی بیٹیاں سینہ کوبی پر مجبور ہو جائیں گی۔

○

حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کی جانب سے اس دلآویز تمنا کے اظہار کو زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ خلیفہ ثانی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا گیا۔ مسلمان وفور شوق سے چوکڑیاں بھرتے ہوئے مسیلمہ کذاب سے نبرد آزما ہونے کے لئے روانہ ہوئے' لشکر اسلام میں بنو مازن قبیلہ کی معزز و غیور خاتون حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ اپنے بیٹے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شامل ہوئیں۔

یمامہ مقام پر یہ خطرناک لڑائی لڑی گئی' میدان کار زار میں یہ غیور جرأت و شجاعت کا پیکر بنے ہوئے للکار رہی تھی۔

اللہ کا دشمن کہاں ہے؟

مجھے اللہ کے دشمن کا پتہ بتاؤ۔

جب وہ اس تک پہنچی تو وہ اندھے منہ زمین پر گرا ہوا تھا' اور مسلمانوں کی تلواریں اس کا خون پی رہی تھیں' اللہ کے دشمن مسیلمہ کذاب کا یہ انجام دیکھ کر اس کا دل بہت خوش ہوا۔

آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوئی' بھلا دل مسرور کیوں نہ ہوتا آنکھیں ٹھنڈی کیوں نہ ہوتیں۔

اللہ ذوالجلال والاکرام کی قدرت سے دونوں اپنے انجام کو پہنچے لیکن:

ایک جنت کو روانہ ہوا۔

اور دوسرا جہنم رسید۔

○

حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

١۔ اسد الغابة ۱/۴۴۳

٢۔ انساب الاشراف ۴/۳۱۶

٣۔ الطبقات الکبری ٣١٦/٤

٤۔ السیرۃ النبویہ لابن ھشام فہرست دیکھئے

٥۔ الاصابۃ ٣٠٦/١

٦۔ شہداء الاسلام فی عہد النبوۃ

ابو طلحہ زید بن سہل نجاری کو جب معلوم ہوا کہ اُم سلیم رمیصاء بنت ملحان نجاریہ بیوہ ہو چکی ہے' چند روز پہلے اس کا خاوند فوت ہوگیا ہے تو بہت خوش ہوئے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں' چونکہ ام سلیم ایک پاکدامن' دانشمند' سلیقہ شعار' حسین و جمیل اور بڑی سگھڑ خاتون تھی ان کے جی میں آیا کہ کیوں نہ اسے پہلی فرصت میں نکاح کا پیغام بھیجا جائے۔ مبادا کہ کوئی اور چاہنے والا سبقت لے جائے' بایں صورت میں اس دل پسند سلیقہ شعار اور معزز خاتون سے محروم رہ جاؤں گا۔ ابو طلحہ کو اپنے آپ پر بڑا اعتماد تھا کہ ام سلیم مجھے مسترد کر کے کسی دوسرے شخص کو اپنے لئے منتخب نہیں کرے گی' اس لئے کہ میں جوان رعنا ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں ہر دلعزیز اور صاحب ثروت ہوں۔ اس کے علاوہ مجھے بنو نجار کا شہسوار اور یثرب کا ایک ماہر تیر انداز ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

○

ابو طلحہ اُم سلیم کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے راستے میں خیال آیا کہ ام سلیم نے مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی دعوت و تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس بنا پر کہیں مجھے وہ مسترد نہ کر دے' لیکن ساتھ ہی یہ خیال آیا کوئی بات نہیں' اس میں کیا حرج ہے؟

اس کا خاوند بھی تو اپنے آباء و اجداد کے دین کا پیرو کار تھا' اور حضرت محمد ﷺ کی دعوت سے پہلو تہی اختیار کئے ہوئے تھا۔

○

بہر حال ابوطلحہ ام سلیم کے گھر پہنچے' اندر آنے کی اجازت طلب کی' اس نے اجازت دے دی۔ ام سلیم کا بیٹا انس بھی گھر میں موجود تھا' ابو طلحہ نے مدعا بیان کرتے ہوئے نکاح کا مطالبہ کردیا۔

ام سلیم نے کہا: تجھ جیسے شخص کو رد تو نہیں کیا جاتا' لیکن میں تجھ سے ہرگز شادی نہیں کروں گی' اس لئے کہ تم کافر ہو' ابوطلحہ نے سمجھا کہ ام سلیم بہانہ کر رہی ہے' ہوسکتا ہے کہ اس نے کسی ایسے شخص کو منتخب کرلیا ہو جو مجھ سے زیادہ مالدار اور باعزت ہو۔ یہ خیال آتے ہی ابوطلحہ نے ام سلیم سے کہا: اے ام سلیم: اللہ کی قسم! میرا کافر ہونا تجھے شادی سے نہیں روک رہا:

ام سلیم نے پوچھا: تو کیا چیز روک رہی ہے؟

اس نے کہا: سونے چاندی کی چمک دمک۔

کہنے لگی اچھا! کیا سونا چاندی میری آنکھوں کو خیرہ کئے ہوئے ہے؟

بولے ہاں!

کہنے لگی: اے ابوطلحہ! میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور تجھے گواہ بناکر کہتی ہوں اگر تو مسلمان ہوجائے تو میں تیرے ساتھ شادی کرلوں گی اور میں تجھ سے کوئی سونے چاندی کا مطالبہ نہیں کروں گی' بلکہ تیرا اسلام لانا ہی میرا مہر ہوگا۔

○

ابو طلحہ ام سلیم کی یہ بات سن کر سوچ میں ڈوب گیا' فوراً ذہن اپنے اس بت کی طرف پلٹا جسے اس نے بہت عمدہ لکڑی سے تیار کروایا تھا' اور یہ بت اسی کے لئے مخصوص تھا' جیسا کہ اس قوم کے سرداروں میں رواج تھا کہ ہر سردار اپنے لئے نہایت عمدہ' نفیس اور اعلیٰ قسم کی لکڑی سے بت تیار کرواتا' جبکہ وہ گہری سوچ و بچار میں غلطاں و پریشاں تھا تو ام سلیم نے گرم لوہے پر ایک ضرب لگائی فرمانے لگیں' ابوطلحہ کیا تم جانتے ہو کہ وہ معبود جس کی تم عبادت کرتے ہو' وہ زمین سے پیدا ہوا ہے؟

اس نے کہا: ہاں:

فرمانے لگی: کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ درخت کے ایک ٹکڑے کو اپنا معبود بناتے ہو اور دوسرے ٹکڑے کا ایندھن بنا کر آگ سینکتے ہو اور اس کے ذریعے روٹی پکاتے ہو۔

اے ابو طلحہ اگر تو مسلمان ہو جائے' تو میں تجھ سے شادی کرلوں گی اور اسلام کے علاوہ کسی مہر کا تجھ سے مطالبہ نہیں کروں گی۔

یہ سن کر ابو طلحہ بولے۔

مجھے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا طریقہ کون بتائے گا؟

ام سلیم نے کہا:

وہ طریقہ میں بتاؤں گی!

کہا کیسے؟

فرمایا: پہلے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ پڑھو۔ پھر اپنے گھر جاؤ اپنے بت کو پاش پاش کر کے گھر سے باہر پھینک دو۔

یہ سن کر ابو طلحہ کا چہرہ کھل گیا۔ باآواز بلند کہنے لگا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحمدًا رسُوْلُ الله

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

اس کے بعد ام سلیم نے ان سے شادی کرلی۔ مسلمان کہا کرتے تھے۔

ہم نے ام سلیم کے مہر سے بہتر مہر کسی کا نہیں دیکھا۔

اس نے اپنا مہر اسلام ہی کو قرار دیا۔

○

اس دن سے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اسلام کے جھنڈے تلے آگئے' اور اپنی تمام تر طاقت اسلام کی خدمت و سربلندی کے لئے صرف کرنے لگے۔ آپ ان ستر خوش نصیب اشخاص میں سے تھے' جنہیں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت عقبہ کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا اور انکے ہمراہ ان کی بیوی ام سلیم بھی اس کار خیر میں شریک تھی۔ اور یہ بارہ نقیبوں میں سے تھے جنہیں رسول اکرم ﷺ نے یثرب میں آباد مسلمانوں کی حفاظت'

نگہبانی اور خدمت کے لئے امیر مقرر کیا تھا۔

یہ رسول اقدس ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے' اور بہت سی کٹھن آزمائشوں سے گذرے' لیکن سب سے بڑی آزمائش غزوۂ احد میں پیش آئی۔

○

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت گھر کر چکی تھی اور یہ محبت ان کے رگ و ریشے میں سرایت کر چکی تھی' نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی' کہ آنکھیں دیدار مصطفیٰ ﷺ سے سیر نہ ہوتیں اور دل آپ کی شیریں کلامی سے لطف اندوز ہونے کا ہر دم مشتاق رہتا' جب بھی فارغ وقت ملتا' تو آپ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ جاتے اور محبت بھرے انداز میں یوں فرماتے۔

یارسول اللہ ﷺ میری جان آپ پر قربان' میری عزت آپ پر نچھاور۔

غزوۂ احد میں ایک وقت ایسا آیا کہ مسلمان پسپا ہو کر رسول اکرم ﷺ سے مجبوراً کچھ فاصلے پر چلے گئے' مشرکین نے ہر طرف سے حملہ کردیا' آپ کے دو دانت شہید کردیئے' پیشانی اور ہونٹ زخمی ہوگئے اور چہرے سے خون کے فوارے پھوٹ نکلے۔ افواہ پھیلانے والوں نے یہ افواہ پھیلادی کہ محمد ﷺ قتل کردیئے گئے ہیں۔

یہ اندوہناک افواہ سن کر مسلمانوں کے حوصلے پست ہوگئے اور یہ مایوسی کے عالم میں دشمن کے آگے لگ کر بھاگ نکلے' اس خطرناک موقع پر رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ چند صحابی میدان کار زار میں جمے رہے اور ان میں سرفہرست حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔

○

حضرت ابو طلحہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ڈھال بن کر چٹان کی طرح جمے رہے' تھوڑی دیر بعد ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی کمان سنبھالی تیر درست کئے اور یکے بعد دیگرے مشرکین کو نشانہ بنانے لگے' یہ اتنے ماہر تیرانداز تھے کہ ان کا کوئی نشانہ بھی خطا نہیں جاتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سے ایڑیاں اٹھا کر ہر تیر کا نشانہ دیکھنے لگے' یہ صورت حال دیکھ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان' میری جان اور جسم کا ہر حصہ آپ پر نثار۔ آپ اس طرح دشمن کی طرف نہ

جھانکیں خطرہ ہے کہ کہیں آپکو نشانہ نہ بنالیں اتنے میں آپ کیا دیکھتے ہیں کہ لشکر اسلام میں ایک مجاہد تیروں سے اٹا ہوا ترکش اٹھائے ہوئے بھاگا جارہا ہے رسول اکرم ﷺ نے آواز دی: ارے بھاگنے والے! یہ تیر ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) کے سامنے پھینک دو تاکہ یہ کام آسکیں بھاگتے ہوئے انہیں اپنے ساتھ مت لے جاؤ۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مسلسل رسول اقدس ﷺ کا دفاع کرتے رہے' یہاں تک کہ تین کمانیں ٹوٹ گئیں اور بے شمار دشمن موت کے گھاٹ اتار دیئے' پھر لڑائی ختم ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بال بال بچالیا۔

○

جیسا کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ دوران جنگ اللہ کی راہ میں اپنی جان نثار کردینے کے سلسلے میں سخی تھے' اسی طرح راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرنے میں سخاوت کے دھنی تھے' مدینہ منورہ میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی ملکیت کھجور اور انگور کا ایک بہت بڑا باغ تھا جس کی مثال نہیں ملتی تھی اس کے پھل بہت عمدہ' اور پانی نہایت میٹھا تھا' ایک روز حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں سایہ دار درخت کے نیچے نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ ایک سبز رنگ' سرخ چونچ اور گلابی پاؤں والا خوبصورت پرندہ اس درخت کی ٹہنی پر بیٹھ کر بڑی سریلی اور دلدوز آواز میں چہچہانے لگا۔ یہ دلکش آواز حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو بہت پسند آئی اور نماز میں تمام تر توجہ اس کی طرف ہوگئی' اور یہ اس دلکش آواز میں اتنے محو ہوئے کہ یہ یاد نہ رہا کہ کتنی رکعت پڑھ چکے ہیں؟

دو رکعت' تین رکعت' کچھ یاد نہیں جب نماز سے فارغ ہوئے سیدھے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ ماجرا کہہ سنایا' باغ کے دلفریب منظر' پرندے کی دلسوز آواز' پودوں کی بھینی بھینی خوشبو سے نماز میں پیدا ہونے والی غفلت کا شکوہ کیا اور ساتھ ہی یہ اعلان کردیا۔

یارسول اللہ گواہ رہنا میں نے یہ دلپسند باغ اللہ کے لئے وقف کردیا۔

اب آپ اپنی پسند کے مطابق جہاں چاہیں اسے صرف کردیں۔

○

حضرت ابو طلحہؓ نے روزے دار اور مجاہد کے روپ میں تمام زندگی بسر کی' جب موت آئی اس وقت بھی آپ روزے کی حالت اور جہاد کے سفر پر تھے' رسول اقدس ﷺ کے وصال کے بعد تیس سال زندہ رہے۔ ایام عید کے علاوہ کبھی روزہ نہیں چھوڑا۔ لمبی زندگی پائی' بڑھاپا بھی جہاد کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکا' دین الٰہی کے غلبے اور اعلائے کلمتہ اللہ کے لئے دور دراز سفر کرتے رہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمانوں نے ایک جنگ کے سلسلے میں بحری سفر اختیار کیا' تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بھی لشکر اسلام کے ساتھ روانہ ہونے کے لئے تیار ہونے لگے' بوڑھے باپ کو تیار ہوتا دیکھ کر بیٹوں نے کہا:

ابا جان! اللہ آپ پر رحمت کرے۔ اب آپ بوڑھے ہو چکے ہیں' آپ نے رسول اقدس ﷺ' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بہت جنگیں لڑیں' ازراہ کرم آپ آرام کریں' اب ہماری باری ہے۔ ہم آپکی جانب سے جنگ لڑیں گے' بیٹوں کی بات سن کر فرمانے لگے۔

بیٹو! سنو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

ہلکے اور بوجھل نکل کھڑے ہو اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔

اس نے ہم سب کو جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دیا ہے۔ عمر کی کوئی قید نہیں لگائی۔

اور لشکر اسلام کے ساتھ جہاد کے لئے روانہ ہو گئے۔

○

یہ عمر رسیدہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کے ساتھ کشتی پر سوار سمند کے بسط میں مصروف سفر تھے کہ شدید بیمار ہو گئے' اور دیکھتے ہی دیکھتے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ مسلمان ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے کے لئے کسی جزیرے کی تلاش کرنے لگے' لیکن انہیں سات دن کے بعد جزیرہ نظر آیا' ان سات دنوں میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش تر و تازہ رہی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے آرام کی نیند سو رہے ہیں۔

سمندر کے دامن میں-----
اہل خانہ اور وطن سے دور----
خاندان اور گھر سے دور-----
حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو دفن کردیا گیا۔
یہ دوری انہیں کوئی نقصان نہ دے گی' کیونکہ یہ اپنے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قریب ہیں۔

○

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابہ	۵۶۶/۱
۲۔ اسد الغابہ (مترجم)	۱۸۳۴
۳۔ الاستیعاب	۵۴۹/۱
۴۔ الطبقات الکبری	۵۰۴/۳
۵۔ صفته الصفوة	۱۹۰/۱
۶۔ تاریخ الطبری	۴۱۴/۳
۷۔ تھذیب ابن عساکر	۲/۔۶۱۹۔ ۳/ ۱۲۴۔۱۸۱۔ ۴/ ۱۹۲
۸۔ سیرت ابن ھشام	فہرست دیکھئے
۹۔ حیاة الصحابة	چوتھی جلد کی فہرست دیکھئے

ام حبیبہ نے اللہ و رسول کو دنیا کی ہر چیز پر ترجیح دی اور کفر کی طرف لوٹنے کو اسی طرح ناپسند کیا جیسے کوئی شخص آگ میں چھلانگ لگانے کو ناپسند کرتا ہے۔ (مؤرخین)

ابو سفیان کے دل میں کبھی یہ خیال نہ آیا تھا کہ قریش کا کوئی فرد اس کی حکم عدولی یا کسی اہم معاملے میں اس کی مخالفت کی جرات کر سکتا ہے' کیونکہ وہ مکہ مکرمہ کا ایسا سردار تھا جس کی باشندگان مکہ عزت اور اطاعت کیا کرتے تھے' لیکن اس کی بیٹی ام حبیبہ رملہ نے اپنے باپ کے خداؤں کا انکار کر کے اس کی اپنے بارے میں خوش فہمی کو خاک میں ملا دیا یہ اور ان کا خاوند عبداللہ بن جحش اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لے آئے' اور نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا صدق دل سے اعتراف کر لیا ابو سفیان نے اپنی بیٹی اور داماد کو اپنے آبائی دین کی طرف لوٹانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن وہ اس مشن میں کامیاب نہ ہو سکا' کیونکہ جو ایمان رملہ کے دل میں اتر چکا تھا' اس کی جڑیں اتنی گہری ہو چکی تھیں کہ ابو سفیان کی طرف سے برپا کیا گیا ظلم و ستم کا طوفان اسے اکھاڑ نہ سکا' اور نہ ہی اسکا غیظ و غضب ان کے پائے استقلال میں کوئی لرزش پیدا کر سکا۔

○

حضرت رملہ رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے کی وجہ سے ابو سفیان پر غم و اندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے' اپنی بیٹی کو رسول اقدس ﷺ کی اتباع سے باز رکھنے اور اپنی مشیت کے تابع بنانے سے عاجز آجانے کے بعد ہر دم اسی سوچ و بچار میں پڑا رہتا کہ اب میں قریش کے سامنے کس منہ سے جاؤں' وہ میرے متعلق کیا خیال کرتے ہوں گے کہ میرے جیتے جی بیٹی آباء و اجداد کے دین کو ترک کر چکی ہے۔

○

جب قریش کو معلوم ہوا کہ ابو سفیان اپنی بیٹی رملہ اور داماد پر ناراض ہے تو انہوں

نے ان دونوں کا عرصۂ حیات تنگ کرنا شروع کردیا' اور طرح طرح کی اذیتیں دینی شروع کردیں' یہاں تک کہ ان دونوں کا مکہ مکرمہ میں زندگی گذارنا مشکل ہوگیا۔

جب رسول اقدس ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرجانے کا حکم دیا تو رملۃ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا اور ان کا خاوند عبداللہ بن جحش ان مہاجرین میں سرفہرست تھے جو دین و ایمان کی حفاظت کے لئے نجاشی کی پناہ گاہ کی طرف سرپٹ بھاگ نکلے تھے۔

○

لیکن ابو سفیان بن حرب اور دیگر زعمائے قریش کو یہ بات بڑی شاق گذری کہ مسلمان ان کے ہاتھوں سے نکل کر سرزمین حبشہ میں چین و آرام کی زندگی بسر کرنے لگیں۔ قریش نے نجاشی کے پاس اپنے قاصد بھیجے تاکہ وہ اسے مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کریں اور پر زور یہ مطالبہ کریں کہ پہلی فرصت میں انہیں ہمارے حوالے کردیا جائے اور ساتھ ہی اسے یہ بھی بتائیں کہ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم کے متعلق ایسے عقائد و نظریات رکھتے ہیں کہ کوئی غیرت مند انسان سن نہیں سکتا۔

نجاشی نے ان قاصدوں کی باتیں سننے کے بعد مہاجرین کے زعماء کی طرف پیغام بھیجا اور ان سے دین کی حقیقت اور عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم کے متعلق نظریات معلوم کئے اور ان سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ قرآن مجید میں سے چند آیات سنائیں جب مسلمانوں نے اسلام کی حقیقت بیان کی اور قرآنی آیات کی تلاوت سنائی تو نجاشی بے بسی کے عالم میں زار و قطار رونے لگا' اتنا رویا کہ آنسوؤں سے اس کی ڈارھی بھیگ گئی۔

اور ان سے کہنے لگا:

یہ آیات جو آپکے نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل کی گئیں اور وہ پیغام الٰہی جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر نازل کیا گیا' بالکل اس نور کی طرح یکساں ہے جو ایک منبع سے پھوٹ رہا ہو پھر اس نے اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی صداقت کا برملا اعلان کردیا اور ساتھ ہی اس نے ہر اس شخص کی حمایت و حفاظت کا اعلان کردیا' جو پناہ لینے کی خاطر ہجرت کرکے اس کے ملک میں آجائے' لیکن ایوان حکومت کے دیگر زعماء بدستور عیسائیت کے پیروکار ہے۔

○

حبشہ پہنچ جانے کے بعد اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے دل میں آیا کہ اب دکھوں کے دن بیت چکے' دشوار گذار اور تکلیف دہ راستوں سے گذر کر امن و سکون کی وادی میں پہنچ چکی ہوں۔ لیکن تقدیر میں جو فیصلے ہو چکے تھے' ان کا انہیں کوئی علم نہ تھا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حکمت بالغہ نے چاہا کہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ایسا سخت امتحان لیا جائے جس سے عقلمندوں کی عقل و دانش اور ہوشمندوں کی فہم و فراست دنگ رہ جائے' اور پھر اس کٹھن ابتلاء سے کامیاب و کامران نکل کر عز و شرف کی چوٹی پر جلوہ افروز ہو سکے۔

○

ایک رات ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے بستر پر لیٹی تو اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کا خاوند ایک گہرے سمندر کی تلاطم خیز موجوں میں بہت بری طرح غوطے کھا رہا ہے' اور رات بھی تاریک اور ڈراؤنی ہے' وہ یکدم اپنی نیند سے گھبرا کر اٹھی اس خواب سے بہت مضطرب اور بے چین ہوئی' لیکن اس نے اپنا یہ خواب نہ خاوند کو بتانا پسند کیا اور نہ ہی کسی اور کو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد یہ خواب حقیقت کا روپ اختیار کر گیا' ابھی اس منحوس رات کے بعد آنے والا دن ختم نہیں ہوا تھا کہ اس کا خاوند عبداللہ بن جحش مرتد ہو کر نصرانی بن گیا پھر اس نے شراب نوشی کے لئے میخانوں کے چکر لگانے شروع کر دیئے' اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ طبیعت مے نوشی سے سیراب ہی نہ ہوئی' اس نے شراب کے نشے میں ہروقت دھت رہنا شروع کر دیا' اس نے اپنی بیوی کو اختیار دے دیا۔

چاہے وہ طلاق حاصل کرے یا چاہے تو عیسائیت قبول کرے۔

○

اب ام حبیبہؓ تذبذب میں مبتلا ہو گئیں اور تین صورتیں فوری طور پر ان کے سامنے آئیں۔

یا تو وہ اپنے خاوند کی بات مان کر عیسائیت قبول کریں' اور اس طرح اپنے دین سے مرتد ہو جائیں' بایں صورت دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب کو اپنا مقدر بنا لیں (العیاذ باللہ) یہ راستہ وہ کسی صورت بھی اختیار نہیں کر سکتیں خواہ ان کے جسم کا گوشت لوہے کی

کنکھیوں سے نوچ ڈالا جائے۔

دوسری صورت یہ تھی کہ وہ اپنے باپ ابو سفیان کے گھر مکہ معظمہ واپس لوٹ جائیں' جو ابھی تک کفر و شرک کا قلعہ اور مرکز بنا ہوا ہے' اور اس گھر میں مقہور و مغلوب ہو کر زندگی کے دن پورے کریں۔

اور تیسری صورت یہ تھی کہ سرزمین حبشہ میں تنہا زندگی بسر کریں' نہ ان کا وہاں کوئی خاندان تھا نہ وطن اور نہ ہی مددگار۔

انہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کو ترجیح دیتے ہوئے سرزمین حبشہ میں اس وقت تک قیام کو ترجیح دی جب تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کشائش پیدا نہ کر دے۔

○

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔ ان کا خاوند عبداللہ بن جحش عیسائیت قبول کرنے کے تھوڑے ہی عرصے بعد فوت ہو گیا' ابھی عدت پوری نہ ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے دن پھر گئے۔ تنگی' فراوانی میں تبدیل ہو گئی اور خوشحالی اپنے سنہری پر پھیلائے ہوئے' انکے مظلوم گھر پر سایۂ فگن ہو گئی' ایک روز چاشت کے وقت باد نسیم اپنے دامن میں بھینی خوشبو لئے چل رہی تھی' صبح کی نورانی کرنیں چاندی کی مانند چمک رہی تھیں۔ فضا معطر تھی موسم دلربا تھا' ٹھنڈی ہوا کے دلگداز جھونکے مسرت و شادمانی کا یہ پیغام لئے رقص کناں تھے' اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی' دروازہ کھولا تو سامنے شاہ حبشہ کی خادمہ ابرہہ کو کھڑا پایا۔ اس نے بڑے ادب و احترام سے جھک کر سلام کیا اور اندر آنے کی اجازت طلب کی! گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے کہا:

بادشاہ سلامت آپکو سلام کہتے ہیں۔

اور انہوں نے آپکے نام یہ پیغام بھی بھیجا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی زوجیت میں لینے کا فیصلہ کر لیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ سلامت کو ایک خط بھی لکھا ہے' جس میں ان کو عقد نکاح کے لئے اپنا وکیل مقرر کیا ہے آپ بھی جسے چاہیں اپنا وکیل بنالیں۔

○

یہ خبر سن کر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور بے پناہ مسرت و شادمانی سے جھومتے ہوئے اس خادمہ کی بلائیں لینے لگی' اور وارفتگی کے عالم میں اسے دعا دینے لگی کہ اللہ تجھے خوش رکھے' اللہ تجھے خیر و برکت سے نوازے۔

اور اسی خوشی میں سونے کے کنگن' چاندی کے پازیب' سونے کی بالیاں اور انگوٹھیاں اتار کر خادمہ کو بطور تحفہ دے دیں۔

آج ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مسرت و شادمانی کے اس موقع پر اگر دنیا کے خزانوں کی مالک ہوتیں' تو وہ بھی اس خادمہ کو بطور تحفہ عنایت کر دیتیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

میں اپنی جانب سے خالد بن سعید بن عاص کو وکیل مقرر کرتی ہوں' کیونکہ وہ رشتہ میں میرے قریبی ہیں۔

○

شاہ حبشہ نجاشی کے سبزہ زار اور سایہ دار درختوں کے جھرمٹ میں واقع عالیشان محل کے ایک خوبصورت اور آراستہ و پیراستہ وسیع ہال میں شادی کی تقریب منعقد ہوئی' حبشہ میں موجود صحابہؓ کرام اس پر وقار تقریب میں شریک ہوئے' ان میں سے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ قابل ذکر ہیں۔

جب سب لوگ اکٹھے ہو گئے' محفل جم گئی تو نجاشی نے خطاب کرتے ہوئے کہا:

میں امن دینے والے' کمی کو پورا کرنے والے اللہ پاک کی تعریف کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ وہ بابرکت ذات ہے جس نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بشارت دی۔

حمد و ثنا کے بعد حاضرین محترم! رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھے پیغام ملا ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کی ان سے شادی کر دوں' اور میں یہ مطالبہ مانتے ہوئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیان کا مہر چار سو دینار مقرر کرتا ہوں۔

پھر یہ دینار حضرت ام حبیبہؓ کے وکیل خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیئے پھر حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں' اسی سے مدد طلب کرتا ہوں اسی سے بخشش کا طلب گار ہوں اور اسی کے حضور اپنے گناہوں کی معافی کا خواہاں ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہیں حق و صداقت پر مبنی ضابطۂ حیات دے کر بھیجا گیا تاکہ اسے تمام نظام ہائے زندگی پر غالب کر دے۔ اگرچہ کافر اس کو ناپسند ہی کریں۔

حمد و ثنا کے بعد۔

حاضرین محترم! میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالبے کو قبول کرتے ہوئے' اپنی موکلہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیان کا نکاح رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتا ہوں۔

اللہ اس کار خیر میں برکت عطا فرمائے' ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اپنی اس خوش بختی پر مبارکباد ہو۔

پھر مہر میں دیئے گئے دینار اٹھائے اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کرنے کے لئے روانہ ہونے لگے' باقی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپنے گھروں کو واپس جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

نجاشی نے ان سے کہا: تشریف رکھئے' انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے جب وہ شادی کرتے ہیں تو وہ کھانا کھلایا کرتے ہیں' میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے آپ تمام کو کھانے کی دعوت دیتا ہوں۔ تمام حاضرین نے کھانا کھایا اور پھر اپنے گھروں کو واپس لوٹ گئے۔

○

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

جب مہر کی خطیر رقم میرے پاس پہنچی تو میں نے اس میں سے پچاس دینار شاہ حبشہ کی اس خادمہ کو بھیج دیئے' جس نے مجھے نکاح کی خوشخبری سنائی تھی۔ اور ساتھ ہی یہ

پیغام بھیجا کہ میں اسی دن یہ مال تجھے دینا چاہتی تھی جب تم نے مجھے نکاح کی خوشخبری دی تھی' لیکن اس وقت میرے پاس مال نہیں تھا' فرماتی ہیں:

تھوڑی ہی دیر بعد ابرہہ میرے پاس آئی' سونے کے یہ دینار اور وہ تمام زیورات مجھے واپس لوٹا دیئے جو میں نے اسے بطور تحفہ دیئے تھے اور کہنے لگی: شاہ حبشہ نے مجھے منع کردیا ہے اور فرمایا ہے کہ میں ان میں سے کوئی چیز بھی اپنے پاس نہ رکھوں میں یہ تمام زیورات بصد شکریہ واپس کرتی ہوں ہاں انہوں نے اپنی تمام بیویوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے پاس موجود قیمتی عطریات آپ کی خدمت میں پیش کریں۔

دوسرے روز وہ میرے پاس زعفران' عود اور عنبر کے دلربا عطریات لے کر آئی اور کہنے لگی۔

مجھے آپ سے ایک کام ہے۔

میں نے پوچھا وہ کیا؟

بڑی رازداری کے ساتھ کہا: میں نے اسلام قبول کرلیا ہے' دین محمد ﷺ کی تابع ہوچکی ہوں' میرا رسول اقدس ﷺ کو سلام کہنا اور آپ کو یہ بھی بتادینا کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاچکی ہوں۔

خدارا! میری بات بھولنا نہیں۔

پھر اس نے میرا سامان ترتیب دیا اور سفر کی تیاری میں میرا ہاتھ بٹایا۔

○

میں جب دور دراز کا سفر طے کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچی' تقریب نکاح کا واقعہ آپ کو سنایا' ابرہہ کا ایمان افروز کردار بیان کرتے ہوئے اس کا سلام عرض کیا' رسول اکرم ﷺ ابرہہ کے ایمان لانے کی باتیں سن کر بہت خوش ہوئے اور سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

وعلیھما السلام ورحمة الله وبرکاته

○

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رملۃ بنت ابی سفیان کے مفصل حالات زندگی

معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابة	۴۴۱/۴
۲۔ الاستیعاب	۳۰۳/۴
۳۔ اسدالغابة	۴۵۷/۵
۴۔ صفته الصفوة	۲۲/۲
۵۔ المعارف لابن قیتبه	۱۳۶۔۳۴۴۰
۶۔ سیر اعلام النبلاء	فہرست دیکھئے
۷۔ مراة الجنان	فہرست دیکھئے
۸۔ السیرة النبویه لابن ہشام	فہرست دیکھئے
۹۔ تاریخ الطبری	دسویں جلد کی فہرست دیکھئے
۱۰۔ طبقات ابن سعد	آٹھویں جلد کی فہرست دیکھئے
۱۱۔ تہذیب التہذیب	
۱۲۔ حیاة الصحابة	
۱۳۔ اعلام النساء	۲۶۴/۱

وہ کون شخص ہے جس نے غزوہ احد میں حضرت حمزۃ بن عبدالمطلب کو قتل کر کے رسول اللہ ﷺ کا دل دکھایا تھا؟

پھر جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کو قتل کر کے مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کیا؟

وہ تھے وحشی بن حرب جن کی کنیت ابو دسمہ تھی۔

ان کی طرف ایک بڑی درد ناک داستان منسوب ہے آیئے ہم آپ کو یہ داستان غم انہی کی زبانی سناتے ہیں۔

ابو دسمہ وحشی بن حرب بیان کرتے ہیں کہ میں قریش کے ایک سردار جبیب بن مطعم کا غلام تھا۔

غزوۂ بدر میں اس کے چچا طعیمہ بن عدی کو حمزہ بن عبدالمطلب نے قتل کر دیا' اس سے میرے مالک کو بہت غم لاحق ہوا' اور اس نے لات و عزیٰ کی قسم کھائی کہ میں اپنے چچا کے قاتل سے ضرور بدلہ لوں گا اس کے بعد وہ حضرت حمزہؓ کو قتل کرنے کے لئے گھات میں لگا رہا۔

○

ابھی زیادہ وقت نہ گذرا تھا کہ قریش رسول مقدس حضرت محمد ﷺ کے خلاف نبرد آزما ہونے اور بدر کے مقتولین کا بدلہ چکانے کے لئے نئے جوش و ولولہ سے غزوہ احد کے لئے تیاری کرنے لگے' لشکر کو ترتیب دیا معاونین کو جمع کیا' تیاری مکمل کی۔ لشکر کی

قیادت ابوسفیان بن حرب کے سپرد کی اور اس مہم کے لئے روانہ ہوگئے' ابوسفیان نے اس موقع پر قریش کی ان بیگمات کو بھی ہمراہ لے لیا جن کے خاوند' باپ یا بھائی قتل ہوچکے تھے تاکہ یہ میدان جنگ میں لڑائی کرنے والوں کے حوصلے بلند کریں میدان سے بھاگنے کی صورت میں یہ بیگمات راستے میں کھڑی ہو کر انہیں عار دلائیں۔

ان بیگمات میں ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ پیش پیش تھی' اس کا باپ چچا اور بھائی غزوہ بدر میں قتل کردیئے گئے تھے ابودسمہ فرماتے ہیں: جب یہ لشکر روانہ ہوا تو جبیب بن مطعم نے میری طرف دیکھا' اور کہا:

ابودسمہ! کیا تو غلامی سے چھٹکارا چاہتا ہے؟

میں نے کہا: مجھے کون غلامی کی زنجیر سے آزاد کرائے گا؟

اس نے کہا: میں:

میں نے کہا: وہ کیسے؟

اس نے کہا: اگر تو حضرت محمد ﷺ کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب کو قتل کردے تو تو آزاد ہوگا۔

میں نے پوچھا: اس عہد کو پورا کرنے کی ضمانت کون دے گا؟

اس نے کہا: جس کو تو چاہے میں تمام لوگوں کے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ میں اس عہد کو نبھاؤں گا۔

میں نے کہا: ٹھیک ہے' مجھے منظور ہے۔ میں ایک حبشی انسان تھا نیزہ بازی' تیر اندازی اور خنجر اور کلہاڑی چلانے کا بہت بڑا ماہر تھا۔

میرا نشانہ کبھی خطا نہ جاتا' میں نے اپنی کلہاڑی پکڑی اور لشکر کے ساتھ ہولیا۔ لشکر کے پیچھے پیچھے بیگمات قریش کے ساتھ خراماں خراماں چل رہا تھا مجھے جنگ سے کوئی زیادہ دلچسپی نہ تھی۔

جب بھی میرا ابوسفیان کی بیوی ہندہ کے پاس سے گذر ہوتا یا وہ میرے پاس سے گذرتی اور دھوپ میں میری کلہاڑی کا لشکارا دیکھتی تو بے ساختہ پکار اٹھتی: ابودسمہ! آج مقتولین بدر کا بدلہ چکا کر کلیجے کو ٹھنڈا کردیں جب ہم احد کے مقام پر پہنچے' دونوں فوجوں

میں گھمسان کا رن پڑا' تو میں حمزہ بن عبدالمطلب کی تلاش میں نکلا' میں انہیں پہلے سے پہچانتا تھا' اور وہ کسی سے مخفی بھی نہ تھے۔

کیونکہ وہ ہردم اپنی پگڑی میں شتر مرغ کا پر پیوست کئے رکھتے تھے اور یہ اس دور میں عرب کے جنگجو بہادروں کی علامت ہوا کرتی تھی' تھوڑی یہ دیر کے بعد میں نے دیکھا امیر حمزہ شمشیر زنی کرتے ہوئے اور مدمقابل کو تہہ تیغ کرتے ہوئے نیچے اتر رہے ہیں۔

کوئی ان کے سامنے ٹھہرنے اور ثابت قدم رہنے کی سکت نہیں رکھتا' وہ کشتوں کے پشتے لگاتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں میں انہیں دیکھ کر ایک درخت کی اوٹ میں چھپ گیا اور شست باندھ لی کہ جونہی میرے قریب آئیں' تو ان پر یکدم حملہ کردوں' اتنے میں قریش کا شہسوار سباع بن عبدالعزیٰ میدان میں اترا اور پکارنے لگا' ارے حمزہ! میرے مقابلے میں آؤ! امیر حمزہ یہ چیلنج سن کر اس کے مقابلے میں اترتے ہوئے کہنے لگے: مشرکہ کے بیٹے ادھر آؤ' اور بڑی برق رفتاری سے تلوار کا ایک ایسا زور دار وار کیا کہ وہ چشم زدن میں ان کے قدموں میں ڈھیر ہوگیا اور میں نے موقع پاتے ہی اچانک اپنی کلھاڑی سے ان پر زوردار وار کیا اور میری کلھاڑی نے ان کے پیٹ کے نچلے حصے کو کاٹتے ہوئے دونوں ٹانگوں کو چیر کر رکھ دیا' میری طرف وہ دو قدم جوش سے چلے لیکن ٹانگوں نے ساتھ نہ دیا اور وہیں گر پڑے' کلھاڑی ان کے جسم میں پیوست تھی' جب مجھے یقین ہوگیا کہ وہ فوت ہوگئے ہیں تو میں ان کی لاش کے پاس آیا کلھاڑی نکالی اور خیموں میں جاکر بیٹھ گیا مجھے اس سے زیادہ لڑائی میں کوئی دلچسپی نہ تھی میں نے تو انہیں صرف اس لالچ میں قتل کیا کہ مجھے آزاد کردیا جائے۔

○

پھر اس کے بعد گھمسان کا رن پڑا' لڑائی کا تنور گرم ہوگیا' چیخ و پکار آسمان کو چھونے لگی' اصحاب محمد ﷺ لڑائی کی لپیٹ میں آگئے' ان میں سے کافی تعداد میں شہید ہوگئے۔

اس نازک موقع پر ہندہ بنت عتبہ دیگر بیگمات قریش کو اپنے ساتھ لے کر مسلمانوں کی بکھری ہوئی لاشوں کے پاس گئی' انہوں نے ان کے پیٹ چاک کردیئے' آنکھیں نکال دیں' ناک کاٹ ڈالے' پھر ان کے ہار اور بالیاں بناکر زیورات کی جگہ پہن لئے۔

ہندہ نے اپنا سونے کا ہار اور بالیاں مجھے دیتے ہوئے کہا۔

ابو دسمہ یہ تیرا انعام ہے۔ اسے سنبھال کر رکھنا یہ بڑا قیمتی زیور ہے۔

جب لڑائی ختم ہوگئی' تو میں لشکر کے ساتھ مکہ معظمہ واپس لوٹ آیا' تو جبیب بن مطعم نے اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے مجھے آزاد کردیا۔

○

میں آزاد تو ہوگیا' لیکن میں نے دیکھا کہ حضرت محمد ﷺ کی دعوت تیزی سے پھیل رہی ہے' اور مسلمانوں میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے' جوں جوں حضرت محمد ﷺ کا پیغام چہار سو پھیلنے لگا' توں توں مجھ پر خوف وہراس کے بادل منڈلانے لگے۔

مجھے اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوگیا۔ میں مسلسل اسی حالت میں مبتلا رہا' یہاں تک کہ حضرت محمد ﷺ فاتحانہ انداز میں ایک لشکر جرار لے کر مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ یہ منظر دیکھ کر میں امن کی تلاش میں طائف کی طرف بھاگ نکلا لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد باشندگان طائف بھی اسلام کی طرف مائل ہوگئے' انہوں نے رسول اقدس ﷺ سے ملاقات اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کرنے کے لئے ایک وفد تشکیل دیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے' زمین باوجود کشادگی کے مجھ پر تنگ ہوگئی' میری گلو خلاصی کے تمام راستے بند ہوتے دکھائی دینے لگے' میں سوچنے لگا کہ اب شام' یمن یا کسی اور ملک کی طرف بھاگ جاؤں۔ بخدا! میں اسی حزن وملال میں مبتلا تھا کہ میری حالت زار دیکھ کر ایک خیر خواہ کو مجھ پر ترس آگیا' اور اس نے کہا: ارے وحشی بن حرب' اللہ کی قسم! حضرت محمد ﷺ ایسے شخص کو قتل نہیں کرتے جو کلمہ طیبہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوجاتا ہے' اس کی یہ بات سن کر حضرت محمد ﷺ کی تلاش میں سوئے یثرب روانہ ہوگیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ مسجد میں تشریف فرما ہیں' میں آنکھ بچاتے ہوئے بڑی احتیاط سے مسجد میں داخل ہوا اور آپ کے سامنے کھڑے ہو کر پکار اٹھا۔

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد ﷺ اس

کے بندے اور رسول ہیں۔

جب آپ نے میری زبان نے کلمہ شہادت سنا تو اپنی نگاہیں میری طرف اٹھائیں' جب مجھے دیکھا تو نظریں دوسری طرف پھیر لیں اور فرمایا:

تم وحشی ہو؟

میں نے عرض کی: ہاں یا رسول اللہ ﷺ

آپ نے فرمایا: بیٹھو اور مجھے بتاؤ کہ امیر حمزہ کو تو نے کیسے قتل کیا تھا؟

میں نے وہاں بیٹھ کر پورا واقعہ بیان کر دیا جب میرا بیان ختم ہوا تو آپ نے غصے سے اپنا چہرہ مبارک دوسری طرف پھیرتے ہوئے کہا' وحشی تم پر افسوس ہے۔

میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔ آج کے بعد میں تجھے نہ دیکھوں اس دن سے میں آپ کی نگاہوں سے ایک طرف رہنے لگا۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے سامنے بیٹھ جاتے تو میں آپ کے پیچھے بیٹھ جاتا کہ کہیں نبی اکرم ﷺ کی نظر مبارک مجھ بد نصیب پر نہ پڑ جائے' اور اس طرح مجھے دیکھ کر آپ کو تکلیف نہ ہو۔

میں مسلسل اسی المناک حالت میں مبتلا رہا' یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

○

پھر اپنی داستان غم بیان کرتے ہوئے وحشی بن حرب نے کہا۔

باوجودیکہ میں جانتا تھا کہ اسلام پہلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے پھر بھی وہ گھناؤنا جرم جس کا میں نے ارتکاب کیا تھا اور وہ بڑی مصیبت جس میں مسلمانوں کو میں نے مبتلا کیا تھا۔ وہ میرے نہاں خانہ دل سے کبھی محو نہ ہوتا' اب میں شدت سے اس موقع کی تلاش میں رہنے لگا کہ اس جرم کا کفارہ ادا کر سکوں۔

○

جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا' حضرت ابو بکر امیر المؤمنین بن گئے تو مسیلمہ کذاب کے ساتھی بنو حنیفہ مرتد ہو گئے۔

خلیفۂ اول نے مسیلمہ سے نبرد آزما ہونے اور اس کی قوم بنو حنفیہ کو دین الٰہیہ کی طرف واپس لانے کے لئے لشکر تیار کیا' میں نے اپنے دل میں سوچا۔

اب موقع آیا ہے کہ میں اپنے ارمان پورے کروں اور پچھلے سارے دھوتے دھو ڈالوں۔

پھر میں لشکر اسلام کے ساتھ ہولیا' اپنی وہی کلہاڑی ہاتھ میں لی جس کے ساتھ سید الشہداء امیر حمزہ کو قتل کیا تھا' اور میں نے قسم کھائی کہ یا مسیلمہ کو قتل کروں گا ورنہ جام شہادت نوش کروں گا۔

جب مسلمانوں نے مسیلمہ اور اس کے لشکر پر گلستان موت میں زور دار حملہ کیا' دشمنان خدا کے گوشت کے ٹکڑے فضاء میں اڑنے لگے' میں مسیلمہ کے انتظار میں تھا' اسے ایک جگہ ہاتھ میں تلوار لئے کھڑا ہوا دیکھا' اور ایک انصاری کو دیکھا کہ وہ بھی میری طرح گھات لگائے کھڑا ہے' ہم دونوں اس کو قتل کر دینا چاہتے تھے۔

میں نے آگے بڑھ کر زور سے کلہاڑی چلائی جو اس کے بدن میں پیوست ہوگئی اتنے میں انصاری نے اس پر تلوار کا وار کیا۔ اب اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم میں سے کس کے وار سے وہ واصل جہنم ہوا۔ اگر میرے وار سے قتل ہوا تو میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گا کہ میں نے اپنی زندگی میں امت محمدیہ کی ایک پر وقار شخصیت کو قتل کیا اور ایک بدترین خلائق شخص کو بھی تہ تیغ کیا۔

○

ابو دسمہ وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابۃ ۳۱۵/۶

۲۔ اسد الغابۃ ۸۳/۵۔۸۴

۳۔ الاستیعاب ۲۰۸/۲۔۲۰۹

۴۔ التاریخ الکبیر ج ۴' ق ۲/ ۱۸۰

۵۔ الجمع بین رجال الصحیحین ۵۴۶/۲

٦۔ تجرید اسماء الصحابه ۱۳٦/۲

۷۔ تهذیب التهذیب ۱۱۳/۱۱

۸۔ السیرة النبویه لابن هشام فہرست دیکھیے

۹۔ مسند ابی داود ۱۸٦

۱۰۔ الکامل لابن اثیر ۱۰۸/۲

۱۱۔ تاریخ الطبری دسویں جلد کی فہرست دیکھیے

۱۲۔ امتاع الاسماء ۱۵۲/۱۔۱۵۳

۱۳۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲۹/۱۔۱۳۰

۱۴۔ المعارف لابن قیتبه ۱۴۴

۱۵۔ تاریخ الاسلام علامه ذهبی ۲۵۲/۱

کُتب جن سے استفادہ کیا گیا

۱۔ الاصابة فی تمییز الصحابة
۲۔ اسد الغابة فی معرفة الصحابه
۳۔ صفة الصفوة
۴۔ حلیة الأولیاء
۵۔ تهذیب التهذیب
۶۔ نسبِ قریش
۷۔ الاستیعاب
۸۔ سیر أعلام النبلاء
۹۔ البدایة والنهایة
۱۰۔ مختصر تاریخ دمشق
۱۱۔ السیرة النبویة لابن هشام
۱۲۔ حیاة الصحابة
۱۳۔ حسن الصحابة
۱۴۔ امتاع الأسماع
۱۵۔ تاریخِ اسلام علامہ ذهبی
۱۶۔ طبقات ابن سعد
۱۷۔ الکامل فی التاریخ

۱۸۔ قادۃ فتح فارس

۱۹۔ تقریب التھذیب

۲۰۔ شذرات الذھب

۲۱۔ الأعلام والمراجع

۲۲۔ تجرید أسماء الصحابة

۲۳۔ خلاصة تذھیب تھذیب الکمال

۲۴۔ الجرح والتعدیل

۲۵۔ العبر

۲۶۔ دائرۃ المعارف الاسلامیة

۲۷۔ الجمع بین رجال الصحیحین

۲۸۔ مجموعة الوثائق السیاسیة

۲۹۔ البدء والتاریخ

۳۰۔ اشھر مشاھیر الاسلام

۳۱۔ تاریخ الخمیس

۳۲۔ الرّیاض النضرۃ

۳۳۔ تذکرۃ الحفّاظ

۳۴۔ تھذیب التھذیب

۳۵۔ تھذیب الأسماء

۳۶۔ ذیل المذیل

۳۷۔ تھذیب ابن عساکر

۳۸۔ الأغانی

۳۹۔ سمط اللآلی

۴۰۔ خزانة الأدب

۴۱۔ ثمار القلوب

۴۲۔ الشِعر والشُعراء

۴۳۔ المعارف

۴۴۔ العبر

۴۵۔ المعمرون

الٰہی! ہمیں تیرے پیارے نبی حضرت محمدﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے گہری محبت اور عقیدت ہے۔

الٰہی! ہمیں روزِ قیامت صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک کا ہی ساتھ نصیب فرما دینا۔

الٰہی! یہ بات تیرے علم میں ہے کہ ہم صحابہ کرامؓ سے خالص تیری رضا کی خاطر محبت کرتے ہیں۔

یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْن

دُعاگو
- عبدالرحمٰن رافت الباشا
- محمود احمد غضنفر

فہرست حصہ سوم

گلشن محمدی کے مہکتے پھول

حضرت ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ عنہ

ابوالعاصؓ نے میرے ساتھ بات کی تو سچ بولا، میرے ساتھ وعدہ کیا تو پورا کیا۔ فرمان نبویؐ

حضرت ابوالعاص بن الربیع عبشمی قرشی جاذب نظر' خوبصورت' کڑیل جوان تھے۔ ناز و نعمت میں پلے اور خاندانی و جاہت نے انہیں ممتاز بنادیا تھا۔ غیرت' خود داری' جوانمردی' وفا شعاری جیسی آباء واجداد سے ورثے میں ملنے والی خوبیوں کی بنا پر عرب معاشرے میں انہیں بطور مثال پیش کیا جاتا تھا۔

○

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو تجارت سے والہانہ لگاؤ قریش سے ورثہ میں ملا تھا' ان کے تجارتی قافلے مکہ اور شام کے درمیان رواں دواں رہتے۔ ان کا تجارتی قافلہ ایک سو اونٹنیوں اور دو سو نوکروں پر مشتمل تھا۔ ان کی کاروباری مہارت' صداقت اور امانت کی بنا پر لوگ بے دھڑک اپنے مال ان کے سپرد کردیا کرتے تھے۔

○

ان کی خالہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ اولاد کی طرح محبت و شفقت سے پیش آتی تھیں۔

رسول اقدس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے محبت و شفقت سے پیش آتے۔

○

وقت تیزی سے گذرتا گیا' یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا جوان ہوگئیں' تو سرداران مکہ کے بیٹوں کے دل میں انہیں حبالہ عقد میں لینے کی خواہش

انگڑائیاں لینے لگی۔ بھلا یہ خواہش کیوں نہ پیدا ہوتی' جبکہ یہ قریش کی بیٹیوں میں سب سے زیادہ ممتاز اور بے شمار خوبیوں سے متصف تھیں' لیکن انہیں اپنے مقصد میں کامیابی کیسے حاصل ہو؟ اس لئے کہ مکہ کے ایک ابھرتے ہوئے جوان ان کی خالہ کے بیٹے ابوالعاص بن الربیع آڑے آچکے ہیں۔

○

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے شادی کو ابھی چند سال ہی گزرے تھے کہ فاران کی چوٹیوں پر نور الٰہی جلوہ گر ہوا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے پیارے محمد ﷺ کو نبوت کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز کردیا۔ اور حکم دیا کہ سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں کے سامنے رشد و ہدایت کی دعوت پیش کریں۔ عورتوں میں سب سے پہلے آپ کی بیوی حضرت خدیجہ بن خویلد رضی اللہ عنہا اور آپ کی بیٹیاں زینب رضی اللہ عنہا' رقیہ رضی اللہ عنہا' ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ پر ایمان لائیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ابھی بہت چھوٹی تھیں۔

علاوہ ازیں آپ کے داماد ابوالعاص نے اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑنا ناپسند گردانا اور دین اسلام کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ حالانکہ انہیں اپنی بیوی کے ساتھ بے پناہ محبت تھی۔

○

جب رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان اختلافات شدت اختیار کرگئے' تو قریش ایک دوسرے سے کہنے لگے:

تمہارا بیڑا غرق۔۔ تم نے تو اپنے بیٹوں کی محمد (ﷺ) کی بیٹیوں سے شادیاں کرکے اس کے غموں کا بوجھ اپنے اوپر لاد رکھا ہے' اگر تم اس کی بیٹیاں اس کے گھر پہنچا دو' تو وہ آن واحد میں تمہارے سامنے سرنگوں ہوجائے گا۔

سب نے مل کر کہا: یہ تجویز بہت خوب ہے۔ بعد ازاں وہ ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اسے کہنے لگے: اپنی بیوی کو طلاق دے دو' اور اسے اس کے باپ کے گھر واپس لوٹا دو' ہم تمہاری شادی قریش کی ایسی دوشیزہ کے ساتھ کردیں گے جس کی طرف تم اشارہ کرو گے۔

اس نے کہا: بخدا! ایسا نہیں ہو سکتا میں اپنی بیوی کو طلاق نہیں دوں گا میں اپنی بیوی کے مقابلے میں دنیا کی تمام عورتوں کو ہیچ سمجھتا ہوں۔ صورت حال یہ تھی کہ اس سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی دو بیٹیوں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی گئی تھی۔ ان کے واپس گھر آنے پر رسول اقدس ﷺ خوش ہوئے اور اطمینان کا سانس لیا' آپ کی دلی خواہش تھی کہ ابوالعاص بھی میری بیٹی زینب کو طلاق دے دے' لیکن آپ اپنی اس خواہش کو بزدر بازد پورا نہیں کرسکتے تھے' اور ان دنوں مومن عورت کا مشرک مرد سے نکاح کی حرمت کا حکم بھی نازل نہیں ہوا تھا۔

○

جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں آپ ﷺ کو استحکام نصیب ہوا تو قریش آپ سے نبرد آزما ہونے کے لئے مقام بدر پہنچ گئے انہوں نے ابوالعاص کو بھی اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کیا۔

حالانکہ وہ مسلمانوں سے لڑائی کرنے پر آمادہ نہ تھا اور نہ ہی مسلمانوں کے بالمقابل آنے میں اسے کوئی دلچسپی تھی' لیکن اپنی قوم میں امتیازی حیثیت کی بنا پر مجبوراً قریش کے ساتھ بدر کی طرف جانا پڑا۔

غزوۂ بدر میں مشرکین مکہ کو ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا' اور بڑے بڑے سرکشوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ کچھ لوگ قتل کردیئے گئے' بعض کو گرفتار کرلیا گیا اور ان میں سے ایک گروہ بھاگنے میں کامیاب ہوگیا۔ قیدیوں میں حضرت زینب بنت محمد ﷺ کا خاوند ابوالعاص بھی تھا۔

○

نبی اکرم ﷺ نے قیدیوں کو آزاد کرنے کے لئے حسب مراتب ایک ہزار سے لے کر چار ہزار درہم تک فدیہ مقرر کردیا۔ قیدیوں کو آزاد کرانے کے لئے فدیہ کی رقم لے کر قاصدوں کی مدینہ منورہ آمد و رفت شروع ہوگئی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کو آزاد کرانے کے لئے ایک شخص کو فدیہ کی رقم دے کر مدینہ منورہ بھیجا۔ فدیہ کے مال میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا وہ ہار بھی

شامل کردیا جو ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے انہیں شادی کے موقع پر دیا تھا۔ جب یہ ہار رسول اقدس ﷺ نے دیکھا' تو غم و اندوہ سے آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور دل پر رقت طاری ہوگئی۔ پھر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا:

زینب رضی اللہ عنہا نے ابوالعاص کو چھڑانے کے لئے یہ مال بطور فدیہ بھیجا ہے' اگر ہو سکے تو اس کے قیدی کو آزاد کردو اور اس کا مال واپس لوٹا دو۔

سب نے بیک زبان کہا: یارسول اللہ ﷺ! ہم ویسے ہی کریں گے جس سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو اطمینان حاصل ہو۔

○

نبی ﷺ نے ابوالعاص کو قید سے آزاد کرنے سے پہلے یہ شرط لگادی کہ مکہ جاتے ہی بلا تاخیر زینب کو مدینہ بھیج دے۔

ابوالعاص نے وعدے کے مطابق اپنی بیوی حضرت زینب کو مدینہ روانہ ہونے کے لئے کہا اور یہ انہیں بتایا کہ مکہ سے کچھ فاصلے پر آپ کے والد مکرم کے بھیجے ہوئے قاصد انتظار کررہے ہوں گے' ان کے لئے زاد راہ اور سواری کا انتظام بھی کردیا' اور اپنے بھائی عمرو بن ربیع کو کہا کہ ان کے ہمراہ جائے' اور قاصدوں کے سپرد کر آئے۔

○

عمرو بن ربیع نے اپنی کمان کندھے پر لٹکائی' اور ترکش ہاتھ میں لی' حضرت زینب کو ہودج میں بٹھایا' اور دن کے وقت قریش کی نظروں کے سامنے علی الاعلان مکہ سے روانہ ہوئے' قریش یہ منظر دیکھ کر بھڑک اٹھے' اور ان کا پیچھا کیا' ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ انہیں جالیا' حضرت زینب کو دھمکیاں دینے لگے۔

یہ صورت حال دیکھ کر عمرو بن ربیع نے اپنی ترکش سے تیر نکال کر کمان میں رکھا' اور بولا: بخدا! جو شخص بھی میرے قریب آئے گا میں اس کی گردن میں تیر ماروں گا۔ یہ بڑے تیرانداز تھے ان کا کوئی نشانہ خالی نہیں جاتا تھا۔

صورت حال کو بھانپتے ہوئے ابوسفیان بن حرب سامنے آئے اور پیار بھرے لہجے میں کہنے لگے! بیٹا! اپنا تیر روکو' ہم تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات سن کر اس نے تیر

روک لیا۔ ابوسفیان نے اس سے کہا: تم نے یہ اچھا نہیں کیا۔ زینب کو تم ہمارے آنکھوں کے سامنے علانیہ لئے جارہے ہو۔ عرب غزوۂ بدر میں پیش آنے والی رسوائی اور اس کے باپ کے ہاتھوں لگے چرکوں کو ابھی بھولے نہیں۔

اگر تم اس طرح علانیہ اس کی بیٹی کو یہاں سے لے جاؤ گے تو عرب ہمیں بزدلی' ذلت و رسوائی کا طعنہ دیں گے' میری بات مانو' اسے ابھی واپس لے جاؤ' اسے اپنے خاوند کے گھر کچھ دن رہنے دو۔ جب لوگوں کو یقین ہو جائے گا کہ ہم نے اسے واپس لوٹا لیا ہے تو موقع پاکر چپکے سے اسے لے جانا اور باپ کے پاس چھوڑ آنا۔ ہمیں اسے یہاں روکنے میں کوئی دلچسپی نہیں۔

عمرو بن ربیع نے ابوسفیان کی یہ بات مان لی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو واپس مکہ لوٹا کر لے گیا۔

چند دنوں کے بعد رات کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے ہمراہ لیا اور بھائی کی تلقین کے مطابق رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصدوں کے حوالے کر آیا۔

○

ابوالعاص اپنی بیوی کی جدائی کے بعد ایک مدت تک مکہ میں اکیلا رہا' فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے تجارتی سلسلہ میں شام روانہ ہوا' جب مکہ کی جانب واپس لوٹا' تو اس کے ہمراہ سو اونٹ اور ایک سو ستر افراد پر مشتمل تجارتی قافلہ تھا' یہ قافلہ جب مدینہ کے قریب پہنچا تو مجاہدین نے اونٹ اپنے قبضے میں لے لئے اور اس کے آدمیوں کو گرفتار کر لیا' لیکن ابوالعاص ان کے ہاتھ نہ لگا اور وہ آنکھ بچا کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

جب رات کی تاریکی چھا گئی تو ابوالعاص اندھیرے سے فائدہ اٹھاتا ہوا دبے پاؤں مدینہ میں داخل ہوا اور اپنی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے پناہ طلب کی تو انہوں نے پناہ دے دی۔

○

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کے لئے نکلے اور نماز پڑھانے کے لئے محراب میں کھڑے ہوئے' تکبیر تحریمہ کہی' لوگوں نے بھی تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز کے لئے نیت باندھ

لی' تو پیچھے عورتوں کی صف سے حضرت زینب نے باآواز بلند پکار کر کہا: لوگو' میں زینب بنت محمد ﷺ ہوں۔ میں نے ابوالعاص کو پناہ دی ہے تم بھی اسے پناہ دے دو۔

جب نبی اکرم ﷺ نے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم نے وہ بات سنی ہے جو میں نے سنی ہے؟ سب نے کہا ہاں یارسول اللہ ﷺ! آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! مجھے پہلے اس واقعہ کے بارے میں کچھ علم نہیں۔ میں نے ابھی یہ بات سنی ہے' مسلمانوں میں سے ایک ادنیٰ شخص بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔

پھر آپ گھر گئے اور اپنی بیٹی سے کہا: ابوالعاص کی عزت کرنا' لیکن تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے۔ کہ تم اس کے لئے حلال نہیں ہو۔ پھر آپ نے ان لوگوں کو بلایا جنہوں نے اس کے اونٹ پکڑے تھے اور آدمیوں کو گرفتار کیا تھا۔ ان سے کہا: دیکھو جیسا کہ تم جانتے ہو کہ یہ شخص ہم میں سے ہے۔ تم نے اس کا مال اپنے قبضے میں لے لیا۔ میری خواہش ہے کہ تم اس پر احسان کرتے ہوئے اس کا مال واپس لوٹا دو اور اگر تم لوٹانا نہیں چاہتے تو یہ مال غنیمت ہے' اسے روکنے کا بھی تمہیں پورا پورا حق ہے۔

سب نے بیک زبان کہا: یارسول اللہ ﷺ! ہم بخوشی اس کا مال واپس لوٹانے کے لئے تیار ہیں۔

ابوالعاص! جب اپنا مال وصول کرنے کے لئے آیا تو مجاہدین نے کہا: ابو العاص! تم قریش کے ایک معزز فرد ہو اور رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے اور داماد ہو' اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو ہم تمہارا سارا مال واگذار کر دیتے ہیں تم اہل مکہ کے مال سے خوب فائدہ اٹھاؤ اور ہمارے ساتھ مدینہ میں رہو۔ یہ بات سن کر اس نے کہا: کیا میں اپنے نئے دین کا آغاز دھوکے سے کروں' ایسا نہیں ہو سکتا۔

○

ابوالعاص! مال سے لدے ہوئے اپنے اونٹ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوگیا' منزل مقصود پر پہنچ کر ہر ایک کو اس کا حق ادا کیا' پھر فرمایا:

اے خاندان قریش کیا کسی کا کوئی مال میرے پاس ہے کہ ابھی اس نے مجھ سے

وصول نہ کیا ہو؟

سب نے کہا: نہیں' تم سلامت رہو ہم نے تمہیں وفادار' شریف النفس اور دیانتدار پایا ہے۔

پھر ابو العاص نے فرمایا: سن لو! میں نے تمہارے حقوق پورے کر دیئے۔ اور اب تمہارے سامنے میں اعلان کرتا ہوں۔ اَشْھَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں"

اللہ کی قسم! حضرت محمد ﷺ کے پاس مدینہ میں اسلام قبول کرنے سے صرف اس چیز نے روکا' مجھے اس بات کا اندیشہ تھا کہ تم یہ خیال کرو گے کہ میں نے تمہارا مال کھانے کے لئے اسلام قبول کیا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے مجھے مال تمہارے سپرد کر دینے کی توفیق دی اور میں نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی' تو میں اب اسلام قبول کرتا ہوں۔

پھر یہ روانہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ ﷺ بڑی شفقت سے پیش آئے۔ اور بیوی ان کے حوالے کر دی۔ آپ ﷺ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔

ابو العاص نے مجھ سے بات کی تو سچ بولا۔ مجھ سے وعدہ کیا تو پورا کیا۔

○

حضرت ابو العاص بن الربیع کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۲۳۹/۱

۲۔ اسد الغابۃ ۱۸۵/۶

۳۔ انساب الاشراف ۳۹۷

۴۔ الاصابۃ ۱۲۱/۴

۵۔ الاستیعاب	۱۲۵/۴
٦۔ السیرۃ النبویہ لابن ھشام	۳۰٦/۲
۷۔ البدایہ والنہایہ	۳۵۴/٦
۸۔ حیاۃ الصحابہ	چوتھی جلد کی فہرست دیکھیے

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ

جو کوئی جنگ لڑے اسے چاہیئے کہ عاصم بن ثابت کی طرح جنگ لڑے۔ (فرمان نبوی)

سید المرسلین حضرت محمد ﷺ سے مقابلہ کرنے کے لئے قریش سب کے سب احد کی طرف نکلے مقابلہ آرائی کے لئے لشکر میں سردار بھی موجود تھے اور غلام بھی۔

غزوۂ بدر میں بری طرح شکست کھا جانے کی بنا پر ان کے سینے مسلمانوں کے خلاف بغض و کینہ سے اٹے ہوئے تھے' اپنے مقتولین کا بدلہ لینے کے لئے ان کا خون جوش مار رہا تھا۔

انہوں نے اپنے ہمراہ قریش کی عورتیں بھی لے لیں تاکہ وہ مردوں کو جنگ کے لئے ابھاریں اور جوانوں کے دلوں میں آبائی غیرت کے دیپ جلائیں اور انہیں پل بھر کے لئے بھی مضمحل نہ ہونے دیں' ان عورتوں میں ابو سفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ' اور عمرو بن عاص کی بیوی ریطہ بنت منبہ اور طلحہ کی بیوی سلافہ بنت سعد اپنے تینوں بیٹوں مسافع' جلاس اور کلاب کے ہمراہ لشکر میں شامل ہوئیں ان کے علاوہ بھی بہت سی عورتیں شامل لشکر تھیں۔ جب جنگ احد میں دونوں فوجوں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا تو ہند بنت عتبہ اور دیگر چند عورتیں اٹھیں اور صفوں کے پیچھے جا کھڑی ہوئیں' ان کے ہاتھوں میں ڈھولکیاں تھیں انہوں نے ڈھولک کی تھاپ پر یہ گانا شروع کر دیا۔

اِنْ تُقْبِلُوْا نُعَانِقْ وَنَفْرِشِ النَّمَارِقْ
اوتُدْبِرُوْا نُفَارِقْ فَرَاقَ غیر وَامِقْ

اگر تم آگے بڑھو گے تو ہم گلے ملیں گی۔ اور تمہارے لئے تکیئے لگائیں گی۔ اگر تم پیٹھ

پھیر کر بھاگ نکلے تو ہم تمہیں دھتکار دیں گی۔

جذبات سے لبریز ترانہ شہسواروں کے سینوں میں قبائلی غیرت کی آگ بھڑکاتا۔ اور ان کے شوہروں کے سینوں میں جادو کا اثر کرتا۔ پھر جنگ سرد پڑ گئی۔ مسلمانوں پر قریش کو غلبہ حاصل ہو گیا' تو عورتیں فتح کے نشہ میں سرشار میدان کارزار میں رقص کناں ہوئیں اور شہداء کی لاشوں کا مثلہ کرنے لگیں' انہوں نے جوش انتقام میں لاشوں کے پیٹ چاک کر دیئے' آنکھیں نکال دیں' کان اور ناک کاٹ دیئے' ان میں سے ایک عورت کا غصہ اس سے بھی ٹھنڈا نہ ہوا تو اس نے میدان بدر میں قتل ہو جانے والے اپنے باپ' بھائی اور چچا کا انتقام لینے کے خیال سے لاشوں کے ناک' کان کاٹ کر دھاگے میں پروئے۔ ایک کو ہار کے طور پر گلے میں ڈالا اور دوسرے کا پازیب بنایا۔

○

لیکن سلافہ بنت سعد کی اپنی قریشی سہیلیوں سے الگ تھلگ شان ہی نرالی تھی۔ وہ بڑی بے چینی کے ساتھ اپنے خاوند اور تین بیٹوں کا شدت سے انتظار کر رہی تھی کہ اگر وہ نظر آجائیں تو میں بھی فتح و کامیابی کی خوشی میں دوسری عورتوں کے ساتھ شریک ہو سکوں' اس کا دیر تک انتظار کرنا رائیگاں گیا' تو وہ معرکہ آرائی کے میدان میں لاشوں کے چہروں کو ٹٹولتی ہوئی دور تک چلی گئی' اچانک وہ کیا دیکھتی ہے کہ اس کا خاوند خون میں لت پت موت کے منہ میں جا چکا ہے تو وہ غضبناک شیرنی کی طرح بپھر گئی اور انتہائی پھرتی کے ساتھ اپنے بیٹوں مسافع' کلاب اور جلاس کو میدان کے کونے کونے میں تلاش کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد انہیں دیکھا کہ ان کی لاشیں احد کی چٹانوں پر بکھری پڑی ہیں۔ مسافع اور کلاب تو موت کے گھاٹ اتر چکے تھے' اور تیسرا بیٹا جلاس آخری سانس لے رہا تھا۔

سلافہ غم و اندوہ میں مبتلا اپنے بیٹے کے پاس بیٹھ گئی۔ اس کا سر اپنی گود میں لیا' چہرے اور پیشانی سے خون صاف کرنا شروع کیا۔ اس کی زندگی بچانے کے لئے سر توڑ کوشش کرنے لگی۔ اس ہولناک منظر کو دیکھ کر اس کی آنکھوں کے آنسو بھی خشک ہو گئے' آہ و بکا کے عالم میں اپنے بیٹے سے پوچھا: میرے لخت جگر! تجھے کس نے یہ گہرے زخم لگائے' اس نے جواب دینا چاہا لیکن اکھڑا ہوا سانس جواب دینے میں رکاوٹ بن گیا۔

اس نے بار بار پوچھا کہ تجھے کس نے کچوکے لگائے؟ اس نے بڑی مشکل سے اکھڑتے ہوئے سانس کے ساتھ جواب دیا کہ مجھے میرے باپ اور بھائیوں کو عاصم بن ثابت نے مارا۔

○

یہ سن کر سلافہ بنت سعد دیوانہ وار دھاڑیں مار کر رونے لگی اور لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہنے لگی' میری آتش غضب اس وقت تک ٹھنڈی نہیں ہوگی جب تک قریش عاصم بن ثابت سے بدلہ نہیں لیں گے اور شراب نوشی کے لئے اس کے سر کی کھوپڑی مجھے نہیں دیں گے۔

پھر اس نے یہ اعلان کردیا کہ جو اسے زندہ پکڑ کر لے آئے یا اس کا سر لے آئے تو میں اسے منہ مانگی دولت دوں گی' اس کا یہ اعلان قریش میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا۔ ہر نوجوان کے دل میں یہ تمنا انگڑائیاں لینے لگی کہ کاش یہ انعام میرے حصے میں آئے' اور میں عاصم بن ثابتؓ کو تہہ تیغ کرنے کا اعزاز حاصل کرسکوں۔

○

غزوۂ احد کے بعد مسلمان مدینہ کی طرف واپس لوٹے اور معرکہ آرائی کے متعلق آپس میں باتیں کرنے لگے۔ شہداء کے لئے رحمت کی دعا اور غازیوں کی ہمت و جرأت کا تذکرہ نہایت ادب و احترام سے کرنے لگے۔ دوران گفتگو حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کے کارنامے کا تذکرہ کرتے ہوئے بڑے تعجب کا اظہار کیا کہ عاصمؓ نے ایک ہی گھر کے چار افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

حاضرین میں سے ایک نے کہا:

بھلا اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟ کیا آپ کو یاد نہیں غزوۂ بدر سے پہلے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے سوال کیا تھا کہ تم کیسے لڑو گے؟ تو عاصم بن ثابت کھڑے ہوئے کمان اپنے ہاتھ میں پکڑی اور کہا: جب دشمن سو ہاتھ کے فاصلے پر ہوگا تو لڑائی تیر اندازی سے ہوگی۔

جب دشمن اور زیادہ قریب آجائے گا تو لڑائی نیزے کے ساتھ ہوگی' یہاں تک کہ

نیزے ٹوٹ جائیں گے۔ اور جب نیزے ٹوٹ جائیں تو پھر لڑائی تلوار سے دست بدست ہو گی۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

واقعی جنگ اسی طرح لڑنی چاہئے۔

جو دشمن سے جنگ لڑنا چاہتا ہے' تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ عاصم بن ثابت کی طرح جنگ لڑے۔

○

غزوۂ احد کو ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے چھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک خاص مشن پر روانہ کیا اور ان کا امیر حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

یہ منتخب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے مشن پر روانہ ہوگئے۔ مکہ مکرمہ سے ابھی تھوڑے سے فاصلے پر تھے' کہ قبیلہ ہذیل کی ایک جماعت کو ان کے بارے میں علم ہوگیا تو وہ سرپٹ ان کی طرف دوڑے اور انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اپنی تلواریں نکال لیں' اور مقابلے کے لئے تیار ہوگئے۔ یہ منظر دیکھ کر بنو ہذیل کہنے لگے:

آج تم ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتے' بخدا! ہم تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتے' اگر تم ہتھیار ڈال دو تو ہم اللہ تعالٰی کو گواہ بنا کر تم سے عہد کرتے ہیں کہ تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا' یہ تجویز سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ گویا کہ وہ مشورہ کررہے ہیں کہ اب کیا کریں حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا:

میں تو مشرکوں کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالوں گا۔ پھر انہیں سلافہ بنت سعد کی نذر یاد آئی اپنی تلوار سونتی اور یہ دعا کی:

الٰہی! میں تیرے دین کی حفاظت اور اس کا دفاع کرتا ہوں' ازراہ کرم میرے گوشت اور ہڈیوں کی حفاظت فرما' اور میرے جسم کا گوشت اور ہڈیاں دشمنان خدا کے ہاتھ نہ لگیں۔ پھر بنو ہذیل پر حملہ کردیا' اور ان کے دو ساتھی بھی حملہ آور ہوئے' وہ بے جگری

سے لڑے' یہاں تک کہ یکے بعد دیگرے قتل ہو کر گر گئے' باقی تین ساتھیوں نے دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد انہوں نے بدعہدی کی۔

○

پہلے پہل تو قبیلہ ہذیل کو یہ پتا نہیں لگا تھا کہ قتل ہونے والوں میں عاصم بن ثابتؓ بھی ہے۔ جب انہیں پتہ چلا تو بہت خوش ہوئے' خاطر خواہ انعام ملنے کے تصور میں بہت خوش ہوئے۔

چونکہ سلافہ بنت سعد نے یہ نذر مان رکھی تھی کہ اگر وہ حضرت عاصم بن ثابتؓ کے سر کی کھوپڑی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی تو اس میں شراب نوشی کرے گی۔ اور ساتھ ہی اس نے یہ اعلان بھی کیا ہوا تھا کہ جو اسے زندہ پکڑ کر لائے یا مردہ حالت میں' بہر دو صورت وہ اسے منہ مانگی رقم دے گی۔

○

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شہادت سے چند گھنٹے بعد قریش کو ان کی لاش کا علم ہوا۔ بنو ہذیل مکہ کے قریب مقیم تھے۔

زعمائے قریش نے ان کے پاس اپنی طرف سے ایک قاصد بھیجا اور ان سے حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سر کا مطالبہ کیا' تاکہ سلافہ بنت سعد کا غصہ ٹھنڈا کر سکیں اور وہ اپنے بیٹوں کے قاتل کے سر کی کھوپڑی میں شراب پی کر اپنے غم کو ہلکا کر سکے۔

قریش نے اپنے قاصد کو وافر مقدار میں مال بھی دیا تھا تاکہ وہ بنو ہذیل کو قیمتی تحائف اور نقد مال دے کر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا سر لینے میں کامیاب ہو سکے۔

○

بنو ہذیل حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا سر کاٹنے کے لئے ان کے جسد اطہر کے قریب ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے سر اور جسم کے ہر حصے کو بے شمار شہد کی مکھیوں اور بھڑوں نے گھیرے میں لے رکھا ہے۔

جونہی وہ ان کے جسم کے قریب ہوئے مکھیوں اور بھڑوں نے ان کی آنکھوں' چہروں اور جسم کے ہر حصے پر زہریلے ڈنگ مارے اور انہیں دور بھگا دیا۔

یکے بعد دیگرے کوشش کرنے کے بعد جب وہ مایوس ہوگئے اور جسم تک پہنچنے کی صورت نظر نہ آئی تو ایک دوسرے سے کہنے لگے۔

چھوڑو! رات آنے دو۔ جب رات کا اندھیر چھا جائے گا' تو بھڑیں جسم سے الگ ہوجائیں گی' تو پھر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکتے ہو۔ یہ تجویز سن کر سبھی تھوڑی دور بیٹھ کر انتظار کرنے لگے۔

○

ابھی دن ختم نہیں ہوا تھا اور رات شروع ہوئی تھی کہ گھنے سیاہ بادل آسمان پر نمودار ہوئے بادل کڑکا اور فضا میں لرزا طاری ہوگیا۔ ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ عمر رسیدہ لوگوں نے بتایا کہ ہم نے اپنی زندگی میں اس جیسی بارش کبھی نہیں دیکھی تھی۔

جلد ہی راستے اور گلیاں ندی نالوں کا منظر پیش کرنے لگیں' نشیبی علاقے پانی سے بھر گئے' سیلاب کی مانند چاروں طرف پانی ہی پانی دکھائی دینے لگا۔

جب صبح ہوئی تو بنو ہذیل حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی لاش ہر جگہ تلاش کرنے لگے' لیکن کہیں اس کا سراغ نہ ملا۔

سیلاب اسے بہاکر کہیں دور نامعلوم جگہ پر لے گیا۔

دراصل اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی دعا قبول کرلی اور ان کے جسم اطہر کی حفاظت کی۔

اور ان کے باعزت سر کو اس ذلت آمیز سلوک سے بچالیا کہ اس کی کھوپڑی میں شراب پی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو مومنوں پر غالب نہ ہونے دیا۔

○

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابہ (مترجم) ۴۳۴۰

۲۔ الاستیعاب ۱۳۲/۳

۳۔ اسد الغابة (مترجم)	۲۶۶۴
۴۔ الطبقات الکبری	۲/۴۱، ۴۳، ۵۵، ۷۹/ ۳/ ۹۰
۵۔ حلیة الاولیاء	۱/۱۱۰
۶۔ صفة الصفوة	فہرست دیکھئے
۷۔ تاریخ الطبری	جلد ۱۰ کی فہرست دیکھئے
۸۔ البدایه والنهایه	۳/ ۶۲۔۶۹
۹۔ تاریخ خلیفه بن خیاط	۷۲، ۳۶
۱۰۔ السیرة النبویة لابن هشام	فہرست دیکھئے
۱۱۔ المعبر فی التاریخ	۱۱۸
۱۲۔ دیوان حسان بن ثابت	
۱۳۔ حیاة الصحابه	جلد چہارم کی فہرست دیکھئے

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب

"حضرت صفیہؓ وہ پہلی مسلمان خاتون ہیں جس نے دین الٰہی کے دفاع میں ایک مشرک کو موت کی نیند سلا دیا" (مؤرخین)

بھلا یہ رانی کون ہے جو فہم و فراست کے اعلیٰ معیار پر فائز ہے اور مرد جس کے کارناموں کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں؟

یہ بہادر صحابیہ کون ہے جسے تاریخ اسلام میں ایک مشرک کو قتل کرنے کا سب سے پہلے اعزاز حاصل ہوا؟

یہ وہ محتاط و زیرک خاتون ہے جس نے مسلمانوں کے لئے ایک ایسے بہادر بیٹے کو جنم دیا جس نے اسلام کی سربلندی کے لئے سب سے پہلے تلوار ہاتھ میں لی؟

بلاشبہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب ہے۔

○

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب کو مجد و شرف ہر جانب سے حاصل ہے:

ان کا باپ عبدالمطلب بن ہاشم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا اور قریش کے ہرد لعزیز سردار تھے اور ان کی والدہ ہالہ بنت وہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب کی بہن تھیں۔ ان کا پہلا خاوند حارث بن حرب بنو امیہ کے سردار ابو سفیان بن حرب کا بھائی تھا' وہ فوت ہو گیا۔

اور ان کا دوسرا خاوند عوام بن خویلد' سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کا بھائی تھا۔ جنہیں امہات المؤمنین میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔

اور ان کا بیٹا زبیر بن عوام حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔

کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی شرف ہے جسے حاصل کرنے کے لئے لوگوں کے دلوں میں کوئی طمع پیدا ہو۔

○

اس کا خاوند عوام بن خویلد فوت ہوا تو اس نے اپنے پیچھے زبیر نامی ایک چھوٹا سا بچہ چھوڑا۔ والدہ نے جنگی نقطۂ نگاہ سے اپنے بچے کی تربیت نہایت سخت انداز سے کی' کھیلنے اور دل لبھانے کے لئے تیر و کمان مہیا کئے' ہر خوفناک جگہ اور پر خطر مقام میں دھکیل دیا اگر اس نے ان مقامات پر جانے سے کبھی تھوڑا انکار یالیت و لعل سے کام لیا تو بری طرح پٹائی کرتی' حتی کہ ایک مرتبہ تو ان کے چچا نے والدہ کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا: کیا اس طرح بچوں کو مارا جاتا ہے۔ تیرے اس طرز عمل سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ تجھے اس بچے کے ساتھ عناد ہے۔ تو اس نے ارتجالاً فرمایا:

جو یہ کہتا ہے کہ میں اس بچے سے بغض رکھتی ہوں وہ جھوٹ بولتا ہے۔
میں تو اسے اس لئے مارتی ہوں تاکہ یہ عقل مند ہو جائے۔
اور یہ لشکر کو شکست فاش دے سکے۔
اور کامیاب و کامران ہو کر اپنے گھر کو لوٹے۔

○

جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی معظم ﷺ کو حق و صداقت اور رشد و ہدایت کا پیغام دے کر مبعوث فرمایا' اور لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور یہ حکم دیا کہ سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں سے دینی دعوت کا آغاز کریں

آپ نے بنو عبد المطلب کے مرد و زن اور چھوٹے بڑوں کو جمع کرکے یہ ارشاد فرمایا:

اے فاطمہ! بنت محمد رسول اللہ ﷺ' اے صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبد المطلب' اے بنو عبد المطلب آگاہ رہو' میں اللہ کی جانب سے تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں' قیامت کے روز صرف عمل ہی کام آئیں گے۔ پھر انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی' اور اپنی رسالت کا اقرار کرنے کی تلقین کی۔ ان میں سے بعض خوش قسمت لوگوں نے نور الٰہی کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا اور بعض بد قسمت اس روشنی سے محروم رہے' لیکن حضرت

صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کو سب سے پہلے ایمان لانے اور تصدیق کرنے والوں میں شامل ہونے کا شرف عظیم حاصل ہوا۔

اسی طرح حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حسب و نسب اور اسلام قبول کرنے کا عزو شرف بیک وقت حاصل ہو گیا۔

○

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور ان کا نوجوان بیٹا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نورانی جماعت کے ساتھ مل گئے' اور انہیں بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح قریش کی جانب سے بے شمار تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔

جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا تو اس ہاشمی سیدہ نے مکہ معظمہ میں اپنی جملہ یاد داشتیں' فخر و مباہات اور تمام تر ترجیحات کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کی جانب رضائے الٰہی کے لئے ہجرت کا سفر اختیار کیا۔

○

باوجودیکہ یہ عظیم خاتون اپنی عمر کی ساٹھ بہاریں دیکھ چکی تھیں' لیکن انہوں نے میدان ہائے جہاد میں ایسے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو تاریخ میں سنہری باب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے دو کارنامے پیش خدمت ہیں۔ ان میں سے ایک غزوہ احد میں سرانجام دیا اور دوسرا غزوۂ خندق میں۔

○

غزوۂ احد میں یہ عظیم خاتون دیگر خواتین کے ہمراہ لشکر اسلام میں شامل ہوئیں۔ انہوں نے سپاہیوں کو پانی پلانے' زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے اور تیر و کمان کو درست کرنے کی خدمات سرانجام دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ لشکر میں شمولیت کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ معرکہ آرائی کا بچشم خود ملاحظہ کر سکیں۔ آپ اس لئے بھی حوصلہ مند اور پر عزم تھیں کہ آپ کے بھتیجے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی بھائی شیر خدا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور بیٹا حواری رسول علیہ السلام حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ان کے ہمراہ تھے۔ اور سب سے بڑھ کر اسلامی حمیت و غیرت اور ایمانی جرأت و شجاعت شامل حال تھی۔ اسلام کی سربلندی کے لئے ہی ہجرت

کا راستہ اختیار کیا اور اس میں ہی جنت کا راستہ دکھائی دیا۔

○

غزوۂ احد میں جب اس نے دیکھا کہ میدان جنگ میں چند ایک کے علاوہ تمام رسول اللہ ﷺ سے دور ہٹ چکے ہیں.....

اس نے دیکھا کہ ایک مسلح دشمن نبی اکرم ﷺ کے قریب پہنچا ہی چاہتا ہے اور خطرہ ہے کہ وہ آپ کو جانی نقصان پہنچائے گا' گھبراہٹ میں اپنا مشکیزہ زمین پر پھینکا اور اس شیرنی کی طرح جھپٹی جس کے بچے پر حملہ کر دیا گیا ہو' ایک شکست خوردہ صحابی کے ہاتھ سے نیزہ چھینا اور دشمن کی صفوں کو چیرتی ہوئی اور اپنے نیزے سے دشمن کے چہروں کو چھیلتی ہوئی آگے بڑھی اور مسلمانوں کو جھنجھوڑتی ہوئی کہنے لگی:

مسلمانو! تم پر افسوس تم رسول اللہ ﷺ! کو اکیلے چھوڑ کر دور ہٹ گئے ہو!

جب نبی اکرم ﷺ نے اسے پر جوش انداز میں آگے بڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ گھبرائے کہ کہیں اپنے شہید بھائی حمزہ کی لاش کو نہ دیکھ لے جسے دشمن نے بری طرح مسل رکھا تھا۔

آپ ﷺ نے اس کے بیٹے سے کہا: زبیر' اسے روکیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر کہا:

امی جان! رک جائیے! امی جان! رک جائیے۔

مجھ سے دور ہٹ جاؤ۔

بیٹے نے عرض کیا: امی جان! رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے' آپ واپس آ جائیں۔

فرمایا! کیوں؟ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ میرے بھائی کے اللہ کی راہ میں ناک کان کاٹ دیئے گئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا:

اسے جانے دیں' اس کا راستہ نہ روکیں۔

○

جب جنگ کی آگ ماند پڑ گئی تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حمزہ کی لاش

دیکھی۔ ان کا پیٹ چاک کردیا گیا تھا۔ ان کا جگر نکال لیا گیا تھا' ناک اور کان کاٹ دیئے گئے تھے۔ اور چہرے پر گہرے زخم لگائے گئے تھے۔ بہن نے بھائی کے حق میں مغفرت کی دعا کی اور بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

بھائی جان یہ سب کچھ اللہ کی راہ میں ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہوں۔

اللہ کی قسم! میں صبر کروں گی' اور عنداللہ ثواب کی امید رکھوں گی۔

○

یہ تو غزوۂ احد میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا مثالی اور قابل تقلید کارنامہ تھا' لیکن انہوں نے غزوۂ خندق میں جو کارنامہ سرانجام دیا' وہ ان کی ہمت وجرأت اور عقل و دانش کا شاہکار تھا۔

تاریخ کے آئینہ میں اس حیرت انگیز واقعہ کا مشاہدہ کریں۔

○

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی آپ کسی غزوہ پر روانگی کا ارادہ کرتے تو مسلم خواتین اور بچوں کی رہائش کا انتظام قلعہ میں کرتے تاکہ دشمن انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔

غزوۂ خندق میں مدینہ کی تمام مسلم خواتین اور بچوں کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس قلعہ میں محفوظ کردیا گیا جو انہیں اپنے اجداد سے ورثہ میں ملا تھا۔ یہ قلعہ ہر طرف سے انتہائی محفوظ تھا۔

مسلمان خندق کے کنارے قریش کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے تھے۔ دشمن کے بالمقابل آنے کی وجہ سے عورتوں اور بچوں کی طرف مکمل توجہ نہ دے سکے۔

ایک صبح منہ اندھیرے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کیا دیکھتی ہیں کہ قلعہ کے نزدیک ایک سایہ متحرک ہے اور کسی کے پاؤں کی آہٹ بھی سنی' غور سے دیکھا تو انہیں ایک یہودی قلعے کی جانب بڑھتا ہوا دکھائی دیا' اور وہ قلعے کے اندرونی حالات معلوم کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ اس کی حرکات دیکھ کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو یقین ہوگیا کہ یہ تو اپنی قوم کے

لئے جاسوسی کررہا ہے اور یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ قلعے کے اندر مرد بھی ہیں یا صرف عورتیں اور بچے ہی ہیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دل میں کہا:

بنو قریظہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیے گئے عہد و پیمان کو پامال کرکے مسلمانوں کے خلاف قریش سے تعاون کرنا شروع کردیا ہے۔

اب قلعے کے اندر کوئی مرد نہیں جو عورتوں اور بچوں کے دفاع کے لئے آگے بڑھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم دشمن کے مقابلے میں مصروف ہیں۔

اگر یہ دشمن قلعے کی اندرونی صورت حال سے آگاہ ہوکر اپنی قوم کو بتانے میں کامیاب ہوگیا' تو یہودی موقع کو غنیمت جانتے ہوئے عورتوں اور بچوں کو قید کرلیں گے اور یہ اندوہناک صورت حال مسلمانوں کے لئے سوہان روح ثابت ہوگی۔

○

اس نازک موقع پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنا دوپٹہ سر پر باندھا اور ایک پٹکا کمر میں کس لیا' لاٹھی ہاتھ میں لی اور قلعے کے دروازے پر پہنچ گئیں۔ بڑی احتیاط کے ساتھ دروازے میں ایک چھوٹا سا سوراخ کرلیا اور اس میں سے دشمن کا بڑی احتیاط اور بیدار مغزی کے ساتھ انتظار کرنے لگیں' جب وہ قریب آیا تو انہوں نے بڑے زور سے لاٹھی اس کے سر پر دے ماری اور وہ چکرا کر گر پڑا۔ اس کے بعد تابڑ توڑ لاٹھیوں کی بوچھاڑ کردی' یہاں تک کہ وہ موت کے منہ میں چلا گیا' آپ آگے بڑھیں' چھری سے اس کی گردن کاٹی اور قلعے کے اوپر سے سر نیچے پھینک دیا اور وہ لڑھکتا ہوا ان یہودیوں کے سامنے جاگرا جو اس کا شدت سے انتظار کر رہے تھے اپنے ساتھی کا سر دیکھ کر وہ گھبرا گئے اور انہیں یقین ہوگیا کہ قلعے کے اندر بھی مجاہدین موجود ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قلعے میں اکیلا نہیں چھوڑا۔ یہ صورت حال دیکھ کر وہ الٹے پاؤں پیچھے مڑ گئے۔

○

اللہ سبحانہ وتعالیٰ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے راضی ہوگیا۔ بلاشبہ انہوں نے مسلمان

خواتین کے لئے ایک روشن مثال قائم کی۔

اپنے اکلوتے فرزند کی احسن طریق سے تربیت کی۔ اپنے بھائی کی لاش کو دیکھ کر انتہائی صبرو تحمل کا مظاہرہ کیا۔

مشکلات و مصائب کو صبر و استقامت سے برداشت کیا' اور تاریخ کے صفحات میں یہ بات ثبت ہو گئی کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب وہ پہلی عظیم خاتون ہے جس نے جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک مشرک کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

○

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ اسد الغابة	۱۷۳/۷
۲۔ الطبقات الکبری	۴۱/۸
۳۔ سیر اعلام النبلاء	۱۹۳/۲
۴۔ الاصابة	۳۴۸
۵۔ الاستیعاب	۳۴۵/۴
۶۔ سمط اللالی	۱۸/۱
۷۔ حیاة الصحابه	۱۵۴/۱
۸۔ السیرة النبویه	فہرست دیکھئے
۹۔ ذیل تاریخ الطبری	فہرست دیکھئے
۱۰۔ الکامل فی التاریخ	فہرست دیکھئے
۱۱۔ اعلام النساء	۳۴۶-۳۴۱/۲
۱۲۔ فتوح البلدان	
۱۳۔ الاغانی	فہرست دیکھئے
۱۴۔ المستطرف	فہرست دیکھئے
۱۵۔ المعارف لابن قتیبه	فہرست دیکھئے
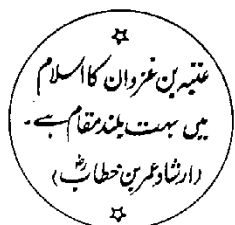
حضرت عُتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ

امیرالمؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز کے بعد بستر پر لیٹے تاکہ کچھ دیر آرام کرلیں اور رات کو گشت کے لئے تازہ دم ہوسکیں' لیکن خلیفۃ المسلمین کو ایرانی سرحد پر لڑی جانے والی جنگ کی صورت حال کے پیش نظر نیند نہیں آرہی تھی ڈاک کے ذریعے انہیں معلوم ہوا۔ کہ لشکر اسلام جونہی اس قابل ہوتا ہے کہ ایک زور دار حملے سے ایرانیوں کو پسپا کردے کہ کسی نہ کسی طرف سے انہیں کمک پہنچ جاتی ہے اور وہ دوبارہ اپنی قوت کو مجتمع کرکے مسلمانوں کے سامنے ڈٹ جاتے ہیں۔

امیرالمؤمنین کو بتایا گیا' ابلہ شہر سے ایرانیوں کو کمک بہم پہنچائی جاتی ہے۔ آپ نے عزم کرلیا کہ ابلہ کو فتح کرنے کے لئے لشکر روانہ کروں گا۔ تاکہ ایرانیوں کو کمک موصول ہونے کا راستہ منقطع کردیا جائے' لیکن آپ کے پاس افرادی قوت کی بہت کمی تھی۔

اس لئے کہ نوجوان اور بوڑھے راہ خدا میں جہاد کے لئے اپنے گھروں سے روانہ ہوچکے تھے اور ان کے بعد مدینہ طیبہ میں صرف چند افراد موجود تھے۔

اس موقع پر آپ نے اپنا معروف حربہ استعمال کیا۔

اور وہ یہ کہ افرادی کمی کو تجربہ کار سپہ سالار کے ذریعہ پورا کیا جائے۔

مدینہ میں موجود تمام افراد کی فہرست سامنے رکھ کر ہر ایک کی صلاحیتوں کا بغور جائزہ لینے لگے' بڑی طویل سوچ و بچار کے بعد یک دم یہ کہتے ہوئے نعرہ زن ہوئے۔ میں نے اسے پالیا۔

ہاں ہاں میں نے اسے پالیا۔

پھر بستر پر دراز ہوتے ہوئے فرمانے لگے:

یہ ایک ایسا مجاہد ہے جس نے بدر' احد' غزوۂ خندق اور دیگر غزوات میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

اس کی تلوار اور تیر کا نشانہ کبھی خطا نہیں گیا۔

پھر اسے حبشہ اور مدینہ کی جانب ہجرت کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔

اور وہ ان خوش نصیب سات مسلمانوں میں سے ہے جنہیں سب سے پہلے مسلمان ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

جب صبح ہوئی امیرالمؤمنین نے ارشاد فرمایا:

عتبہ بن غزوان کو میرے پاس بلاؤ۔

اور اس کی کمان میں تین سو انیس مجاہدین کا لشکر ابلہ کی جانب روانہ کردیا' اور یہ وعدہ بھی کیا کہ میں تمہاری مدد کے لئے وافر تعداد میں اور مجاہدین بھی بھیجوں گا:

جب یہ چھوٹا سا لشکر کوچ کرنے کے لئے تیار ہوا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ قائد لشکر عتبہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمانے لگے:

عتبہ! دیکھنا میں تجھے سرزمین ابلہ کی جانب روانہ کررہا ہوں' یہ دشمن کے قلعوں میں سے ایک مضبوط قلعہ ہے۔ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے پر امید ہوں کہ وہ تیری مدد کرے گا۔

جب وہاں جاکر پڑاؤ کرو تو سب سے پہلے اس کے باشندوں کو اللہ کی طرف دعوت دینا۔ ان میں سے جو تیری بات مان لے اسے قبول کرلینا: اور جو انکار کردے اس سے جزیہ وصول کرنا۔ اگر وہ جزیہ دینے سے انکاری ہوں تو بے خوف و خطر ان کی گردنوں پر تلوار چلانا۔

اے عتبہ! اپنے منصب کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ کبر و نخوت سے بچنا۔ کہیں یہ تمہاری آخرت خراب نہ کردے اس بات کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلو: تجھے رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا اعزاز حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے ذلت کے بعد عزت عطا کی' کمزوری کے بعد قوت عطا کی' تم اس وقت لشکر کے امیر اور ہردلعزیز قائد ہو: تم جو بات کہو گے اسے بغور سنا جائے گا' تم جو حکم دو گے اسے بلاچون وچرا مانا جائے گا' دیکھنا

کہیں اس نعمت کو غلط استعمال نہ کر بیٹھنا' ورنہ آخرت میں پچھتانا پڑے گا۔

اللہ مجھے اور تمہیں اپنی پناہ میں رکھے۔

○

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ اپنا یہ لشکر لے کر روانہ ہوگئے' اس لشکر میں ان کی بیوی کے علاوہ دیگر پانچ مجاہدین کی بیگمات بھی شامل تھیں۔

ابلہ شہر کے قریب ایک سرسبز جگہ پر پڑاؤ کیا' لشکر کے پاس کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں تھی۔ جب بھوک نے زور پکڑا تو حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے چند لوگوں سے کہا کہ کھانے کے لئے کوئی چیز تلاش کرکے لائیں' وہ خوراک تلاش کرنے کے لئے چل نکلے' تاکہ بھوک کا مداوا ہوسکے۔ یہاں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا ان میں ایک نے بتایا:

ہم کھانے کے لئے کوئی چیز تلاش کررہے تھے' ہم چلتے چلتے درختوں کے ایک جھنڈ میں داخل ہوئے' وہاں دو مٹکے پڑے ہوئے تھے۔ ایک میں کھجوریں تھیں اور دوسرے میں سفید رنگ کے چھوٹے چھوٹے دانے تھے جن پر زرد رنگ کا چھلکا تھا۔ ہم نے دونوں مٹکے اٹھالئے اور لشکر کے پاس لے آگئے۔

ہم میں سے ایک ساتھی نے اس مٹکے کو دیکھا جس میں سفید رنگ کے دانے تھے اور کہنے لگا: یہ تو زہر ہے جو دشمن نے تمہارے لئے تیار رکھا ہے اس کے قریب نہ جانا:

ہم کھجوروں کی طرف لپکے اور انہیں کھانا شروع کردیا۔ اتنے میں ایک گھوڑا اپنی رسی تڑا کر سیدھا اس مٹکے کی طرف آیا جس میں دانے تھے اور انہیں کھانا شروع کردیا۔

بخدا! ہم نے ارادہ کیا کہ گھوڑے کو ذبح کرلیں ورنہ زہر سے اس کی موت واقع ہوجائے گی۔

ایک ساتھی نے کہا: رہنے دیجئے' میں رات بھر پہرہ دوں گا اگر مرنے لگا تو میں فوراً اسے ذبح کرلوں گا۔ جب صبح ہوئی دیکھا کہ گھوڑے کو تو کچھ بھی نہیں ہوا۔

تو میری بہن نے کہا۔

بھائی جان! میں نے اپنے والد سے سنا ہے' وہ فرمایا کرتے تھے کہ زہر کو اگر آگ پر بھون دیا جائے' تو اس سے کچھ نقصان نہیں ہوتا۔

پھر بہن نے تھوڑے سے دانے لئے ہنڈیا میں ڈالے اور نیچے آگ جلادی۔
تھوڑی دیر بعد کہنے لگی کہ آؤ دیکھو ان کا رنگ کس طرح سرخ ہوگیا ہے اور چھلکا اتر رہا ہے اور اندر سے سفید رنگ کے دانے برآمد ہو رہے ہیں۔ ہم نے کھانے کے لئے وہ دانے ایک بڑے پیالے میں ڈالے تو امیر لشکر نے ارشاد فرمایا:
اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔
ہم نے کھائے تو بڑا مزا آیا۔
بعد میں ہمیں پتا چلا کہ ان دانوں کا نام چاول ہے:

○

ابلہ جسے فتح کرنے کے لئے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ چڑھائی کی تھی' دجلہ کے کنارے پر واقع ایک محفوظ شہر تھا' ایرانیوں نے یہاں اسلحہ محفوظ کرنے کے لئے بڑے سٹور بنا رکھے تھے اور قلعہ کے برجوں پر اپنے دشمنوں پر نگاہ رکھنے کے لئے رصد گاہیں تعمیر کر رکھی تھیں۔
ان تمام تر انتظامات اور اپنی افرادی قوت اور اسلحہ کی کمی کے باوجود حضرت عتبہ بن غزوانؓ کی جنگی کاروائی کے راستے میں کوئی چیز رکاوٹ نہ بن سکی۔
آپ کے ہمراہ لشکر میں صرف چھ سو جنگجو تھے۔ تلواروں اور نیزوں کے علاوہ کوئی اسلحہ نہیں تھا۔ اب صرف خدا داد فہم و فراست کے ذریعے ہی کامیابی حاصل کی جاسکتی تھی۔

○

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے نیزوں کی لکڑیوں کے ساتھ جھنڈے آویزاں کر کے لشکر میں شامل خواتین کے ہاتھوں میں تھمادیئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ لشکر کے پیچھے چلیں۔ اور ان سے یہ بھی ارشاد فرمایا: جب ہم شہر کے قریب پہنچ جائیں' تو ہمارے پیچھے اس قدر غبار اڑائیں جس سے فضا اٹ جائے:
جب لشکر اسلام ابلہ شہر کے قریب پہنچا' تو ایرانی لشکر باہر نکلا جب انہوں نے لشکر اسلام کی اپنی طرف پیش قدمی دیکھی' اور دیکھا کہ جھنڈے ان کے پیچھے لہرا رہے ہیں۔ اور

ان کے پیچھے غبار سے پوری فضا بھری ہوئی ہے' تو ایک دوسرے سے کہنے لگے۔

یہ تو مقدمتہ الجیش ہے۔ ان کے پیچھے بہت بڑا لشکر غبار اڑاتے ہوئے آگے بڑھ رہا ہے۔ ہم تو ان کے مقابلے میں بہت تھوڑے ہیں۔

ان کے دل مرعوب ہوگئے گھبراہٹ کے عالم میں جلدی جلدی اپنی ایسی قیمتی اشیاء اٹھائیں جن کا وزن بہت کم تھا' اور ان کشتیوں پر بیٹھ کر بھاگ نکلے جو ہنگامی حالات سے نپٹنے کے لئے دریائے دجلہ کے کنارے لنگر انداز تھیں۔ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کسی جانی نقصان کے بغیر فاتحانہ انداز میں ابلہ میں داخل ہوئے' پھر اس کے بعد ارد گرد کے شہروں اور بستیوں کو بھی فتح کرلیا: یہاں سے اتنا مال غنیمت ہاتھ لگا جسے شمار کرنا دشوار تھا۔ اور ہر اندازے کو مات کرگیا۔ یہاں تک کہ کامیابی کے بعد ایک مجاہد مدینہ منورہ واپس لوٹا' تو لوگوں نے اس سے پوچھا:

ابلہ میں مسلمانوں کا کیا حال ہے؟

تو اس نے کہا:

بھلا کس چیز کے بارے میں پوچھتے ہو؟

خدا کی قسم! میں انہیں اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ سونے اور چاندی میں کھیلتے ہیں۔ اور لوگ پروانہ وار ابلہ میں رہائش اختیار کرنے کے لئے دوڑے آرہے ہیں۔

O

اس موقع پر حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ لشکر اسلام کا ان مفتوحہ شہروں میں زیادہ دیر قیام کرنا انہیں آرام طلب بنادے گا۔ اور یہ مجاہد یہاں کے باشندوں کی عادات اپنالیں گے اور ان کے جنگی عزائم ماند پڑجائیں گے' تو انہوں نے امیرالمؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا اور ان سے بصرہ شہر آباد کرنے کی اجازت طلب کی اور مجوزہ جگہ کی نشاندہی بھی کردی۔ امیرالمؤمنین نے یہ شہر آباد کرنے کی انہیں اجازت دے دی۔

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے اس نئے شہر کا نقشہ بنایا۔ سب سے پہلے ایک بہت بڑی مسجد تعمیر کی۔ اس مسجد کو اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی تمام تر مساعی کا مرکز بنایا۔ یہیں پر جہاد

فی سبیل اللہ کے لئے قافلے ترتیب دیئے جاتے۔

مسجد کے ذریعے ہی انہوں نے دشمنان خدا پر غلبہ حاصل کیا۔

اس لئے شہر میں فوجیوں نے اپنے گھر بھی تعمیر کئے' لیکن حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے کوئی گھر نہیں بنایا' اور آپ نے ہمیشہ خیمہ میں ہی رہائش رکھی اور وہ اپنے تئیں اس پر خوش تھے۔

○

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ بصرہ میں رہائش پذیر مسلمانوں کے دلوں میں ایسی دنیا در آتی ہے جس سے انسان کا دل غافل ہو جاتا ہے۔

انہوں نے دیکھا کہ تھوڑا عرصہ ہی پہلے وہ لوگ جو چاول جیسے کھانے سے بھی ناآشنا تھے' وہ اب ایرانیوں کے طرح طرح کے لذیذ کھانوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ انہیں اس دنیا سے اپنے دین کا خطرہ لاحق ہوا اور دنیا سے اپنی آخرت خراب ہونے کا اندیشہ پیدا ہوا' تو لوگوں کو کوفہ کی مسجد میں جمع کیا اور یہ خطاب فرمایا:

لوگو! یہ دنیا ختم ہونے والی ہے' تم یہاں سے ایک ایسے گھر کی طرف منتقل ہونے والے ہو' جس پر کوئی زوال نہیں ہو گا' تو وہاں نیک اعمال لے کر جاؤ' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سات صحابہ میں ہوں جنہیں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا' ہم درختوں کے پتے کھا کر گذارا کیا کرتے تھے جس سے بعض اوقات ہمارے منہ زخمی ہو جاتے۔

ایک روز گری ہوئی چادر میرے ہاتھ لگی میں نے اسے پھاڑ کر دو حصوں میں تقسیم کیا' ایک کو میں نے بطور تہبند باندھا اور دوسرا حصہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کو تہبند باندھنے کے لئے دیا۔ اب ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا گورنر ہے۔ میں اس بات سے اللہ کے حضور پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے تئیں عظیم بنوں اور اللہ کے ہاں ذلیل شمار کیا جاؤں۔ پھر حاضرین میں سے ایک کو اپنا نائب مقرر کیا اور انہیں الوداع کہہ کر مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔

جب امیرالمؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اپنا استعفیٰ

پیش کردیا۔ لیکن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کا استعفیٰ قبول نہیں کیا اور انہیں بصرہ واپس جاکر اپنا منصب سنبھالنے کا حکم دیا' انہوں نے بادل نخواستہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم مانااور اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے۔

اور یہ دعا کی:

الٰہی! مجھے واپس نہ لوٹانا----

الٰہی! مجھے واپس نہ لوٹانا---

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی مدینہ سے ابھی تھوڑے ہی فاصلے پر پہنچے تھے کہ اونٹنی لڑکھڑائی اور حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ سر کے بل گرتے ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ○

○

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابہ (مترجم)	۵۴۱۱
۲۔ الاستیعاب	۳/۱۱۳
۳۔ تاریخ الاسلام علامہ ذھبی	۲/۷
۴۔ اسد الغابہ	۳/۳۶۳
۵۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط	۱/۹۵۔۹۸
۶۔ البدایہ والنہایہ	۱۰/۴۸
۷۔ معجم البلدان	۱۰/۴۳۰
۸۔ الطبقات الکبری	۷/۱
۹۔ تاریخ طبری	جلد ۱۰ کی فہرست دیکھئے
۱۰۔ سیر اعلام النبلاء	۱/۲۲۱۔۲۲۲
۱۱۔ حیاۃ الصحابہ	جلد چہارم کی فہرست دیکھئے

حضرت نُعیم بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نُعیم بن مسعودؓ جانتا ہے کہ جنگ میں دھوکہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے

نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک زندہ دل' بیدار مغز' چاق و چوبند اور ایسا جرأت مند' بہادر نوجوان تھا جسے مشکلات و مصائب عاجز و درماندہ نہ کر سکتی تھیں' اللہ تعالیٰ نے اسے فہم و فراست' عقل و دانش اور باریک بینی کا وافر حصہ عطا کر رکھا تھا' لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ شوقین مزاج' رنگین طبع اور عیش و عشرت کا دلدادہ بھی تھا' رنگین مزاجی میں یثرب میں بسنے والے یہودیوں سے بھی دو قدم آگے تھا' جب بھی اس کے دل میں کسی مغنیہ سے ملاقات اور گانا سننے کا شوق پیدا ہوتا تو وافر مقدار میں مال و متاع لے کر نجد سے سوئے یثرب روانہ ہو جاتا وہاں پہنچ کر یثرب کے باشندوں پر بے دریغ دولت نچھاور کرتا تاکہ وہ خوش ہو کر اس کے لئے دل پسند عیش و عشرت کا ماحول مہیا کریں' اس لئے نعیم کا یثرب میں اکثر آنا جانا رہتا اور یثرب کے یہودیوں سے اس کے گہرے تعلقات قائم ہو چکے تھے۔ خاص طور پر بنو قریظہ سے اس کی بہت گہری دوستی تھی۔

○

جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو رشد و ہدایت اور حق و صداقت کا سرچشمہ دین اسلام دے کر بھیجا اور اس طرح انسانیت پر اپنے فضل و کرم کی برکھا برسائی اور اسلام کی نورانی کرنوں سے مکہ معظمہ کے در و دیوار چمک اٹھے' لیکن نعیم بن مسعود اپنی دھن میں مگن رہا' دین جدید سے اس لئے پہلو تہی اختیار کی کہ یہ میری عیش و عشرت میں رکاوٹ بن جائے گا۔ اس طرح یہ اسلام کے بدترین دشمنوں کے ساتھ مل گیا' تاکہ اپنی تلوار سے اس کی بیخ کنی کر سکے۔

○

لیکن نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے غزوہ احزاب میں ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا جو اسلامی تاریخ میں ایک سنہری باب کی حیثیت سے ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اس کارنامے نے جنگی تاریخ میں ایک ایسی کہانی جنم دی جسے سن کر بڑے بڑے دانشور ورطہ حیرت میں پڑ گئے۔

○

نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ کارنامہ جاننے کے لئے آپ کو ذرا ساپس منظر میں جھانکنا پڑے گا۔

غزوۂ احزاب سے چند روز پہلے یثرب کے یہودی بنو نضیر حرکت میں آئے اور رسول اقدس ﷺ سے نبرد آزما ہونے کے لئے آپس میں منظم ہو کر تیاریاں کرنے لگے۔ تاکہ یکبارگی زور دار حملے سے رسول ﷺ اور اس کے لائے ہوئے دین کا کام تمام کردیا جائے' اس سلسلہ میں مدینہ کے زعمائے یہود مکہ میں قریش کے پاس گئے انہیں مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کے لئے آمادہ کیا' اور ان سے یہ پختہ عہد کیا کہ جونہی تمہاری فوجیں مدینہ کے قریب پہنچیں گی' ہم پوری تیاری کے ساتھ تمہارا استقبال کرتے ہوئے تم میں شامل ہو جائیں گے۔

پھر زعمائے یہود کا یہ وفود نجد کی طرف روانہ ہوا اور وہاں جاکر بنو غطفان سے ملا اور انہیں اسلام اور نبی اکرم ﷺ کے خلاف بھڑکایا' اور دین جدید کی بیخ کنی کے لئے آمادہ کرنے کی بھرپور کوشش کی اور رازدارانہ انداز میں انہیں اپنے اور قریش کے مابین طے پاجانے والے معاہدے کے بارے میں آگاہ کیا' بالآخر بنو غطفان کے ساتھ بھی وہی معاہدہ طے پایا گیا جو قریش کے ساتھ طے پایا تھا۔

○

قریش اپنے قائد ابوسفیان بن حرب کی زیر کمان بڑے طمطراق سے مکہ سے سوئے مدینہ روانہ ہوئے' لشکر میں گھوڑ سوار بھی تھے اور پاپیادہ بھی قابل ذکر کوئی قریشی بھی مکہ میں نہ رہا' اسی طرح بنوغطفان اپنے سپہ سالار عینہ بن حص غطفانی کی قیادت میں نجد سے

روانہ ہوئے۔ بنو غطفان کے لشکر میں اس داستان کے ہیرو جناب نعیم بن مسعود بھی تھے۔

جب رسول اقدس ﷺ کو دشمن افواج کی آمد کا پتہ چلا تو مشورے کے لئے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اکٹھا کیا' سوچ و بچار کے بعد یہ بات طے پائی کہ حفاظتی اقدامات کے طور پر مدینہ منورہ کے ارد گرد خندق کھودی جائے' اتنے بڑے لشکر کا دفاع کرنے کے لئے یہ خندق بہت مفید ثابت ہوگی۔

○

مکہ اور نجد سے آنے والے دونوں لشکر جونہی مدینہ منورہ کے قریب پہنچے یہودی قبیلے بنو نضیر کے زعماء مدینہ میں آباد بنو قریظہ کے پاس پہنچے اور انہیں نبی اکرم ﷺ کے خلاف لڑائی میں بھرپور شرکت کی دعوت دی' اور انہیں مکہ اور نجد سے آنے والے لشکروں کا خیر مقدم کرنے کے لئے آمادہ کیا' بنو قریظہ کے زعماء نے انہیں کہا:

آپ لوگوں نے دل پسند اور مرغوب کام کی طرف ہمیں دعوت دی ہے ہم بھی یہی چاہتے ہیں' لیکن تم جانتے ہو کہ ہماری یہ مجبوری ہے۔ کہ ہمارے اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان یہ معاہدہ طے پاچکا ہے کہ ہم مدینہ میں امن و آشتی سے رہیں گے اور تم جانتے ہو کہ اس تحریری معاہدے کی سیاہی ابھی خشک نہیں ہوئی۔

ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر حضرت محمد ﷺ اس لڑائی میں کامیاب ہوگئے' تو ان کی ہم پہ گرفت مضبوط ہوجائے گی اور وہ ہمیں معاہدہ توڑنے کے جرم میں تہس نہس کرکے رکھ دیں گے لیکن بنو نضیر کے زعماء انہیں مسلسل معاہدہ توڑنے کے لئے اکساتے رہے' اور اس سلسلہ میں انہیں سبز باغ دکھلاتے رہے' اور انہوں نے فیصلہ کن انداز میں کہا کہ اس دفعہ مسلمان اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔ اور یہ بھی بتایا کہ ہماری مدد کے لئے دو بڑے لشکر بس پہنچا ہی چاہتے ہیں۔

بالآخر بنو قریظہ نے بنو نضیر کی چکنی چپڑی باتوں سے متاثر ہوکر رسول اقدس ﷺ کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا' اور تحریری دستاویز کو پھاڑ ڈالا اور مسلمانوں کے خلاف غزوۂ احزاب میں شمولیت کا اعلان کردیا' یہ خبر مسلمانوں پر بجلی بن کر گری۔

○

رسول اکرم ﷺ نے یہ محسوس کیا کہ اب وہ دونوں جانب سے دشمن کے نرغے میں ہیں قریش اور بنو غطفان ہمارے مقابلے کے لئے باہر سے آ رہے ہیں اور بنو قریظہ مدینہ منورہ کے اندر سے ہمارے مقابلے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں' ان کے علاوہ وہ لوگ جن کے دلوں میں نفاق کا مرض تھا' کہنے لگے کہ حضرت محمد ﷺ کا تو ہم سے وعدہ تھا کہ ہم کسریٰ و قیصر کے مالک بن جائیں گے۔ اور آج ہماری یہ حالت ہے کہ ہم میں سے کوئی بے خوف بیت الخلاء تک بھی نہیں جاسکتا' پھر وہ یکے بعد دیگرے مسلمانوں سے علیحدہ ہونے لگے' انہیں یہ اندیشہ تھا کہ داخلی محاذ سے بنو قریظہ کے حملہ آور ہونے کی بنا پر ہماری عورتیں بچے اور گھر محفوظ نہیں رہیں گے۔ اب صورت حال یہ ہوگئی کہ چند سینکڑے وہی مسلمان آپ کے ساتھ رہ گئے جو پختہ ایمان کے حامل تھے' دشمن کی جانب سے محاصرے کو تقریباً بیس دن گزر چکے تھے۔ اندرونی و بیرونی اعتبار سے حالات ناگفتہ بہ صورت اختیار کر چکے تھے۔ اس نازک ترین اور اندوہ ناک صورت حال کو دیکھ کر ایک رات رسول اکرم ﷺ بارگاہ رب العالمین میں گڑگڑاتے ہوئے بار بار یہ فرمانے لگے۔

الٰہی! اپنے وعدے کے مطابق ہماری مدد فرما:

الٰہی! اپنے وعدے کے مطابق ہماری مدد فرما:

○

ادھر آپ فرما رہے تھے اور ادھر نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ بستر پر لیٹے بڑی بے چینی کے ساتھ کروٹیں لے رہے تھے' بے تابی و اضطراب کی وجہ سے نیند نہیں آ رہی تھی۔ اپنی نگاہ کو صاف و شفاف آسمان پر جگمگاتے تاروں میں دوڑا رہے تھے۔ اور گہری سوچ میں پڑے ہوئے تھے' پھر وہ اپنے دل سے محو گفتگو ہوئے اور کہنے لگے۔ نعیم تجھ پر افسوس!

نجد جیسے دور دراز علاقے سے برگزیدہ شخص اور اس کے ساتھیوں سے تم کیوں لڑنے آئے ہو؟ تم کسی چھنے ہوئے حق کو حاصل کرنے' یا پامال شدہ عزت کو بحال کرنے کے لئے تو ان سے نہیں لڑ رہے' تم بغیر کسی وجہ کے لڑنے آئے ہو۔

کیا تجھ جیسے دانشمند شخص کے لئے مناسب ہے کہ وہ بلاوجہ کسی کو مارے یا خود مرے؟

نعیم! تجھ پر صد افسوس۔ بھلا تجھے کیا چیز برانگیخت کرتی ہے کہ تم ایک ایسے برگزیدہ شخص کے مقابلے میں آؤ جو اپنے ماننے والوں کو عدل و انصاف اور صدقہ و خیرات کا حکم دیتا ہے؟

بھلا تجھے کیا چیز انگیخت کرتی ہے کہ تم اپنا نیزہ اس کے ان ساتھیوں کے خون میں رنگو جنہوں نے اس رشد و ہدایت کے پیغام کی پیروی کی جو آپ ﷺ ان کے پاس لے کر آئے؟

جناب نعیم کے دل میں یہ خیالات و افکار گردش کر رہے تھے کہ اچانک انہوں نے ایک انقلابی اقدام کرنے کا تاریخی فیصلہ کرلیا۔ اور سوچا کہ اس فیصلہ کو فوری طور پر نافذ کردیا جائے۔

○

نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ رات کی تاریکی میں اپنی چھاؤنی سے نکلے اور تیز تیز چلتے ہوئے رسول اقدس ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ جب نبی اکرم ﷺ نے اسے اپنے سامنے تسلیم و رضا اور ادب و احترام کی تصویر بنے کھڑے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا:

کیا تم نعیم بن مسعود ہو؟

عرض کیا: ہاں یارسول اللہ ﷺ:

فرمایا: اس وقت یہاں کیسے آئے ہو؟

عرض کیا: حضور ﷺ میں اس لئے حاضر ہوا ہوں تاکہ یہ گواہی دوں کہ: اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور جو بھی پیغام آپ لے کر آئیں وہ برحق ہے۔

پھر اس کے بعد عرض کرنے لگے:

یارسول اللہ ﷺ! میں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ اور میرے مسلمان ہونے کا میری قوم کو ابھی علم نہیں ہوا' اب جو بھی آپ مجھے حکم دیں گے' میں برضا و رغبت اسے بجالاؤں گا۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم واپس اپنی قوم میں جاؤ اور کوئی ایسی چال چلو جس سے دشمن کے موجودہ محاصرے میں اضمحلال پیدا ہو' اور وہ پسپا ہونے پر مجبور ہو جائے' کیونکہ لڑائی میں دھوکہ دہی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ ﷺ! چشم ماروشن دل ماشاد
میں دشمن کے خلاف ایسی چال چلوں گا کہ آپ دیکھ کر خوش ہو جائیں گے۔

○

نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ فوری طور پر بنو قریظہ کے پاس پہنچے۔ وہ پہلے ان کے ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے۔

ان سے کہا:

اے بنو قریظہ! تم جانتے ہو کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ اور تمہارے لئے کس قدر خیر خواہی کے جذبات رکھتا ہوں۔

انہوں نے کہا ہاں' آپ ہمارے جگری دوست ہیں۔

اس نے کہا:

اس لڑائی میں قریش اور بنو غطفان کی حیثیت تم سے مختلف ہے۔

انہوں نے پوچھا' وہ کیسے؟

اس نے کہا' یہ تمہارا شہر ہے' اس میں تمہارا مال' اولاد اور عورتیں ہیں۔ تم اس شہر کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتے۔ یہ قریش اور بنو غطفان کا شہر نہیں ان کے مال' اولاد' عورتیں کسی دوسرے شہر میں ہیں۔ وہ حضرت محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں سے لڑائی کرنے آئے ہیں' انہوں نے تمہیں مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ توڑنے اور اپنی مدد کے لئے تمہیں پکارا' تو تم نے ان کی بات کو تسلیم کرلیا۔ اگر وہ اس لڑائی میں کامیاب ہوگئے' تو اسے غنیمت سمجھیں گے اور جی بھر کر مال غنیمت سمیٹ کر لے جائیں گے۔ اگر لڑائی میں ناکام ہوگئے' تو اپنے گھروں کو واپس لوٹ جائیں گے اور تمہیں یہاں مسلمانوں کا نشانہ بننا پڑے گا۔ اور تم جانتے ہو کہ اس صورت حال میں تم کچھ نہ کرسکو گے۔

انہوں نے کہا:

تم سچ کہتے ہو' ہم کیا کریں' تمہاری کیا رائے ہے؟

اس نے کہا:

میری مخلصانہ رائے یہ ہے کہ تم اس شرط پر اس لڑائی میں ان کا ساتھ دو کہ وہ اپنے چند معزز افراد تمہارے پاس بطور گروی رکھیں۔ اس طرح وہ تمہارے شانہ بشانہ مسلمانوں کے خلاف آخر دم تک لڑیں گے' یا وہ کامیاب ہوں گے یا اس میدان میں وہ فنا ہو جائیں گے۔

انہوں نے کہا:

آپ نے بڑے پتے کی بات کی ہے۔ آج آپ نے دوستی و خیر خواہی کا حق ادا کر دیا:

پھر وہ ان کے پاس سے اٹھے اور سیدھے قریش کے سردار ابوسفیان بن حرب کے پاس گئے اور ان سے کہا:

اے خاندان قریش! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ مجھے تم سے محبت ہے اور محمد ﷺ سے عداوت ہے۔

مجھے آج ایک بات کا پتہ چلا اور میں تمہیں فوراً بتانے چلا آیا۔ تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ اسے چھپائے رکھنا اور میرے حوالے سے کسی کو نہ بتانا۔

انہوں نے کہا:

بالکل ٹھیک' ہمارا آپ سے وعدہ رہا۔ ہم کسی کو نہیں بتائیں گے۔

اس نے کہا:

بنو قریظہ محمد ﷺ سے جھگڑے پر بڑے ہی نادم ہوئے ہیں اور انہوں نے محمد ﷺ کی طرف یہ پیغام بھیجا ہے' کہ ہم اپنے کئے پر بہت شرمندہ ہیں۔ ہمیں معاف کیا جائے۔ ہم دوبارہ آپ کے ساتھ امن و آشتی کے ساتھ رہنے کا معاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ اگر چاہیں تو قریش اور بنو غطفان کے بیشتر معروف افراد آپ کے سپرد کرنے کا اہتمام کر دیں گے' چاہیں تو آپ ان کی گردنیں اڑا دیں' پھر ہم آپ کے شانہ بشانہ ان کے خلاف لڑیں گے' یہاں تک کہ آپ ان کا کام تمام کر سکیں۔

پھر اس نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اگر یہودی، تمہارے افراد اپنے پاس گروی رکھنے کا مطالبہ کریں تو کوئی اپنا فرد ان کے سپرد نہ کرنا۔

ابو سفیان نے یہ باتیں سن کر کہا:

تم ہمارے بہترین دوست اور گواہ ہو:

آپ کو جزائے خیر نصیب ہو۔

پھر نعیم، ابو سفیان کے پاس سے اٹھے اور سیدھے اپنی قوم بنو غطفان کے پاس پہنچے اور ان سے وہی باتیں کیں جو بنو سفیان سے کی تھیں۔ اور انہیں بھی صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے اسی طرح ڈرایا جس طرح ابو سفیان کو اندرونی خطروں سے خوفزدہ کیا تھا۔

○

ابو سفیان نے بنو قریظہ کا امتحان لینے کے لئے اپنے بیٹے کو ان کے پاس بھیجا۔

بیٹے نے بنو قریظہ سے کہا: اباجان آپکو سلام کہتے ہیں، اور انہوں نے یہ پیغام دیا ہے۔

مسلمانوں کا محاصرہ بہت طول اختیار کر گیا ہے۔ جس سے ہم اکتا گئے ہیں۔

ہم نے اب فیصلہ کیا ہے ہم محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں سے فیصلہ کن جنگ کریں گے: اباجان نے مجھے تمہارے پاس اسے لئے بھیجا ہے کہ تمہیں اس جنگ میں شرکت کی دعوت دوں۔ کل آپ کو مقابلے میں شریک ہونے کے لئے وہاں آنا ہو گا۔

یہ بات سن کر انہوں نے کہا:

کل تو ہفتہ ہو گا۔ یہ ہمارا مبارک دن ہے اس دن ہم کوئی کام نہیں کرتے، اور دوسری بات یہ ہے، کہ اس وقت ہم تمہارے ساتھ مل کر لڑائی نہیں کریں گے جب تک تم اپنے اور قبیلہ غطفان کے ستر معزز افراد ہمارے پاس گروی نہیں رکھو گے۔

ہمیں خطرہ ہے کہ جب لڑائی شدت اختیار کر جائے گی تو تم یہاں سے بھاگ جاؤ گے اور ہمیں بے یار و مدد گار مسلمانوں کا تختۂ مشق بننے کے لئے چھوڑ جاؤ گے۔ تم جانتے ہو کہ ہم میں یہ سکت نہیں کہ اکیلے ان کا مقابلہ کر سکیں۔

جب ابو سفیان کا بیٹا اپنی قوم کے پاس واپس آیا اور انہیں وہ سب کچھ بتایا جو بنو قریظہ سے سنا تھا، تو سب نے بیک زبان کہا: تف بندروں اور خنزیروں کی اولاد نے بڑی کمینگی کا

مظاہرہ کیا ہے۔
بخدا! اگر وہ ہم سے گروی رکھنے کے لئے ایک بکری کا مطالبہ کریں تو وہ بھی ہم ان کے سپرد نہیں کریں گے۔

○

اسی طرح نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ دشمن کی صفوں میں پھوٹ ڈالنے میں کامیاب ہو گئے۔
اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قریش اور ان کے ہمنوا قبائل پر ایسی تیز آندھی چلائی جس سے ان کے خیمے اکھڑ گئے' کھانے کے برتن الٹ گئے' آگ کے چولہے بجھ گئے' چہرے خاک آلود ہو گئے' آنکھیں غبار سے اٹ گئیں۔
دم دبا کر بھاگ جانے کے علاوہ ان کے لئے کوئی چارہ کار باقی نہ رہا۔
جب مسلمانوں نے دشمنان خدا کو پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے دیکھا تو نعرۂ تکبیر بلند کیا۔
اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہنے لگے۔
سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے اپنے بندے کی مدد کی۔ اپنے لشکر کو عزت و سرفرازی نصیب فرمائی۔ اور دشمن کے لشکر کو شکست فاش سے دوچار کر دیا۔

○

غزوۂ احزاب کے بعد حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک انتہائی قابل اعتماد حیثیت اختیار کر گئے: انہیں بہت سے فرائض سونپے گئے' اور کئی مواقع پر لشکر اسلام کا جھنڈا ان کے ہاتھ تھمایا گیا' فتح مکہ کے دن ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کو بغور دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے ایک شخص کو قبیلہ غطفان کا جھنڈا اٹھائے ہوئے دیکھا۔
ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس کھڑے ہوئے شخص سے پوچھا یہ کون ہے جس کے ہاتھ میں جھنڈا ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ ہے۔
اس نے کہا: غزوۂ خندق میں اس نے ہمارے ساتھ ایسا داؤ کھیلا کہ جس سے ہم چکرا گئے۔
بخدا! یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا۔ اور آج جھنڈا ہاتھ میں لئے اپنی قوم کی قیادت

کرتے ہوئے لشکر اسلام میں شامل ہے اور ہم سے لڑائی کرنے آرہا ہے۔

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابۃ (مترجم)	۸۷۷۹
۲۔	۸۵۴/۰
۳۔ اسد الغابۃ	۳۴۸/۰
۴۔ انساب الاشراف	۳۴۵'۳۴۰
۵۔ السیرۃ النبویہ لابن ھشام	
۶۔ حیاۃ الصحابہ	جلد چہارم کی فہرست دیکھئے

حضرت خبّاب بن اَرت رضی اللہ عنہ

> ”اللہ خبّاب پر رحم کرے، اس نے دلی رغبت سے اسلام قبول کیا، خوشی سے ہجرت کی اور بحیثیت مجاہد زندگی بسر کی۔“
>
> (فرمان علی بن ابی طالبؓ)

ام انمار خزاعیہ مکہ معظمہ میں غلاموں کی منڈی میں گئی' وہ چاہتی تھی کہ ایک ایسا غلام خرید لائے جس سے وہ گھریلو خدمت بھی لے اور اسے کوئی کاروبار بھی سکھلادے جو اس کے لئے مالی طور پر مفید اور نفع بخش ثابت ہو' وہ ان غلاموں کو بغور دیکھنے لگی جنہیں بیچنے کے لئے منڈی میں لایا گیا تھا' اس کی نگاہ انتخاب ایک ایسے بچے پر پڑی جو صحت مند تھا اور ابھی وہ سن بلوغت کو نہیں پہنچا تھا' شرافت کے آثار اس کے چہرے سے نمایاں تھے' اسے یہ ہونہار بچہ پسند آ گیا۔ قیمت ادا کی اور اسے اپنے ساتھ لے کر گھر کی طرف روانہ ہو گئی' راستے میں ام انمار نے بچے سے پوچھا:

ارے لڑکے! تیرا نام کیا ہے؟

بتایا: خباب

اس نے پوچھا: تیرے باپ کا نام؟

بتایا: ارت

پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟

بتایا: نجد سے

اس نے کہا: پھر تو تم عربی ہو؟

کہا: ہاں میں عربی اور قبیلہ بنو تمیم سے تعلق رکھتا ہوں۔

ام نمارہ نے پوچھا: یہاں مکہ میں تم غلاموں کے سوداگروں کے ہاتھ کیسے چڑھ گئے؟

بتایا: ہمارے محلہ میں ایک عرب قبیلے نے لوٹ مار کی۔ ہمارے مویشی ہانک کر لے

گئے عورتوں کو گرفتار کرلیا۔ بچوں کو بھی اپنے قبضے میں لے لیا' ان بچوں میں' میں بھی تھا جو ہاتھوں ہاتھ بکتا ہوا یہاں پہنچا اور اب میں آپ کے قبضے میں ہوں۔

○

ام انمار نے اس لڑکے کو مکہ کے ایک مشہور کاریگر کے حوالے کیا تاکہ وہ اسے تلوار بنانا سکھا دے۔ اس لڑکے نے بڑی ہی جلدی تلوار بنانے میں مہارت حاصل کرلی۔ جب خباب ایک اچھا کاریگر بن گیا تو ام انمار نے اس کے لئے ایک دکان کرایہ پر لے لی اور اسے اس میں کام کاج کے لئے بٹھادیا تاکہ اس فن سے مالی فوائد حاصل کرے۔

○

حضرت خباب تھوڑے ہی عرصے میں اپنے فن میں ماہر ہوگئے۔ لوگ ان کے ہاتھ کی بنی ہوئی تلواریں بڑے شوق سے خریدنے لگے' اس لئے کہ یہ خوش اخلاق' نرم خو' شیریں گفتار ہونے کے ساتھ ساتھ تلوار بہت مضبوط' نفیس' اعلیٰ قسم کی بناتے تھے۔

○

حضرت خباب نوعمری کے باوجود بڑے زیرک' معاملہ فہم اور دانشور تھے' جب وہ اپنے کام سے فارغ ہوتے تو اکثر جاہلیت سے معمور عرب معاشرے کی حالت زار پر غور و خوض کیا کرتے جو پاؤں کے تلووں سے لے کر سر کی چوٹی تک شرو فساد میں غرق ہوچکا تھا۔ عرب معاشرے کی جہالت' گمراہی' انارکی اور ظلم و ستم دیکھ کر ان کا دل دہل جاتا' اور وہ اس احساس سے کانپ اٹھتے کہ میں بھی تو اسی معاشرے کا ایک فرد ہوں۔

اور اکثر کہا کرتے تھے کہ اس شب تاریک کی بالآخر سحر بھی ہوگی اور ان کی یہ دلی تمنا تھی کہ مجھے عمر دراز ملے تاکہ میں اپنی آنکھوں سے اندھیرے کا انجام اور صبح نور کا دلآویز طلوع دیکھ سکوں۔

○

حضرت خبابؓ کو زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا کہ ایک روز انہیں دلربا خبر ملی کہ بنو ہاشم کے ایک نوجوان حضرت محمد ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کردیا ہے اور وہ اپنے دہن مبارک سے نورانی کلمات کے ذریعے انسانی دلوں کو مسخر کررہے ہیں یہ خبر سنتے ہی ان کی

خدمت اقدس میں حاضر ہوئے' دلپذیر نصیحت آموز نورانی کلمات سنتے ہی یوں معلوم ہوا کہ آپ کے ذہن مبارک سے موتیوں کی لڑیاں یا مصری کی ڈلیاں گر رہی ہیں' آپ کی باتوں نے ان کے دل پر ایسا اثر کیا کہ فوراً اپنا ہاتھ بڑھایا' آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور زبان سے پکار اٹھے۔

اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اس روئے زمین پر بسنے والے انسانوں میں سے چھٹے نمبر پر مسلمان ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

O

حضرت خباب نے اپنے اسلام لانے کو کسی سے چھپایا نہیں' یہ خبر ان کی مالکہ ام انمار کو جب ملی تو وہ غصے سے بھڑک اٹھی' اپنے بھائی سباع بن عبدالعزیٰ کو ہمراہ لیا اور یہ دونوں بنو خزاعہ کے نوجوانوں سے ملے۔ انہیں صورت حال سے آگاہ کیا اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کی خبر دی اور ان کے خلاف نوجوانوں کو بھڑکایا۔ پھر یہ سب مل کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے کام میں منہمک ہے۔ ام انمار کا بھائی سباع آگے بڑھا اور کہا:

اے خباب! ہمیں ایک ایسی خبر ملی ہے کہ ہمارے دل اسے صحیح نہیں مانتے۔

حضرت خباب نے پوچھا: کونسی خبر؟

سباع نے کہا: یہ خبر مشہور ہو چکی ہے کہ تم بے دین ہو گئے ہو اور تم نے بنو ہاشم کے لڑکے کی پیروی اختیار کر لی ہے۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن کر بڑے ہی نرم لہجے میں ارشاد فرمایا: میں بے دین نہیں ہوا میں تو اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لایا ہوں۔ میں نے تمہارے بتوں کو پھینک دیا ہے اور میں نے یہ اقرار کر لیا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے منہ سے یہ کلمات نکلے ہی تھے کہ سب آپ پر ٹوٹ پڑے

اور گھونسوں' جوتوں' لوہے کی سلاخوں اور ہتھوڑوں سے آپ کو اتنا مارا کہ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور آپ کے جسم کے مختلف حصوں سے خون کے فوارے پھوٹ نکلے۔

○

حضرت خباب اور ام نمار کے مابین پیش آنے والے اس واقعے کی خبر مکہ میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

لوگ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی جرأت سے ورطہ حیرت میں پڑ گئے' کیونکہ انہوں نے اس سے پہلے یہ سنا ہی نہ تھا کہ کسی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اختیار کی ہو اور پھر لوگوں کے سامنے دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوری وضاحت سے اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا ہو' قریش کے بوڑھے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے اس جرأت مندانہ اقدام پر انگشت بد نداں رہ گئے۔ انہوں نے دل میں سوچا کیا ایک لوہار سے یہ توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ اعلانیہ ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہے اور ہمارے آباؤ اجداد کے دین کو ہدف تنقید بنائے۔

انہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ آج خبابؓ نے جس دلیری و شجاعت کا مظاہرہ کیا ہے' آگے چل کر اس میں مزید اضافہ ہو گا' قریش کا یہ اندیشہ درست ثابت ہوا۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی جرأت مومنانہ نے بیشتر صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس بات پر برانگیختہ کیا کہ وہ بھی اسی طرح اپنے اسلام لانے کا برملا اعلان کریں' لہٰذا وہ یکے بعد دیگرے کلمۂ حق کا بیانگ دہل اعلان کرنے لگے۔

○

ایک روز قریش سردار کعبہ کے نزدیک اکٹھے ہوئے' ان میں ابو سفیان بن حرب' ولید بن مغیرہ او ابو جہل بن ہشام کے علاوہ اور بھی سرکردہ سردار موجود تھے وہ اس موضوع پر تبادلۂ خیال کرنے لگے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دن بدن اور لحظہ بہ لحظہ پھیلتی جا رہی ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر انہوں نے پختہ ارادہ کیا کہ بیماری کو شدت اختیار کرنے سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے اور انہوں نے یہ طے کیا کہ ہر قبیلہ اپنے اس فرد کو ایسی عبرتناک سزا دے جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اختیار کی ہے جس سے

یا تو وہ اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ آئے یا پھر وہ مرجائے۔

○

اس فیصلے کی رو سے سباع بن عبدالعزیٰ اور اس کے قبیلے کے حصے حضرت خباب رضی اللہ عنہ آئے۔ جب دوپہر کے وقت گرمی نقطۂ عروج پر ہوتی تو وہ حضرت خباب کو مکہ کے قریب چٹیل پتھریلے میدان میں لے جاتے ان کے کپڑے اتار دیتے لوہے کی درع پہنا دیتے۔ پینے کا پانی بند کردیتے۔ جب پیاس اور تکلیف سے وہ نڈھال ہوجاتے تو یہ قریب آتے اور پوچھتے کہ اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟

آپ فرماتے:

وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' ہمارے پاس ہدایت و صداقت کا دین لے کر آئے تاکہ ہمیں تاریکیوں سے نور کی طرف نکال لائیں۔ یہ سن کر وہ بپھر جاتے اور بے تحاشہ پٹائی شروع کردیتے مار مار کر جب تھک جاتے تو وہ پوچھتے لات اور عزیٰ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔

آپ فرماتے' یہ دونوں گونگے بہرے بت ہیں نہ کسی کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان۔

یہ سن کر وہ آپے سے باہر ہوجاتے۔ گرم پتھر اٹھا کر لاتے اور آپ کی پیٹھ کے ساتھ لگائے رکھتے' پتھروں میں اس قدر تمازت ہوتی کہ ان کی گرمی سے حضرت خباب کے کندھوں سے چربی اور خون بہنے لگتا۔

○

اُم انمار سخت گیری اور پتھر دلی میں اپنے بھائی سے رتی برابر کم نہ تھی اس نے ایک روز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی دکان پر کھڑے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے باتیں کرتے دیکھ لیا' تو غصے سے بپھر گئی۔ اس کے بعد اس نے اپنا یہ معمول بنالیا کہ ہر دوسرے تیسرے روز آتی۔ لوہے کی بھٹی سے گرم سلاخ نکالتی اور اس سے حضرت خباب کے سر کو داغ دیتی جس سے آپ بے ہوش ہوجاتے' اور آپ کی زبان سے ام نمار اور اس کے بھائی کے بارے میں بددعا نکلتی۔

○

جب رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی تو حضرت خباب بھی ہجرت کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن وہ اس وقت تک مکہ کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے جب تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ ام انمار کے خلاف کی گئی دعا کو قبول نہ فرمالیں۔

چند روز کے بعد ام انمار کے سر میں ایسا درد اٹھا کہ اس جیسا درد پہلے سننے میں نہ آیا۔ وہ شدت سے اس طرح کراہتی اور آواز نکالتی جس طرح کوئی کتا بھونکتا ہے اس کے بیٹے کامل حکیم کی تلاش میں ہر جگہ پہنچے' حکماء نے اس کا یہ علاج تجویز کہ اس کے سر کو لوہے کی گرم سلاخ سے داغا جائے' اس کے علاوہ اس کا کوئی اور علاج نہیں ہے۔ اس طرح اس کے سر کو لوہے کی گرم سلاخ سے داغا جانے لگا۔ جب گرم سلاخ سر کو لگتی تو اس کی تکلیف وہ تمازت سے سر کے درد کو کچھ دیر کے لئے بھلا دیتی۔

○

حضرت خباب رضی اللہ عنہ انصار مدینہ کی ضیافت میں ایسی راحت و آرام کی زندگی بسر کرنے لگے جس سے وہ ایک طویل مدت سے محروم تھے۔ نبی اقدس ﷺ کا قرب ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث بنا۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ ' نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ بدر میں شریک ہوئے۔ اور آپ ﷺ کے جھنڈے تلے لڑائی کے جواہر دکھلائے' اور اسی طرح غزوۂ احد میں شریک ہوئے' میدان احد میں جب انہوں نے ام انمار کے بھائی سباع بن عبدالعزیٰ کی لاش دیکھی تو بہت خوش ہوئے آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہوئی' سباع کو شیر خدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو طویل عمر عطا کی' یہاں تک کہ انہوں نے خلفائے اربعہ کا دور دیکھا' اور ہر دور میں انہیں ایک جلیل القدر صحابی کی حیثیت حاصل رہی۔

○

ایک روز حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ وہ اس وقت مسند خلافت پر جلوہ افروز تھے' تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت خبابؓ کو اپنی مسند پر بٹھایا اور فرمایا: تمام صحابہ میں آپ یا حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس کے حقدار ہیں کہ اس مسند پر بٹھایا جائے۔ پھر آپ نے مشرکین کے ہاتھوں پہنچنے والی تکالیف کی روئداد سنانے کا مطالبہ کیا تو آپ جواب دینے میں ہچکچائے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا تو آپ نے پیٹھ سے چادر سرکادی' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جسم پر زخموں کے نشانات دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے اور پوچھا: جسم میں یہ گہرے زخم کیسے آئے؟

حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

مشرکین لوہے کی چادر گرم کرتے جب وہ انگارہ بن جاتی تو میرے کپڑے اتار کر مجھے پیٹھ کے بل اس پر گھسیٹتے جس سے میرے بدن کا گوشت پیٹھ کی ہڈیوں سے الگ ہو جاتا۔ آگ وہ خون اور پانی بجھاتا جو میرے بدن سے نکلتا۔

○

حضرت خباب رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کے آخری دور میں بہت مالدار ہو گئے اور اتنے سونے چاندی کے مالک بن گئے جس کا انہیں وہم و گمان ہی نہ تھا' لیکن انہوں نے اپنا مال راہ خدا میں خرچ کرنے کا ایک ایسا انوکھا طریقہ اختیار کیا جو پہلے کسی نے بھی اختیار نہیں کیا تھا' یہ درہم و دینار گھر میں ایک ایسی جگہ پر رکھ دیتے جس کا ضرورت مندوں' فقراء و مساکین کو بھی پتہ تھا۔ نہ تو اس پر کسی کو نگران مقرر کیا اور نہ تالا لگایا' ضرورت مند ان کے گھر آتے اور پوچھے اور اجازت طلب کئے بغیر اپنی ضرورت کے مطابق وہاں سے مال لے جاتے۔ اس کے باوجود انہیں یہ اندیشہ تھا کہ اس مال کے متعلق قیامت کے روز میرا حساب لیا جائے گا اور مبادا کہ مجھے اس کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔

○

آپ کے ہم نشین صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ بتایا:

ہم حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت گئے جب آپ مرض الموت میں مبتلا تھے'

ہمیں دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا:

اس گھر میں میرے پاس اسی ہزار درہم ہیں' اللہ کی قسم! میں نے کبھی ان کو کہیں چھپایا نہیں اور نہ کسی سائل کو میں نے محروم واپس لوٹایا۔ یہ بات کہی اور زاروقطار رونا شروع کردیا۔

ہم نے پوچھا:

آپ روتے کیوں ہیں؟

فرمایا:

میں اس لئے روتا ہوں کہ میرے بہت سے ساتھی اس دنیا سے اس حالت میں کوچ کرگئے کہ انہیں دنیاوی مال و متاع سے کچھ بھی نہ ملا مجھے یہ مال مل گیا مجھے اندیشہ ہے کہ یہ مال کہیں میرے اعمال صالحہ کا بدلہ نہ ہو اور آخرت میں محروم رہ جاؤں۔

جب حضرت خباب رضی اللہ عنہ اپنے اللہ کو پیارے ہوگئے' تو امیرالمؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قبر کے پاس کھڑے ہوکر فرمانے لگے:

اللہ خباب رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔

اس نے دلی رغبت سے اسلام قبول کیا' خوش دلی سے ہجرت کی اور مجاہد کے روپ میں زندگی بسر کی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نیکی کرنے والے کا اجر ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔

○

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابہ (مترجم)	۲۲۱۰
۲۔ اسدالغابہ	۲/۹۸۔۱۰۰
۳۔ الاستیعاب	۱/۴۲۳
۴۔ تہذیب التہذیب	۳/۱۳۳

حضرت ربیع بن زیاد اسلمی رضی اللہ عنہ

> جب سے میں مسند خلافت پر متمکن ہوا ہوں کسی نے مجھ سے اس طرح سچ نہیں بولا جس طرح ربیع بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

یہ مدینۃ الرسول ﷺ ہے' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات حسرت آیات پر ہر شخص غم واندوہ سے نڈھال نظر آرہا ہے۔

مختلف اطراف سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے کے لئے وفود ہر روز جوق در جوق آرہے ہیں۔

ایک روز بحرین سے ایک وفد کا ورود ہوا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہر وفد کی بات بڑے غور اور دلچسپی سے سنتے شاید ان کی باتوں میں کوئی دلآویز نصیحت' یا کوئی نفع بخش فکر وتدبر مل جائے۔

حاضرین مجلس میں سے اکثر نے کوئی قابل ذکر بات نہ کی' تو آپ ایک ایسے شخص کی طرف متوجہ ہوئے جس کے چہرے پر خیر و برکت کے آثار نمایاں نظر آرہے تھے' آپ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

آپ بھی کچھ ارشاد فرمایئے۔

اس شخص نے پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تعریف کی اور پھر ارشاد فرمایا:

اے امیرالمؤمنین اللہ تعالیٰ نے تجھے اس امت کا والی بنا کر امتحان لیا ہے:

کاروبار حکومت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلیں' اگر فرات کے کنارے پر ایک بکری بھی اپنے راستے سے بھٹک گئی' تو قیامت کے دن آپ سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔

یہ بات سن کر حضرت عمر زار و قطار رونے لگے۔ اور فرمایا:

جب سے میں خلیفہ بنایا گیا ہوں کسی نے مجھ سے اس طرح کھری کھری باتیں نہیں کیں جس طرح تو نے کی ہیں۔

تم کون ہو؟

اس نے کہا: میں ربیع بن زیاد حارثی ہوں۔

آپ نے پوچھا: کیا تم مہاجر بن زیاد کے بھائی ہو؟

کہا: ہاں

جب مجلس ختم ہوگئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا:

ربیع بن زیاد کا اچھی طرح جائزہ لو اگر وہ واقعی سچائی کا خوگر ہے تو اس میں بہت خیر و بھلائی پائی جاتی ہے یہ ہمارے لئے بہت مفید رہے گا۔

اسے کوئی ذمہ داری سونپو اور مجھے بتاؤ کہ یہ اس ذمہ داری کو کس طرح نبھاتا ہے۔

○

ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ امیرالمؤمنین فاروق اعظم رحمہ اللہ کے حکم کی بنا پر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سرزمین اہواز میں واقع مناذر شہر کو فتح کرنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا' اور اس لشکر میں ربیع بن زیاد اور اس کے بھائی مہاجر بن زیاد کو بھی شامل کرلیا۔

○

سپہ سالار لشکر اسلام حضرت ابوموسیٰ اشعر رضی اللہ عنہ نے مناذر شہر کا محاصرہ کرلیا اور وہاں کے باشندوں سے ایسی زور دار لڑائی کی جس کی نظیر جنگی تاریخ میں نہیں ملتی' مشرکین نے اپنی طاقت کا اس طرح کھل کر مظاہرہ کیا جس کا عام حالات میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا' اس معرکہ میں کثیر تعداد میں مسلمانوں نے جام شہادت نوش فرمایا:

مسلمان اس حالت میں لڑائی کر رہے تھے کہ انہوں نے رمضان کے روزے رکھے ہوئے تھے۔

جب ربیع بن زیاد کے بھائی مہاجر بن زیاد نے دیکھا کہ مسلمان کثرت سے شہید ہورہے ہیں' انہوں نے بھی راہ خدا میں جان قربان کردینے کا عزم کرلیا: بدن کو خوشبو لگائی

اور کفن پہن کر اپنے بھائی کو وصیت لکھوائی' یہ منظر دیکھ کر ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں بتایا کہ میرے بھائی مہاجر نے روزے کی حالت میں راہ خدا میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کا عزم کر رکھا ہے اور وہ اس کے لئے بالکل تیار ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے مجاہدین بھی روزہ رکھے ہوئے ہیں۔ لڑائی کی شدت اور روزے سے ان کے جسمانی قویٰ مضمحل ہو چکے ہیں۔ اس نازک صورت حال میں بھی وہ روز افطار کرنے سے انکاری ہیں۔

اب آپ کوئی ایسی تدبیر سوچیں جو مجاہدین کے لئے مفید ہو۔ یہ سن کر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اٹھے اور انتہائی ولولہ انگیز انداز میں یہ اعلان کیا:

اے اسلام کے سپاہیو' میں ہر روزے دار پر قسم ڈالتا ہوں یا وہ روزہ افطار کر دے یا وہ لڑائی میں حصہ نہ لے' دیکھو سب سے پہلے میں روزہ افطار کرتا ہوں یہ کہہ کر لوٹا اٹھایا اور سب کے سامنے پانی پینا شروع کر دیا تاکہ انہیں دیکھ کر دوسرے روزہ دار مجاہدین بھی پانی پی لیں۔

جب مہاجر بن زیاد رضی اللہ عنہ نے سپہ سالار کی بات سنی تو فوراً پانی کا گھونٹ لیا اور ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے پانی پیاس کی وجہ سے نہیں پیا بلکہ میں نے آج اپنے امیر کی قسم کی لاج رکھی ہے۔ اور ان کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہے۔

پھر انہوں نے اپنی تلوار سونتی اور بڑی دلیری و بہادری سے دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے مد مقابل لوگوں کو پچھاڑتے ہوئے مسلسل آگے بڑھنے لگے' بالآخر دشمن کے نرغے میں آ گئے' اور چاروں طرف سے ان پر تلواروں کا وار کیا تو آپ جام شہادت نوش فرماتے ہوئے زمین بوس ہو گئے دشمن نے ان کا سر تن سے جدا کیا اور نیزے کی انی میں پرو کر میدان کارزار میں آویزاں کر دیا۔

حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے جب اپنے بھائی کا سر دیکھا تو بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا: او میری اماں کے جائے! تیری خیر ہو۔ تیرے انجام پر ہم رشک کناں ہیں۔ تیرا سر نیزے کی انی پر نہیں بلکہ تخت فردوس کے مخملیں تکیوں پر محو استراحت ہے' میرے لاڈلے بھائی! اپنے اس انجام پر خوش ہو جاؤ۔

اور پھر فرمایا: اللہ کی قسم میں تیرا اور دوسرے شہداء کا ان ناہنجار دشمنوں سے انتقام لے کر رہوں گا۔

جب سپہ سالار لشکر اسلام حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ کو اپنے بھائی کی شہادت کی وجہ سے دشمنان خدا پر غضبناک دیکھا اور انہیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کا عزم راسخ کیا تو لشکر اسلام کی قیادت ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ کے سپرد کرکے خود سرزمین "سوس" فتح کرنے کے لئے روانہ ہوگئے۔

○

حضرت ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ہمراہ دشمنوں پر برق تپاں بن کر گرے اور سیل رواں بن کر انہیں خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گئے۔ آن واحد میں ان کی صفوں کو چیر رکھ دیا اور ان کی قوت کو چشم زدن میں بکھیر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے سرزمین "مناذر" کو حضرت ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح کردیا۔ آپ نے دشمن کے شہہ سواروں کو قتل کیا ان کی اولاد کو قیدی بنایا اور ان کی املاک کو مال غنیمت کے طور پر اپنے قبضے میں لے لیا۔

○

جنگ مناذر کے بعد حضرت ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ کا ستارا جگمگایا اور ان کا نام زبان زد عام ہوگیا اور ان کا شمار ان جرنیلوں میں ہونے لگا جنہیں لوگ رشک کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ جب مسلمانوں نے سرزمین سجستان کو فتح کرنے کا عزم کیا تو لشکر اسلام کی قیادت حضرت ربیع رضی اللہ عنہ کے سپرد اس امید پر کی' کہ یہ اس معرکہ میں بھی فتح و کامرانی کا اعزاز حاصل کرکے واپس لوٹیں گے۔

○

حضرت ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ فی سبیل اللہ اپنا لشکر لے کر سجستان کی طرف نکل پڑے راستے میں ایک طویل جنگل کو عبور کیا جس کی لمبائی تقریباً دوسو پچیس میل تھی' یہ جنگل اس قدر دشوار گزار تھا کہ صحرا میں رہنے والے وحشی جانور بھی اس کو عبور کرنے سے عاجز آجائیں' اس راہ میں سب سے پہلے رستاق زالق نامی ایک بہت بڑا شہر آیا' یہ سرزمین

سجستان کی سرحد پر واقع تھا' اور یہ شہر بڑے بڑے محلات اور عالیشان قلعوں پر مشتمل تھا اور اس میں مال و دولت کی ریل پیل اور پھلوں کی کثرت تھی۔

○

شہر میں داخل ہونے سے پہلے دانشمند قائد نے اپنے جاسوس بھیجے تاکہ وہ صورت حال کا جائزہ لے کر اپنے قائد کو مطلع کرسکیں' انہیں پتہ چلا کہ "رستاق زالق" کے باشندے عنقریب ایک سالانہ تقریب منعقد کررہے ہیں جس میں ہرباشندہ انتہائی ذوق سے لازماً حصہ لیتا ہے۔ آپ نے اس موقع کا انتظار کیا' جب دیکھا کہ تمام شہری تقریب میں شریک رنگ رلیوں میں مصروف ہیں' تو آپ نے لشکر اسلام کو منظم کرکے اچانک ان پر حملہ کردیا۔ جس سے وہ حواس باختہ ہوگئے اور وہ سنبھل نہ سکے' مسلمان مجاہدین نے جی بھر کر انہیں تہہ تیغ کیا' بیس 20 ہزار افراد کو گرفتار کیا۔ گرفتار ہونے والوں میں اس کا گورنر بھی تھا' قیدیوں میں گورنر کے غلام بھی تھے' جنہوں نے تین لاکھ درہم اکٹھے کرکے اپنے آقا کی خدمت میں پیش کئے' یہ خطیر رقم دیکھ کر حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ یہ مال کہاں سے آیا ہے۔ انہوں نے بتایا ہمارے آقا کی ایک بستی سے یہ مال اکٹھا ہوا ہے۔

آپ نے دریافت کیا: کیا ایک بستی سے سالانہ اتنا مال اس کے ہاتھ لگتا ہے؟

بتایا: ہاں:

آپ نے فرمایا: یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

غلام نے کہا: ہمارے کلہاڑوں' درانتیوں اور پسینوں کی کمائی سے یہ مال اکٹھا ہوتا ہے۔

○

جب لڑائی کا زور ٹوٹا تو سردار لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے سپہ سالار لشکر اسلام حضرت ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنی ذات اور اہل خانہ کی طرف سے فدیئے کی پیش کش کی۔

آپ نے فرمایا: اگر مسلمانوں کے لئے وافر مقدار میں فدیہ دینے کے لئے تیار ہو تو

غور ہو سکتا ہے۔

سردار نے پوچھا: آپ کتنا فدیہ چاہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: میں یہ نیزا زمین میں گاڑتا ہوں آپ اس کے ارد گرد اتنا سونا چاندی اکٹھا کردیں جس سے یہ نیزا چھپ جائے۔ اس نے کہا: مجھے منظور ہے۔ اس نے اپنے خزانوں سے سونا چاندی نکال کر وہاں ڈھیر لگادیا جس سے نیزا چھپ گیا۔

○

حضرت ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ اپنے کامیاب لشکر کو لے کر سرزمین سجستان میں داخل ہوئے۔ پے در پے قلعے لشکر اسلام کے گھوڑوں کے سموں کی ٹھاپ سن کر آپ کے قدموں میں یوں گرنے لگے جیسے موسم خزاں میں تیز آندھی سے درختوں کے پتے گرتے ہیں۔

امن کے متلاشی شہروں اور بستیوں کے باشندے سرنگوں ہو کر آپ کا استقبال کرنے لگے کہ کہیں ان کے چہرے تلواروں کی زد میں نہ آجائیں۔ اسی طرح علاقے فتح کرتے ہوئے آپ سجستان کے دارالحکومت "زرنج" شہر تک پہنچ گئے۔

یہاں دشمن نے لشکر اسلام کے مقابلے کے لئے بہت زیادہ تیاری کر رکھی تھی۔ لڑائی کے لئے لشکر جرار ترتیب دے رکھا تھا' مقابلے کے منتخب شہہ سواروں کو مقدمۃ الجیش میں رکھا' دشمن نے اس بات کا پورا اہتمام کیا ہوا تھا کہ دارالحکومت کو مسلمانوں کی یلغار سے محفوظ رکھا جائے گا' اور اس کا پوری طاقت سے دفاع کیا جائے گا' اور سجستان کے دارالحکومت پر مسلمانوں کے حملے کو پسپا کردیا جائے گا' خواہ اس کے لئے کتنی ہی قیمتی جانیں کیوں نہ قربان کرنی پڑیں۔

پھر حضرت ربیع اور اس کے دشمنوں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا' اور دونوں طرف سے تہہ تیغ ہونے والوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے' جب مسلمانوں کی فتح کے آثار ظاہر ہوئے' تو قوم کا سردار پرویز ربیع رضی اللہ عنہ سے صلح کرنے کے لئے کوشاں ہوا' اس کی ہر ممکن یہ کوشش تھی کہ اس علاقے کی حکمرانی اس کے ہاتھ سے نہ جاتی رہے۔ اور وہ اپنی قوم کے لئے بہتر شرائط پر صلح کرنے کیلئے کامیاب ہو سکے۔ اپنی طرف سے حضرت

ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ کے پاس ایک قاصد بھیجا' تاکہ وہ آپ سے ملاقات کے لئے وقت لے سکے اور اس ملاقات میں اسے صلح کے لئے آمادہ کیا جاسکے۔ آپ نے اس کی تجویز کو قبول کرتے ہوئے ملاقات کے لئے آمادگی کا اظہار کردیا۔

○

حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ پرویز کے استقبال کا اہتمام اس طرح کیا جائے کہ اس کے راستے میں دونوں طرف لڑائی میں مارے جانے والے دشمن کی لاشوں کو بکھیر دیا جائے۔ اور جہاں بیٹھ کر ہم گفتگو کریں گے۔ وہاں مجلس کے قریب دشمن فوج کے شہہ سواروں کی لاشوں کا ڈھیر لگادیا جائے۔ حضرت ربیع رضی اللہ عنہ دراز قد اونچے شملے والے' گندمی رنگ اور گندھے ہوئے جسم کے مالک تھے' اور چہرہ اس قدر پرہیبت کہ دیکھنے والا خوف زدہ ہوجاتا۔

جب پرویز آپ کے پاس آیا تو دیکھتے ہی اس کے جسم میں خوف سے کپکپاہٹ طاری ہوگئی' اپنے قریب لاشوں کا ڈھیر دیکھ کر مارے خوف کے اس کا دل بیٹھنے لگا۔ حضرت ربیع رضی اللہ عنہ کے قریب آنے کی اس میں ہمت نہ رہی' اور وہ اتنا خوف زدہ ہوگیا کہ وہ مصافحہ کرنے کے لئے بھی ایک قدم آگے نہ بڑھ سکا۔ اور چندم قدم دور سے ہی ہکلاتی ہوئی زبان سے یوں گویا ہوا کہ عاعاعالی۔ ج ج ج ناب (عالیجناب) میں آپ کی خدمت میں صلح کے لئے حاضر ہوا ہوں اور اس موقع پر ایک ہزار غلام اس شکل میں پیش کرتا ہوں کہ ہر ایک غلام کے سر پر سونے کا ایک پیالہ ہوگا' حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے اس کی پیش کش کو قبول کرتے ہوئے مصالحت کرلی۔

دوسرے دن حضرت ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ اپنے لشکر جرار کے ساتھ تکبیر و تہلیل کا دلآویز ترانہ الاپتے ہوئے شاہانہ انداز میں شہر داخل ہوئے۔

یہ دن مسلمانوں کے لئے بڑا بابرکت دن تھا۔

○

حضرت ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ایک شمشیر براں تھے جس کے ذریعہ سے مسلمان دشمنان خدا کو تہہ تیغ کرتے' حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لئے

بے شمار شہر فتح کیے۔ بہت سی ریاستوں کو سرنگوں کیا' جب حکومت بنو امیہ کے پاس آئی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابو سفیان نے انہیں خراسان کا گورنر بنادیا۔ آپ نے یہ منصب بامر مجبوری قبول کیا۔ آپ کا دل خوش نہیں تھا۔ اور اس وقت ان کے دل میں اور زیادہ انقباض پیدا ہوا جبکہ حکومت بنو امیہ کے ایک بہت بڑے ستون نے انہیں ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا:

امیر المؤمنین معاویہ بن ابو سفیان کا آپ کو حکم ہے کہ مال غنیمت میں سے سونا چاندی بیت المال کے لئے رکھ لیں اور باقی اشیا مجاہدین میں تقسیم کردیں۔

آپ نے اس کے جواب میں خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا۔

میں نے اللہ کی کتاب میں اس کے بالکل برعکس حکم دیکھا ہے جو آپ نے امیرالمؤمنین کی جانب سے مجھے دیا' لہٰذا امیرالمؤمنین کے حکم پر عمل نہیں ہوسکتا' پھر آپ نے مجاہدین میں منادی کرادی' کہ آؤ اور اپنے حصے کا مال غنیمت لے جاؤ۔

اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال کے لئے دارالخلافہ دمشق روانہ کردیا۔

○

جمعرات کے روز حضرت ربیع رضی اللہ عنہ کو یہ خط ملا اور دوسرے روز آپ سفید اجلے کپڑوں میں جمعہ کی نماز پڑھانے کے لئے نکلے' خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا:

تم سب آمین کہنا:

پھر آپ نے یہ دعا کی:

الٰہی! اگر تو مجھ سے خیر و بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے تو مجھے جلدی اپنے پاس بلالے تیری عزت کا واسطہ دیر نہ لگانا۔

سب لوگوں نے آمین کہا:

اس دن کا سورج غروب نہیں ہوا تھا کہ حضرت ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے۔

○

حضرت ربیع بن زیاد اسلمی رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ اسد الغابہ	۲۰۶/۲
۲۔ تاریخ الطبری	۱۸۵-۱۸۳/۴
	۲۸۵،۲۲۶/۵
	۲۹۱،۲۸۶
۳۔ الاصابہ	۴۰۵/۱
۴۔ الکامل فی التاریخ	فہرست دیکھئے۔
۵۔ جمهرة الانساب	۳۹۱
۶۔ تہذیب التہذیب	۲۴۴/۳
۷۔ حیاة الصحابہ	۲۶۸،۱۶۸/۲

حصین بن سلام یثرب میں ایک معروف یہودی عالم تھے' مدینہ کے تمام باشندے دینی اور قومی اختلافات کے باوجود انکی دلی قدر کیا کرتے تھے۔
تقویٰ' نیکی' استقامت اور صداقت جیسی وقیع خوبیوں سے متصف تھے۔

○

حصین بڑی خوشگوار' پر امن زندگی بسر کر رہے تھے' لیکن ان کی زندگی دوسروں کے لئے مفید بھی تھی۔ انہوں نے اپنے وقت کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔
ایک حصہ گرجے میں وعظ و نصیحت اور عبادت کے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔
دوسرا حصہ اپنے باغ کی دیکھ بھال اور کھجوروں کی پیوند کاری کے لئے مخصوص تھا۔
اور تیسرا حصہ تفقه فی الدین کے لئے' تورات پر غور و تدبر کے لئے مخصوص تھا۔

○

جب بھی حصین بن سلام تورات کی تلاوت کرتے تو ان آیات پر آکر رک جاتے جن میں نبی آخرالزمان کی خوشخبری دی گئی تھی' یہ نبی منتظر کے اوصاف کو غور سے پڑھتے اور یہ دیکھ کر خوشی سے جھوم جاتے کہ وہ ان کے شہر یثرب میں ہجرت کر کے آئیں گے اور پھر یہیں مستقل رہائش اختیار کریں گے۔ جب بھی آیات پڑھتے تو یہ دعا کرتے' الٰہی! میری عمر دراز فرما تاکہ میں نبی منتظر کو بچشم خود دیکھ سکوں' آپ کی ملاقات کا شرف حاصل کر سکوں' اور سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والوں میں سے ہو سکوں۔

○

اللہ جل شانہ نے حصین بن سلام کی دعا کو شرف قبولیت بخشا' آپ کی زندگی میں نبی رحمت ﷺ کا ظہور ہوا۔ آپ ﷺ سے ملاقات مصاحبت اور آپ پر اتاری گئی شریعت پر ایمان لانا ان کے مقدر میں لکھ دیا گیا۔

جناب حصین بن سلام کے اسلام قبول کرنے کی داستان انہی کی زبانی سماعت فرمائیں چونکہ یہ اپنی آپ بیتی زیادہ عمدہ انداز میں بیان کرسکتے ہیں۔

حصین بن سلام فرماتے ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ کے ظہور کے متعلق سنا تو میں نے آپ کے نام حسب و نسب' صفات ظہور پذیر ہونے کی جگہ اور وقت کا بغور جائزہ لیا تو میں نے آپ کو بالکل اس کے مطابق پایا جو تورات میں لکھا ہوا تھا۔ میں فوراً آپ کی نبوت پر یقین لے آیا اور آپ کی دعوت کی صداقت پر دل و جان سے ایمان لے آیا' لیکن میں نے اپنی اس کیفیت کو یہودیوں سے چھپائے رکھا اور اس موضوع پر بات کرنے سے اپنی زبان کو اس وقت تک روکے رکھا' یہاں تک رسول اللہ ﷺ مکہ سے سوئے مدینہ ہجرت کے ارادہ سے روانہ ہوگئے۔

جب آپ یثرب' پہنچے وادی قبا میں جلوہ افروز ہوئے' تو ایک شخص آپ کی تشریف آوری کی اطلاع دیتے ہوئے لوگوں میں منادی کرتا ہوا ہمارے پاس آیا: میں اس وقت کھجور کے درخت کی چوٹی پر کھجوریں اتارنے میں مصروف تھا' میری پھوپھی خالدہ بنت حارث درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی۔ جب میں نے یہ منادی سنی تو درخت پر بیٹھا ہی باآواز بلند نعرہ زن ہوا۔

اللہ اکبر۔۔۔ اللہ اکبر

میری پھوپھی نے جب نعرہ سنا تو بولی خدا تجھے غارت کرے۔

بخدا! اگر تو موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی آمد کے متعلق سنتا' تو اس سے زیادہ خوشی کا اظہار نہ کرتا۔

میں نے کہا: پھوپھی جان! اللہ کی قسم! یہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے بھائی ہیں اور انہی

کے دین پر گامزن ہیں۔ اور وہی شریعت دے کر بھیجے گئے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ وہ یہ باتیں سن کر خاموش ہوگئی اور پھر بولی' کیا یہ وہی نبی ہے جس کے بارے میں تم ہمیں بتایا کرتے تھے کہ وہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرنے والا ہوگا' اور اپنے رب کے پیغامات کو مکمل طور پر پہنچانے والا ہوگا؟

میں نے کہا: ہاں۔

وہ کہنے لگی: پھر تو ٹھیک ہے۔

میں اسی وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچا۔ آپ کے دروازے پر لوگوں کا اژدحام تھا۔ میں لوگوں کو ہٹاتا ہوا آگے بڑھا حتیٰ کہ آپ کے قریب پہنچا۔ سب سے پہلے میں نے آپ کی زبان مبارک سے یہ باتیں سنی۔

لوگو' سلام پھیلاؤ۔

رات کے وقت جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو تم نماز پڑھا کرو'

اس طرح تم جنت میں سلامتی و امن کے ساتھ داخل ہوسکو گے۔

میں آپ کے چہرۂ انور کو بڑے غور سے ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگا۔

مجھے یقین ہوگیا کہ پرانوار چہرہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہوسکتا' پھر میں اور قریب ہوا اور میں پکار اٹھا:

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

کلمہ سن کر آپ نے میری طرف توجہ کی اور مجھ سے دریافت فرمایا:

آپ کا نام کیا ہے؟

میں نے عرض کی: حصین بن سلام

آپ نے ارشاد فرمایا:

آج سے آپ کا نام عبداللہ بن سلام ہے۔

میں نے ادب سے نگاہیں جھکالیں۔

اور عرض کی: اللہ کی قسم! آج کے بعد میں اس کے علاوہ اپنے کوئی دوسرا نام رکھنا

پسند نہیں کروں گا۔

پھر میں رسول اللہ ﷺ کی محفل سے اٹھا اور سیدھا اپنے گھر پہنچا۔ میں نے اپنی بیوی' اولاد اور دیگر اہل خانہ کو اسلام کی دعوت دی۔ الحمد للہ سب مسلمان ہوگئے اور میری پھوپھی خالدہ بھی مسلمان ہوگئی' اور وہ ان دنوں عمر رسیدہ تھی۔

پھر میں نے اپنے اہل خانہ سے کہا:

میرے اور اپنے اسلام کو یہودیوں سے اس وقت تک چھپائے رکھو جب تک میں تمہیں اظہار کرنے کی اجازت نہ دے دوں۔

پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچا' اور عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ! یہودی بہت بڑی افترا پرداز اور جھوٹی قوم ہے' میری رائے ہے کہ پہلے آپ ان کے سرداروں کے سامنے دعوت پیش کریں۔

مجھے اپنے کسی حجرے میں چھپالیں اور ان سے میرے متعلق دریافت فرمائیں کہ میرا ان کے دلوں میں کیا مرتبہ ہے؟ میرے اسلام قبول کرنے کا ابھی انہیں نہ بتائیں' اگر پہلے انہیں بتادیا گیا کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں تو مجھ پر بہتان تراشی کی انتہا کردیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک حجرے میں چھپادیا۔

پھر یہودی سرداروں کو اپنے پاس بلایا اور انہیں اسلام قبول کرنے کی ترغیب دینے لگے اور ایمان کی محبت ان کے دلوں میں ڈالنے لگے: اور اپنے بارے میں تورات کے حوالے سے یاد دہانی کرانے لگے:

وہ آپ سے جھگڑنے لگے اور اسلام کو باطل مذہب ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانے لگے۔

میں حجرے میں بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا' جب آپ ان کی طرف سے مایوس ہوگئے' تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا: حصین بن سلام کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

سب نے بیک زبان کہا: وہ ہمارے آقا ہیں۔ اس کا باپ بھی ہمارا آقا تھا۔ یہ بہت بڑے عالم ہیں۔ ان کا باپ بھی بہت بڑا عالم تھا۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے۔ اگر وہ اسلام قبول کرلے کیا تم بھی

مسلمان ہو جاؤ گے؟

انہوں نے کہا: یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ اسلام قبول کرلے' اللہ اسے اپنی پناہ میں رکھے' بھلا وہ کیوں اسلام قبول کرے گا۔ یہ کلمات سنتے ہی میں حجرے سے باہر ان کے سامنے آ گیا۔ اور میں نے کہا: یہودیو! اللہ سے ڈر جاؤ اور جو حضرت محمد ﷺ تمہارے پاس لے کر آئے ہیں اسے قبول کرلو' اللہ کی قسم! تم جانتے ہو کہ یہ اللہ کے سچے رسول ہیں' تم نے تورات میں ان کا نام اور صفات دیکھی نہیں؟ سن لو! میں گواہی دیتا ہوں یہ اللہ کے رسول ہیں' میں ان پر ایمان لاتا ہوں' ان کی تصدیق کرتا ہوں اور انہیں خوب اچھی طرح پہچانتا ہوں میری یہ باتیں سن کر سب نے بیک زبان کہا:

تو جھوٹ بولتا ہے' خدا کی قسم! تو شریر ہے۔ تیرا باپ بہت بڑا شریر اور فریبی تھا' تو خود بھی جاہل اور تیرا باپ بھی پرلے درجے کا جاہل تھا۔ کوئی عیب نہ چھوڑا جو انہوں نے مجھ میں نہ نکالا۔

میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ یہ قوم بڑی افترا پرداز اور بہتان تراش ہے یہ بڑے بے وفا اور بے حیا لوگ ہیں۔

○

حضرت عبداللہ بن سلام اسلام کی طرف یوں لپکے جیسے پیاسا پانی کے گھاٹ کی طرف لپکتا ہے۔

قرآن مجید کی محبت ان کے دل میں گھر کر گئی۔ ان کی زبان پر ہمیشہ آیات قرآنی کا ورد جاری رہتا' نبی ﷺ کے ساتھ سائے کی طرح رہنے لگے۔ انہوں نے خود کو دین کے حصول کے لئے وقف کر دیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں بشارت دی جو صحابہ کرامؓ میں بہت مشہور ہوئی۔

اس بشارت کی داستان حضرت قیس بن عبادہ بیان کرتے ہیں' میں ایک روز مسجد نبوی ﷺ میں حلقۂ علم بیٹھا ہوا تھا' اس حلقے میں ایک شیخ تشریف فرما تھے جن کی طرف دل کھنچا جا رہا تھا اور طبیعت ان سے مانوس ہو رہی تھی۔ وہ لوگوں سے بہت پیارے اور میٹھے انداز میں باتیں کر رہے تھے' جب وہ کھڑے ہوئے تو لوگوں نے کہا:

جو کوئی چاہتا ہے کہ کسی جنتی کو دیکھے تو اس شخص کو دیکھ لے۔

میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟

انہوں نے بتایا: یہ عبداللہ بن سلام ہے۔

میں نے اپنے دل سے کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور اس کے پیچھے جاؤں گا۔ اور پھر میں آپ کے پیچھے لگ گیا' وہ چلتے رہے قریب تھا کہ مدینہ سے باہر نکل جائیں۔ پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہوئے۔ میں نے ان سے اندر آنے کی اجازت طلب کی' تو انہوں نے مجھے اجازت دے دی۔

انہوں نے دریافت فرمایا:

فرمایئے! کیسے آنا ہوا؟

میں نے عرض کی' جب آپ مسجد سے نکل رہے تھے تو میں نے قوم کو آپ کے متعلق یہ بات کہتے ہوئے سنا کہ جسے جنتی دیکھنا ہو تو وہ اس شخص کو دیکھ لے' یہ سن کر آپ کے پیچھے پیچھے چلا آیا تاکہ یہ بات معلوم کرسکوں کہ لوگوں کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ جنتی ہیں۔

آپ نے فرمایا: بیٹے! اہل جنت کے بارے میں اللہ بہتر جانتا ہے۔ میں نے کہا یہ تو درست ہے' لیکن لوگوں نے آپ کے متعلق جو رائے قائم کی ہے اس کی ضرور کوئی وجہ ہے۔ وہ کہنے لگے میں تمہیں اس کا سبب بتاتا ہوں۔

میں نے عرض کی ضرور بتایئے' اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

وہ فرمانے لگے:

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک رات سویا ہوا تھا' میرے پاس ایک شخص آیا' اس نے مجھے کہا کھڑے ہو جاؤ میں کھڑا ہو گیا' اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میری بائیں جانب ایک راستہ تھا جب میں نے اس پر چلنے کا ارادہ کیا' تو اس نے مجھے کہا:

اس راستے کو چھوڑیئے' یہ آپ کے لئے نہیں پھر میں نے دیکھا کہ میری دائیں طرف ایک واضح راستہ ہے' اس نے مجھ سے کہا۔ اس راستہ پر چلو۔ میں نے اس پر چلنا شروع کر دیا' یہاں تک کہ میں ایک بہت وسیع سرسبز و شاداب باغ میں پہنچ گیا' اس باغ

کے وسط میں لوہے کا ایک ستون تھا' جس کی جڑیں زمین میں پیوست تھیں اور آخری سرا آسمان سے باتیں کررہا تھا' اس کے اوپر ایک سونے کا حلقہ بنا ہوا تھا:

اس شخص نے مجھے کہا کہ اس پر چڑھیے۔ میں نے کہا میں اس پر نہیں چڑھ سکتا۔ ایک خادم میرے پاس آیا' اس نے مجھے اٹھاکر بلند کیا' میں نے چڑھنا شروع کیا' یہاں تک کہ ستون کی بلندی تک پہنچ گیا' میں نے سونے کے حلقے کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا' میں اسی کے ساتھ چمٹا رہا' یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

جب صبح کو بیدار ہوا تو سیدھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچا اور آپ کو خواب سنایا۔

آپ نے خواب سن کر ارشاد فرمایا: جو تم نے اپنی بائیں طرف راستہ دیکھا تھا وہ اہل نار کا راستہ تھا اور جو تم نے اپنی دائیں طرف راستہ دیکھا وہ اہل جنت کا راستہ تھا' اور جو تم نے سرسبز و شاداب باغ دیکھا وہ اسلام ہے۔ اور جو اس کے وسط میں ستون دیکھا وہ دین ہے۔ اور ستون کے اوپر جو سنہری حلقہ ہے وہ "عروۃ وثقی" ہے۔ تم مرتے دم تک اسی مضبوط کڑی کے ساتھ منسلک رہو گے۔

○

حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابہ	۸۱۔۸۰/۴
۲۔ اسد الغابہ	۱۷۷۔۱۷۶/۳
۳۔ الاستیعاب	۳۸۴۔۳۸۳/۱
۴۔ الجرح والتعدیل	۶۳۔۶۲/۲
۵۔ تجرید اسماء الصحابہ	۳۳۹۔۳۳۸/۱
۶۔ صفۃ الصفوۃ	۳۰۳۔۳۰۱/۱
۷۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط	۸
۸۔ العبر	۵۱/۱

۹۔ شذرات الذهب ۱/ ۵۳

۱۰۔ تاریخ الاسلام علامہ ذہبی ۲/ ۲۳۰۔۲۳۱

۱۱۔ تاریخ دمشق ابن عساکر ۷/ ۴۴۳۔۴۴۸

۱۲۔ تذکرة الحفاظ ۱/ ۲۲۔ ۲۳

۱۳۔ السيرة النبوية ابن هشام فہرست دیکھئے

۱۴۔ البدایہ والنہایہ ۳/ ۲۱۱۔ ۲۱۲

۱۵۔ حیاة الصحابه چوتھی جلد کی فہرست دیکھئے

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ

اے سراقہ جب تم شاہِ ایران کے کنگن پہنو گے تو تمہارا کیا حال ہو گا؟ (فرمان نبویؐ)

ایک روز صبح کے وقت قریش انتہائی گھبراہٹ کے عالم میں نیند سے بیدار ہوئے' مکہ کے گلی کوچوں میں یہ خبر عام پھیل چکی تھی کہ رات کی تاریکی میں چھپتے ہوئے' حضرت محمد ﷺ مکہ کو چھوڑ کر کہیں چلے گئے ہیں۔ سرداران قریش نے اس خبر کو صحیح نہیں مانا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کو بنو ہاشم کے گھروں میں تلاش کرنے لگے اور آپؐ کے ساتھیوں کے گھروں میں تلاش کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے' دستک دی تو آپ کی بیٹی اسماء گھر سے باہر آئی۔

ابو جہل نے ان سے پوچھا:

بیٹی! تیرا ابو کہاں ہے؟

اس نے کہا:

میں نہیں جانتی کہ وہ اب کہاں ہے۔

ابو جہل نے اس کے منہ پر ایک ایسا زور دار طمانچہ رسید کیا جس سے اس کے کان کی بالی زمین پر گر گئی۔

○

جب سرداران قریش کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ محمد (ﷺ) مکہ کو چھوڑ گئے ہیں' تو وہ بہت غضبناک ہو گئے۔ کھوجیوں کو اپنے ہمراہ لیا اور آپ کی تلاش میں نکل پڑے۔

جب تلاش کرتے کرتے وہ غار ثور پر پہنچے تو کھوجیوں نے کہا:

خدا کی قسم! آپ کے مطلوب صاحب کا کھرا اس سے آگے نہیں جاتا۔ وہ اپنے اندازے میں غلط نہ تھے۔ حقیقت یہی تھی جس کا انہوں نے قریش کے سامنے اظہار کر دیا

تھا۔ بلاشبہ حضرت محمد ﷺ اور آپ کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسی غار میں تھے۔
قریش غار کے منہ پر کھڑے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بچشم خود غار کے باہر قوم کے قدموں کی حرکت دیکھی' تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو چھلک پڑے رسول اکرم ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف محبت و شفقت بھری نگاہوں سے دیکھا' تو صدیق اکبرؓ نے تسلی دیتے ہوئے عرض کی:

اللہ کی قسم! میں اپنے لئے نہیں روتا:

یا رسول اللہ ﷺ! مجھے تو یہ خطرہ ہے کہ کہیں آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔

رسول کریم ﷺ نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ اے ابو بکر! گھبرایئے نہیں' اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل پر تسکین نازل فرمائی' قوم کے قدموں کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ! اگر ان میں سے کوئی بھی اپنے نقوش قدم کی طرف دیکھ لے' تو وہ ہمیں بھی دیکھ لے گا۔ اس وقت ہم ان کی نظروں کی زد میں ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے ابوبکر! ان دو اشخاص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جن کا تیسرا خدا ہو؟
اسی وقت آپ دونوں نے یہ بات بھی سنی کہ ایک قریشی اپنی قوم سے کہہ رہا تھا آؤ غار کے اندر جا کر دیکھتے ہیں۔ امیہ بن خلف نے اسے مذاق کرتے ہوئے کہا: ارے اندھے تم یہ مکڑی کا جالا نہیں دیکھ رہے جو اس نے غار کے منہ پر بن رکھا ہے؟!!

اللہ کی قسم! مجھے یہ جالا تو محمد (ﷺ) کی پیدائش سے بھی پہلے کا لگتا ہے۔

البتہ ابو جہل نے کہا:

لات و عزیٰ کی قسم! مجھے تو یوں لگتا ہے کہ وہ ہمارے بالکل کہیں قریب ہی ہیں' لیکن اس نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔

○

قریش ہر صورت حضرت محمد ﷺ کو قابو کرنا چاہتے تھے' انہوں نے ان سب قبائل

میں یہ اعلان کروا دیا جو مکہ اور مدینہ کے راستے کے دونوں طرف رہائش پذیر تھے کہ جو بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زندہ یا مردہ حالت میں ہمارے پاس لائے گا' ہم اسے ایک سو عمدہ نسل کے اونٹ بطور انعام دیں گے۔

○

سُراقہ بن مالک مدلجی مکہ کے قریب قدید جگہ میں ایک مجلس میں تھا کہ قریش کا ایک قاصد ان کے پاس آیا اور انہیں قریش کی جانب سے بھاری انعام کی اطلاع دی۔

جب انعام میں سو اونٹ ملنے کا سنا تو سراقہ کے منہ میں پانی بھر آیا اور لالچ نے دل کو جکڑ لیا' لیکن اس نے اپنے اوپر بڑا ضبط کیا۔ ایک بات بھی اپنے منہ سے نہ نکالی کہ کہیں بھاری بھرکم انعام کا سن کر دوسروں کے دل بھی للچانے نہ لگ جائیں۔

سراقہ ابھی مجلس سے اٹھنے والے تھے کہ ایک شخص نے آکر اطلاع دی۔

بخدا! ابھی ابھی میرے پاس سے تین اشخاص گذرے ہیں میرے خیال میں ان میں ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسرا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور تیسرا ان کو راستہ دکھلانے والا ہے۔

سراقہ نے اس کی بات سن کر کہا:

وہ تو فلاں قبیلے کے لوگ ہیں جو اپنی گمشدہ اونٹنی تلاش کر رہے ہیں۔

اس شخص نے کہا شاید ایسے ہی ہو ......

سراقہ تھوڑی دیر مجلس میں رہا' اہل مجلس جب کسی دوسری بات میں مصروف ہو گئے' تو یہ چپکے سے وہاں سے کھسک گیا تاکہ اہل مجلس میں سے کسی کو پتہ نہ چلے' سیدھا اپنے گھر پہنچا لونڈی سے رازدارانہ انداز میں کہا کہ وہ اس کی گھوڑی تیار کر کے لوگوں کی نگاہوں سے چھپاتے ہوئے مکہ سے باہر لے آئے۔

اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ ہتھیار لے کر گھروں کے پیچھے اس طرح نکلے کہ کوئی اس کو دیکھ نہ لے ...... اور ہتھیار گھوڑی کے پاس رکھ جائے۔

○

سراقہ نے اپنی درع پہنی' ہتھیار گلے میں لٹکائے' گھوڑی پر زین باندھی اور سوار ہو کر اسے سرپٹ دوڑا دیا تاکہ وہ سب سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑنے میں کامیاب ہو سکے اور

اس طرح وہ قریش کے انعام کا مستحق بن سکے۔

○

سراقہ بن مالک اپنی قوم کے چند ممتاز شاہ سواروں میں سے ایک تھا دراز قد' گندھے جسم' ماہر کھوجی اور راستے کی تکالیف پر صبر کرنے والا تھا۔ اور ان صفات کے ساتھ ساتھ وہ ایک عقلمند شاعر تھا اور اس کی گھوڑی بھی بڑی اصیل تھی۔

○

سراقہ بڑی تیزی سے مسافت طے کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ یکدم گھوڑی لڑکھڑائی اور یہ آن واحد میں زمین پر گر گئے۔ انہوں نے اسے اپنے لئے اچھا شگون نہ سمجھا اور کہنے لگے ارے یہ کیا ہو گیا؟ ارے گھوڑی تیرا بیڑا غرق۔

گھوڑی تیزی سے اٹھی اور سرپٹ دوڑنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد دوبارہ لڑکھڑائی۔ اس دفعہ انہوں نے اور زیادہ اپنے لئے برا شگون تصور کیا۔

اس دفعہ لوٹ جانے کا ارادہ بھی کر لیا' لیکن سو اونٹ کے لالچ نے واپس جانے کے ارادے سے روک دیا۔

○

جس جگہ سراقہ کی گھوڑی لڑکھڑا کر گری تھی' وہاں سے حضرت محمد ﷺ اور آپ کے ساتھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صاف دکھائی دے رہے تھے' انہیں نشانہ بنانے کے لئے کمان ہاتھ میں لی' تیرے چلانے لگا تو ہاتھ شل ہو گیا ...... گھوڑی زمین میں دھنسنے لگی اور وہاں سے زہریلا دھواں آسمان کی طرف بلند ہو گیا جس سے اس کی اور گھوڑی کی آنکھیں بند ہونے لگیں ...... گھوڑی کو ایڑی لگائی تو وہ زمین میں دھنس گئی اور اس کے پاؤں زمین میں اس طرح پیوست ہوئے جیسا کہ ان میں کیل ٹھونک دیئے گئے ہوں۔ اس نے رسول اللہ ﷺ اور صدیق اکبرؓ کی طرف دیکھا اور گریہ وزاری کرتے ہوئے عرض کی کہ آپ دونوں اپنے رب سے میرے لئے دعا کریں کہ وہ میری گھوڑی کو نجات دے دے اور اس کی ٹانگوں کو زمین کی گرفت سے آزاد کر دے۔ میں آپ دونوں سے وعدہ

کرتا ہوں کہ میں آپ کا پیچھا چھوڑ دوں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے دعا کی' اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی گھوڑی کی ٹانگوں کو زمین کی گرفت سے آزاد کر دیا۔

آزادی ملنے کے تھوڑی ہی دیر بعد پھر دل میں لالچ پیدا ہوا اور رسول اکرم ﷺ کے تعاقب میں گھوڑی کو ایڑی لگا دی' اس دفعہ گھوڑی پہلے سے بھی زیادہ زمین میں دھنس گئی......

سراقہ نے فریادی بن کر عرض کی:

میرا زاد راہ' سازو سامان اور ہتھیار لے لو' میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر آپ دونوں سے عہد کرتا ہوں کہ راستے میں آپ کے تعاقب میں جو بھی آرہا ہو گا میں اسے واپس لوٹا دوں گا۔......

دونوں نے ارشاد فرمایا: ہمیں تیرے زاد راہ اور سازو سامان کی کوئی ضرورت نہیں' ہاں البتہ لوگوں کو واپس لوٹائیں۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے دعا کی تو اس کی گھوڑی آزاد ہو گئی۔

جب سراقہ واپس لوٹنے لگا تو دور سے آواز دی اور عرض کیا:

اجازت ہو تو میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں کوئی ایسی حرکت نہیں کروں گا جو آپ کو ناپسند ہو۔

پوچھا: کیا بات ہے؟

عرض کی: یا محمد ﷺ! اللہ کی قسم! آپ کا دین غالب آکر رہے گا۔ آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ جب میں آپ کی ریاست میں آؤں' تو آپ میری عزت کریں گے اور یہ وعدہ مجھے لکھ دیں۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' تو انہوں نے ایک ہڈی پر یہ عہد لکھ کر اس کے حوالے کر دیا.....

جب وہ واپس لوٹنے لگا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سراقہ! جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے تو تمہیں کیسا لگے گا؟

سراقہ نے حیران و ششدر ہو کر پوچھا:
کسریٰ بن ہرمز کے کنگن؟
آپ نے فرمایا:
ہاں ہاں! کسریٰ بن ہرمز کے کنگن!

○

سراقہ واپس لوٹا راستے میں اسے کچھ لوگ ملے جو رسول اکرم ﷺ کو تلاش کر رہے تھے۔ سراقہ نے ان سے کہا: لوگو! واپس اپنے گھروں کو چلے جاؤ میں نے تلاش میں زمین کا چپہ چپہ چھان مارا۔ پاؤں کے نقوش کے بارے میں تم میری مہارت کو بھی جانتے ہو۔ مجھے ان کا کہیں کھوج نہیں ملا۔ تم اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ میری مانو' واپس چلے جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہونے والی گفتگو اور اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کو دل میں چھپائے رکھا' یہاں تک کہ اسے یقین ہو گیا کہ اب دونوں مدینہ منورہ پہنچ گئے ہوں گے اور قریشی دشمنوں کی دستبرد سے باہر ہیں' تو سراقہ نے یہ راز افشا کر دیا۔ جب ابو جہل کو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ملاقات اور عہد و پیمان کا پتہ چلا' تو اسے بزدلی' ذلت' کمینگی اور سنہری موقع ضائع کرنے کا طعنہ دیا۔

سراقہ نے ابو جہل کی ملامت کا جواب اشعار میں دیا جن کا مفہوم یہ ہے۔

ابو حکم' اللہ کی قسم! جب میری گھوڑی کی ٹانگیں زمین میں دھنسی تھیں تم اگر اس حالت کو دیکھ لیتے تو تمہیں یقین ہو جاتا اور اس میں کوئی شک نہ رہتا کہ محمد ﷺ سچے رسول ہیں۔ بھلا ان کا کون مقابلہ کر سکتا ہے؟

○

حالات نے پلٹا کھایا اور گردش ایام نے یہ موقع فراہم بھی کر دیا۔

وہ محمد ﷺ جو رات کی تاریکی میں اپنے دشمنوں سے چھپتے ہوئے نہایت کسمپرسی کے عالم میں مکہ سے نکلے تھے' آج شاہانہ انداز کے ساتھ ہزاروں سفید تلواروں اور گندمی نیزوں کے جلو میں سردار اور فاتح کی حیثیت میں مکہ میں داخل ہوئے۔

وہ سرداران قریش جنھوں نے تکبر و نخوت کے ساتھ عرب میں تہلکہ مچا رکھا تھا'

آج رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں نہایت عاجزی وانکساری کے ساتھ جاں بخشی کی بھیک مانگتے ہوئے عرض پرداز ہیں۔

حضور! آپ کے اخلاق حسنہ کے پیش نظر امید ہے کہ آج آپ ہم سے اچھا برتاؤ کریں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کی سی فیاضی برتتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

جاؤ تم آزاد ہو......

سراقہ بن مالک نے اپنی سواری تیار کی اور رسول خدا ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری کے لئے چل دیا تاکہ آپ کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرے' اور دس سال پہلے جو تحریری پروانہ اس کے پاس موجود تھا وہ پیش کر کے امان حاصل کر سکے۔

سراقہ! کہتے ہیں:

میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ اس وقت جعرانہ میں ایک انصاری لشکر کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر انصاری اپنے نیزوں سے مجھے کچوکے لگانے لگے اور کہنے لگے دور ہٹ جاؤ' تم یہاں کیا لینے آئے ہو؟ میں صفوں کو چیرتا ہوا رسول اقدس ﷺ کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے' میں نے تحریری پروانہ دکھلاتے ہوئے عرض کی' یارسول اللہ ﷺ!

میں سراقہ بن مالک ہوں......

یہ آپ کا میرے ساتھ تحریری معاہدہ ہے' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سراقہ میرے قریب آجاؤ' آج عہد وپیمان کے ایفاء کا دن ہے۔ میں آگے بڑھا اور آپ کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور آپ کے حسن اخلاق اور ایفائے عہد سے شاد کام ہوا۔

○

سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملاقات کو ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو اپنی جوار رحمت میں بلا لیا ...... آپ کے وصال سے سراقہ غم واندوہ سے نڈھال ہو گئے اور وہ منظر ان کی آنکھوں کے سامنے گھوم گیا جبکہ یہ سو اونٹ کے لالچ میں حضور علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ لے کر تعاقب میں نکلے

تھے۔ آج دنیا بھر کی عمدہ اونٹنیاں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن کے ایک ذرے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتیں۔

اور اپنے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جملہ بار بار دہرانے لگے۔ سراقہ جب تم شاہ ایران کے کنگن پہنو گے تو تمہیں کیسا لگے گا؟

اب انہیں یقین ہو چکا تھا کہ شاہ ایران کے کنگن یہ ضرور پہنیں گے۔

○

وقت تیزی کے ساتھ گزرتا گیا' یہاں تک کہ سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آیا' مسلمان ان کے مبارک دور خلافت میں ایران کی طرف ہوا کے تیز جھونکے کی طرح لپکے۔

قلعوں کو فتح کرتے' لشکروں کو شکست فاش دیتے' شاہی تختوں کو پامال کرتے اور مال غنیمت سمیٹتے ہوئے مسلسل آگے بڑھتے چلے گئے یہاں تک پورا ایران فتح کر لیا۔

ایک روز سپہ سالار لشکر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے قاصد ایران پر فتح کی خوشخبری لے کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے' ان کے ساتھ بیت المال کے لئے غنیمت کا پانچواں حصہ بھی تھا' جو ایران کے مجاہدین اسلام کے ہاتھ لگا تھا۔ جب مال غنیمت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھا گیا۔ تو آپ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس میں شاہ ایران کا وہ تاج بھی موجود تھا جس میں قیمتی موتی جڑے ہوئے تھے۔ شاہ ایران کا وہ لباس بھی تھا جو سونے کی تاروں سے بنا ہوا تھا اور وہ قیمتی پٹی بھی تھی جس پر لعل وجواہر جڑے ہوئے تھے اور سونے کے دو کنگن بھی مال غنیمت میں موجود تھے' جیسے خوبصورت' دیدہ زیب کنگن اس سے پہلے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نہیں دیکھے تھے۔ اس کے علاوہ بے شمار نفیس ودیدہ زیب اشیاء مال غنیمت میں موجود تھیں۔

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بیش بہا خزانے کو اپنے چھڑی سے الٹا پلٹا کر دیکھ رہے تھے۔

پھر آپ نے حاضرین کی طرف دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

جو لوگ یہ مال غنیمت لے کر آئے ہیں' وہ بلاشبہ سب کے سب امین ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ' بھی وہاں موجود تھے۔ کہنے لگے امیر المؤمنین! آپ پاکدامن رہے' تو آپ کی رعیت بھی پاکدامن رہی۔

اگر آپ مال غنیمت کھاتے تو آج یہ بھی ہڑپ کر جاتے ......

اس موقع پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا۔ شاہ ایران کا لباس انہیں پہنایا' کمر پر پٹی باندھی' سر پر تاج رکھا اور ہاتھوں میں کنگن پہنا دیئے' یہ منظر دیکھ کر مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سراقہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر خوشی سے جھومتے ہوئے فرمایا:

واہ واہ ...... ارے بنو مدلج کا ایک بدوی اس کے سر پر شاہ ایران کا تاج اور ہاتھوں میں کنگن! اس شان خسروانہ کے کیا کہنے! پھر آسمان کی طرف سر اٹھایا اور یوں گویا ہوئے:

الٰہی! تو نے یہ مال و دولت اپنے رسول مقبول علیہ السلام کو نہ دیا اور وہ تجھے مجھ سے زیادہ محبوب اور عزیز تھے۔

الٰہی! تو نے یہ مال ودولت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نہ دیا حالانکہ وہ تجھے میری نسبت زیادہ محبوب اور عزیز تھے۔ پھر یہ سب کچھ مجھے عطا کر دیا۔ میں تیری بارگاہ میں پناہ مانگتا ہوں کہ کہیں یہ مال تو نے مجھے سزا کے لئے عطا نہ کیا ہو' پھر اس وقت یہ قیمتی مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

حضرت سراقہ بن مالکؓ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ اسد الغابة ۲/۲۳۲

۲۔ الاصابة ۲/۱۸

۳۔ ثمار القلوب ۹۳

۴۔ طبقات ابن سعد ۱/۱۸۸

۵۔ سیرت ابن هشام ۲/۱۳۳۔۱۳۵

۶۔ حياة الصحابه فہرست ملاحظہ کیجئے۔

۷۔ تاج العروس ۶/۸۳

حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فیروز ایک بابرکت آدمی ہے اور بابرکت گھرانے کا چشم و چراغ ہے۔ (فرمان نبویؐ)

حجتہ الوداع سے فارغ ہو کر جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ بخار میں مبتلا ہو گئے' آپ کی بیماری کی خبر جزیرہ عرب میں چاروں طرف جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی' یمن میں اسود عنسی یمامہ میں مسیلمہ کذاب اور بلاد بنو اسد میں طلیحہ اسدی مرتد ہو گئے' ان تینوں نے نبوت کا دعویٰ کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ ہمیں اپنی اپنی قوم کی طرف اسی طرح نبی بنا کر بھیجا گیا ہے جس طرح محمد بن عبد اللہ ﷺ کو قریش کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔

○

اسود عنسی سخت دل' طاقت ور' دیو ہیکل' شرپسند نجومی اور جادوگر تھا' اس کے ساتھ ساتھ وہ ایسا فصیح البیان مقرر تھا کہ سننے والے انگشت بدنداں رہ جاتے اپنی شعبدہ بازی سے لوگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈالنا اس کے بائیں ہاتھ کا کام تھا۔ مال و دولت' جاہ و حشم اور قدر و منزلت کا حصول اس کی کمزوری بن چکا تھا۔

جب بھی گھر سے باہر نکلتا اپنے چہرے پر خود چڑھا لیتا تاکہ لوگ اسے دیکھ کر ہیبت زدہ ہو جائیں۔

○

ان دنوں یمن میں ایسے ایرانیوں کا اثر و رسوخ تھا' جو ایران کو خیرباد کہہ کر مستقل طور پر یمن میں آباد ہو چکے تھے اور ان کے سرخیل صحابی رسول حضرت فیروز دیلمی تھے' اور ان میں ایک سب سے بڑا باذان نامی شخص تھا جو ظہور اسلام کے وقت شہنشاہ ایران

کی طرف سے یمن کا حکمران تھا۔ جب اس کے سامنے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت واضح ہو گئی' تو اس نے شاہ ایران کی اطاعت کا پھندا اپنے گلے سے اتار پھینکا اور اپنی قوم سمیت دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بدستور یمن کا حاکم رہنے دیا اور وہ اس منصب پر آخر دم تک فائز رہا اور اس کی وفات کے چند روز بعد اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

○

سب سے پہلے اسود عنسی کی نبوت کو اس کی قوم بنو مذحج نے تسلیم کیا۔ اس نے اپنی قوم کی مدد سے صنعاء پر حملہ کر دیا اور اس کے حکمران شہر بن باذان کو قتل کر کے اس کی بیوی آزاد سے شادی رچالی پھر یہ صنعاء سے دوسرے گرد ونواح کے علاقوں پر حملہ آور ہوا۔ اس کی قیادت میں بڑی تیزی سے علاقے فتح ہونے لگے' یہاں تک کہ حضر موت سے طائف تک اور بحرین سے عدن تک کا علاقہ اس کی زیر حکومت آگیا۔

○

جب اسود عنسی لوگوں کو دھوکہ دینے اور اپنی وسیع تر قیادت کی طرف مائل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اس نے اپنے پیروکاروں کو بتایا کہ اس کے پاس وحی لے کر ایک فرشتہ آتا ہے جو غیب کی خبریں اسے بتاتا ہے .....

اسود عنسی اس شعبدہ بازی کو اپنے ان جاسوسوں کے ذریعے چلاتا جو ہر جگہ میں پھیلے ہوئے تھے تاکہ وہ لوگوں کی خبروں کے متعلق واقفیت حاصل کریں۔ ان کے رازہائے دروں' مشکلات ومصائب اور دلی تمناؤں سے آگاہی حاصل کر کے رازدارانہ طور پر اسے بتائیں۔

اس طرح جب بھی کوئی اس کے روبرو آتا تو یہ دیکھتے ہی فوراً پکار اٹھتا: تجھے فلاں ضرورت میرے پاس لائی ہے تم اس وقت فلاں فلاں مشکلات ومصائب میں مبتلا ہو' اپنے پیروکاروں کو ایسے ایسے کرتب دکھلاتا کہ ان کی عقلیں دنگ رہ جاتیں۔

یہاں تک کہ کاروبار حکومت چلانے میں اس کے پاؤں جم گئے' اور اس کی دعوت آفاق عالم میں اس طرح پھیلی جیسے خشک جنگل میں آگ پھیل جاتی ہے۔

○

جب نبی اکرم ﷺ کو اسود عنسی کے مرتد ہونے اور یمن پر حملہ آور ہو کر اسے اپنے قبضے میں لینے کی خبر ملی تو آپ نے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یمن میں آباد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف یہ پیغام دے کر بھیجا' کہ اسود عنسی کے پیدا کردہ فتنے کا جس طرح بھی ہو سکے' قلع قمع کر دیا جائے۔ جس صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کا پیغام پہنچتا وہ فوراً آپ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آپ کے حکم کو نافذ کرنے کے لئے کمربستہ ہو جاتا۔

آپ کی دعوت پر لبیک کہنے والوں میں سب سے سبقت لے جانے والے ہماری اس داستان کے ہیرو حضرت فیروز دیلمی ہیں۔ ہم یہ دلربا داستان انہی کی زبانی آپ کو سناتے ہیں۔

حضرت فیروز فرماتے ہیں۔

مجھے اور میرے ساتھیوں کو دین الٰہی کے برحق ہونے اور دشمن خدا اسود عنسی کے جھوٹا ہونے کے بارے میں ذرہ برابر بھی شک نہیں تھا۔ ہم اس پر حملہ آور ہونے اور اس سے گلو خلاصی کرانے کی ہر دم فکر میں تھے۔ جب ہمارے پاس اور یمن میں آباد صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس رسول اللہ ﷺ کے خطوط آئے تو ہمارے حوصلے بلند ہو گئے ہم میں سے ہر ایک اسود عنسی کو ٹھکانے لگانے کے لئے سرگرم عمل ہو گیا۔

○

یمن میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد اسود عنسی بہت مغرور ہو چکا تھا اور اپنے لشکر کے سپہ سالار قیس بن عبد یغوث کو بھی اپنے کبر و نخوت کا نشانہ بنایا۔ جس سے قیس کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو گیا' اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے میں اپنے چچیرے بھائی داذویہ کے ہمراہ قیس کے پاس گیا۔ ہم نے اسے رسول اللہ ﷺ کا پیغام سنایا اور اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ پہلے اس سے کہ وہ تیرا کام تمام کر دے' کیوں نہ اس منحوس شخص کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔ اس نے پورے انشراح صدر سے ہماری دعوت کو قبول کیا اور اپنے دلی ارادے سے ہمیں آگاہ کیا' اور اس نے ہمارے بارے میں یہ خیال کیا کہ یہ میری مدد کے لئے آسمان سے فرشتے نازل ہوئے ہیں۔

ہم تینوں نے یہ عہد وپیان کیا کہ ہم اس جھوٹے' مکار' مرتد کا داخلی محاذ پر مقابلہ کریں گے اور دوسرے ساتھی بیرونی محاذ پر اس کا مقابلہ کریں گے۔ ہم نے یہ بھی طے کیا کہ اپنے اس کام میں چچا زاد بہن "آزاد" کو شریک کیا جائے جس کے ساتھ اس منحوس نے اس کے شوہر شہر بن باذان کو قتل کر کے شادی رچائی تھی۔

○

میں اسود عنسی کے محل میں گیا اور اپنی چچازاد بہن آزاد سے ملا اور کہا میری بہن! تم جانتی ہو کہ یہ منحوس شخص ہمارے لئے آفت کا پرکالہ ثابت ہوا ہے۔ اس کی ضرر رسانیوں سے نہ ہم محفوظ ہیں اور نہ ہی تم' دیکھئے اس نے تیرے خاوند کو قتل کر دیا اور ہماری قوم کی دیگر عورتوں کو رسوا کیا' بہت سے مردوں کو ہلاک کر ڈالا اور ان کے ہاتھ سے سلطنت چھین لی۔

یہ رسول اللہ ﷺ کا خط ہمیں موصول ہوا ہے جس میں خاص طور پر ہمیں اور عام طور تمام اہل یمن کو اس فتنہ کی سرکوبی کا حکم دیا ہے۔

کیا آپ ہماری مدد کر سکتی ہیں؟

اس نے دریافت کیا: میں آپ کی کیسے مدد کروں؟

میں نے کہا: اس کے یہاں سے دلیس نکالا دینے پر مدد کیجئے۔

اس نے کہا: میں اس کے قتل کرنے پر آپ کی مدد کروں گی۔

میں نے کہا: بخدا! اس سے تو ہماری دلی مراد پوری ہو جائے گی' لیکن مجھے خطرہ ہے کہ کہیں آپ کو اس کا خمیازہ نہ بھگتنا پڑ جائے۔

اس نے کہا: مجھے قسم اس ذات کی! جس نے حضرت محمد ﷺ کو بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے' مجھے اپنے دین کے برحق ہونے میں ذرہ برابر شک نہیں۔ میرے خیال میں اللہ تعالیٰ نے اس شیطان سے بڑھ کر ملعون کسی کو پیدا ہی نہیں کیا۔ بخدا! جب سے میرا اس سے واسطہ پڑا ہے' اسے فاجر وفاسق ہی پایا نہ اس لعین کو حقوق کا خیال ہے اور نہ ہی کسی برائی سے باز آتا ہے۔

میں نے کہا: ہم اسے کس طرح قتل کر سکتے ہیں؟

اس نے کہا: یہ شیطان بڑا محتاط ہے۔ محل میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں اس نے چوکیدار کھڑے نہ کئے ہوں' البتہ یہ کونے والا کمرہ ان کی دستبرد سے باہر ہے۔ اس کمرے کی بیرونی دیوار کھلے میدان کی طرف ہے آپ رات کی تاریکی میں اس بیرونی دیوار میں نقب لگائیں۔ اندر روشن چراغ اور ہتھیار پڑے ہوں گے' اور میں آپ کا انتظار کروں گی' پھر آپ چپکے سے اس کی خواب گاہ میں داخل ہو کر اسے قتل کر دینا۔

میں نے کہا: محل کے اس کمرے میں نقب لگانا کوئی آسان کام نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی انسان وہاں سے گزرے اور وہ چوکیداروں کو چوکنا کر دے۔ اس طرح صورت حال بگڑ جائے گی۔

بہن نے میری بات سن کر کہا: آپ کی بات تو صحیح ہے۔

ہاں میرے ذہن میں ایک تجویز آئی ہے۔

میں نے کہا: وہ کیا؟

اس نے کہا: آپ کل ایک شخص کو مزدور کے روپ میں میرے پاس محل میں بھیجنا۔ میں اس سے کمرے کے اندرونی جانب سے دیوار میں اتنا سوراخ کراؤں گی کہ دیوار کا معمولی حصہ باقی رہ جائے گا۔ آپ رات کے وقت اسی جگہ نقب لگانا آپ کے ہاتھ لگانے سے ہی دیوار میں سوراخ ہو جائے گا اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔

میں نے کہا: یہ بہت اچھی تجویز ہے۔

یہ منصوبہ بنا کر میں واپس آ گیا۔ اپنے ساتھیوں کو اطلاع دی۔ یہ منصوبہ سن کر وہ بہت خوش ہوئے' ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے اور ہم نے اسی وقت سے تیاری شروع کر دی۔

پھر ہم نے اہل ایمان کو خواص کو اس منصوبے کی اطلاع دی اور انہیں اس راز سے آگاہ کیا اور ہم نے انہیں تیار اور چوکس رہنے کے لئے کہا اور انہیں یہ بھی بتا دیا کہ کل فجر کے وقت تک ہم اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیں گے۔

جب رات کی تاریکی پھیل گئی اور وقت مقررہ قریب آ گیا' میں اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ منزل کی طرف روانہ ہوا۔ دیوار کو نقب لگائی' کمرے میں داخل ہو گئے' اندر پڑے

ہوئے ہتھیار پکڑے چراغ ہاتھ میں لیا اور دشمن خدا کی خلوت گاہ کی طرف چلے' میری چچا زاد بہن دروازے پہ کھڑی تھی۔ اس نے اشارہ کیا میں دبے پاؤں اندر داخل ہوا وہ گہری نیند میں خراٹے لے رہا تھا۔ میں نے اس کی گردن پر تلوے کا وار کیا تو وہ بیل طرح دھاڑا اور ذبح کیے گئے اونٹ کی طرح تڑپنے لگا۔ جب چوکیداروں نے اس کی گھگھیائی ہوئی آوازیں سنیں تو خلوت گاہ کی طرف لپکے اور کہنے لگے: اندر سے یہ آواز کیسی آ رہی ہے؟

میرے چچا کی بیٹی نے ان سے کہا:

جاؤ آرام کرو' گھبرانے کی ضرورت نہیں' یہ اللہ کا نبی ہے' اب اس کی طرف وحی ہو رہی ہے تو وہ منہ لٹکائے واپس لوٹ گئے۔

○

ہم محل میں طلوع فجر تک رہے' طلوع فجر کے بعد میں محل کی دیوار پر چڑھا۔ اور اذان دینا شروع کر دی جب میں نے اَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰهِ کہا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا اشھد ان الاسود العنسی کذاب تاکہ مسلمان میرے اشارے کو سمجھ جائیں' یہ کلمات سنتے ہی مسلمانوں نے چاروں طرف سے محل پر حملہ کر دیا۔ اذان کی آواز سن کر چوکیدار چوکس ہو گئے اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔

میں نے محل کی دیوار کے اوپر سے اسود عنسی کا سر نیچے پھینک دیا' اسود عنسی کے پیروکاروں نے جب اس کا سر دیکھا تو کمزور پڑ گئے اور ان کی طاقت زائل ہو گئی۔ جب مومنوں نے اس کا سر دیکھا تو نعرہ تکبیر بلند کیا اور دشمن پر زور دار حملہ کیا' طلوع آفتاب سے پہلے جنگ ختم ہو گئی اور مسلمانوں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

○

طلوع آفتاب کے بعد جب چہار سو روشنی پھیل گئی' تو ہم نے رسول اقدس ﷺ کی طرف قاصد روانہ کیے۔

جب یہ خوشخبری دینے والے قاصد مدینہ پہنچے تو انہیں پتہ چلا کہ سرور عالم' فخر موجودات' شمس الضحیٰ' بدر الدجیٰ' نبی مکرم' رسول معظم' سرکار دو عالم ﷺ گذشتہ رات

اپنے اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔

قاصد حیرانی و پریشانی کی تصویر بنے ہوئے تھے کہ انہیں بتایا گیا کہ نبی اقدس ﷺ کو وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسی رات آگاہ کر دیا تھا جس رات اسود عنسی کو قتل کیا گیا۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے یہ ارشاد فرمایا:

گذشتہ رات اسود عنسی کو قتل کر دیا گیا ہے۔

اس کو ایک ایسے بابرکت شخص نے قتل کیا ہے جس کا تعلق ایک بابرکت گھرانے سے تھا۔

آپ سے دریافت کیا گیا۔

یا رسول اللہ! وہ مبارک شخص کون ہے؟

آپ نے فرمایا: فیروز......

فیروز اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا۔

○

حضرت فیروز دیلمی کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے لے کئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابہ مترجم	۷۰۱۲
۲۔ الاستیعاب	۲۰۴/۳
۳۔ اسد الغابہ	۲۷۱/۴
۴۔ تہذیب التہذیب	۳۰۵/۸
۵۔ طبقات ابن سعد	۵۳۳/۵
۶۔ تاریخ طبری	تیسری جلد کی فہرست دیکھئے
۷۔ کامل ابن اثیر	واقعات گیارہویں ہجری
۸۔ فتوح البلدان	۱۱۱۔۱۱۳
۹۔ جمہرۃ الانساب	۳۸۱
۱۰۔ تاریخ الخمیس	۱۵۵/۲

۱۱۔ دائرة المعارف الاسلاميه ۱۹۸/۲

۱۲۔ تاریخ خلیفه بن خیاط ۸۳

۱۳۔ حياة الصحابه ۲۳۸/۲۔۲۴۰

۱۴۔ الاعلام ۲۹۹/۵

حضرت ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ

"ثابت بن قیسؓ کے علاوہ کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس کی وصیت کو اس کی موت کے بعد من وعن پورا کیا گیا ہو۔"

ثابت بن قیس انصاری خزرج کے ہر دلعزیز سردار تھے اور یثرب کی گنی چنی شخصیتوں میں سے ایک تھے' اس کے ساتھ ساتھ یہ زندہ دل' حاضر جواب' فصیح البیان اور بلند آواز والے تھے' جب بولتے تو سامعین پر سناٹا طاری ہو جاتا اور دیگر مقررین ان کی موجودگی میں مرعوب ہو جاتے' یہ ان خوش نصیب اشخاص میں سے تھے جنہیں یثرب میں پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ جب انہوں نے مبلغ اسلام حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی مترنم اور دلدوز آواز سے قرآن مجید کی تلاوت سنی تو دل پر اثر کر گئی۔ جب قرآنی آیات کی تشریحات سنیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایمان کے لئے ان کے سینے میں انشراح پیدا فرما دیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے تلے آکر ان کی قدر ومنزلت اور شان وشوکت کو چار چاند لگ گئے۔

○

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو ثابت بن قیس نے اپنی قوم کے شاہسواروں کو ساتھ لے کر آپ کا عظیم الشان استقبال کیا' آپ کو اور آپ کے رفیق سفر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خوش آمدید کہا اور آپ کے سامنے نہایت ہی فصیح وبلیغ انداز میں خطاب کیا۔ خطبے کا آغاز حمد وثنا اور درود وسلام سے کیا اور اختتام ان کلمات پر کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ سے معاہدہ کرتے ہیں کہ ہم دل وجان سے آپ کا ساتھ دیں گے' ہم آپ کی اسی طرح حفاظت کریں گے جیسے ہم اپنی جانوں' اپنی اولاد' اور اپنی

عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یارسول اللہ! یہ انداز اختیار کرنے پر ہمیں کیا ملے گا؟

آپ نے ارشاد فرمایا:

اس حسن سلوک پر تمہیں جنت ملے گی ...... جنت کا نام سنتے ہی قوم کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے اور بیک زبان کہنے لگے۔ اس بدلے پر ہم راضی ہیں یارسول اللہ ﷺ!۔ اس دن سے رسول اقدس ﷺ نے ثابت بن قیس کو خطیب کا لقب عطا کر دیا جیسا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنا شاعر ہونے کے اعزاز سے نوازا تھا۔

جب عرب وفود آپ کے سامنے اپنی قوم کے خطباء وشعراء کی فصاحت کا تذکرہ کرتے تو آپ خطیبوں کے مقابلے میں حضرت ثابت بن قیسؓ اور شعراء کے مقابلے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو پیش کرتے۔

○

حضرت ثابت بن قیس پکے مومن' سچے متقی' اپنے رب سے بہت زیادہ ڈرنے والے اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے کاموں سے اجتناب کرنے والے تھے۔ ایک روز رسول اقدس ﷺ نے انہیں انتہائی غم واندوہ میں مبتلا دیکھا' خشیت الٰہی سے ان کے کندھے کانپ رہے تھے۔

آپ نے دریافت فرمایا: ثابت! تجھے کیا ہوا؟

عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ مجھے اندیشہ ہے کہ میں تباہ ہو گیا ہوں۔

آپ نے پوچھا: وہ کیسے؟

عرض کیا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں منع کیا تھا کہ ہماری ایسے کارناموں پر تعریف کی جائے جو ہم نے سرانجام ہی نہیں دیئے اور میرا دل اس قسم کی تعریف کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تکبر سے منع کیا اور میں خودپسندی کا خوگر ہوں رسول اقدس ﷺ تسلی دینے کے لئے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر مسلسل تھپکی دینے لگے' یہاں تک کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

اے ثابت! کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ زندگی میں تمہاری تعریف ہو' شہادت کی موت نصیب ہو اور تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ یہ خوشخبری سن کر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا

چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور کہنے لگے:

کیوں نہیں یارسول اللہ ﷺ! کیوں نہیں یارسول اللہ ﷺ!

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تیرے ساتھ اسی طرح پیش آئے گا۔

○

جب یہ آیت نازل ہوئی:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرو' جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو' کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

تو حضرت ثابت بن قیس رسول اللہ ﷺ کی محفل سے کنارہ کشی اختیار کرنے لگے' حالانکہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ انہیں انتہا درجے کی محبت تھی' غمزدہ ہو کر اپنے گھر میں ہی بیٹھے رہتے۔ صرف فرض نمازوں کے لئے گھر سے نکلتے۔

جب نبی اکرم ﷺ نے ان کی غیر حاضری کو محسوس کیا تو ارشاد فرمایا: ثابت بن قیس کی خبر کون لائے گا؟

انصار میں سے ایک شخص نے کہا: میں یارسول اللہ ﷺ! وہ شخص حالات معلوم کرنے کے لئے جب ان کے گھر پہنچا تو دیکھا کہ حضرت ثابت بن قیس سر نیچے کئے ہوئے افسردہ و غمگین بیٹھے ہیں۔

اس نے پوچھا: اے ثابت! کیا حال ہے؟

فرمایا: بہت برا حال ہے۔

اس نے پوچھا: کیا ہوا؟

فرمانے لگے: تم جانتے ہو کہ میری آواز بہت اونچی ہے اور اکثر اوقات میری آواز رسول اکرم ﷺ کی آواز سے بلند ہو جاتی ہے اور قرآن مجید میں جو آیت نازل ہوئی ہے وہ بھی تمہیں معلوم ہے۔ میں یہاں اپنے آپ کو اس لئے روکے ہوئے ہوں کہ کہیں میرے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور اہل جہنم میں سے ہو جاؤں ....

یہ سن کر وہ شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو صورت حال بتائی۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے خدشات آپ کی خدمت میں پیش کئے' یہ باتیں سن کر آپ نے ارشاد فرمایا:

اس کے پاس ابھی جاؤ اور اسے کہو' تم اہل جہنم میں سے نہیں ہو' بلکہ تم جنتی ہو۔ بلاشبہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے لئے یہ بہت بڑی بشارت تھی' اور زندگی میں ملنے والا ایک بڑا اعزاز تھا۔

○

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے اور لڑائی کے دوران انتہائی خطرناک محاذ پر شوق شہادت میں بے دریغ لڑے۔ ہر مرتبہ شہادت بہت قریب سے پلٹ گئی' یہاں تک کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب مسلمانوں اور مسیلمہ کذاب کی فوج کے درمیان لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں حضرت ثابت بن قیسؓ لشکر انصار کے سالار تھے اور ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام سالم لشکر مجاہدین کے سالار تھے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پورے لشکر اسلام کے سپہ سالار تھے۔

اکثر معرکوں میں مسیلمہ کذاب کی فوجیں مسلمانوں پر غالب رہیں' یہاں تک کہ دشمن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خیمے میں داخل ہو گئے' خیمے کی طنابیں کاٹ ڈالیں اور اسے بری طرح چیر پھاڑ کر رکھ دیا اور انہوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی بیوی کو قتل کرنے کا ارادہ بھی کر لیا۔ اس روز مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بہت کبیدہ خاطر ہوئے۔ جب مسلمان شکست خوردہ ہو کر ایک دوسرے کو عار دلانے لگے تو ان کا دل غم واندوہ سے لبریز ہو گیا۔ ..... شہری دیہاتیوں کو بزدلی کا طعنہ دینے لگے اور دیہاتی

شہریوں کے متعلق کہنے لگے کہ یہ لڑائی کا فن جانتے ہی نہیں۔

اس نازک موقع پر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے اپنے جسم پر زعفران ملا کفن سر پر باندھا اور سب کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگے: مسلمانو! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اس طرح نہیں لڑا کرتے تھے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ دشمن تم پر حاوی ہو چکا ہے' یہ بڑے غضب کی بات ہے کہ تم دشمن کے مقابلے میں پسپا ہو چکے ہو۔

پھر اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور یہ دعا کی:

الٰہی! میں مسیلمہ کذاب اور اس کی قوم کے شرک والحاد سے برات کا اظہار کرتا ہوں۔ الٰہی! میں مسلمانوں کی پسپائی سے بھی برأت کا اظہار کرتا ہوں۔

پھر حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت سالم مولیٰ بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمانوں کے کندھے سے کندھا ملا کر ببر شیر کی مانند ایک زور دار حملہ کیا جس سے عام مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور مشرکوں کے قدم ڈگمگانے لگے۔ میدان کار زار میں مسلسل ہر طرف سے دشمن پر کاری ضربیں لگاتے رہے اور دشمن کی طرف سے تیروں کی بوچھاڑ میں بھی بہادری کے جوہر دکھلاتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ تیروں سے ان کا جسم چھلنی ہو گیا۔ اور اسی میدان میں اس شہادت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوئے جس کی بشارت سرور عالم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دی تھی۔ ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سرور حاصل ہوا۔ اس لئے کہ ان کی جرأت وشجاعت کی بنا پر لڑائی کا پانسہ پلٹا اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں آگیا اور انہیں فتح نصیب ہوئی۔

○

حضرت ثابتؓ کے جسم پر ایک بہت عمدہ ذرع تھی' ایک مسلمان فوجی وہاں سے گزرا اس نے ذرع اتار کر اپنے پاس رکھ لی۔

دوسری رات ایک مسلمان فوجی نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس کو خواب میں دیکھا۔

انہوں نے کہا: میں ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ ہوں کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں

فرمایا: میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں تم اسے خواب سمجھ کر بھلا نہ دینا۔

کل مجھے جب قتل کر دیا گیا تو میرے پاس سے ایک مسلمان گزرا جس کا حلیہ یہ ہے۔ وہ میری ذرع اتار کر اپنے خیمے میں لے گیا' وہ خیمہ چھاؤنی کے فلاں کونے پر واقع ہے۔ وہاں اس نے میری ذرع کو دیگچے کے نیچے رکھ دیا اور دیگچے کے اوپر کچاوا رکھ دیا۔ تم خالد بن ولید کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ وہ کسی شخص کو بھیجے اور وہ میری ذرع اٹھا لائے۔ وہ ابھی تک اسی جگہ پڑی ہوئی ہے۔

میں تمہیں ایک دوسری وصیت کرتا ہوں تم اسے خواب سمجھ کر ضائع نہ کر دینا۔

خالد بن ولید سے کہنا کہ جب تم مدینہ منورہ خلیفۃ الرسول' صدیق اکبرؓ کے پاس پہنچو تو انہیں یہ کہنا کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ پر اتنا قرض ہے اور اس کے فلاں اور فلاں دو غلام ہیں' میرا قرض ادا کر دیں اور میرے غلاموں کو آزاد کر دیں۔

اس کے بعد اس شخص کی آنکھ کھل گئی تو اٹھ کر وہ سیدھا حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس پہنچا اور خواب میں جو کچھ دیکھا انہیں کہہ سنایا' حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ذرع لانے کے لئے ایک شخص کو بھیجا' ذرع اس جگہ اسی حالت میں موجود تھی۔ وہ اٹھا کر لے آیا۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ مدینہ منورہ پہنچے' تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی یہ وصیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بتائی تو انہوں نے اس وصیت کو پورا کر دیا۔

ان سے پہلے اور نہ ہی ان کے بعد کوئی ایسا شخص دکھائی دیتا ہے جس نے فوت ہونے کے بعد اس انداز سے وصیت کی ہو اور پھر وہ من وعن پوری کر دی گئی ہو۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے راضی اور یہ اللہ سے راضی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا کی۔

○

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱- الاصابہ مترجم ۹۰۴

۲- الاستیعاب ۱/۱۹۲

۳- تهذیب التهذیب	۱۲/۲
۴- فتح الباری	۴۰۵/۶
۵- تاریخ اسلام علامه ذهبی	۳۷۱/۱
۶- حیاة الصحابه	چوتھی جلد کی فہرست دیکھئے
۷- البیان والتبیین	۲۰۱/۱ و ۳۵۹
۸- سیرت ابن هشام	۱۵۲/۲۔ ۳۱۸/۳۔ ۲۰۷/۴
۹- الصدیق حسین هیکل	۱۶۰
۱۰- سیر اعلام النبلاء	
۱۱- اسد الغابة	۲۷۵/۱

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ

> حضرت اسماءؓ نے سو سال کی عمر پائی نہ کوئی دانت گرا اور نہ داڑھ اور نہ ہی عقل و خرد میں کوئی خلل پیدا ہوا۔ (مؤرخین)

اس صحابیہ رضی اللہ عنہا نے تمام اطراف سے مجد و شرف جمع کر لیا۔ وہ اس طرح کہ:
اس کا باپ صحابی' اس کا دادا صحابی اس کی بہن صحابیہ' اس کا خاوند صحابی اور اس کا بیٹا صحابی۔

بلاشبہ یہ مجد و شرف ان کے لئے باعث فخر ہے:
اس کا باپ صدیق اکبرؓ تھا' جنہیں زندگی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیل اور وصال کے بعد ان کا خلیفہ بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔

اس کا دادا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا گرامی قدر والد تھا۔

اس کی بہن ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھی۔

اس کا خاوند حواری رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ تھے۔

اور اس کا بیٹا حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تھا۔

یہ سب اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ہستیاں تھیں' اور مختصراً یہ ہیں حضرت اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اور بس......

حضرت اسماءؓ ان خوش نصیب خواتین میں سے ہیں جنہیں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ان سے پہلے صرف سترہ مرد اور عورتیں مشرف باسلام ہوئے۔

انہیں ذات النطاقین کا لقب دیا گیا' وہ اس لئے کہ جس رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ابا جان ہجرت کے لئے تیار ہوئے تو حضرت اسماء نے ان کے لئے زاد راہ تیار کیا'

پانی کے لئے ایک مشکیزہ مہیا کیا۔ جب انہیں زاد راہ اور مشکیزہ کو باندھنے کے لئے کوئی رسی نہ ملی' تو انہوں نے ازار بند کے دو حصے کئے ایک کے ساتھ زاد راہ کا تھیلا باندھ دیا اور دوسرے کے ساتھ مشکیزے کا منہ کس دیا' نبی اکرم ﷺ نے ان کے لئے برکت کی دعا کی اور فرمایا: تجھے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے جنت میں دو نطاق عطا فرمائے' اس سے ان کا لقب ذات النطاقین پڑ گیا۔

○

حضرت زبیر بن عوامؓ نے جب ان سے شادی کی اس وقت ان کی حالت بہت کمزور تھی' نہ تو ان کے پاس کوئی خادم تھا اور نہ ہی ایک گھوڑے کے علاوہ کوئی مال تھا' یہ ان کے لئے بڑی نیک اور خدمت گذار بیوی ثابت ہوئیں۔ ان کا بھی خیال رکھتیں اور ان کے گھوڑے کے لئے چارے کا بھی بندوبست کرتیں' یہاں تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے لئے رزق کے دروازے کھول دیئے اور یہ صحابہ میں بہت زیادہ مالدار بن گئے۔

جب حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی فرصت ملی' اس وقت یہ حاملہ تھیں' اور وضع حمل کے دن بالکل قریب تھے' لیکن یہ کیفیت دشوار گزار اور طویل سفر اختیار کرنے میں رکاوٹ ثابت نہ ہوئی۔ جب یہ وادی قباء میں پہنچیں تو انہوں نے اپنے بچے عبد اللہ بن زبیر کو جنم دیا۔

مسلمانوں نے عبد اللہ بن زبیر کی ولادت پر بہت خوشی کا اظہار کیا' اس لئے کہ مدینہ منورہ میں مہاجرین کے ہاں یہ پہلا بچہ ہے جس نے جنم لیا' والدہ اس نومولود کو گود میں اٹھا کر رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ نے اسے اپنی گود میں لیا' اپنے مبارک لعاب دہن کی بچے کو گھٹی دی' اور اس کے لئے خیر وبرکت کی دعا کی' اس طرح سب سے پہلے جو اس کے پیٹ میں چیز گئی وہ رسول اقدس ﷺ کا لعاب دہن تھا۔

○

اسماء بنت ابی بکرؓ میں جو بے شمار خوبیاں بیک وقت جمع ہو گئیں تھیں' وہ شاذ ونادر ہی کسی میں جمع ہوتی ہیں۔

سخی اتنی تھیں کہ ان کی سخاوت کی مثال دی جاتی تھی۔ ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ

فرماتے ہیں میں نے اپنی خالہ عائشہ اور اپنی امی اسماء رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی عورت کو سخاوت کرتے نہیں دیکھا' لیکن ان دونوں کی سخاوت کا انداز مختلف تھا۔ خالہ عائشہؓ تو اشیاء جمع کرتی رہتیں اور جب بہت سی اشیاء ہو جاتیں تو پھر انہیں غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیتیں۔

لیکن میری امی کے ہاتھ میں جب بھی کوئی چیز آتی' وہ کسی نہ کسی مستحق کو فوراً دے دیتیں۔ کل کے لئے کسی چیز کو اپنے پاس باقی نہ رکھتیں۔

○

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بڑی زیرک اور دانشمند خاتون' تنگ و ترش حالات میں نہایت عقلمندی سے تصرف کیا کرتی تھیں۔

جب صدیق اکبرؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہجرت کے لئے نکلے تو اپنے ساتھ اپنا سارا مال لے لیا۔ وہ تقریباً چھ ہزار درہم تھے اپنے اہل و عیال کے لئے کچھ نہ چھوڑا جب ان کے بوڑھے باپ ابو قحافہ کو کوچ کر جانے کا علم ہوا (وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) وہ ان کے گھر آئے اور حضرت اسماء سے کہا: بخدا میرے بیٹے نے تمہارا مالی نقصان بھی اسی طرح کیا ہے جس طرح اس نے اپنا جانی نقصان کیا ہے۔

حضرت اسماء فوراً بولیں:

نہیں ابا جان! وہ تو ہمارے لئے بہت سا مال چھوڑ کر گئے ہیں۔ پھر کنکریاں اس طاقچے میں رکھیں جس میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مال رکھا کرتے تھے۔ اس پر ایک کپڑا ڈال دیا اور پھر اپنے نابینا دادا کا ہاتھ پکڑا اور وہاں لے گئیں اور کہا دادا جان! یہ ہاتھ لگائیے' ابا جان ہمارے لئے کتنا مال چھوڑ کر گئے ہیں۔ انہوں نے اپنا ہاتھ لگایا اور فرمایا:

خوب' اگر اتنا مال چھوڑ گئے تو پھر کوئی پروا نہیں۔ اس نے بہت اچھا کیا۔

حضرت اسماء نے چاہا کہ دادا جان کو تسلی ہو جائے اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ کہیں دادا جان ترس کھا کے اپنے پاس سے مال مجھے عطا نہ کر دیں میں ان کا مال لینا نہیں چاہتی تھی کیونکہ وہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور میں کسی بھی غیر مسلم کا مال استعمال نہ کرنا چاہتی تھی' اگرچہ وہ میرے دادا ہی کیوں نہ ہوں۔

○

اگرچہ تاریخ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے بیشتر واقعات کو بھلا دیا' لیکن ان کی دانشمندی' محتاط طبیعت اور ایمانی قوت کا وہ مظاہرہ کبھی نہیں بھلا سکتی جبکہ انہوں نے اپنے بیٹے سے آخری ملاقات کی تھی۔

ہوا یہ کہ یزید بن معاویہؓ کی وفات کے بعد حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی۔ حجاز' مصر' عراق' خراسان اور ملک شام کے اکثر و بیشتر علاقے ان کی زیر قیادت آگئے۔

لیکن بنو امیہ تھوڑے ہی عرصے بعد حجاج بن یوسف کی قیادت میں ایک لشکر جرار لے کر مقابلے کے لئے روانہ ہوئے دونوں گروہوں میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی اور بیشتر مواقع پر حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ ایک بہادر شہسوار کی مانند حملہ آور ہوئے اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے لیکن ان کے ساتھی آہستہ آہستہ انہیں چھوڑ کر لشکر سے الگ ہونے لگے۔ بالآخر آپ لاچار ہو کر بیت اللہ میں پناہ گزیں ہوئے اور چند ایک ساتھی بھی امن کی تلاش میں کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے۔ شہادت سے چند ساعتیں پہلے اپنی بوڑھی والدہ حضرت اسماءؓ کے پاس آئے' انتہائی بڑھاپے کی وجہ سے ان کی بینائی بھی ختم ہو چکی تھی۔

والدہ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کیا:

ماں نے اپنے لخت جگر کے سلام کا محبت بھرے انداز میں جواب دیا اور پوچھا: بیٹا! میری جان صدقے! اس نازک گھڑی میں میرے پاس کیسے آنا ہوا۔ حجاج تیرے لشکر پر توپ کے گولے جس انداز سے پھینک رہا ہے' اس سے مکے کے در و دیوار لرز رہے ہیں۔

بیٹے نے عرض کیا: اماں جان! میں آپ سے مشورہ کرنے آیا ہوں۔

پوچھا: بیٹا کس سلسلے میں مشورہ مطلوب ہے۔

عرض کیا:

لوگوں نے مجھے رسوا کیا۔ کچھ لوگ حجاج سے خوفزدہ ہو کر اور کچھ مراعات کے لالچ

میں آکر مجھے چھوڑ گئے۔ یہاں تک کہ میرے بیٹے بھی مجھ سے الگ ہو گئے۔ اب میرے ساتھ صرف چند ایک ساتھی رہ گئے ہیں اور وہ بھی دو گھنٹے سے زیادہ میدان میں ٹھہر نہیں سکیں گے' اس نازک گھڑی میں بنو امیہ کی جانب سے قاصد میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ پیش کش کی کہ جو کچھ بھی مال و دولت لینا چاہتے ہو لے لو لیکن ہتھیار پھینک دو اور عبد الملک بن مروان کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ اماں جان! آپ کی کیا رائے ہے؟

والدہ نے گرجدار آواز میں کہا:

بیٹے عبد اللہ! تم اپنے بارے میں خوب اچھی طرح جانتے ہو' جو جی میں آئے کرو' لیکن میری بات غور سے سنو! اگر تم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہو اور لوگوں کو حق کی طرف دعوت دیتے ہو تو اسی طرح صبر سے کام لو جس طرح تیرے جھنڈے کے نیچے ساتھیوں نے صبر و تحمل کا پیکر بن کر جام شہادت نوش کیا ہے۔

اگر تم نے دنیا کو اپنا مقصد بنا لیا تو تم بہت برے انسان ثابت ہو گے اور تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

بیٹے نے عرض کیا: اماں جان! مجھے آج لازماً قتل کر دیا جائے گا۔

والدہ نے ارشاد فرمایا:

حجاج بن یوسف کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ تو جام شہادت نوش کر لے' ورنہ بنو امیہ کے لونڈے تجھے کھلونا سمجھ کر اپنا دل بہلائیں گے۔

عرض کیا:

اماں جان! میں مرنے سے تو نہیں ڈرتا' البتہ اگر مجھے خوف ہے تو صرف یہ کہ وہ میری لاش کا حلیہ بگاڑ دیں گے۔

والدہ نے ارشاد فرمایا:

قتل ہو جانے کے بعد بھلا کس چیز کا ڈر باقی رہ جاتا ہے۔ بکری جب ذبح ہو جاتی ہے' تو اس کے گوشت کو سلاخوں میں لگا کر آگ پر رکھا جائے تو اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

ماں کی یہ جرأت مندانہ گفتگو سن کر حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے

کھل اٹھا اور فرمایا:

اماں جان! تم بہت عظیم ہو' تیری عظمتوں کو میں سلام کرتا ہوں' میں اس نازک گھڑی میں یہی جرأت مندانہ اور حوصلہ افزا باتیں سننے آیا تھا۔ میں نے جو کچھ سنا مجھے بالکل یہی توقع تھی۔ اللہ جانتا ہے میں بزدل نہیں اور نہ ہی میرے قوی مضمحل ہوئے ہیں' اللہ گواہ! مجھے دنیا اور اس کی زیب وزینت سے کوئی سروکار نہیں' اماں جان اب میں اسی راہ پر جارہا ہوں جو تیری پسندیدہ راہ ہے۔

اماں جان! جب میں قتل ہو جاؤں تو غم نہ کرنا اور اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دینا۔

والدہ نے کہا:

مجھے غم تو اس صورت میں لاحق ہوتا اگر تم راہ باطل میں قتل کئے جاتے۔

عرض کیا:

اماں جان! آپ یقین جانیں آپ کے ۔بیٹے نے کبھی برائی کا ارادہ نہیں کیا کبھی بے حیائی کا ارتکاب نہیں کیا۔ کبھی عہد وپیمان میں بے وفائی نہیں کی۔ کبھی کسی مسلمان پر ظلم وزیادتی کا قصد نہیں کیا اور آپ کے بیٹے کو اللہ کی رضا سے بڑھ کر کوئی چیز مطلوب نہیں۔ اللہ جانتا ہے میں یہ باتیں خودستائی کے لئے نہیں کر رہا۔ میں یہ باتیں محض اس لئے کر رہا ہوں تاکہ آپ کو میرے متعلق تسلی ہو جائے۔

ماں نے اپنے بیٹے کی باتیں سن کر خوشی سے کہا: سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تجھے اپنی اور میری پسند کے مطابق بنایا۔

بیٹا! میرے ذرا قریب آؤ تاکہ میں تیری خوشبو سونگھ سکوں اور تیرے جسم پر پیار بھرے ہاتھ پھیر سکوں۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کے ہاتھوں اور پاؤں کو چوما' ماں نے اپنے بیٹے کے سر گردن اور چہرے کو چوما۔ جسم پر پیار سے ہاتھ پھیرے تو انہیں جسم پر پہنی ہوئی کوئی سخت چیز محسوس ہوئی پوچھا بیٹے یہ کیا پہن رکھا ہے؟ بتایا: اماں جان! یہ ذرع پہن رکھی ہے۔

فرمایا: بیٹا جسے شہادت مطلوب ہوتی ہے وہ یہ ذرع نہیں پہنا کرتے۔

عرض کیا: اماں جان میں نے تو یہ تیری خوشی کی خاطر پہنی ہے۔

فرمایا: بیٹے اسے اتار دو۔ اس کی جگہ لمبا کرتا زیب تن کر لو تاکہ جب تم شہید ہو کر گرو تو برہنہ نہ ہو سکو۔

○

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فوراً درع اتار دی' ایک لمبا کرتا زیب تن کیا اور لڑائی کے لئے حرم کی طرف چل دیئے اور عرض کی: اماں جان! میرے لئے دعا کرنا۔

والدہ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی: الٰہی رات کی تنہائیوں میں کی جانے والی میرے بیٹے کی عبادت کو قبول فرما۔

الٰہی! مدینہ اور مکہ کی چلچلاتی دھوپ میں رکھے جانے والے روزوں کو قبول فرما۔

الٰہی! میرے بیٹے نے اپنے ماں باپ سے جو حسن سلوک کیا اسے شرف قبولیت سے نواز۔

الٰہی! میں اپنے لخت جگر کو تیرے سپرد کرتی ہوں۔ اور جو تو نے اس کے متعلق فیصلہ کیا ہے میں اس پر دل و جان سے راضی ہوں۔

الٰہی! مجھے اب صبر کرنے والوں کا ساتھ عطا فرما۔

○

اس دن غروب آفتاب سے پہلے ہی حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جام شہادت نوش فرما کر اپنے اللہ کو پیارے ہو گئے۔

شہادت سے تقریباً دس روز بعد ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ انہوں نے سو سال کی عمر پائی' نہ تو کوئی دانت گرا اور نہ داڑھ اور نہ ہی عقل و خرد میں کوئی اضمحلال پیدا ہوا۔

○

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ اصابہ مترجم ۴۶

۲۔ اسد الغابة ۳۹۲/۵

۳۔ الاستیعاب ۷۰۴/۲

۴۔ تھذیب التھذیب ۳۹۷/۱۲

۵۔ صفة الصفوة ۳۲-۳۱/۲

۶۔ شذرات الذھب ۸۰/۱

۷۔ تاریخ الاسلام علامہ ذھبی ۱۳۷-۱۳۳/۳

۸۔ البدایہ والنہایہ ۳۴۶/۸

۹۔ اعلام النساء ۳۶/۱

۱۰۔ سیر اعلام النبلاء ۲۰۸/۲

۱۱۔ قلائد الجمان ۱۴۹

۱۲۔ النجوم الزاھرة ۱۸۹/۱

۱۳۔ المحبر ۲۲، ۵۴، ۱۰۰

حضرت طلحہ بن عبید اللہ التیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

من سرہ ان ینظر الی رجل یمشی علی الارض وقد قضی نحبہ فلینظر الی طلحۃ بن عبید اللہ ۔ (فرمان نبویؐ)

طلحہ بن عبید اللہ قریش کے ایک تجارتی قافلے کے ہمراہ جا رہے تھے جب یہ قافلہ بصریٰ شہر پہنچا تو بڑے بڑے قریشی تاجر خرید و فروخت کے لئے وہاں کی آباد مقامی منڈی کی طرف چل دیئے۔ طلحہ ابھی نوعمر تھے اور میدان تجارت میں نوخیز' لیکن بلا کی ذہانت وبصیرت کی بنا پر یہ میدان تجارت میں کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہونے کی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔

طلحہ رضی اللہ عنہ صبح و شام اس منڈی میں جایا کرتے جہاں ہر جگہ سے آنے والے تاجروں کا ہجوم رہتا' اس سفر میں انہیں ایک ایسا واقعہ درپیش آیا جس نے ان کی زندگی کا رخ تبدیل کر دیا۔

یہ نصیحت آموز واقعہ طلحہ بن عبید اللہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم بصریٰ کے بازار میں خرید و فروخت میں مشغول تھے۔ اچانک ایک راہب لوگوں میں یہ منادی کرنے لگا۔ اے تاجرو! مجھے بتاؤ کیا تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو مکے سے آیا ہو۔ میں اس راہب کے بالکل قریب کھڑا تھا' جلدی سے بولا ہاں! میں مکے سے آیا ہوں۔

اس نے پوچھا:

کیا تم میں احمدؐ کا ظہور ہو چکا ہے؟

میں نے پوچھا:

احمد کون؟

اس نے کہا:

ابن عبد اللہ بن عبد المطلب (صلی اللہ علیہ وسلم)

اس مہینے میں اس کا ظہور ہونا تھا........

وہ آخری نبیؐ ہو گا........

مکہ میں پیدا ہو گا اور مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کر جائے گا۔

اے نوجوان! تو جلدی سے اس کے پاس جانا۔

طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں راہب کی باتیں میرے دل میں گھر کر گئیں۔ میں جلدی سے اپنی سواری کی طرف گیا اس پر سوار ہوا اور تجارتی قافلے کو وہیں چھوڑتے ہوئے' مکہ کی جانب چوکڑیاں بھرتے ہوئے بھاگ نکلا۔

جب میں وہاں پہنچا تو گھر والوں سے دریافت کیا: کیا ہمارے جانے کے بعد مکہ میں کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے؟

انہوں نے بتایا: ہاں!

محمد بن عبد اللہ نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور ابو قحافہ کے بیٹے ابو بکرؓ نے اس کی بات مان لی ہے۔

طلحہ کہتے ہیں: میں ابو بکر کو پہلے سے جانتا تھا' یہ بڑے نرم خو ہمدرد اور ہر دلعزیز انسان تھے اور یہ ایک خوش اخلاق اور مستقل مزاج تاجر تھے' ہم ان سے مانوس تھے اور انکی مجلسوں میں بیٹھنا پسند کیا کرتے تھے کیونکہ یہ قریش کی تاریخ سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ میں سیدھا ان کے پاس گیا اور پوچھا:

کیا یہ بات درست ہے کہ محمد بن عبد اللہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے؟ اور آپ ان کے مطیع و فرمانبردار بن گئے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! پھر وہ اپنی آپ بیتی سنانے اور مجھے بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دینے لگے' میں نے انہیں راہب کی بات بتائی تو وہ یہ سن کر حیران و ششدر رہ گئے۔ اور کہنے لگے ابھی میرے ساتھ چلو اور خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں یہ بات پیش کرو اور ان کی باتیں سنو تاکہ تم دائرہ اسلام میں داخل ہو سکو۔

طلحہؓ کہتے ہیں کہ:

میں حضرت محمد ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ نے میرے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی' قرآن مجید کی چند آیات تلاوت فرمائیں اور مجھے دنیا و آخرت کی بھلائی کی خوشخبری دی۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے میرا سینہ کھول دیا۔ میں نے بصریٰ کے راہب کا واقعہ سُنایا۔ آپ یہ سن کر بہت خوش ہوئے کہ ایک راہب نے آپ کے ظہور کے متعلق خبر دی۔

پھر میں رسول اقدس ﷺ کی مجلس میں کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس طرح میں چوتھا انسان تھا جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعے اسلام قبول کیا۔

○

اس قریشی نوجوان کا اسلام قبول کرنا اہل خانہ کو ایسا ناگوار گزرا جیسے اچانک ان پر بجلی گر پڑی ہو۔ ان کے اسلام قبول کرنے کا سب سے زیادہ افسوس ان کی والدہ کو ہوا۔ ماں کی دلی خواہش تھی کہ میرا بیٹا اپنی قوم کا سردار بنے' کیونکہ اس میں سردار بننے کی بھر پور صلاحیتیں موجود ہیں۔

○

دین اسلام سے منحرف کرنے کے لئے قوم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی' لیکن یہ ایک مضبوط چٹان کی مانند اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ جب یہ حسن سلوک سے اپنی بات منوانے میں ناکام ہو گئے تو انہوں نے دردناک تکالیف دے کر اپنی بات منوانے کا حربہ استعمال کیا۔

مسعود بن خراش بیان کرتے ہیں کہ:

میں صفا و مروہ کے درمیان سعی کر رہا تھا۔ بہت سے لوگ ایک ایسے نوجوان کے پیچھے لگے ہوئے تھے جس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ جکڑے ہوئے تھے۔ پیچھے سے اس کو عورتیں اور مرد ٹھوکریں مار کر بھاگنے پر مجبور کر رہے تھے اور خود شور وغل مچاتے ہوئے اس کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ اور ان میں ایک بڑھیا عورت چیختی چلاتی ہوئی اسے گالیاں دے رہی تھی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا: یہ نوجوان کون ہے؟

اسے کیوں تکلیف دی جا رہی ہے؟ انہوں نے مجھے بتایا یہ عبید اللہ کا بیٹا طلحہ ہے اور یہ بے دین ہو گیا ہے' اس نے بنو ہاشم کے ایک نوجوان کی پیروی اختیار کر لی ہے۔

میں نے پوچھا: اس کے پیچھے یہ بڑھیا کون ہے؟

انہوں نے بتایا: یہ اس نوجوان طلحہ کی والدہ صعبہ بنت حضرمی ہے۔

○

پھر اپنے آپ کو شیر قریش کہلانے والا نوفل بن خویلد اٹھا اور اس نے طلحہ بن عبید اللہ اور ابوبکر صدیقؓ کو ایک رسی میں جکڑا اور مکہ کے اوباش نوجوانوں کے حوالے کر دیا تاکہ وہ ان دونوں کو عبرتناک سزا دے سکیں۔

○

پھر تیزی سے دن گزرتے گئے' واقعات و داستانیں جنم لیتی رہیں' اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ ترقی اور کمال کی منزلیں طے کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔

اللہ کی راہ میں ان کی آزمائش دن بدن فزوں تر ہوتی گئی۔ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک اور وفاداری میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا' یہاں تک کہ مسلمان حضرت طلحہؓ کو زندہ شہید کے لقب سے یاد کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ انہیں نیک طلحہ' سخی طلحہ اور فیاض و فراخ دل طلحہ کے لقب سے پکارتے۔ ہر لقب اپنے دامن میں ایک داستان لئے ہوئے ہے۔

○

زندہ شہید کا لقب ملنے کی داستان یہ ہے کہ جب غزوہ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو انصار میں سے صرف گیارہ اور مہاجرین میں سے صرف حضرت طلحہؓ رسول اکرم ﷺ کے پاس رہ گئے باقی سب بکھر گئے۔ نبی اکرم ﷺ اور یہ ساتھی پہاڑی پر چڑھ رہے تھے کہ مشرکین کا ایک جتھا آپہنچا جو آپ کو قتل کر دینا چاہتا تھا۔ آپ نے نازک صورت حال کو دیکھ کر ارشاد فرمایا:

آپ میں سے کون ہے کہ جو ان کو یہاں سے بھگائے؟ وہ میرا جنت میں رفیق ہو گا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جلدی سے کہا میں یارسول اللہ ﷺ !.....

آپ نے فرمایا: نہیں' تم ابھی رہنے دو' انصار میں سے ایک شخص بولا میں یارسول اللہ ﷺ ! آپ نے فرمایا: ہاں' تم مقابلے کے لئے آگے بڑھو۔

وہ انصاری آپ کا حکم پا کر بے جگری سے لڑا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔

رسول اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھ کچھ اور اوپر چڑھے تو مشرکین نے پھر گھیرا ڈال لیا۔

آپ نے ارشاد فرمایا: ان کا کون مقابلہ کرے گا؟

حضرت طلحہؓ نے کہا: میں یارسول اللہ ﷺ !

آپ نے فرمایا: نہیں تم ابھی نہیں۔

انصار میں سے ایک شخص بولا: میں یارسول اللہ ﷺ !

آپ نے فرمایا: ہاں تم آگے بڑھو! یہ انصاری مقابلے میں اترا اور جام شہادت نوش کر گیا۔

رسول اقدس ﷺ مسلسل پہاڑ کی بلندی کی طرف چڑھتے گئے اور مشرکین بھی پیچھے لگے رہے' یہاں تک کہ آپ کے ہمراہ تمام انصاریؓ جام شہادت نوش کر گئے اور آخر میں صرف حضرت طلحہؓ رہ گئے۔ آپؐ نے حضرت طلحہؓ کو مشرکین کا مقابلہ کرنے کی اجازت دی۔ اس وقت صورت حال یہ تھی کہ رسول اقدس ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو چکے تھے۔ آپ کی پیشانی خون آلود تھی۔ ہونٹوں پر گہرے زخم آ چکے تھے۔ خون آپ کے چہرہ مبارک پر بہہ رہا تھا۔ تھکاوٹ اور زخموں سے آپ نڈھال ہو چکے تھے۔ حضرت طلحہؓ اکیلے مشرکین پر ایک زور دار حملہ کرتے۔ انہیں پیچھے دھکیلنے میں جب کامیاب ہو جاتے تو تیزی سے رسول اقدس ﷺ کی طرف لپکتے اور آپ کو سہارا دے کر پہاڑ کی بلندی کی طرف چڑھتے۔ پھر آپ کو چٹان کی اوٹ میں بٹھا کر مشرکین پر نئے سرے سے حملہ آور ہوتے۔ مسلسل اسی طرح ہوتا رہا ہو یہاں تک یہ مشرکین کو وہاں سے بھگانے میں کامیاب ہو گئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ رسول اکرم

ﷺ سے کافی فاصلے پر تھے جب ہم وہاں پہنچے' آپ کی مرہم پٹی کرنے لگے تو آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے چھوڑو اور اپنے ساتھی طلحہؓ کی خبر لو' حضرت طلحہؓ کا خون بہہ رہا تھا' ان کے جسم پر ستر (۷۰) سے زائد نیزے اور تلوار کے زخم لگ چکے تھے۔ ایک ہاتھ بھی کٹ چکا تھا۔ بے ہوش ہو کر ایک گڑھے میں گر چکے تھے۔

اس واقعہ کے بعد رسول اکرم ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے جو چاہتا ہے کہ کسی زندہ شہید کو اپنی آنکھوں سے دیکھے تو طلحہ بن عبید اللہؓ کو دیکھ لے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ احد کی لڑائی تو درحقیقت صرف طلحہؓ ہی نے لڑی اور اس کی کامیابی کا سہرہ بھی اس کے ہی سر ہے۔

○

یہ تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو زندہ شہید کا لقب ملنے کی داستان ہے۔ جہاں تک طلحہ الخیر (نیک دل طلحہ) اور طلحہ الجود (سخی طلحہ) کا لقب ملنے کا تعلق ہے' اس ضمن میں تو سینکڑوں واقعات بیان کئے جا سکتے ہیں۔ ان میں سے صرف ایک واقعہ پیش خدمت ہے:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بہت بڑے دولت مند تاجر تھے۔ ایک دن ان کے پاس حضر موت سے سات لاکھ درہم آئے۔

یہ رات انہوں نے نہایت غم واندوہ اور حزن وملال میں گزاری۔

آپ کی بیوی ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

میرے سر کے تاج! کیا بات ہے؟ شاید مجھ سے کوئی ایسی بات ہو گئی جو آپ کو ناگوار گزری۔ فرمانے لگے نہیں: آپ تو بہت فرمانبردار اور نیک دل بیوی ہیں۔ میں رات بھر یہ سوچتا رہا کہ وہ شخص اپنے رب کو کیا جواب دے گا کہ جو اپنے گھر میں اس حال میں رات کو گزار رہا ہے کہ اس کے پاس کثیر مقدار میں مال و دولت موجود ہے؟

بیوی نے کہا: بھلا یہ کون سی غم واندوہ کی بات ہے؟

آپ کی قوم اور دوست واحباب میں بہت سے ضرورت مند ہیں۔ صبح ہوتے ہی یہ مال ان میں تقسیم کر دیں۔ یہ تجویز سن کر وہ خوش ہو گئے اور اپنی بیوی کو دعائیں دینے لگے۔ جب صبح ہوئی تو تمام مال تھیلیوں اور بڑے پیالوں میں رکھا اور مہاجر وانصار فقراء

میں تقسیم کر دیا۔

○

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے پاس ایک شخص مالی تعاون کے لئے آیا اور رحم دلی کا اس نے حوالہ دیا۔ حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں میری رحم دلی کا اس سے پہلے کسی نے تذکرہ نہیں کیا تھا۔ فرمانے لگے: میرے پاس ایک زمین کا پلاٹ ہے جو مجھے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے الاٹ کیا تھا۔ چاہو تو یہ پلاٹ لے لو' اگر چاہو تو اس کی قیمت جو کہ تین لاکھ درہم بنتی ہے وہ لے لو۔ وہ شخص کہنے لگا: میں تو قیمت ہی لوں گا۔ آپ نے اسے تین لاکھ درہم عنایت کر دیئے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو خیر وجود کا لقب مبارک ہو جو انہیں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کیا۔ اللہ ان سے راضی ہو اور ان کی قبر کو منور کر دے۔ آمین

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ طبقات ابن سعد ۱۵۲/۳
۲۔ تھذیب التھذیب ۲۰/۵
۳۔ البدء والتاریخ ۱۲/۵
۴۔ الجمع بین رجال الصحیحین ۲۳۰
۵۔ غایة النھایة ۳۴۲/۱
۶۔ الریاض النضرة ۲۴۹/۲
۷۔ صفة الصفوة ۱۳۰/۱
۸۔ حلیة الاولیاء ۷/۱
۹۔ ذیل المذیل ۱۱
۱۰۔ تھذیب ابن عساکر ۷۱/۷
۱۱۔ العبر ۳۵۵
۱۲۔ رغبة الامل ۸۹'۱۶/۳

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو ہریرہؓ نے اُمتِ مسلمہ کے لیے ایک ہزار چھ سو سے زائد احادیث رسول ﷺ زبانی یاد کیں ———— مؤرخین

یقیناً آپ اصحاب رسول علیہ السلام میں سے اس چمکتے ستارے کو ضرور جانتے ہوں گے۔ بھلا امت مسلمہ میں وہ کون ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نہیں جانتا؟

زمانہ جاہلیت میں لوگ اسے عبد شمس کے نام سے بلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان پر کرم فرمایا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ تو نبی اکرم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے دریافت فرمایا: تمہارا کیا نام ہے؟

عرض کیا: عبد شمس

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں' بلکہ آج سے تمہارا نام عبد الرحمان ہے۔

عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ! میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کا تجویز کردہ نام (عبد الرحمان) مجھے بہت پسند ہے۔ ان کی کنیت ابو ہریرہ اس لئے پڑی کہ یہ بچپن میں ایک چھوٹی سے بلی کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ ان کے ہم عمر ساتھی انہیں ابو ہریرہ کہا کرتے تھے' یہ کنیت اتنی مشہور ہو گئی کہ بالآخر ان کے نام پر بھی یہ غالب آگئی۔

رسول اقدس ﷺ انہیں پیار کے ساتھ ابو ہر کہا کرتے تھے۔ یہ بھی اپنے کو ابو ہریرۃ کی بجائے ابو ہر کہلانا پسند کرتے اور فرمایا کرتے کہ مجھے میرے محبوب رسول اللہ ﷺ نے جس نام سے پکارا وہ بہتر ہے' ہر مذکر ہے اور ہریرۃ مونث ہے۔ مذکر بہرحال مونث سے بہتر ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرۃؓ نے حضرت طفیل بن عمرو الدوسیؓ کی وساطت سے اسلام قبول کیا۔ ہجرت سے چھ سال بعد تک یہ اپنی قوم دوس میں ہی رہے۔ اس کے بعد یہ اپنی قوم کے ایک وفد کے ہمراہ مدینہ منورہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

○

اس دَوسی نوجوان نے اپنے آپ کو رسولِ خدا ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ ہر وقت مسجد میں رہتے۔ نبی علیہ السلام سے تعلیم حاصل کرتے اور آپ کی امامت میں نمازیں پڑھتے۔ نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں انہوں نے شادی نہیں کی۔ ان کی بوڑھی والدہ مسلسل انہیں شرک کی طرف لوٹانے کی کوشش کرتی رہی اور یہ اسے مسلسل دائرہ اسلام میں لانے کے لئے کوشاں رہے' لیکن والدہ مسلسل انکار' ہٹ دھرمی' نفرت اور حقارت کے راستے پر گامزن تھی۔ جس کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا دل افسردہ رہتا۔

ایک روز حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنی والدہ کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو اس نے غصے میں آکر ایسی جلی کٹی سنائیں اور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں ایسی ناگوار باتیں کیں جس سے انہیں بہت دلی صدمہ ہوا۔

یہ رسولِ خدا ﷺ کے پاس روتے ہوئے گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے پوچھا:

ابو ہریرہ! روتے کیوں ہو؟

عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور وہ اسے قبول کرنے سے انکاری ہے۔ آج میں نے جب اسے اسلام کی طرف دعوت دی تو اس نے آپ کے متعلق ایسی جلی کٹی باتیں کیں جو مجھے بہت ناگوار گزریں۔

یارسول اللہ ﷺ! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میری ماں کا دل اسلام کی طرف مائل کر دے۔

نبی اکرم ﷺ نے دعا کی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں گھر پہنچا وہاں حالات بدلے ہوئے تھے۔ میں نے پانی کے گرنے کی آواز سنی میری والدہ نہا رہی تھی۔ گھر میں داخل ہونے لگا تو میری والدہ نے کہا:

ابو ہریرہ! ذرا ٹھہرو۔

والدہ نے نہا کر کپڑے پہنے اور کہا: اندر آجاؤ میں گھر میں داخل ہوا تو مجھے دیکھتے ہی میری والدہ پکار اٹھی:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور گواہی دیتی ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

میں اسی وقت الٹے پاؤں رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا میں بے انتہا خوشی کی وجہ سے زار وقطار رو رہا تھا جس طرح کہ پہلے غم واندوہ اور حزن وملال کی وجہ سے رویا کرتا تھا۔

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ ! مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کرلی۔ میری ماں نے اسلام قبول کرلیا ....

○

حضرت ابو ہریرۃؓ کے رگ وریشہ میں رسول اکرم ﷺ کی محبت سرایت کر چکی تھی۔ دیدار رسول علیہ السلام سے کبھی ان کی نگاہیں سیر نہ ہوتیں۔ اکثر فرمایا کرتے تھے' میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے بڑھ کر کوئی حسین چہرہ آج تک نہیں دیکھا۔ یوں معلوم ہوتا جیسے رخ انور کے فلک پر آفتاب رواں دواں ہو۔

ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتے رہتے اس لئے کہ اس ذات بابرکات نے انہیں اپنے پیارے نبی ﷺ کی محبت اور اپنے دین کی پیروی کرنے کا اعزاز بخشا۔ فرمایا کرتے:

سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ابو ہریرۃؓ کو اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا کی۔

سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ابو ہریرۃ کو قرآن مجید کا علم عطا کیا۔

سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ابو ہریرۃ کو حضرت محمد ﷺ کا صحابی ہونے کا شرف عطا کیا۔

○

جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ محبت تھی' اسی طرح دینی علم حاصل کرنے کا شوق ان کے دل میں سمایا ہوا تھا۔

حضرت زید بن ثابت بیان فرماتے ہیں:

میں' ابو ہریرہ اور ہمارا ایک ساتھی' ہم تینوں اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں مانگ رہے تھے۔ اچانک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ہمارے پاس بیٹھ گئے ہم سہم گئے اور خاموش ہو گئے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: اپنا کام جاری رکھو۔

حضرت ابو ہریرہ سے پہلے میں اور میرے ساتھی نے دعا کی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا:

پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے دعا کی اور کہا:

الٰہی! میں تجھ سے وہی مانگتا ہوں جو میرے ان دو ساتھیوں نے مانگا' اور مزید مجھے وہ علم عطا کر جو بھولے نہیں ....

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا:

ہم نے عرض کیا:

ہم بھی اللہ سے وہ علم مانگیں جو بھلایا نہ جائے۔

ہماری یہ بات سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دوسی نوجوان تم سے سبقت لے گیا۔

○

جس طرح حضرت ابو ہریرہؓ کو خود علم سے والہانہ محبت تھی اسی طرح وہ اپنے ساتھیوں کے دلوں میں بھی علم کی جوت جگانا چاہتے تھے۔

ایک روز وہ مدینہ طیبہ کے ایک بازار سے گزر رہے تھے' لوگوں کو دنیاوی کاموں میں منہمک دیکھ کر غمزدہ ہو گئے۔ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے باآواز بلند کہا:

اے باشندگان مدینہ! تم محروم و بے کس رہ گئے۔

لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا:

ابو ہریرہ! تم نے ہماری کونسی محرومی و بے کسی دیکھی؟

آپ نے فرمایا:

رسول خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم کی جا رہی ہے اور تم یہاں ہو۔

بھلا تم وہاں جا کر اپنا حصہ کیوں نہیں لیتے!!

لوگوں نے پوچھا میراث کہاں تقسیم ہو رہی ہے؟

آپ نے فرمایا: مسجد میں

وہ جلدی سے مسجد گئے' حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ لوگوں کے واپس آنے تک وہیں کھڑے رہے......

جب لوگوں نے انہیں دیکھا تو کہنے لگے: ابو ہریرہ! ہم مسجد میں گئے ہم نے تو وہاں کوئی چیز تقسیم ہوتی نہیں دیکھی۔

آپ نے دریافت کیا:

کیا تم لوگوں نے مسجد میں کسی کو نہیں دیکھا؟

انہوں نے کہا:

کیوں نہیں ...... ہم نے دیکھا کہ کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں' ..... کچھ لوگ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہیں اور کچھ لوگ حلال وحرام کے بارے میں تبادلہ خیال کر رہے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بڑے افسوس کی بات ہے! یہی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے۔

○

حصول علم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنے کے سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھوک' پیاس اور فقر وفاقہ کی جو تکالیف برداشت کرنا پڑیں' عہد صحابہ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ وہ اپنے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ جب بھوک سے میرے پیٹ میں بل پڑنے لگتے تو میں اصحاب رسول علیہ السلام سے بعض قرآنی

آیات کا مفہوم پوچھتا' حالانکہ مجھے اس کا علم ہوتا۔ مقصد صرف یہ ہوتا کہ وہ میری صورت حال کو بھانپ کر اپنے ساتھ لے جائیں اور مجھے کھانا کھلا دیں۔

ایک روز مجھے بے انتہا بھوک لگی' میں نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا' اور اس راستے پر بیٹھ گیا' جہاں سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا گزر ہوتا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ میرے پاس سے گزرے۔ میں نے ان سے کتاب الٰہی کی ایک آیت کا مفہوم پوچھا: میں نے صرف اس لئے پوچھا کہ وہ مجھے کھانے کی دعوت دیں' لیکن وہ مفہوم بتا کر چل دیئے اور میری رمز کو نہ سمجھ سکے۔ پھر میرے پاس حضرت عمر بن خطابؓ کا گزر ہوا' میں نے ان سے آیت کا مفہوم دریافت کیا۔ انہوں نے بھی میرے ساتھ یہی سلوک کیا' یہاں تک کہ میرے پاس رسول اقدس ﷺ کا گزر ہوا۔ میں نے آپ سے بھی آیت کا مفہوم پوچھا: آپ میری رمز کو پہچان گئے' ارشاد فرمایا:

ابو ہریرۃؓ؟!

میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا: میرے ساتھ چلو' میں آپ کے پیچھے ہو لیا۔ آپ کے ساتھ ہی گھر میں داخل ہوا۔ آپ نے گھر میں دودھ کا بھرا ہوا پیالہ دیکھا تو گھر والوں سے پوچھا: یہ دودھ کا پیالہ کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے بتایا فلاں صحابی نے آپ کے لئے بھیجا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

اے ابو ہریرہ! اہل صفہ کو بلا لاؤ۔ میرے دل میں خیال آیا کہ دودھ کا یہ پیالہ اہل صفہ کا کیا بنائے گا۔ انتہائی بھوک کی وجہ سے میرا دل چاہتا تھا کہ یہ دودھ کا پیالہ مجھے مل جائے تاکہ میرے جسم میں کچھ توانائی آئے۔ بہرحال آپ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اہل صفہ کی جانب چل پڑا اور انہیں بلا لایا۔ جب وہ رسول اکرم ﷺ کے پاس بیٹھ گئے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

ابو ہریرۃ! پیالہ پکڑو اور باری باری انہیں دودھ پلاؤ' میں نے یکے بعد دیگرے ان کی خدمت میں دودھ کا پیالہ پیش کیا یہاں تک کہ ان سب نے جی بھر کر دودھ پیا۔

پھر میں نے پیالہ رسول اقدس ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے

میری طرف دیکھا اور فرمایا: میں اور تم دونوں ہی اب باقی رہ گئے ہیں۔

میں نے عرض کیا:

بالکل سچ ہے' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

آپ نے ارشاد فرمایا:

اب تم پیو' تو میں نے پینا شروع کر دیا ...... جب اپنے لب پیالے سے ہٹاتا تو آپ فرماتے اور پیو' میں پھر پینا شروع کر دیتا' یہاں تک کہ میں پکار اٹھا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا ہے! واللہ پینے کی اب قطعاً گنجائش نہیں رہی۔ پھر آپ نے پیالہ پکڑا اور دودھ نوش فرمایا۔

○

اس بات کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ مسلمانوں کے لئے رزق کے دروازے کھل گئے' مختلف مفتوحہ علاقوں سے مال غنیمت وافر مقدار میں آنے لگا۔ بلا استثناء تمام مسلمان اس سے فیضیاب ہونے لگے۔ اس طرح حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو بھی مال و دولت میسر آیا جس سے آپ نے اپنا گھر بنایا سازو سامان خریدا اور شادی کی ...... لیکن اس مالی فراوانی نے ان کے پاکیزہ دل میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

میں نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی' مسکینی کی حالت میں ہجرت کی۔

بسرہ بنت غزوان کی صرف دو وقت کی روٹی پر ملازمت کی۔

جب مسافر پڑاؤ کرتے تو میں ان کی خدمت کرتا۔

جب وہ کوچ کرنے کے لئے سوار ہوتے تو میں ان کی سواریوں کو ہانکتا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ میری شادی اسی عورت سے ہو گئی جس کے پاس میں ملازم تھا۔

شکر ہے اس اللہ کا جس نے دین کو ایک ضابطہ حیات بنا دیا۔ اور ابو ہریرہ کو مسلمانوں کا امیر بنا دیا۔

○

حضرت ابو ہریرہؓ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ سے پہلے مدینے کے گورنر تھے اور

اس منصب نے ان کی طبیعت میں کوئی تکدر پیدا نہیں کیا اور نہ ان کی پاکیزہ روح میں کوئی نخوت کے آثار پیدا کئے......

حضرت ابو ہریرہؓ ایک روز لکڑیوں کا ایک گٹھا اٹھائے مدینے کے بازار سے گزر رہے تھے۔ اور اس وقت وہ گورنر تھے ثعلبہ بن مالک کے پاس سے گزرے تو اس سے کہا اے ابن مالک! اپنے گورنر کے لئے راستہ وسیع کر دو اس نے کہا: اللہ آپ پر رحم فرمائے کیا یہ گزر گاہ تمہارے لئے کافی نہیں آپ نے فرمایا: اللہ کے بندے گورنر اور اس کی پیٹھ پر لدے ہوئے ایندھن کے گٹھے کے لئے راستہ مطلوب ہے۔

○

حضرت ابو ہریرہؓ ایک جید عالم ہونے کے ساتھ تقویٰ وطہارت کے اعلیٰ معیار پر فائز تھے' دن کو روزہ رکھتے' رات کا ایک تہائی حصہ عبادت میں مصروف رہتے' پھر اپنی بیوی کو بیدار کرتے وہ رات کے دوسرے تہائی حصہ میں مصروف عبادت رہتی' پھر وہ اپنی بیٹی کو بیدار کر دیتی اور وہ رات کے تیسرے تہائی حصے میں مصروف عبادت ہو جاتی۔ اس طرح پوری رات ان کے گھر میں عبادت ہوتی رہتی۔

○

حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس ایک سوڈانی لونڈی تھی۔ ایک روز وہ گستاخی سے پیش آئی جس سے آپ غضب ناک ہو گئے' اسے مارنے کے لئے کوڑا اٹھایا' پھر ہاتھ روک لیا' اور فرمایا: اگر قیامت کے روز قصاص کا اندیشہ نہ ہوتا تو آج تیری خوب پٹائی کرتا' لیکن میں آج تجھے ایسے شخص کے ہاتھوں بیچ ڈالوں گا جو مجھے زیادہ سے زیادہ قیمت ادا کرے گا۔ کیونکہ مجھے ان دنوں پیسوں کی ضرورت ہے' پھر کچھ سوچ میں پڑ گئے۔ کچھ دیر بعد اپنا سر اوپر اٹھایا اور ارشاد فرمایا:

جاؤ! میں نے تجھے اللہ کے لئے آزاد کیا۔

○

حضرت ابو ہریرہؓ کی بیٹی نے کہا: ابا جان میری سہیلیاں مجھے طعنہ دیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ تیرے ابو نے تجھے کوئی سونے کا زیور نہیں بنا کر دیا۔

آپ نے فرمایا: بیٹا اپنی سہیلیوں سے کہنا: میرے ابا جان جہنم کے انگاروں سے ڈرتے ہیں۔

○

حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنی بیٹی کو اگر زیور بنا کر نہیں دیا' اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ آپ بخیل تھے۔ آپ تو اللہ کی راہ میں بے دریغ سخاوت کرنے کے دھنی تھے۔

ایک روز مروان بن حکم نے ان کے لئے سو دینار بھیجے' دوسرے روز پیغام بھیج دیا کہ میرے خادم نے غلطی سے آپ کو سو دینار دے دیئے ہیں' میں تو یہ کسی اور کو دینا چاہتا تھا۔ یہ سن کر حضرت ابو ہریرہؓ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

آپ نے فرمایا:

میں تو یہ دینار اللہ کی راہ میں خرچ بھی کر چکا ہوں' ان میں سے ایک دینار نے بھی میرے گھر رات نہیں گزاری' جب بیت المال سے میرا حصہ نکلے گا تو وہ آپ لے لیجئے گا۔

مروان نے یہ انداز صرف آپ کا جائزہ لینے کے لئے اختیار کیا تھا۔ جب معاملے کی تحقیق ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو صحیح پایا۔

○

حضرت ابو ہریرہؓ زندگی بھر اپنی ماں کے فرمانبردار و خدمت گزار رہے جب گھر سے باہر جاتے تو پہلے اپنی ماں کے کمرے کے دروازے پر کھڑے ہوتے اور کہتے:

اماں جان! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اماں جان جواب میں کہتیں: میرے بیٹے! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پھر فرماتے:

اماں جان! اللہ تعالیٰ آپ پر اسی طرح نوازشات کی برکھا برسائے جس طرح آپ نے بچپن میں میری پرورش کی۔

تو وہ جواب میں فرماتیں:

بیٹا! آپ پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔ تو بڑھاپے میں میرے ساتھ حسن

سلوک سے پیش آیا۔

جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ گھر لوٹتے تو پھر یہی انداز اختیار کرتے۔

○

حضرت ابو ہریرہؓ لوگوں کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی بہت زیادہ ترغیب دلایا کرتے تھے۔ ایک روز آپ نے دیکھا کہ دو شخص ایک ساتھ چلے جا رہے ہیں۔ ایک ان میں سے عمر رسیدہ تھا چھوٹے سے پوچھا: یہ شخص تمہارا کیا لگتا ہے؟

اس نے کہا: یہ میرے ابا جان ہیں۔

آپ نے فرمایا:

کبھی اس کا نام لے کر نہ بلانا۔

کبھی ان کے آگے نہ چلنا۔

کبھی ان سے پہلے نہ بیٹھنا۔

○

جب حضرت ابو ہریرہؓ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو زار وقطار رونے لگے۔ آپ سے پوچھا گیا:

ابو ہریرہؓ! آپ روتے کیوں ہیں؟

آپ نے فرمایا:

میں تمہاری اس دنیا پر آنسو نہیں بہاتا۔ میں تو روتا اس لئے ہوں کہ سفر بڑا لمبا ہے اور زاد راہ بہت تھوڑا ہے۔ میں اس راستے کے کنارے پر کھڑا ہوں جو مجھے یا جنت میں لے جائے گا یا جہنم میں ...... میں نہیں جانتا میرا انجام کیا ہو گا۔

خلیفۂ وقت مروان بن حکم نے عیادت کی اور دلاسا دیتے ہوئے کہا:

ابو ہریرہؓ! اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے۔ آپ نے یہ دعا کی:

الٰہی! میں تیری ملاقات کو محبوب جانتا ہوں تو بھی میری ملاقات کو محبوب گردان اور مجھے جلد اپنی زیارت نصیب فرما!

مروان بن حکم نے ابھی گھر سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

○

اللہ سبحانہ وتعالیٰ حضرت ابو ہریرہؓ پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔ انہوں نے مسلمانوں کے لئے ایک ہزار چھ سو نو احادیث رسول علیہ السلام زبانی یاد کر رکھی تھیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابة	۱۹۹۔۲۰۷
۲۔ الاستيعاب	۶۹۷۔۶۹۸
۳۔ اسد الغابة	۵/۳۱۵۔۳۱۷
۴۔ تهذيب التهذيب	۱۲/۲۶۲۔۲۶۷
۵۔ تقريب التهذيب	۲/۴۸۴
۶۔ الجمع بين رجال الصحيحين	۲/۶۰۰۔۶۰۱
۷۔ تجريد اسماء الصحابه	۲/۲۲۳
۸۔ حلية الاولياء	۱/۳۷۶۔۳۸۵
۹۔ صفة الصفوة	۱/۲۹۵۔۲۸۹
۱۰۔ تذكرة الحفاظ	۱/۲۸۔۳۱
۱۱۔ المعارف لابن قتيبه	۱۲۰۔۱۲۱
۱۲۔ طبقات الشعراني	۳۲۔۳۳
۱۳۔ معرفة القرآء الكبار	۴۰۔۴۱
۱۴۔ شذرات الذهب	۱/۶۳۔۶۴
۱۵۔ الطبقات الكبرى	۲/۳۶۲۔۳۶۴
۱۶۔ تاريخ اسلام ذهبي	۲/۳۳۳۔۳۳۹
۱۷۔ البدايه والنهايه	۱۰۳۔۱۱۵

۱۸۔ ابو هريره من سلسلة اعلام العرب

حضرت سلمہ بن قیس اشجعی رضی اللہ عنہ

فاروق اعظمؓ نے رات بھر مدینہ کی گلیوں میں پہرہ دیا تاکہ لوگ اطمینان سے جی بھر کے سو سکیں۔

آپ پہرے کے دوران پوری رات گلیوں' بازاروں میں چکر لگاتے رہے اور ساتھ ساتھ بہادر صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق سوچتے رہے کہ ان میں سے ایران کے مغربی صوبے اہواز کو فتح کرنے کے لئے لشکر اسلام کا سپہ سالار کس کو بنایا جائے .....

سوچتے سوچتے ان کی نظر انتخاب حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ پر پڑی تو خوشی سے اچھل پڑے اور فرمانے لگے آ......ہا کیا کہنے! میں ایک مناسب سپہ سالار کے انتخاب میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

جب صبح ہوئی تو آپ نے حضرت سلمہ بن قیس اشجعیؓ کو بلا بھیجا۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا:

سلمہ! میں نے آپ کو اہواز کی مہم پر روانہ ہونے والے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا ہے۔ بنام خدا! اپنی کمان میں لشکر اسلام کو لے کر روانہ ہو جاؤ' منکرین خدا سے جنگ کرنا' جب تم دشمن کے سامنے جاؤ' پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو' اگر وہ اسلام قبول کر لیں اور اپنے گھروں میں بیٹھنا پسند کریں۔ اور تمہارے ساتھ جہاد میں شریک نہ ہوں تو ان سے صرف زکوٰۃ وصول کرنا' بایں صورت مال غنیمت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ اگر وہ تمہارے ساتھ شریک جہاد ہو جائیں تو پھر وہ مال غنیمت میں برابر کے حصے دار ہوں گے۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیں تو ان سے بہرصورت ٹیکس وصول کرنا اور

دشمن سے ان کی حفاظت کرنا اور انہیں ایسی تکلیف نہ دینا جسے وہ برداشت نہ کر سکیں۔
اگر وہ ٹیکس دینے سے انکار کر دیں تو پھر ان سے جنگ کرنا۔ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ اگر وہ لڑائی کے دوران قلعہ بند ہو جائیں اور تم سے مطالبہ کریں کہ ہم اللہ و رسولؐ کے حکم پر ہتھیار ڈالنے کے لئے تیار ہیں تو ان کی یہ تجویز منظور نہ کرنا کیونکہ تمہیں علم نہیں کہ اللہ و رسولؐ کے حکم سے ان کی مراد کیا ہے؟

اگر وہ تم سے مطالبہ کریں کہ ہم اللہ و رسول ﷺ کے ذمے پر سرنگوں ہوتے ہیں تو تم ان کی یہ تجویز بھی نہ ماننا اس میں بھی کوئی مکرو فریب پوشیدہ نہ ہو' البتہ اگر وہ تمہارے سامنے آکر ہتھیار ڈال دیں تو پھر ان پر تلوار نہ چلانا۔

جب تم لڑائی میں کامیاب ہو جاؤ تو حد سے تجاوز نہ کرنا' نہ ہی غدر کرنا نہ دشمن کے ناک' کان کاٹنا اور نہ ہی کسی بچے کو قتل کرنا۔

حضرت سلمہؓ نے امیرالمؤمنین فاروق اعظمؓ کی نصیحت آموز باتیں سن کر ان پر عمل کرنے کا اقرار کیا۔

حضرت عمرؓ نے انہیں بڑی گرم جوشی سے الوداع کیا اور ان کے لئے کامیابی و کامرانی کی دعا کی۔

حضرت سلمہ بن قیسؓ کو اس بھاری ذمہ داری کا پوری طرح اندازہ تھا۔ جو امیر المؤمنین فاروق اعظمؓ نے ان کے کندھوں پر ڈالی تھی' اس لئے کہ ایران کا صوبہ اھواز دشوار گذار پہاڑی علاقہ تھا اور بصرہ اور ایران کے درمیان سرحد پر واقع تھا اور یہاں ایک بہادر اور جنگجو قوم کرد آباد تھی۔ مسلمانوں کے لئے اسے فتح کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار باقی نہ تھا' کیونکہ بصرہ میں آباد مسلمانوں کو ایرانیوں کے حملوں سے اسی صورت میں بچایا جا سکتا تھا کہ اھواز پر مکمل مسلمانوں کا قبضہ ہو۔

○

حضرت سلمہ بن قیسؓ لشکر اسلام کو لے کر روانہ ہو گئے ابھی وہ سرزمین اھواز میں داخل ہوئے ہی تھے کہ انہیں نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ لشکر اھواز کے چٹیل پہاڑوں پر بمشکل چڑھنے لگا اور اس کے نشیبی علاقوں میں گلے سڑے پانی کے جوہڑوں سے کبیدہ

خاطر ہو کر گزرنے پر مجبور ہوا۔

راستے میں نکلنے والے زہریلے اژدھوں اور بچھوؤں کو تہس نہس کرتے ہوئے مسلسل آگے بڑھتا گیا۔

اس دشوار گذار راستے میں سپہ سالار حضرت سلمہ بن قیسؓ کی حوصلہ افزائی لشکر اسلام کو حاصل تھی جس کی وجہ تکلیف' راحت اور حزن وملال فرحت وشادمانی میں تبدیل ہو گیا تھا۔ وقفے وقفے سے وہ اپنے لشکر کو پند و نصائح سے بھی نوازتے جس سے ان کے حوصلے بلند تر ہوتے جاتے۔

رات کا سماں قرآنی آیات کی عطر بیز فضاؤں سے مہک اٹھتا' رات بھر تمام مجاہدین قرآن مجید کی ضیاء پاشیوں سے اپنے سینوں کو منور کرتے اور اس کے لعل وجواہر سے اپنے دامن کو بھرتے رہتے۔ جس کی وجہ سے تکلیف کو بھی بھول چکے تھے۔

○

حضرت سلمہ بن قیسؓ نے امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق باشندگان اہواز کو سب سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی' لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ پھر انہیں ٹیکس کی ادائیگی کا حکم دیا انہوں نے تکبر و نخوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ٹیکس دینے سے بھی انکار کر دیا۔

اب مجاہدین کے لئے لڑائی کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا' لہٰذا وہ اللہ کا نام لے کر میدان کار زار میں اتر آئے۔

○

دیکھتے ہی دیکھتے میدان کار زار گرم ہوا اور لڑائی کے شعلے بھڑک اٹھے۔ دونوں فوجوں نے بہادری کے ایسے جوہر دکھلائے جن کی جنگی تاریخ میں بہت کم مثال ملتی ہے۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں مجاہدین کو اعلائے کلمتہ اللہ کے لئے فتح ونصرت نصیب ہوئی اور مشرکین کو ذلت آمیز شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

○

جب لڑائی اپنے منطقی نتیجے کو پہنچ گئی اور سپہ سالار حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ اپنے

لشکر میں مال غنیمت تقسیم کرنے لگے' تو انہیں ایک بہت قیمتی اور عمدہ ہار نظر آیا۔ ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ یہ ہار امیر المؤمنین کی خدمت میں بطور تحفہ بھیج دیا جائے۔ تو لشکر سے کہا: یہ ہار اگر تمہارے درمیان تقسیم کر دیا جائے تو اس سے تمہارا کیا بنے گا۔ اگر تم بطیّب خاطر اجازت دو تو میں یہ ہار امیر المؤمنین کو بطور تحفہ بھیج دوں۔

سب نے بیک زبان کہا: ہاں' ضرور بھیج دیجئے' آپ کا یہ فیصلہ بہت مناسب ہے!

آپ نے وہ ہار چھوٹی سی صندوقچی میں بند کیا اور اپنی قوم کے ایک آدمی کو بلا کر حکم دیا کہ تم اور تمہارا غلام ابھی مدینہ روانہ ہو جاؤ' پہلے امیر المؤمنین کو فتح کی خوشخبری دینا اور اس کے بعد یہ ہار ان کی خدمت میں پیش کرنا۔

اس شخص کے ساتھ مدینہ منورہ میں امیر المؤمنین عمر بن خطابؓ کی جانب سے جو سلوک کیا گیا' وہ ہر مسلمان کے لئے باعث عبرت ہے۔

ہم یہ واقعہ آپ کو اسی کی زبانی سناتے ہیں۔ قبیلہ اشجع کا وہ شخص بیان کرتا ہے کہ میں اور میرا غلام بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر ہم نے سفر کے لئے دو سواریاں خریدیں۔ اس کے لئے اجازت اور سرمایہ ہمیں حضرت سلمہ بن قیس نے عنایت کیا تھا۔ ہم نے زاد راہ ان پر لادا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب ہم وہاں پہنچے تو میں نے امیر المؤمنین کو تلاش کیا' وہ ایک جگہ پر اپنے عصا پر ٹیک لگائے مسلمانوں کو کھلائے جانے والے کھانے کی نگرانی کر رہے تھے۔ آپ اپنے غلام یرفاء کو فرما رہے تھے۔

اے یرفاء! ان لوگوں کے سامنے مزید گوشت رکھو......

اے یرفاء! ان لوگوں کے سامنے مزید روٹی رکھو۔

اے یرفاء! ان لوگوں کے برتنوں میں اور زیادہ شوربا ڈالو۔

جب میں ان کے پاس آیا تو آپ نے مجھے ارشاد فرمایا: بیٹھو! میں وہیں عام لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میرے سامنے کھانا رکھا گیا۔ میں نے کھانا کھایا۔

جب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے' تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے یرفاء! دسترخوان اٹھالو پھر آپ چل دیئے اور میں آپ کے پیچھے ہو لیا۔

جب آپ گھر میں داخل ہو گئے تو میں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی آپ نے کمال شفقت سے اجازت عنایت فرما دی۔ آپ بالوں کی بنی ہوئی ایک چٹائی پر بیٹھ گئے۔ دو ایسے تکیوں کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے جو کھجور کے پتوں سے بھرے ہوئے تھے ان میں سے ایک تکیہ میری طرف کھسکا دیا اور میں اس پر بیٹھ گیا۔ آپ کے پیچھے پردہ لٹکا ہوا تھا۔ آپ نے پردے کی طرف دیکھا اور اپنی بیوی سے ارشاد فرمایا:

اے ام کلثوم! ہمیں کھانا دیجئے......

میرے دل میں خیال آیا کہ امیر المؤمنین نے اپنے لئے کوئی خاص کھانا تیار کروایا ہو گا۔ بیوی نے تیل میں تلی ہوئی ایک روٹی جس پر سالن کی جگہ نمک رکھا ہوا تھا آپ کو پکڑا دی۔

پھر آپ نے میری طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا:

آؤ کھانا کھاؤ میں نے تعمیل حکم کے طور پر چند ایک لقمے لئے۔ آپ نے کھانا کھایا۔ آپ کے کھانے کا انداز ایسا دلربا تھا کہ میں نے کبھی کسی کو اس عمدہ انداز میں کھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

پھر آپ نے فرمایا: ہمیں پانی پلاؤ' تو آپ کی خدمت میں ستو کا بھرا ہوا ایک پیالہ پیش کر دیا گیا۔ آپ نے فرمایا: پہلے اس مہمان کو پلاؤ۔ میں نے پیالہ پکڑا اور تھوڑے سے ستو نوش کیے۔ میں نے محسوس کیا کہ جو ستو میں نے اپنے لئے تیار کروائے ہیں وہ اس سے کہیں بہتر اور عمدہ ہیں۔

پھر آپ نے پیالہ پکڑا اور ستو نوش فرمائے۔ اور یہ دعا پڑھی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَاَشْبَعْنَا وَسَقَانَا فَاَرْوَانَا

شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں کھلایا اور سیر کیا اور پلایا اور سیراب کیا۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا:

امیر المؤمنین! میں ایک خط لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

آپ نے دریافت کیا: کہاں سے؟

میں نے عرض کیا: سلمہ بن قیسؓ کی جانب سے۔

آپ نے فرمایا: سلمہ بن قیسؓ اور اس کے قاصد کو میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ لشکر اسلام کے متعلق کچھ بتایئے......

میں نے عرض کیا: امیرالمؤمنین! آپ کی تمنا کے مطابق لشکر اسلام کو اللہ تعالیٰ نے فتح ونصرت سے ہمکنار کیا...... میں نے اس جنگ میں پیش آنے والے واقعات تفصیل کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے تفصیلات سن کر ارشاد فرمایا:

اللہ کا شکر ہے اس نے ہم پر بے انتہا اپنا فضل وکرم فرمایا!

پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

کیا تمہارا بصرہ سے گذر ہوا؟

میں نے عرض کیا: ہاں یا امیرالمؤمنین!

آپ نے پوچھا: مسلمانوں کا کیا حال ہے؟

میں نے بتایا: الحمد للہ خیریت سے ہیں۔

آپ نے دریافت کیا:

بازار میں اشیائے صرف کے نرخ کیسے ہیں؟

میں نے بتایا: چیزیں بہت سستی ہیں۔

آپ نے پوچھا: گوشت کا کیا بھاؤ ہے؟

گوشت عربوں کی مرغوب غذا ہے جب تک گوشت نہ ملے انہیں تسلی نہیں ہوتی۔

میں نے بتایا: گوشت تو وافر مقدار میں دستیاب ہے۔

پھر آپ نے اس صندوقچی کی طرف دیکھا جو میرے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی، آپ نے پوچھا: یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: جب ہمیں اللہ تعالیٰ نے دشمن پر غلبہ دے دیا تو ہم نے مال غنیمت جمع کیا۔ سلمہ بن قیسؓ نے یہ ہار دیکھا تو لشکر سے کہا: اگر یہ ہار تم میں تقسیم کر دیا جائے تو کسی کا کچھ نہیں بنے گا۔ اگر تم بطیب خاطر مجھے اجازت دو، تو میں یہ ہار امیر المؤمنین کی خدمت میں بطور تحفہ بھیج دوں۔

سب نے کہا: ہاں ضرور بھیجئے۔ ہم خوش ہیں۔ یہ کہہ کر میں نے صندوقچی آپ کی

خدمت میں پیش کر دی' جب آپ نے اسے دیکھا اور آپ کی نظر سرخ' زرد اور سبز رنگ کے چمکتے ہوئے نگینوں پر پڑی تو غصے سے آگ بگولا ہو گئے۔ اور صندوقچی کو زمین پر زور سے پٹخ دیا' تو وہ موتی دائیں بائیں بکھر گئے۔ خواتین خانہ نے سمجھا کہ میں ان موتیوں کو چننے کا ارادہ رکھتا ہوں وہ صورت حال دیکھ کر پردے کی طرف ہو گئیں۔

پھر فاروق اعظمؓ نے مجھے حکم دیا کہ انہیں اکٹھا کرو۔

اور اپنے غلام یرفاء کو حکم دیا کہ جب یہ موتی اکٹھے کرنے لگے تو اس کی پیٹھ پر کوڑے مارو۔ میں موتی اکٹھے کرنے لگا اور آپ کا غلام یرفاء مجھے مارنے لگا۔ پھر آپ نے فرمایا: کمبخت کھڑے ہو جاؤ۔

میں نے کانپتے ہوئے عرض کیا:

حضور! مجھے سواری عنایت فرما دیں۔

آپ کے غلام نے میری سواری بھی چھین لی ہے۔

فاروق اعظمؓ نے اپنے غلام سے ارشاد فرمایا:

اے یرفاء! اسے اور اس کے غلام کو بیت المال سے دو سواریاں دے دو۔

پھر آپ نے مجھے حکم دیا کہ تمہارا سفر ختم ہو جائے تو یہ کسی ضرورت مند مسلمان کو دے دینا۔ میں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔

پھر آپ نے میری طرف غضبناک انداز میں دیکھا اور ارشاد فرمایا:

اللہ کی قسم! اگر یہ ہار لشکر میں تقسیم نہ کیا تو میں تیری اور سپہ سالار کی ہڈی پسلی ایک کر دوں گا۔

میں نے وہاں سے اپنی سواری کو سرپٹ دوڑایا اور جتنی بھی جلدی ممکن ہو سکتا تھا' حضرت سلمہ بن قیسؓ کے پاس پہنچا اور ہانپتے ہوئے میں نے کہا:

اے سلمہ! اگر تم میری اور اپنی جان کی خیر چاہتے ہو تو ابھی یہ ہار لشکر میں تقسیم کر دو۔ اور پیش آنے والا پورا واقعہ میں نے انہیں سنا دیا! آپ نے وہیں اسی مجلس میں وہ ہار مجاہدین میں برابر تقسیم کر دیا۔

○

حضرت سلمہ بن قیسؓ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابة	۲/۷
۲۔ الاستیعاب	۲/۸۹
۳۔ اسد الغابه	۲/۴۳۲
۴۔ تهذیب التهذیب	۴/۱۵۴
۵۔ معجم البلدان	۱/۲۸۴
۶۔ حیاة الصحابة	۱/۳۴۱
۷۔ قادة فتح فارس	

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

میری اُمت میں حلال و حرام کے متعلق سب سے زیادہ علم رکھنے
والے معاذ بن جبل ہیں۔ (فرمانِ نبویؐ)

جب جزیرہ عرب رشد و ہدایت اور حق و صداقت کے نور سے چمک اٹھا' تو ایک ابھرتے ہوئے یثربی جوان معاذ بن جبل کے خیالات میں ایک طوفان برپا ہوگیا' یہ اپنے ہم عمر ساتھیوں میں سب سے زیادہ ذہین' فطین' باہمت اور فصیح البیان تھا۔ اس کے ساتھ یہ سرمیلی آنکھوں' گھنگریالے بالوں' چمکیلے دانتوں والا ایک ایسا حسین و جمیل نوجوان تھا کہ اسے دیکھنے والی آنکھیں ٹک ٹک دیکھتی ہی رہ جاتیں اور دیکھنے والے کا دل اس خوبصورت ودلکش چہرے کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ جاتا۔ حضرت معاذ بن جبل نے مکی مبلغ حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اور عقبہ کی رات نبی کریم ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ بہتر خوش نصیب اشخاص کے قافلے میں شامل تھے' جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے مکہ مکرمہ کا قصد کیا' تاکہ آپ کی بیعت کا شرف حاصل کرسکیں اور تاریخ اسلام کے سنہری باب میں اپنے نام درج کرانے کا اعزاز حاصل کرسکیں۔

○

اس نوجوان نے مکہ مکرمہ سے واپس مدینہ منورہ پہنچتے ہی بتوں کو توڑنے کے لئے اپنے ہم عصر ساتھیوں کا ایک گروپ ترتیب دیا۔ انہوں نے خفیہ اور اعلانیہ کاروائی شروع کردی۔

ان نوخیز جوانوں کی تحریک سے متاثر ہوکر یثرب کی ایک اہم شخصیت جناب عمرو بن

جموحؓ نے اسلام قبول کرلیا۔

○

عمرو بن جموح بنو سلمہ کا ہر دلعزیز سردار تھا اور اس نے اپنے لئے نہایت عمدہ لکڑی کا بت تیار کروایا تھا' اور یہ اس کی بڑی دیکھ بھال (تعظیم) کیا کرتا تھا' اسے ریشمی کپڑے پہناتا' اور قیمتی عطریات ملتا' ایک رات اندھیرے میں نوجوان چپکے سے اس کے گھر میں داخل ہوئے اور اس کے بت کو اٹھا کو دبے پاؤں باہر نکلے اور بنو سلمہ کے گھروں کے پیچھے ایک ایسے گڑھے میں پھینک دیا جس میں گندگی تھی۔

جب صبح کے وقت سردار عبادت کی غرض سے اپنے بت کے پاس گیا تو اسے غائب پایا' ہر جگہ اس کی تلاش کی' بالآخر اپنے بت کو اس گڑھے میں گندگی میں لت پت اوندھے منہ پڑا ہوا دیکھا۔ اسے وہاں سے اٹھایا' غسل دیا' گندگی سے پاک کیا اور دوبارہ اس کی جگہ پر لاکر رکھ دیا' اور عرض کیا: اے مناۃ! بخدا! اگر مجھے پتہ چل جائے کہ تیرے ساتھ یہ بد سلوکی کرنے والا کون نابنجار ہے' تو میں سرعام اسے ایسا رسوا کروں کہ وہ زندگی بھر یاد رکھے.....

جب رات آئی سردار نیند میں خراٹے لینے لگا تو ان نوجوانوں نے پھر وہی کام کیا جو پہلی رات سرانجام دیا تھا.....

تلاش بسیار کے بعد اسے اسی جیسے ایک دوسرے گڑھے میں اوندھے منہ پڑا ہوا ملا' اسے وہاں سے اٹھایا' غسل دیا' صاف ستھرا کیا' عطر لگایا' اور یہ سلوک کرنے والوں کے خلاف ہرزہ سرائی کی: اور سرعام انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کی دھمکی دی۔ بار بار اس عمل کو دہرایا گیا' نوجوان کنویں میں پھینک آتے اور یہ وہاں سے نکال کر غسل دے کر اس کی جگہ پر لاکر رکھ دیتا اور پوجا پاٹ کرتا۔

بالآخر تنگ آکر اس نے اس بت کے گلے میں تلوار لٹکادی' اور اس سے مخاطب ہوا۔

اللہ کی قسم! تیرے ساتھ بد سلوکی کرنے والے کا مجھے علم نہیں۔

اے مناۃ! اگر تم میں طاقت اور ہمت ہے تو اپنا دفاع کر۔

یہ تلوار تیرے پاس ہے.....

جب رات ہوئی' سردار نیند کی آغوش میں محو استراحت ہوا' نوجوان بت پر ٹوٹ پڑے اس کی گردن میں لٹکتی ہوئی تلوار لی اور ایک مردہ کتے کی گردن کے ساتھ باندھ دی' اور دونوں کو ایک ہی گڑھے میں پھینک آئے' جب صبح ہوئی سردار نے اپنا بت غائب پایا' تلاش شروع کی تو اسے انتہائی بد تر حالت میں ایک گڑھے میں اوندھے منہ پڑا ہوا پایا' گندگی سے وہ لت پت تھا اور ساتھ مردہ کتا بندھا ہوا تھا اور اس کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی۔

سردار نے یہ قبیح منظر دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا۔

اللہ کی قسم! اگر تو الٰہ ہوتا تو تو اور کتا ایک ساتھ کنویں کے وسط میں پڑے ہوئے نہ ہوتے۔

بنو سلمہ کے اس سردار نے یہ شعر پڑھنے کے بعد اسلام قبول کر لیا۔

○

جب رسول اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت معاذ بن جبلؓ آپ کے ساتھ سائے کی طرح چمٹ گئے ۔ آپ سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی اور شرعی احکامات کا علم حاصل کرنے میں منہمک ہو گئے یہاں تک کہ آپ صحابۂ کرام میں سب سے زیادہ کتاب الٰہی اور شریعت اسلامیہ کا علم رکھنے والے بن گئے ۔ یزید بن قلیب بیان کرتے ہیں: میں ایک روز حمص کی مسجد میں داخل ہوا تو وہاں ایک گھنگریالے بالوں والا نوجوان بیٹھا ہوا تھا' اور لوگ اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ جب وہ گفتگو کرتا تو یوں معلوم ہوتا جیسے اس کے منہ میں نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں' اور چار سو موتی بکھر رہے ہیں۔

میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟

لوگوں نے بتایا یہ معاذ بن جبلؓ ہے۔

○

ابو مسلم خولانی بیان کرتے ہیں میں ایک روز دمشق کی مسجد میں گیا' وہاں عمر رسیدہ

صحابۂ کرامؓ کو ایک حلقے میں بیٹھے ہوئے دیکھا اور ان کے درمیان سرمیلی آنکھوں اور چمکیلے دانتوں والا نوجوان جلوہ افروز تھا۔

جب کبھی کسی مسئلہ میں اختلاف پیدا ہو جاتا تو وہ اس نوجوان کی طرف رجوع کرتے

میں نے ایک ہم نشیں سے پوچھا یہ کون ہے

اس نے بتایا یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔

○

اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ حضرت معاذ بن جبل کی بچپن سے ہی مدرسۃ الرسول ﷺ میں تربیت ہوئی تھی اور رسول اقدس ﷺ کے چشمۂ علم سے خوب اچھی طرح سیراب ہوئے تھے اور انہوں نے اسی چشمۂ صافی سے علم و عرفان کے جام پیئے تھے۔ یہ ایک بہترین معلم کے بہترین شاگرد تھے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کے لئے یہ سند کافی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کے متعلق یہ ارشاد فرمایا:

میری امت میں حلال و حرام کے متعلق سب سے زیادہ علم رکھنے والا معاذ بن جبل ہے۔

ان کے شرف و فضل کے لئے یہ کافی ہے کہ یہ ان چھ خوش نصیب افراد میں سے ہیں جنہوں نے رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں قرآن جمع کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔

اسی لئے صحابۂ کرامؓ جب آپس میں کسی مسئلے پر گفتگو کرتے اور حضرت معاذ بن جبلؓ ان میں موجود ہوتے، تو ان کی طرف بڑے احترام سے دیکھتے اور ان کے علم کی تعظیم کرتے۔

○

رسول اکرم ﷺ کے بعد سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں اس نابغۂ عصر علمی شخصیت سے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا کام لیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد جب دیکھا کہ قریش گروہ در گروہ دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں، تو ان نئے مسلمانوں کے لئے ایک تجربہ کار معلّم کی ضرورت محسوس

ہوئی جو انہیں اسلام کی تعلیم دے اور شرعی احکام سمجھائے۔ آپ نے سید عتاب بن اسید کو مکہ کا گورنر مقرر کیا اور ان کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو وہیں رہنے دیا تاکہ وہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیں اور دینی احکامات سکھائیں۔

○

جب شاہان یمن کے ایلچی رسول اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے' انہوں نے آپ کے روبرو اپنے مسلمان ہونے اور ماتحت دیگر یمنیوں کے مسلمان ہونے کا اعلان کیا' اور یہ مطالبہ کیا کہ ان کے ہمراہ کچھ ایسے حضرات بھیجے جائیں' جو نئے مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم دیں' آپ نے اس مشن پر بھیجنے کے لئے چند ایک مبلغین کو منتخب کیا' اور ان کا امیر حضرت معاذ بن جبلؓ کو مقرر کیا' نبی اکرم ﷺ اس رشد و ہدایت پر مشتمل مبلغین کی جماعت کو الوداع کرنے کے لئے خود مدینہ کے باہر تک تشریف لے گئے۔

نبی اکرم ﷺ پیدل چل رہے تھے' اور حضرت معاذ بن جبلؓ اونٹنی پر سوار تھے۔ رسول اکرم ﷺ دیر تک ان کے ساتھ ساتھ چلتے رہے' گویا کہ آپ حضرت معاذؓ سے دیر تک باتیں کرنا چاہتے تھے۔

پھر آپ نے انہیں وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے معاذؓ! ہوسکتا ہے آپ مجھے پھر نہ مل سکیں۔

شاید آپ میری مسجد اور قبر کے پاس سے گزریں۔

حضرت معاذ بن جبلؓ اپنے محبوب نبی حضرت محمد ﷺ کے فراق سے غمزدہ ہوکر زار و قطار رونے لگے اور آپ کے ساتھ دیگر ساتھی بھی سسکیاں لینے لگے۔

○

رسول اکرم ﷺ کی یہ خبر مبنی بر صداقت تھی۔ اس کے بعد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو رسول اقدس ﷺ کی زیارت کا سرمہ اپنی آنکھوں میں ڈالنے کا موقع میسر نہ آیا۔

حضرت معاذؓ کے یمن سے واپس لوٹنے سے پہلے ہی رسول اکرم ﷺ اپنے اللہ کو پیارے ہوگئے۔

جب حضرت معاذؓ مدینہ منورہ واپس لوٹے' رسول خدا ﷺ کے فراق میں دھاڑیں

مار کر رونے لگے۔

○

جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بنو کلاب کی طرف بھیجا تاکہ وہ اغنیاء سے صدقات وصول کر کے ان کے فقراء ومساکین میں تقسیم کریں۔ آپ نے ذمہ داری کو پوری طرح نبھایا۔

آپ جب اپنی بیوی کے پاس آئے تو انہوں نے مفلر کے طور اپنی گردن پر وہ ٹاٹ لپیٹ رکھا تھا جسے عام طور پر گھوڑے کی زین کے نیچے بچھایا جاتا ہے۔

بیوی نے کہا: وہ تحائف کہاں ہیں جو منصب دار اپنے گھروالوں کے لئے لایا کرتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: میرے ساتھ ایک بیدار مغز چوکس نگہبان تھا جو میری ہر ایک حرکت کو نوٹ کرتا تھا۔

بیوی نے حیران ہو کر کہا: رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نزدیک تو آپ امین تھے' پھر حضرت عمر خلیفہ بنے تو انہوں نے آپ پر ایک نگہبان مقرر کردیا۔ یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیویوں میں پھیل گئی' اس لئے کہ ان سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی بیوی نے دکھ بھرے انداز میں شکوہ کیا تھا' جب یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بلایا اور پوچھا:

اے معاذ! کیا میں نے تمہاری نگرانی کے لئے کوئی نگہبان مقرر کیا ہے۔

عرض کیا: نہیں یا امیر المومنین!۔

دراصل مجھے اپنی بیوی کے سامنے پیش کرنے کے لئے اس کے علاوہ کوئی عذر نہیں ملا تھا۔

حضرت عمرؓ یہ بات سن کر ہنس پڑے اور اپنے پاس سے کچھ تحائف دیئے اور فرمایا: جاؤ یہ تحائف دے کر اسے راضی کرلو۔

○

فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں شام کے گورنر یزید بن ابی سفیان نے یہ مطالبہ

کیا۔

امیرالمومنین! باشندگان شام کی تعداد بہت ہو چکی ہے اب ان کے لئے ایسے افراد کی ضرورت ہے جو انہیں قرآن مجید کی تعلیم دیں اور دینی احکام سکھائیں' امیرالمومنین آپ اس سلسلہ میں میری مدد فرمائیں۔

حضرت عمرؓ نے ان پانچ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا جنہوں نے عہد نبوت میں قرآن مجید جمع کیا تھا اور وہ تھے: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ 'حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ 'حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ 'حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ۔

آپ نے ان سے کہا:

شام میں رہائش پذیر آپ کے مسلمان بھائیوں نے مجھ سے یہ مدد طلب کی ہے کہ ایسے افراد ان کے پاس بھیجے جائیں جو ان کو قرآن مجید کی تعلیم دیں اور دینی احکامات سکھائیں اس سلسلہ میں آپ مجھ سے تعاون کریں' اللہ آپ پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔

میں تم میں سے تین اشخاص کو اس مشن پر بھیجنا چاہتا ہوں اگر چاہو تو قرعہ ڈال لو یا میں تم میں سے تین احباب کو نامزد کر دیتا ہوں۔

انہوں نے کہا:

قرعہ ڈالنے کی کیا ضرورت ہے؟

حضرت ابو ایوبؓ بوڑھے ہو چکے ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیمار ہیں۔

باقی ہم تین رہ گئے۔

حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا۔

حمص سے تعلیم کا آغاز کرنا جب تم باشندگان حمص کی حالت سے مطمئن ہو جاؤ' تو اپنے میں سے ایک کو یہیں چھوڑ دینا۔ تم میں سے ایک دمشق چلا جائے اور تیسرا فلسطین روانہ ہو جائے۔ یہ تینوں صحابہؓ اتنی دیر حمص میں رہے' جتنی دیر رہنے کے لئے انہیں حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا۔

پھر وہاں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو چھوڑا۔ حضرت ابودرداء دمشق روانہ ہوگئے۔ اور حضرت معاذ بن جبلؓ فلسطین چلے گئے۔

○

وہاں پہنچ کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک وبائی مرض میں مبتلا ہوئے۔ جب موت کا وقت قریب آیا تو قبلہ رخ ہو کر بار بار یہ ترانہ الاپنے لگے۔

مرحبًا بالموت مرحبًا زائر جاء بعد غیاب
وحبیب وفد علی شوق

خوش آمدید موت کو خوش آمدید بڑی غیر حاضری کے بعد ملاقاتی آیا ہے۔
اور محبوب شوق کی سواری پر آیا ہے۔

پھر آسمان کی طرف دیکھ کر کہنے لگے: الٰہی! تو جانتا ہے کہ میں نے کبھی دنیا سے محبت نہیں کی اور نہ ہی یہاں درخت لگانے اور نہریں چلانے کے لئے زیادہ دیر رہنے کو پسند کیا۔

الٰہی! میری طرف سے اس نیکی کو قبول فرما جو تو کسی مومن کی جانب سے قبول کرتا ہے۔ اور پھر اپنے وطن' اہل خانہ سے دور دعوت الی اللہ اور ہجرت فی سبیل اللہ کی صورت میں ان کی پاکیزہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

○

حضرت معاذ بن جبلؓ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابہ	۳/۴۰۶
۲۔ الاستیعاب	۳/۱۴۰۲
۳۔ اسد الغابہ	۴/۳۷۴
۴۔ سیر اعلام النبلاء	۱/۳۱۸
۵۔ الطبقات الکبری	۳/۵۸۳

۶۔ حلیة الاولیاء	۲۲۸/۱
۷۔ صفة الصفوة	۱۹۵/۱
۸۔ تهذیب الاسماء واللغات	۱۹۵/۲
۹۔ تاریخ الاسلام ذهبی	۲۴/۲
۱۰۔ الجمع بین رجال الصحیحین	۴۸۷/۲
۱۱۔ سیر اعلام النبلاء	۳۱۸/۱
۱۲۔ البدایه والنهایه	۹۳/۷
۱۳۔ دول الاسلام	۵/۱
۱۴۔ تهذیب التهذیب	۱۸۶/۱۰
۱۵۔ وفیات الاعیان	
۱۶۔ جمهرة الاولیاء	۴۸/۲
۱۷۔ طبقات فقهاء الیمن	۴۴
۱۸۔ البدء والتاریخ	۱۱۷/۵
۱۹۔ کتاب الزهد (امام احمد بن حنبل)	۱۸۰
۲۰۔ تذکرة الحفاظ	۱۹/۱
۲۱۔ المعارف لابن قتیبه	۱۱۱/۱
۲۲۔ اصحاب بدر	۲۴۰
۲۳۔ حیاة الصحابه	چوتھی جلد کی فہرست دیکھئے

> مکہ میں چار اشخاص ایسے ہیں کہ میں ان کے شرک میں مبتلا رہنے سے بیزار ہوں اور ان کے اسلام قبول کرنے کی دلی رغبت رکھتا ہوں۔ (فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت حکیم بن حِزام رضی اللہ عنہ

کیا آپ اس جلیل القدر صحابی کے متعلق کچھ جانتے ہیں؟

تاریخ میں یہ بات قلمبند ہو چکی ہے کہ ان کی ولادت باسعادت خانہ کعبہ کے اندر ہوئی۔

ہوا اس طرح کہ ان کی والدہ محترمہ اپنی سہیلیوں کے ہمراہ کعبے کے اندرونی منظر کا مشاہدہ کرنے کے لئے خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئی۔ اس دن کعبے کا دروازہ کسی خاص مناسبت کی وجہ سے کھلا ہوا تھا۔ اور داخل ہوتے ہی اسے دردِ زہ شروع ہو گئی۔ اور وہ اس قدر شدید تھی کہ اس کے لئے کعبے سے باہر آنا ممکن نہ تھا۔ فوری طور پر وہیں چمڑے کی ایک چادر منگوائی گئی جس پر اسے لٹا دیا گیا۔ اور چند لمحے بعد اس نے ایک خوبصورت بچے کو جنم دیا۔ یہ خوش اطوار بچہ ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کا بھتیجا حکیم بن حزام تھا۔

○

حضرت حکیم بن حزام کی پرورش شریف النسل، عظیم المرتبت اور خوشحال گھرانے میں ہوئی۔ آپ عقل و خرد، طبعی شرافت اور علمی فضل و شرف کے پیکر تھے۔ ان خوبیوں کی بنا پر قوم نے آپ کو اپنا سردار بنا لیا اور حاجیوں کی خدمت کا منصب ان کے سپرد کر دیا۔

زمانۂ جاہلیت میں حاجیوں کی خدمت کے لئے اپنے مال میں سے ایک خاص حصہ نکال کر الگ کر لیا۔ رسول اقدس ﷺ کی بعثت سے پہلے حضرت حکیم بن حزامؓ آپ کے

گہرے دوست تھے۔

اگرچہ یہ نبی اکرم ﷺ سے عمر میں پانچ سال بڑے تھے' مگر آپ سے الفت و محبت' موانست و مودت مثالی نوعیت کی تھی۔

یہ آپ سے مل کر' آپ کی مجلس میں بیٹھ کر دلی اطمینان اور انتہائی خوشی محسوس کرتے۔ ان کے جواب میں رسول اکرم ﷺ بھی ان کے ساتھ محبت و الفت سے پیش آتے۔

جب نبی اکرم ﷺ نے ان کی پھوپھی حضرت خدیجہ الکبریٰ سے شادی کی تو پھر اس رشتہ داری کی بنا پر آپس کے تعلقات اور مضبوط ہو گئے۔

○

اتنے گہرے اور مخلصانہ تعلقات و روابط کے باوجود آپ کو یہ سن کر تعجب ہو گا کہ حضرت حکیم بن حزام فتح مکہ کے دن مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جبکہ آپ کو نبوت ملے بیس سال سے زیادہ عرصہ بیت چکا تھا۔

عقل و دانش کا تقاضہ تو یہ تھا کہ حضرت حکیم بن حزامؓ' جیسا زیرک' معاملہ فہم دانشور جسے رسول اللہ ﷺ کا قریبی رشتہ دار ہونے کا بھی شرف حاصل تھا' سب سے پہلے آپ پر ایمان لے آتا۔ آپ کی دعوت کی تصدیق کرتا اور آپ کی ہدایت کو تسلیم کر لیتا' لیکن اللہ کی مشیت ہر چیز پر غالب آتی ہے۔

وہی ہوتا ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو منظور ہو۔

حضرت حکیم بن حزامؓ کے تاخیر سے اسلام قبول کرنے پر جیسے آپ متعجب ہوئے' انہیں خود بھی تعجب ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے میں اتنی تاخیر کیوں کی؟ وہ حلاوت ایمانی کا مزا چکھنے سے اتنی دیر محروم کیوں رہے؟ وہ اپنی زندگی کے ہر اس لمحے پر بے انتہا شرمندہ تھے' جو انہوں نے اللہ کے ساتھ شرک کرنے اور اس کے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو جھٹلانے میں گزارا

اسلام قبول کرنے کے بعد ایک دن بیٹے نے دیکھا کہ ابا جان زارو قطار رو رہے ہیں۔

پوچھا: اباجان آپ روتے کیوں ہیں؟

فرمایا:

بہت سی باتیں ہیں بیٹا! ہر بات پہ مجھے بہت رونا آتا ہے۔

1۔ پہلی بات تو یہ ہے: کہ میں نے اسلام قبول کرنے میں بہت تاخیر کردی جس کی بنا پر درجات اور خیر کثیر کے حصول سے محروم رہا۔ اب میں زمین کے وزن کے برابر بھی خالص سونا راہ اللہ میں خرچ کروں تب بھی ان درجات کو نہیں پہنچ سکتا جن پر پہلے اسلام قبول کرنے والے فائز ہو چکے ہیں۔

2۔ دوسری بات یہ ہے: کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بدر اور احد کی جنگ میں بچالیا اور میں نے اپنے دل میں فیصلہ کرلیا تھا کہ میں آج کے بعد رسول اکرم ﷺ کے مقابلے میں قریش کی قطعاً کوئی مدد نہیں کروں گا اور کسی بھی معرکے میں شریک ہونے کے لئے مکہ معظمہ سے باہر قدم نہیں رکھوں گا' لیکن پھر مجھے قریش کی مدد کے لئے کھینچ کر میدان میں لایا گیا اور مجھے مجبور کر دیا گیا کہ میں قریش کی ہم نوائی کروں۔

3۔ تیسری بات یہ ہے کہ جب میں نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا تو میری نظر سردان قریش کی طرف اٹھتی تو میں سوچتا یہ مجھ سے عمر میں بڑے ہیں اپنی قوم پر ان کا رعب و دبدبہ بھی ہے' قریش میں ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ان خیالات کے آتے ہی میرا ارادہ بدل جاتا اور میں پھر سردان قریش کے شانہ بشانہ چلنے لگتا۔

کاش کہ میں نے ایسا نہ کیا ہوتا۔

ہمیں تو ہمارے آباء و اجداد اور بڑوں نے ہلاک کر دیا۔

بیٹا بتاؤ پھر میں کیوں نہ روؤں۔

○

جس طرح ہم حضرت حکیم بن حزامؓ کے تاخیر سے اسلام قبول کرنے پر تعجب کناں اور محو حیرت ہیں' جس طرح وہ خود تاخیر سے اسلام قبول کرنے پر متعجب ہی نہیں' بلکہ نادم و پشیمان ہیں' اسی طرح نبی اکرم ﷺ کو بھی بہت تعجب تھا کہ حکیم بن حزامؓ جیسے

زیرک اور دانش مند انسان پر اسلام کی خوبیاں مخفی رہیں اور وہ اللہ کے دین میں داخل ہونے میں سبقت نہ کرسکے۔ فتح مکہ کے دن ایک رات رسول اقدس ﷺ نے اپنے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: مکہ میں چار ایسے اشخاص موجود ہیں' میں ان کے شرک سے بیزار اور ان کے اسلام قبول کرنے میں دلی رغبت رکھتا ہوں۔

صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ کون ہے۔؟

آپ نے فرمایا۔

عتاب بن اسیدؓ'

جبیر بن مطعمؓ'

سہیل بن عمروؓ'

حکیم بن حزامؓ'

اللہ نے ان پر فضل کیا کہ وہ چاروں ایک ساتھ اسی رات مسلمان ہوگئے۔

○

جب رسول اللہ ﷺ فاتح کی حیثیت سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے یہ اعلان کروا دیا۔

- ☆ جو اس بات کا اقرار کرے کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں" وہ آج امن میں ہوگا۔ اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔
- ☆ جو کعبہ کے پاس بیٹھ جائے اور اپنا ہتھیار نیچے رکھ دے وہ بھی امن میں ہوگا۔
- ☆ جو اپنے گھر میں پناہ لے اور دروازہ بند کرکے بیٹھ جائے وہ بھی امن میں ہوگا۔
- ☆ جو ابو سفیان کے گھر پناہ لے وہ بھی امن میں ہوگا۔

اور جو حکیم بن حزام کے گھر پناہ لے وہ بھی امن میں ہوگا۔ اسے آج کچھ نہیں کہا جائے گا ان دنوں حکیم بن حزام کا گھر مکہ معظمہ کے نشیبی علاقے میں تھا اور ابو سفیان کا گھر مکہ کے بالائی علاقے میں تھا۔

○

حضرت حکیم بن حزامؓ' نے اسلام قبول کیا تو یہ اسلام ان کی عقل و دانش پر غالب

آگیا۔ وہ ایسا ایمان لائے کہ یہ ایمان فوراً ان کے رگ و پے میں رچ بس گیا۔ انہوں نے اپنے دل سے یہ قطعی عہد کیا اور قسم کھائی کہ میں دور جاہلیت کی حماقتوں کا مداوا کروں گا اور جس قدر مال و دولت میں نے رسول اقدس ﷺ کی عداوت میں خرچ کیا ہے' اس سے بڑھ کر اب آپ کی محبت اور اسلام کی تائید میں خرچ کروں گا۔

واقعتاً انہوں نے اپنی قسم پوری کر دکھائی۔

دارالندوہ وہ پر شکوہ تاریخی عمارت جس میں قریش دور جاہلیت میں مشورے کیا کرتے تھے جس میں صنادید قریش رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے منصوبے بنایا کرتے تھے' وہ عمارت حضرت حکیم بن حزام کی ملکیت تھی۔ انہوں نے دور جاہلیت کی یادیں بھلا دینے کی خاطر اسے ایک لاکھ درہم میں فروخت کر دیا۔

ایک قریشی نوجوان نے ان سے کہا۔

چچا جان! آپ نے عزت و اکرام کی نگاہ سے دیکھا جانے والا قریش کا ایک عظیم مرکز بیچ ڈالا۔

آپ نے یہ کیا غضب کیا۔؟

آپ نے فرمایا۔

بیٹا! تیری اس سوچ پر مجھے از حد افسوس ہے!

اب تقوے اور ایمان کے علاوہ ساری عزتیں ملیا میٹ ہوگئیں۔

سنو! میں نے اسے اس لئے بیچا ہے تاکہ اس کی قیمت سے جنت میں ایک گھر خرید لوں۔ میں تجھے گواہ بنا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں نے ساری رقم اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے وقف کر دی ہے۔

○

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت حکیم بن حزامؓ' نے حج کیا اور اپنے ساتھ ایک سو صحت مند اور موٹی تازی اونٹنیاں لیں اور ان پر خوبصورت اور قیمتی کپڑے ڈالے تاکہ اور زیادہ دیدہ زیب معلوم ہوں ان سب اونٹنیوں کو منیٰ میں اللہ کی رضا کی خاطر قربان کر دیا۔

دوسرے حج میں وقوف عرفات کے دوران ایک سو غلام جن کی گردنوں میں چاندی کے کڑے ڈالے ہوئے تھے' ان سب کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ تیسرے حج میں ایک ہزار بکری منیٰ کے میدان میں رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر قربان کی اور ان کا گوشت مسکینوں اور محتاجوں میں بانٹ دیا۔

○

غزوہ حنین کے بعد حضرت حکیم بن حزامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے مال غنیمت مانگا۔ آپ نے دے دیا' پھر مانگا آپ نے اور زیادہ عطا کیا یہاں تک کہ سو اونٹ ہو گئے۔ آپ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اے حکیم: یہ مال بڑا ہی دلفریب ہے۔ جو دلی قناعت کے ساتھ اسے حاصل کرے اس میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور جو اسے طمع ولالچ کے ساتھ حاصل کرے تو اس سے برکت اٹھالی جاتی ہے۔ وہ اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے جو کھاتا ہے اور کبھی سیر نہیں ہوتا۔

یاد رکھو' دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔

جب حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی تو عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ مجھے قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کا پیامبر بنا کر بھیجا' آج کے بعد میں کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ اور زندگی بھر کسی سے کوئی مطالبہ نہیں کروں گا۔

حضرت حکیم بن حزامؓ نے یہ قسم پوری کر دکھائی۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے دور خلافت میں کئی مرتبہ بیت المال سے حصہ دینے کے لئے حضرت حکیم بن حزامؓ کو بلایا لیکن انہوں نے اپنا حصہ لینے سے انکار کر دیا۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے بیت المال سے حصہ دینے کے لئے انہیں بلایا' لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ فاروق اعظمؓ نے ارشاد فرمایا۔

لوگو! گواہ رہنا کہ میں نے بار بار حکیم بن حزامؓ کو بیت المال میں سے اپنا حصہ لینے کے لئے بلایا لیکن اس نے ہر بار اپنا حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت حکیم بن حزامؓ'

'زندگی میں اپنے اس موقف پر ڈٹے رہے کسی سے کچھ نہ مانگا اگر کسی خلیفے نے کچھ دینے کی کوشش کی تو آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا اور اسی حالت میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

وہ اللہ پہ راضی اور اللہ ان پہ راضی۔

حضرت حکیم بن حزامؓ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

۱۔ الاستیعاب	۳۶۸/۱
۲۔ الاصابہ	۳۴۷/۱
۳۔ الملل والنحل	۲۷/۱
۴۔ الطبقات الکبری	۲۶/۱
۵۔ سیر اعلام النبلاء	۱۶۴/۳
۶۔ زعماء الاسلام	۱۲۱/۱
۷۔ حماۃ الاسلام	۱۲۱/۱
۸۔ تاریخ الخلفاء	۱۲۶
۹۔ الصفوۃ	۳۱۹/۱
۱۰۔ المعارف	۹۲/۲۔۹۳
۱۱۔ اسد الغابۃ	۹/۲۔۱۵
۱۲۔ محاضرات الادباء	۴۷۸/۴
۱۳۔ مروج الذھب	۳۰۲/۲
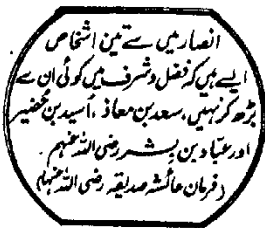
تاریخی دعوت محمدیہ میں حضرت عباد بن بشرؓ کا نام ایک سنہری باب کی حیثیت رکھتا ہے۔

اگر آپ اسے عبادت گزاروں میں تلاش کریں تو وہ متقی' پرہیز گار' شب زندہ دار اور رات بھر قرآن مجید کی تلاوت کرنے والوں میں ملیں گے اگر آپ اسے جوانمردوں میں تلاش کریں گے تو اسے بہادر' نڈر' جرات مند اور اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے معرکوں میں بے خطر کود جانے والا دیکھیں گے۔

آپ اسے حکمرانوں میں تلاش کریں گے تو اسے طاقتور' امانت دار' اور مسلمانوں کے مال کا محافظ پائیں گے۔

بے شمار خوبیوں کی بناء پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس کے اور اس کی قوم کے دیگر دو اشخاص کے متعلق ارشاد فرمایا۔

انصار میں تین اشخاص ایسے ہیں کہ فضل و شرف میں کوئی ان سے بڑھ کر نہیں' وہ تمام ایک ہی قبیلے بنو عبدالاشہل کے فرد ہیں۔ سعد بن معاذؓ' اسید بن حضیرؓ اور عباد بن بشرؓ

وادی یثرب کے افق پر جب ہدایت محمدیہ کی پہلی کرن چمکی' اس وقت عباد بن بشرؓ ابھرتے ہوئے کڑیل جوان' فرشتہ سیرت' پاکیزہ نگاہ اور پاکدامن گھبرو جوان تھے جس کے چہرے پر پاکیزگی و پاکدامنی کی رونق اور تر و تازگی دکھائی دیتی تھی' لیکن اس کے کارناموں سے پختہ کار لوگوں کی سنجیدگی کے آثار نمایاں دکھائی دیتے' حالانکہ ابھی اس نے عمر کی

پچیس بہاریں ہی تو دیکھی تھیں۔

○

جب مکہ معظمہ سے آنے والے نوجوان مبلغ حضرت مصعب بن عمیرؓ سے ملاقات ہوئی تو ایمان کی مقناطیسی قوت نے دونوں کے دل جوڑ دیئے۔ اچھی عادات اور عمدہ خصائل نے دونوں کے درمیان وحدت پیدا کردی۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ کو جب خوش الحانی اور ترتیل کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنا تو کلام الٰہی کی محبت دل میں گھر کر گئی۔ اور دل اسے اندر جذب کرنے کے لئے کشادہ ہوگیا۔ اور پھر یہ ہمہ وقت قرآن مجید ہی کے ہو کر رہ گئے۔ دن ہو یا رات' سفر ہو یا حضر' کھڑے ہوں یا بیٹھے ہر دم قرآنی آیات ہی ان کی زبان پر ہوتیں یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ میں امام و پیشوا' قرآن کے رفیق و دوست کے نام سے مشہور ہوگئے۔

○

ایک رات کا واقعہ ہے کہ رسول کریم ﷺ مسجد نبویؐ سے ملحق حضرت عائشہؓ کے حجرے میں نماز تہجد ادا کر رہے تھے' تو آپ نے حضرت عباد بن بشرؓ کو دلآویز و دل سوز آواز میں ایسے ہی قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنا جیسا جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے آپ کے قلب اطہر پر نازل ہوا تھا۔ آپ نے اشاد فرمایا:

عائشہ مجھے عباد بن بشرؓ کی آواز سنائی دے رہی ہے۔

حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ ﷺ یہ اسی کی آواز ہے۔

آپ نے دعا کی: الٰہی اسے بخش دے۔

○

حضرت عباد بن بشرؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں حاضر ہوئے اور ہر غزوے میں کوئی نہ کوئی ایسا کارنامہ سرانجام دیا جو ایک حامل قرآن کے لئے لائق و مناسب ہو سکتا ہے۔

بطور مثال ایک کارنامہ پیش خدمت ہے۔

جب رسول کریم ﷺ مجاہدین اسلام کے ہمراہ ذات الرقاع سے واپس تشریف لا

رہے تھے' تو رات گزارنے کے لئے ایک پہاڑی کی اوٹ میں پڑاؤ کیا۔ ہوا یہ کہ اس غزوے میں دشمن کے قیدیوں میں ایک عورت بھی قید ہو کر آئی جس کا خاوند وہاں موجود نہ تھا۔ جب اسے صورت حال کا علم ہوا تو اس نے لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ میں مسلمانوں کے لشکر کا پیچھا کروں گا اور اسے نقصان اور خون بہائے بغیر واپس نہیں لوٹوں گا۔

○

جب مسلمانوں نے پہاڑ کی اوٹ میں پڑاؤ کیا تو رسول کریم ﷺ نے مجاہدین سے پوچھا۔

آج رات پہرہ کون دے گا۔؟

حضرت عباد بن بشرؓ اور عمار بن یاسر یک دم اٹھے اور بولے ہم یا رسول اللہ ﷺ پہرہ دیں گے یہ جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے تھے تو نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کو بھائی قرار دیا تھا۔

جب پہرہ دینے کے لئے پہاڑ کے درے میں کھڑے ہوئے تو حضرت عباد بن بشرؓ نے اپنے بھائی عمار بن یاسرؓ سے پوچھا۔

آپ رات کے پہلے حصے میں سونا پسند کریں گے یا آخری حصے میں انہوں نے کہا میں پہلے حصے میں آرام کروں گا اور آخری حصے میں پہرہ دوں گا یہ کہہ کر اس کے نزدیک ہی لیٹ گئے۔

○

رات تاریک' خنک' پر سکون اور اطمینان بخش تھی۔ رات کی تاریکی میں جھلملاتے ہوئے تارے' لہلہاتے ہوئے درخت اور اپنی جگہ ہمہ ادب و احترام کی تصویر بنے ہوئے پتھر اپنے رب کی تعریف' پاکیزگی اور عظمت کے زبان حال سے نغمے الاپ رہے تھے۔

اس دلآویز' دلفریب' اور دلکش ماحول میں حضرت عباد بن بشرؓ' کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ عبادت اور تلاوت سے اپنے دل کو شاد باغ و شاد کام کیا جائے۔

اسے قرآن مجید کی تلاوت سے بڑھ کر کوئی اور چیز لطف نہ دیتی' لیکن جب یہ نماز

میں تلاوت کرتے تو مزا دو چند ہو جاتا۔

پھر یہ قبلہ رخ کھڑے ہوئے' نماز شروع کر دی۔

جب یہ لشکارے مارتے ہوئے نور الٰہی کے دریا میں تیر رہے تھے اور اس کی نوری کرنوں کی ضیاء پاشیوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے' کہ ایک بد بخت' بد نیت بدباطن و نانہجار دشمن جس کی بیوی اس قافلے میں قیدی کی حیثیت سے شامل تھی دبے پاؤں بڑی تیزی سے آگے بڑھا جب دور سے اس نے دیکھا کہ پہاڑی کے درے میں ایک شخص کھڑا پہرہ دے رہا ہے۔ وہ سمجھا یقیناً نبی ﷺ اور اس کے ساتھی اس پہاڑی کی اوٹ میں آرام کر رہے ہوں گے' اس نے جلدی سے کمان پکڑی' اپنی ترکش سے ایک تیر نکالا اور نشانہ باندھ کر چلا دیا۔ وہ سیدھا حضرت عباد بن بشرؓ' کے جسم میں پیوست ہو گیا۔ انہوں نے ہاتھ سے تیر پکڑا اور اپنے جسم سے کھینچ کر پرے پھینک دیا۔ دشمن نے دوسرا تیر مارا وہ بھی ان کے جسم میں پیوست ہو گیا' انہوں نے اسے بھی نکال کر پرے پھینک دیا۔ اس نے تیسرا تیر مارا وہ بھی سیدھا آپ کے جسم میں پیوست ہو گیا اور یہ پہلے دو تیروں کی نسبت زیادہ گہرا لگا' لیکن انہوں نے اسے بھی کھینچ کر پرے پھینک دیا۔ اب کیا تھا کہ جسم سے خون کے فوارے پھوٹ نکلے۔ دھیرے دھیرے کھسک کر اپنے سوئے ہوئے بھائی حضرت عمار بن یاسرؓ کے قریب ہوئے سلام پھیرا اور اسے جگا دیا۔

کہنے لگے بھائی اٹھو زخموں کے گھاؤ نے تو میرے بدن کا خون نچوڑ لیا ہے۔ میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا ہے۔ کمزوری و نقاہت سے میرا دل ڈوب رہا ہے۔ جب تیر مارنے والے دشمن نے دیکھا کہ درے میں ایک کی بجائے دو آدمی ہیں تو وہ خوف کے مارے بھاگ نکلا۔

○

حضرت عمار بن یاسرؓ نے دیکھا کہ ان کے ساتھی حضرت عباد بن بشرؓ کے جسم میں تین جگہ سے خون تیزی سے بہہ رہا ہے تو وہ گھبرا گئے۔

فرمانے لگے بڑے تعجب کی بات ہے پہلا تیر لگنے پر مجھے جگا دیا ہوتا!

حضرت عباد بن بشرؓ' نے فرمایا۔

میں اپنے من میں ڈوب کر دنیا و مافیہا سے بے نیاز نماز کی حالت میں سورہ کہف پڑھ رہا تھا' اور مجھے اس قدر لطف آرہا تھا کہ دل نہ چاہا کہ سورہ مکمل پڑھے بغیر سلام پھیروں۔

اللہ کی قسم! اگر مجھے اس ذمے داری کے زیاں و نقصان کا اندیشہ نہ ہوتا جو رسول کریم ﷺ نے مجھ پہ عائد کی ہے' تو میری جان چلی جاتی اور میں یہ نماز اور تلاوت کا سلسلہ منقطع نہ ہونے دیتا۔

○

جب حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں مرتدین کے خلاف معرکہ آرائی ہولناک صورت اختیار کر چکی تھی' تو انہوں نے مسیلمہ کذاب کے فتنے کو ختم کرنے اور بپھرے ہوئے مرتدین کو پسپا کرنے کے لئے ایک لشکر جرار تیار کیا جس میں حضرت عباد بن بشرؓ بڑے نمایاں' صف اول کے بہادروں میں دکھائی دیتے تھے۔ لشکر اسلام اور مسیلمہ کذاب کی فوج جب آپس میں ٹکرائی' گھمسان کا رن پڑا' دشمن فوج کی پسپائی کے کوئی آثار دکھائی نہ دیتے تھے' لشکر اسلام کو کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہیں ہو رہی تھی' اس نازک ترین صورت حال میں حضرت عبادؓ نے دیکھا کہ انصار مہاجرین پر اور مہاجرین انصار پر تکیہ لگائے ہوئے ایک دوسرے کو ناکامی کا سبب قرار دے رہے ہیں' تو یہ غیظ و غضب سے تلملا اٹھے لیکن اپنے آپ پر ضبط کرتے ہوئے انہوں نے اس ہولناک معرکے میں لشکر اسلام کی کامیابی کے اسباب و ذرائع پر سوچا۔ بڑے غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اب کامیابی کی ایک ہی صورت ہے کہ مہاجرین اور انصار الگ الگ منصوبہ بندی کریں پھر ایک ساتھ دشمن کی فوج پر دونوں طرف سے حملہ آور ہوں تاکہ پتہ چل سکے کمزوری کس طرف سے واقع ہو رہی ہے۔ اور جم کر مقابلہ کون کر رہا ہے۔

○

ایک رات جب لڑائی پورے شباب پر تھی' حضرت عباد بن بشرؓ کو نیند آئی اور اس میں خواب آئی کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان کا دروازہ کھلا میں اندر داخل ہوا تو دروازہ بند کر دیا گیا۔ صبح ہوئی تو میں نے یہ خواب حضرت ابو سعیدؓ کو بیان کیا اور ساتھ ہی خواب کی تعبیر

بتاتے ہوئے کہا!

اے ابو سعیدؓ: اللہ کی قسم! اس خواب میں مجھے شہادت کا اشارہ دیا گیا ہے۔

○

جب دن چڑھا لڑائی شروع ہوئی تو حضرت عباد بن بشرؓ ایک ٹیلے پر چڑھ کر با آواز بلند پکار پکار کر کہنے لگے۔ اے انصار لوگوں سے الگ ہو جاؤ۔ اپنی تلواروں کی نیامیں توڑ ڈالو' دیکھو تمہاری طرف سے اسلام پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ پورے جوش و جذبہ سے بار بار یہ بات دہراتے رہے۔ یہاں تک کے آپ کے پاس چار سو افراد جمع ہو گئے۔ جن میں ثابت بن قیسؓ' براء بن مالک رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شمشیر بردار ابودجانہؓ' بھی ان میں موجود تھے۔ حضرت عباد بن بشرؓ ان مجاہدوں کی قیادت کرتے ہوئے اپنی شمشیر براں سے دشمن کی صفیں چیرتے ہوئے ہلاکت و موت سے بزور سینہ اٹھکیلیاں کرتا ہوا آگے چلا گیا یہاں تک کہ مسیلمہ کذاب کی فوج کو گلستان موت میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ حضرت عباد بن بشرؓ' دیوانہ وار لڑتے ہوئے باغ کی دیوار کے پاس زخم کھا کر گرے اور شہید ہو گئے۔

دشمن کی تلواروں' نیزوں اور تیروں کے زخموں سے انکا بدن چھلنی ہو چکا تھا چہرے پر اس قدر زخم تھے کہ پہچانا نہ جاتا تھا۔ زخم کے ایک نشان کی بناء پر ان کی لاش کی شناخت ہو سکی۔

بنا کر دند خوش رسے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

○

حضرت عباد بن بشرؓ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

۱۔ تاریخ اسلام ذھبی ۳۷۰/۱
۲۔ تھذیب التھذیب ۹۰/۵
۳۔ الطبقات الکبری ۴۴۰/۳

۴۔ المحجر فی التاریخ ۲۸۲

۵۔ سیر اعلام النبلاء ۱/۲۴۳

۶۔ حیاۃ الصحابہ ۱/۱۶ے

سنہ 2 ہجری ہے۔

مدینہ منورہ میں چہل پہل دکھائی دے رہی ہے۔ مجاہدین غزوہ بدر کی تیاری میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ نبی کریم ﷺ اپنی قیادت میں جہاد کے لئے روانہ ہونے والے پہلے لشکر پر طائرانہ نگاہ ڈال رہے ہیں' کہ اچانک ایک تیرہ سالہ لڑکا جس کے چہرے پر ذہانت' متانت' شرافت اور خود داری کے نقوش نمایاں نظر آرہے تھے' ہاتھ میں اپنے قد سے بھی لمبی تلوار پکڑے رسول ﷺ کے قریب آیا اور عرض کی: یا رسول ﷺ! میں آپ پر قربان جاؤں' مجھے اپنے ساتھ لے لیجئے تاکہ میں آپ کے جھنڈے تلے جہاد کی سعادت حاصل کر سکوں۔

رسول کریم ﷺ نے اسے خوشی اور تعجب سے دیکھا اور اس کے کندھے پر محبت و شفقت بھرے انداز میں تھپکی دی۔ اس کے دل کو خوش کیا اور کم عمری کی بنا پر اسے واپس لوٹا دیا۔

○

یہ نو عمر لڑکا اپنی تلوار زمین پر گھسیٹتا ہوا غم واندوہ کی تصویر بنا ہوا واپس لوٹا' کیوں کہ وہ پہلے غزوہ میں رسول کریم ﷺ کی رفاقت حاصل کرنے سے محروم ہو گیا تھا۔

اس کے پیچھے اس کی والدہ محترمہ نوار بنت مالک غم و اندوہ سے نڈھال واپس لوٹی' کیونکہ اس کے دل کی یہ تمنا تھی کہ میرا لخت جگر رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے مجاہدین کے شانہ بشانہ داد شجاعت دے اور یہ منظر دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو۔

کاش! آج اس کا باپ زندہ ہوتا تو ضرور رسول کریم ﷺ کی قیادت میں اس غزوہ میں شمولیت کی سعادت حاصل کرتا۔

○

لیکن جب اس انصاری بچے نے اپنی نو عمری کی بنا پر میدان جہاد میں رسول اقدس ﷺ سے قرب حاصل کرنے میں اپنی ناکامی دیکھی تو اس کے ذہن رسا میں نبی کریم ﷺ کا تقرب حاصل کرنے کا ایک اور طریقہ آیا جس کا عمر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا' بلکہ اس کا تعلق علم اور قرآن مجید کے حفظ سے تھا۔ جب اس نے اپنی والدہ سے اس کا تذکرہ کیا تو وہ بہت خوش ہوئی اور یہ طریقہ آزمانے کے لئے مستعد و چوکس ہو گئی۔

○

والدہ محترمہ نے اپنی قوم کے چیدہ افراد سے اپنے لخت جگر کی رائے اور انداز فکر کا تذکرہ کیا تو وہ اسے اپنے ہمراہ رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں لے گئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ! ہمارے بیٹے زید بن ثابت کو قرآن مجید کی سترہ سورتیں زبانی یاد ہیں اور یہ اس طرح درست پڑھتا ہے جس طرح آپ کے قلب مبارک پر نازل کی گئی تھیں۔ علاوہ ازیں یہ بڑا ذہین ہے۔ اور لکھنا پڑھنا بڑی اچھی طرح جانتا ہے۔ ان خوبیوں کی وجہ سے وہ آپ کا قرب اور آپ کے دامن سے لپٹنا چاہتا ہے۔

آپ چاہیں تو اس سے سن لیں۔

○

رسول کریم ﷺ نے اس ہونہار لڑکے زید بن ثابتؓ سے کچھ سورتیں سنیں تو الفاظ کی عمدہ و درست ادائیگی اور خندہ پیشانی شیریں کلامی سے آپ بہت متاثر ہوئے۔ اس کے ہونٹوں پر قرآنی کلمات اس طرح چمکتے تھے جس طرح آسمان پر تارے چمکتے ہیں۔

اس کی تلاوت اپنے اندر بے پناہ جاذبیت رکھتی تھی۔ تلاوت کا ٹھہراؤ اس کے تر و تازہ حافظے حسن فہم و فراست پر دلالت کرتا تھا۔

رسول کریم ﷺ اس ہونہار بردے میں خوبیاں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور آپ کو زیادہ خوشی اس سے ہوئی کہ وہ عربی زبان عمدہ انداز میں لکھنا بھی جانتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اس کی طرف محبت بھرے انداز سے دیکھا اور ارشاد فرمایا۔
اے زید! میرے لئے یہود کی زبان عبرانی لکھنا بھی سیکھو' مجھے ان پر اعتماد نہیں۔
انہوں نے کہا: حاضر یا رسول اللہ ﷺ! فوراً عبرانی زبان سیکھنا شروع کر دی اور تھوڑے عرصہ میں اس زبان میں مہارت پیدا کر لی۔ رسول اللہ ﷺ یہود کی طرف کوئی پیغام لکھ کر بھیجنا چاہتے تو جناب زید بن ثابتؓ تحریر کرتے اور جب وہ کوئی خط بھیجتے تو یہ آپ کو پڑھ کر سناتے۔
پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق عبرانی کی طرح سریانی زبان بھی سیکھ لی۔ اور یہ نوجوان زید بن ثابتؓ' رسول اقدس ﷺ کے ترجمان بن گئے۔ اور اس طرح انہیں آپ ﷺ کا قرب حاصل ہوا۔

○

جب نبی کریم ﷺ کو حضرت زید کی متانت' دیانت' امانت' اور معاملہ فہمی پر مکمل اعتماد ہو گیا' تو انہیں خدائی پیغام ضبط تحریر میں لانے کے لئے کاتب وحی کے اہم منصب پر فائز کر دیا گیا۔ جب قرآن مجید کی کوئی آیت آپ کے قلب مبارک پر نازل ہوتی تو حضرت زید کو بلاتے اور اسے لکھنے کا حکم دیتے' تو وہ اسے لکھ دیتے۔ حضرت زید بن ثابتؓ' وقتاً فوقتاً رسول کریم ﷺ سے قرآنی تعلیمات حاصل کرتے اور اس طرح دن بدن ان کی دینی معلومات میں اضافہ ہونے لگا۔ اور وہ آپ کے ذہن مبارک سے تازہ ترین دینی احکامات سنتے ان کے اسباب نزول معلوم کرتے جن سے ان کے دل میں انوار ہدایت سے چمک پیدا ہونے لگی' اور انکی عقل اسرار شریعت سے منور ہونے لگی۔ یہاں تک کہ یہ نوجوان قرآن مجید کا ماہر اور وصال رسول ﷺ کے بعد امت محمدیہ کے لئے مرجع اول بنا حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں جن صحابہ کرامؓ کو قرآن مجید جمع کرنے کا فرض سونپا گیا ان میں یہ سر فہرست تھے۔ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کے متعدد نسخوں کو یکجا جمع کیا' ان میں بھی ان کی حیثیت نمایاں تھی' کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی مرتبہ ہو سکتا ہے جس کی کسی کو تمنا ہو۔؟
کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی مجد و شرف ہو سکتا ہے جس کو حاصل کرنے کی کسی کو

دلی تمنا ہو۔

○

قرآن مجید کی برکت سے حضرت زید بن ثابتؓ کے لئے ایسے کٹھن مراحل میں صحیح سمت اختیار کرنے کے راستے روشن ہو جاتے جبکہ بڑے بڑے عقل مند حیران و پریشان ہو جایا کرتے تھے۔

سقیفہ بنو ساعدہ میں جب رسول اقدس ﷺ کی خلافت میں اختلاف پیدا ہو گیا۔

مہاجرین نے کہا۔

رسول کریم ﷺ کی خلافت کا حق ہمارا ہے۔

انصار میں سے چند ایک نے کہا۔

خلافت کے حقدار ہم ہیں۔

اور بعض انصار کہنے لگے کہ ایک خلیفہ ہم میں سے ہو اور ایک مہاجرین میں سے' کیونکہ رسول اقدس ﷺ جب بھی کسی علاقے میں مہاجرین میں سے اپنا کوئی نمائندہ بنا کر بھیجتے تو اس کے تعاون کیلئے ایک انصاری کو ساتھ ملا دیا کرتے تھے۔ قریب تھا کہ یہ فتنہ سنگین صورت اختیار کر جاتا' حالانکہ اللہ کے نبی ﷺ کفن میں ملبوس ان کے سامنے تھے' ابھی آپ کے جسد اطہر کو دفن نہیں کیا گیا تھا۔

ایسے نازک ترین موقع پر ضروری تھا کہ قرآن مجید کی برکت سے کوئی ایسی اچھوتی' حیرت انگیز اور محتاط بات سامنے آئے جس سے یہ فتنہ فوری طور پر دب جائے۔ یہ بات حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کی زبان مبارک سے نکلی۔ جب انہوں نے اپنی قوم کی طرف دیکھا' تو ارشاد فرمایا۔

اے خاندان انصار! رسول کریم ﷺ مہاجرین میں سے تھے۔ آپ کا خلیفہ بھی مہاجر ہو گا۔

ہم جس طرح رسول اللہ ﷺ کے انصار و مددگار تھے' اسی طرح ان خلیفہ کے بھی انصار و مددگار ہونگے۔

پھر اپنا ہاتھ حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف بڑھایا' بیعت کی اور فرمایا یہ تمہارے خلیفہ

ہیں' ان کی بیعت کرو۔

○

حضرت زید بن ثابتؓ قرآن مجید کی برکت اور طویل زمانہ رسول کریم ﷺ کی صحبت کی بنا پر مسلمانوں کے لئے مینارۂ نور اور ان کے ہادی و مرشد بن گئے۔

خلفائے عظام مشکل ترین مسائل کا حل کرنے میں ان سے مشورہ لیتے۔ عوام الناس فقہی مسائل میں ان سے فتویٰ لیتے۔ خاص طور پر وراثت کی تقسیم کے سلسلہ میں ان سے زیادہ ماہر اور کوئی نہ تھا۔ فتح دمشق کے موقع پر خلیفۃ المسلمین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے جابیہ نامی بستی میں مجاہدین سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لوگو! جو تم سے قرآن مجید کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہے وہ زید بن ثابت کے پاس جائے۔ جو تم میں سے کوئی فقہی مسئلہ پوچھنا چاہے' وہ معاذ بن جبل کی طرف رجوع کرے اور جس کسی کو مال چاہئے وہ میرے پاس آئے' کیونکہ مجھے مسلمانوں کے مال کی نگرانی اور اس کی تقسیم کا اختیار دیا گیا ہے۔

○

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین ذی وقار میں سے علم حاصل کرنے والوں نے حضرت زید بن ثابتؓ کی صحیح معنوں میں قدر پہچانی اور علمی مرتبہ اور فضل و شرف کی بنا پر ان کی تعظیم بجالائے۔

وہ حیرت انگیز منظر کا مشاہدہ کرو۔ کہ علم کا بحرِ بے کنار حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت زید بن ثابتؓ کی تعظیماً سواری کی لگام پکڑے کھڑا ہے۔

حضرت زید بن ثابتؓ نے کہا:

رسول اقدس ﷺ کے چچازاد بھائی! گھوڑے کی لگام چھوڑ دیجئے' مجھے شرمندہ نہ کیجئے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ارشاد فرمایا:

ہمیں اسی طرح اپنے علماء کی عزت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت زید بن ثابتؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا:

مجھے اپنا ہاتھ تو دکھلایئے۔ انہوں نے اپنا ہاتھ ان کی طرف کیا' تو انہوں نے اسے پکڑ کر چوم لیا اور فرمایا: ہمیں اپنے پیارے نبی ﷺ کے اہل بیت کے ساتھ اسی طرح محبت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

○

حضرت زید بن ثابتؓ اپنے رب کو پیارے ہوئے تو مسلمان زار و قطار روئے کہ آج علم کا خزانہ مٹی میں دفن ہو جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: آج اس امت کا تبحر عالم دنیا سے کوچ کر گیا: کاش اللہ تعالیٰ عبداللہ بن عباسؓ کو اس کا نعم البدل بنادے۔ ان کی وفات پر شاعر رسول کریم حضرت حسان بن ثابتؓ نے مرثیہ کہا۔ جس کا ایک شعر یہ ہے۔

فَمَنْ لّلقوا فی بَعدَ حسان وابنهٖ ۔۔۔ وَمَنْ للمعانی بعد زید بن ثابت

حسان بن ثابت اور اسکے بیٹے پر شعر گوئی ختم
زید بن ثابت پر نکتہ آفرینی و معنی آرائی ختم

○

حضرت زید بن ثابتؓ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الاصابه (مترجم) ۲۸۸۰

۲۔ الاستیعاب ۵۵۱/۱

۳۔ غاية النهايه ۲۹۶/۱

۴۔ صفة الصفوة ۲۴۹/۱ مطبوعہ ہند

۵۔ اسد الغابة ۱۸۲۴

۶۔ تهذيب التهذيب ۳۹۹/۳

۷۔ تقريب التهذيب ۲۷۲/۱

۸۔ الطبقات ابن سعد فہرست دیکھئے

۹۔ المعارف ۲۶۰

۱۰۔ حياة الصحابه فہرست دیکھئے

۱۱۔ سیرۃ ابن ہشام — فہرست دیکھئے

۱۲۔ تاریخ طبری — فہرست دیکھئے

۱۳۔ اخبار القضاۃ — ۱/۱۰۷۔ ۱۱۰
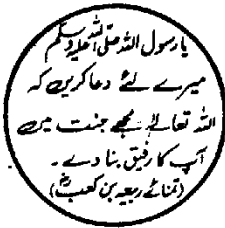
حضرت ربیعہ بن کعبؓ فرماتے ہیں۔

میں ابھی عنفوان شباب میں تھا کہ روح نور ایمان سے چمک اٹھی۔ اور میرا دل اسلام کے رموز و اسرار سے لبریز ہو گیا۔ جب میں نے دیدار نبی ﷺ کا سرمہ اپنی آنکھوں میں ڈالا' تو آپ کی محبت میرے روئیں روئیں میں سرایت کر گئی۔ آپ کی بے پناہ محبت نے مجھے آپ کے سوا ہر چیز کو بھلا دیا۔ ایک دن میں نے اپنے دل سے کہا۔

ربیعہ' تجھ پہ افسوس ہے۔ بھلا تو اپنے آپ کو رسول اقدس ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کیوں نہیں کر دیتا۔ اس مقصد کے لئے تجھے پہلی فرصت میں بارگاہ رسالت میں عرض پیش کر دینی چاہیئے۔ اگر درخواست قبول ہو گئی تو تیرے بھاگ جاگ اٹھیں گے۔ تجھے قرب کی سعادت بھی نصیب ہو گی۔ اور محبت میں کامیابی بھی' علاوہ ازیں دنیا و آخرت کی خیر و برکت تیری جھولی میں ڈال دی جائے گی۔ یہ سوچتے ہی میں نے بارگاہ رسالت میں درخواست کی یارسول اللہ ازراہ کرم مجھے اپنا خادم بنا لیجئے۔ آپ نے کمال شفقت مسرت کا اظہار کرتے ہوئے مجھے اپنی خدمت کے لئے قبول کر لیا۔ زہے قسمت' واہ رے خوش نصیبی۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

میں خوشی سے جھوم گیا اور اپنی قسمت پر ناز کرنے لگا۔ میں اسی دن سے سائے کی طرح آپ کے ساتھ ہو گیا جہاں چلتے' میں چلتا' جہاں بیٹھتے میں بیٹھتا۔ جس طرف کا بھی رخ کرتے' آپ کے ساتھ خدمت کے لئے تیار ہوتا۔ جب آپ میری طرف نگاہ اٹھاتے

تو میں فوراً آپ کے سامنے باادب آ کھڑا ہوتا۔ جب آپ مجھے کسی کام کا حکم دیتے تو پلک جھپکنے میں اس کام کو سرانجام دیتا۔ اس طرح میں دن بھر آپ کی خدمت میں مصروف رہتا۔ جب نماز عشاء ادا کر لیتے اور اپنے حجرے میں تشریف لے جاتے تو میں کہیں جانے کی بجائے آپ کے گھر کی دہلیز پر بیٹھ جاتا کہ شاید رات کے وقت آپ کو کوئی کام یاد آجائے اور میں وہاں موجود نہ ہوا تو آپ کو وہ کام کرنا پڑے یہ میرے لئے کسی طرح بھی مناسب نہیں کہ میرے جیتے جی آپ کو کام کرنے کی زحمت اٹھانا پڑے۔ میں نے وہاں ایمان افروز منظر بھی دیکھا کہ رسول اقدس ﷺ رات کا اکثر حصہ نماز پڑھتے ہوئے گزارتے۔ بسا اوقات سورۃ فاتحہ پڑھنے کی آواز میرے کانوں کو سنائی دیتی۔ بعض اوقات آپ وجد میں آکر سورۃ فاتحہ بار بار پڑھتے۔

بسا اوقات (سمع اللہ لمن حمدہ) کی لذت بھری آواز مجھے سنائی دیتی یہ کلمات بھی آپ کمال کیف و سرور اور لذت آشنائی کے انداز میں بار بار دہراتے۔

○

رسول اقدس ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی آپ سے حسن سلوک سے پیش آتا تو آپ اس کا بدلہ اس سے بھی بہتر انداز میں دیتے۔ ایک روز آپ نے میری خدمات کا صلہ دینے کے لئے مجھے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

اے کعب کے فرزند ربیعہؓ

میں نے کہا لبیک یارسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا: مجھ سے مانگو کہ آج تجھے عطا کردوں۔ میں یہ سن کر اپنی قسمت پہ ناز کرنے لگا۔ آہا! میرے نصیب کے کیا کہنے کہ شاہ امم سلطان مدینہ کی نظر کرم آج مجھ پر ہے۔

میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ مجھے کچھ مہلت دیجئے تاکہ سوچ کر کوئی فیصلہ کرسکوں کہ میں آپ سے کیا مانگوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا: خوب سوچ لیجئے۔ میں ایک مفلس و کنگال نوجوان تھا نہ میرے پاس کوئی گھر تھا' نہ بیوی اور نہ مال بلکہ دیگر اصحاب صفہ کی طرح مسجد کا چبوترہ میرا ٹھکانہ تھا۔ لوگ ہمیں اسلام کا مہمان کہہ کر پکارتے تھے۔ جب کوئی مسلمان رسول اقدس

ﷺ کے پاس صدقہ لے کر آتا تو آپ وہ سبھی کچھ ہمارے پاس بھیج دیتے' جب کوئی تحفہ لے کر آتا تو اس میں تھوڑا سا آپ لیتے' باقی ہماری طرف بھیج دیتے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میں بارگاہ رسالت سے مال و دولت کا سوال کروں تاکہ میں بھی دوسروں کی طرح صاحب مال و دولت' رفیقۂ حیات اور اولاد والا بن سکوں' لیکن ساتھ ہی ایک دوسرا خیال میرے دل میں آیا۔

اے ربیعہ! افسوس' تو کیا سوچ رہا ہے۔ یہ دنیا تو ڈھلتی چھاؤں ہے۔ یہ فنا ہوجائے گی۔ اس میں تیرا رزق اللہ تعالیٰ نے مقرر کردیا ہے۔ وہ ہر صورت میں تجھے مل کر رہے گا۔

بلاشبہ رسول اقدس ﷺ کا اپنے رب کے ہاں بڑا مرتبہ ہے۔ یقیناً آپ کی کسی طلب کو بارگاہ ایزدی میں رد نہیں کیا جائے گا۔ اگر آپ سے کچھ مانگنا ہے' تو آخرت کی بھلائی مانگو۔ یہ دنیا تو جیسے تیسے گذر ہی جائے گی۔ اس میں ہم ایسے لوگوں کے لئے کیا رکھا دھرا ہے۔ یہ خیال آتے ہی میرا دل خوش ہوگیا۔ جب میں رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ربیعہ کیا ارادے ہیں؟

میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میری یہ التجا ہے کہ آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے جنت میں آپ کا رفیق بنادے۔

آپ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:

کیا خوب! یہ مطالبہ کرنے کی سوچ کس نے پیدا کی؟

میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کسی نے بھی مجھے یہ مطالبہ کرنے کو نہیں کہا۔ بلکہ جب آپ نے مجھے فرمایا: کہ میں آپ سے کچھ مانگوں۔ تو پہلے میرے دل میں آیا کہ میں آپ سے دنیا کا مطالبہ کروں۔ پھر اچانک میرے دل میں خیال آیا کیوں نہ باقی رہنے والی آخرت کو فنا ہونے والی دنیا پر ترجیح دوں۔ یہ سوچ کر میں نے آپ سے یہ مطالبہ کردیا کہ آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے جنت میں آپ کا رفیق بنادے۔

رسول اللہ ﷺ دیر تک خاموش رہے۔ پھر ارشاد فرمایا کیا اس کے علاوہ بھی کوئی مطالبہ ہے۔ میں نے برجستہ کہا: ہرگز نہیں۔ میں جنت میں آپ کی رفاقت کو ہر چیز پر ترجیح دیتا

ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

جنت میں میری رفاقت چاہتے ہو تو دل لگا کر زیادہ سے زیادہ عبادت کیا کرو' اس طرح جنت میں میری رفاقت کا میسر آنا آسان ہو جائیگا۔

میں یہ مژدہ جانفزا سن کر زیادہ وقت عبادت میں مصروف و منہمک رہنے لگا۔

○

ابھی چند دن ہی گذرے ہونگے کہ ایک روز رسول اکرم ﷺ نے مجھے آواز دی۔

میں فوراً آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ربیعہ کیا تو شادی نہیں کرے گا۔

میں بصد ادب و احترام عرض گذار ہوا: میرا دل نہیں چاہتا کہ کوئی چیز آپ کی خدمت میں آڑے آئے۔ اور پھر آپکو یہ بھی معلوم ہی ہے کہ بیوی کے اخراجات کا میں متحمل نہیں ہو سکتا۔ یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے۔ اور چند دن اسی طرح گذر گئے۔

پھر ایک روز آپ نے پوچھا:

ربیعہ! کیا خیال ہے تم شادی نہیں کرو گے۔

میں نے پھر وہی پہلے جیسا جواب دیا۔

لیکن میرے دل میں خیال آیا کہ ربیعہ تجھے یہ جواب نہیں دینا چاہیئے تھا۔

بخدا! نبی اکرم ﷺ تجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ دین و دنیا میں تیرے لئے بہتر کیا ہے اور جو تیری مالی حیثیت ہے' آپ اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اگر آپ دریافت فرما رہے ہیں تو یقیناً اس میں کوئی راز ہو گا۔ تو میں نے فیصلہ کر لیا کہ اگر آپ نے شادی کے متعلق پوچھا تو میں انکار نہیں کروں گا۔ بلکہ بصد ادب و احترام کہوں گا۔

سر تسلیم خم ہے۔ جو مزاج معلی کی رضا ہو' میں اس پہ راضی۔

○

ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ رسول اقدس ﷺ نے پھر پوچھا۔

ربیعہ! کیا تو شادی نہیں کرے گا۔

میں نے عرض کی: کیوں نہیں میں برضا و رغبت تیار ہوں۔ جو آپ کا حکم سر آنکھوں پر میں اور میرا یہ نصیب زہے قسمت۔

آپ یہ سن کر خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ فلاں گھر جاؤ' اہل خانہ سے میرا سلام کہنا اور انہیں یہ پیغام دینا کہ اللہ کا رسول تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ ربیعہ کو اپنا داماد بنالو۔ میں شرماتا اور جھجکتا ہوا ان کے پاس گیا۔ سلام کہا اور انہیں رسول اکرم ﷺ کا پیغام دیا۔ اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بغیر کسی حیل و حجت کے وہ مجھے اپنا بیٹا بنانے پر راضی ہوگئے۔ اور محبت بھرے انداز میں کہنے لگے کہ حبیب کبریاء کا حکم سر آنکھوں پر ہم انہیں اور ہماری طرف ان کے بھیجے ہوئے پیغام رساں کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

آپ کی نظر انتخاب' زہے قسمت' یہ ہماری خوش نصیبی ہے۔

آیئے تشریف رکھئے چشم ماروشن دل ماشاد۔

اس کے بعد بغیر کسی پس و پیش کے انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کردیا اور میں شاداں فرحاں اپنی قسمت پہ ناز کرتا ہوا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ وہ تو واقعی قابل رشک گھرانہ ہے۔ آپ کا حکم سنتے ہی انہوں نے مجھے اپنا داماد بنالیا۔

یارسول اللہ ﷺ! اب میں اپنی بیوی کے لئے مہر کہاں سے دوں؟

یہ سن کر رسول اقدس ﷺ مسکرائے اور بنو اسلم کے سردار بریدہ کو حکم دیا کہ ربیعہ کے لئے سونے کی ڈلی کا انتظام کرے اور اس نے فوراً حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سونے کی ڈلی بارگاہ رسالت میں پیش کردی۔

رسول اقدس ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ یہ سونے کی ڈلی لے جاؤ اور اہل خانہ سے کہنا یہ آپ کی بیٹی کا مہر ہے' اسے قبول کیجئے۔ میں ان کے پاس گیا۔ سونے کی وہ چھوٹی سی ڈلی پیش کی۔ انہوں نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اسے قبول کیا۔ میں ان کے اخلاق اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنے سے بے حد متاثر ہوا اور بارگاہ رسالت میں عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ بخدا! وہ تو بہت ہی اچھے لوگ ہیں۔ کھجور کی گٹھلی کی مانند سونے کی ڈلی دیکھ کر ان کے دل پر کوئی ملال نہ آیا' بلکہ وہ کہنے لگے۔ یہی بہت ہے۔

پھر میں نے عرض کی: یارسول اللہؐ! میں آپ پہ قربان جاؤں۔ اب میں ولیمہ کہاں سے کروں' میرے پاس تو اس کے لئے کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا:

گھبراؤ نہیں اپنی قوم بنو اسلم کے سردار بریدہ کو بلا کر لاؤ۔ اسے آپ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے فرمایا: بریدہ اپنی قوم کے اس فرد کی خوشی میں شریک ہوتے ہوئے ایک مینڈھے کا انتظام کرو۔ تاکہ یہ ولیمہ کی سنت ادا کرسکے۔ اس نے فوراً حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایک موٹا تازہ مینڈھا خرید کر آپ کی خدمت میں پیش کردیا۔

پھر رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ربیعہ عائشہؓ کے پاس جاؤ۔ اور اسے کہو کہ تجھے آٹا دے دے' میں ان کے پاس گیا اور حضورؐ کا پیغام دیا انہوں نے فرمایا: کہ برتن میں جو کا آٹا پڑا ہے لے جاؤ۔ میں نے اسے کپڑے میں ڈالا وہ تقریباً بیس سیر تھا۔ اس کے علاوہ کوئی اناج آپ کے گھر نہیں تھا' لیکن آپ کی ہمدردی' شفقت اور محبت کے قربان جاؤں' کس قدر اپنے مریدوں کی دل جوئی کا خیال ہے۔ مینڈھا اور آٹا لے کر میں سسرال کے گھر گیا۔ اور یہ دونوں چیزیں ان کے سپرد کیں تاکہ ولیمے کا اہتمام کیا جائے۔ انہوں نے کہا روٹی ہم تیار کردیتے ہیں۔ اور یہ جانور اپنے دوست و احباب سے کہیں کہ ذبح کرکے وہ پکادیں' لہٰذا میری قوم کے چند افراد نے اسے ذبح کیا اور پکایا۔ روٹی اور سالن تیار ہوگیا۔ میں نے ولیمے پر محسن انسانیت' رسول رحمت ﷺ کو بھی دعوت دی۔ جو آپ نے بخوشی قبول کی۔ اور اس میں شرکت کرکے میری حوصلہ افزائی کی۔

○

رسول اقدس ﷺ نے حضرت صدیق اکبرؓ کی زمین کے ساتھ ملحق مجھے بھی زمین کا ایک ٹکڑا الاٹ کردیا۔ اس طرح دنیا کے مال کا میرے گھر ورود ہونے لگا۔ ایک روز ایسا ہوا کہ ایک کھجور کے درخت کی وجہ سے میرا حضرت صدیق اکبرؓ سے جھگڑا ہوگیا۔ میں نے کہا یہ درخت میرا ہے کیونکہ یہ میری زمین میں ہے۔ وہ فرمانے لگے۔ یہ درخت میرا ہے۔ اور ایک عرصے سے میری ملکیت میں ہے۔

جب میں نے اپنی ملکیت پر اصرار کیا تو انہیں غصہ آگیا اور مجھے جلی کٹی سنانے لگے۔

میں خاموش ہوگیا جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو آپ بہت پشیمان ہوئے۔ غم و اندوہ سے کبیدہ خاطر ہو کر فرمانے لگے۔

ربیعہ! مجھے معاف کردو۔ یا ویسے ہی کلمات مجھے کہو جو میں نے تمہیں کہے ہیں تاکہ دنیا میں ہی حساب بے باک ہوجائے۔

میں نے کہا: بخدا! میں تو آپ کو ایسا کہنے کی جرأت نہیں کروں گا۔

تو جلال میں آکر کہنے لگے: اگر بدلہ نہیں لوگے' تو میں تمہاری شکایت بارگاہ رسالت میں کروں گا۔ یہ کہہ کر آپ نبی اکرم ﷺ کی طرف چل پڑے میں بھی ان کے پیچھے چل پڑا۔ میری قوم کے چند افراد بھی میرے ساتھ چل پڑے۔ وہ میرے کان میں کہنے لگے۔ یہ بھی عجیب ماجرا ہے۔ غصے کا نشانہ بھی تجھے بنایا گیا اور الٹی شکایت بھی تیری ہونے لگی۔ میں نے یہ سن کر ان کے منہ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ جانتے ہو یہ کون ہیں؟ ان کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟

سن لو! یہ صدیق اکبرؓ ہیں۔ یہ مسلمانوں کے محسن ہیں۔

خبردار! اگر ان کے خلاف کسی نے کوئی بات کی۔ تم یہیں سے واپس چلے جاؤ۔ اگر انہوں نے دیکھ لیا کہ تم میری مدد کے لئے میرے ہمراہ چل رہے ہو تو یہ ناراض ہوجائیں گے۔ اگر یہ ناراض ہوگئے تو میرے پیر و مرشد' ہادئ برحق ﷺ ناراض ہوجائیں گے۔ وہ ناراض ہوگئے تو میرا اللہ ناراض ہوجائے گا۔ بایں صورت میں تباہ و برباد ہوجاؤں گا۔ براہ مہربانی تم یہیں سے واپس چلے جاؤ۔ تمہاری مدد کی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ وہ واپس لوٹ گئے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے بارگاہ رسالت میں پیش ہوکر سارا واقعہ رسول اقدس ﷺ کو سنادیا۔ آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا:

ربیعہ! کیا بات ہے؟

میں نے ادب و احترام سے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! انہوں نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ غصے میں آکر جس طرح انہوں نے مجھے کہا ویسے ہی میں ان سے بدلہ لوں۔ بھلا میں یہ جرأت کیسے کرسکتا ہوں!

آپ نے فرمایا:

ربیعہ! تم نے بہت اچھا کیا۔
لیکن اب یہ کہو: الٰہی! میں نے صدق دل سے ابوبکرؓ کو معاف کیا۔
میں نے جب یہ کہا تو حضرت صدیق اکبرؓ کی آنکھوں سے فوراً خوشی سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور فرمانے لگے۔ ربیعہ! اللہ تجھے جزائے خیر عطا کرے۔ تو نے مجھ پر احسان کیا ہے۔

○

حضرت ربیعہ بن کعبؓ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ اسد الغابہ	۱۷۱/۲
۲۔ الاصابہ	۵۱۱/۱
۳۔ الاستیعاب	۵۰۶/۱
۴۔ البدایہ والنہایۃ	۳۳۶۔۳۳۵
۵۔ کنز الاعمال	۳۶/۷
۶۔ الطبقات الکبری	۳۱۳/۴
۷۔ مسند ابی داود	۱۶۲۔۱۶۱
۸۔ تاریخ الخلفاء	۵۶
۹۔ مجمع الزوائد	۲۵۷۔۲۵۲/۴
۱۰۔ حیاۃ الصحابہ	فہرست دیکھئے
۱۱۔ تہذیب التہذیب	۲۶۳۔۲۶۲/۳
۱۲۔ خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال	۱۱۶
۱۳۔ تجرید اسماء الصحابہ	۱۹۴/۱
۱۴۔ الجمع بین رجال الصحیحین	۱۳۶/۱
۱۵۔ الجرح والتعدیل	۴۷۲/۲
۱۶۔ تاریخ الکبیر	۲۵۶/۲

۱۷۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط ۱۱۱

۱۸۔ الطبقات الکبری ۴/ ۳۱۳۔۳۱۴

۱۹۔ تاریخ اسلام ذہبی ۳/ ۱۵

۲۰۔ الفصل الاسلامیہ فی عہد النبوۃ والراشدین ۲/ ۶۵۶

احمد حافظ حکمی

کتابیات

۱۔ سیر اعلام النبلاء
۲۔ اسد الغابۃ
۳۔ انساب الأشراف
۴۔ الأصابۃ
۵۔ الاستیعاب
۶۔ السیرۃ النبویۃ لابن ہشام
۷۔ البدایۃ والنہایۃ
۸۔ حیاۃ الصحابۃ
۹۔ الطبقات الکبریٰ
۱۰۔ حلیۃ الأولیاء
۱۱۔ صفۃ الصفوۃ
۱۲۔ تاریخ الطبری
۱۳۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط
۱۴۔ المعبر فی التاریخ
۱۵۔ سمط اللآلی
۱۶۔ ذیل تاریخ الطبری
۱۷۔ الکامل فی التاریخ
۱۸۔ اعلام النساء
۱۹۔ فتوح البلدان
۲۰۔ الأغانی
۲۱۔ المستطرف
۲۲۔ المعارف لابن قتیبہ
۲۳۔ تاریخ اسلام ذہبی
۲۴۔ معجم البلدان
۲۵۔ تہذیب التہذیب
۲۶۔ جمہرۃ الأنساب
۲۷۔ الجرح والتعدیل
۲۸۔ تجرید اسماء الصحابۃ
۲۹۔ العبر
۳۰۔ شذرات الذہب
۳۱۔ تاریخ دمشق ابن عساکر
۳۲۔ تذکرۃ الحفاظ
۳۳۔ تاج العروس
۳۴۔ کامل ابن اثیر
۳۵۔ تاریخ الخمیس
۳۶۔ دائرۃ المعارف الاسلامیۃ

۳۷ ۔ الأعلام

۳۸ ۔ فتح الباری

۳۹ ۔ البیان والتبیین

۴۰ ۔ الصدیق حسین ہیکل

۴۱ ۔ قلائد الجمان

۴۲ ۔ النجوم الزاہرۃ

۴۳ ۔ المعتبر

۴۴ ۔ البدء والتاریخ

۴۵ ۔ الجمع بین رجال الصحیحین

۴۶ ۔ غایۃ النہایۃ

۴۷ ۔ الرّیاض النضرۃ

۴۸ ۔ ذیل المذیل

۴۹ ۔ رغبۃ الأمل

۵۰ ۔ طبقات الشعرانی

۵۱ ۔ معرفۃ القراء الکبار

۵۲ ۔ ابوہریرۃ من سلسلۃ اسلام العرب

۵۳ ۔ قادۃ فتح فارس

۵۴ ۔ تہذیب الأسماء واللغات

۵۵ ۔ دول الاسلام

۵۶ ۔ وفیات الأعیان

۵۷ ۔ جمہرۃ الأولیاء

۵۸ ۔ طبقات فقہاء الیمن

۵۹ ۔ کتاب الزہد

۶۰ ۔ اصحاب بدر

ختم شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی! ہمیں تیرے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے گہری محبت اور عقیدت ہے۔

الٰہی! ہمیں روزِ قیامت صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک کا ہی ساتھ نصیب فرما دینا۔

الٰہی! یہ بات تیرے علم میں ہے کہ ہم صحابہ کرامؓ سے خالص تیری رضا کی خاطر محبت کرتے ہیں۔

یَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْن

دُعاگو
○ عبدالرحمٰن رافت الباشا
○ محمود احمد غضنفر

شمع رسالت کے پروانے، آسمانِ نبوت کے چمکتے ستارے، رُستانِ نبوت کے مہکتے پھول، آفتابِ رسالتؐ کی چمکتی فضا میں ورآغوش نبوت کی پروردہ ہستیاں، یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ جن کی قدسی صفات کا تذکرہ قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابوں میں بھی کیا گیا۔ جن کے سینوں پر انوار رسالت براہ راست پڑے۔ جنھوں نے دینِ الٰہی کی سربلندی کے لیے اپنی ہر چیز راہ خدا میں لٹادی۔ بلاشبہ ان کی سیرت کا ہر پہلو درخشاں اور ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

صحابہ کرامؓ حضور اقدس ﷺ کی زیارت کو ترستے تھے آپؐ نے مرض الموت میں جب پردہ اُٹھا کر دیکھا اور صحابہ کرامؓ کو نماز کی حالت میں دیکھ کر مسکرائے تو صحابہ کرامؓ میں مسرّت کی لہر دوڑ گئی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں! ہم نے حضور ﷺ کے مکھڑے سے زیادہ حسین منظر نہیں دیکھا ہے۔

کچھ عاشقانِ رسولؐ ایسے بھی تھے جن کو اپنی آنکھیں اس لیے عزیز تھیں کہ ان سے حضور ﷺ کی زیارت ہوتی ہے۔ ایک صحابیؓ کی آنکھیں جاتی رہیں لوگ عیادت کو آئے تو کہنے لگے یہ آنکھیں تو مجھے اس لیے عزیز تھیں کہ ان سے حضور ﷺ کی زیارت ہوتی تھی جب وہی نہ رہے تو اب ان آنکھوں کے جانے کا کیا غم ہے؟

کچھ صحابہؓ ایسے بھی تھے جنھوں نے روز روز کا جھگڑا ہی چکا دیا تھا۔ زندگی کا سب کاروبار چھوڑ کر آپ ﷺ کی خدمت کے لیے وقف ہو گئے تھے۔ حضرت بلالؓ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ آپؐ کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا آپؐ کے گھر کا سب کام کاج حضرت بلالؓ ہی کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی آپ ﷺ سفر کے لیے تشریف لے جاتے ساتھ ہو لیتے، آپؐ کو جوتیاں پہناتے آپ ﷺ کی جوتیاں اُتارتے سفر میں آپ کا بچھونا، مسواک، جوتا اور وضو کا پانی ان ہی کے پاس ہوتا تھا، اسی لیے آپؓ کو صحابہ کرامؓ سوادِ رسول ﷺ کہتے تھے یعنی حضورؐ کے میرِ ساماں۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ آپ ﷺ کے مستقل خدمت گزار تھے آپؐ سفر پر جاتے تو پیدل آپؐ کے ساتھ ساتھ چلتے اور آپ ﷺ کی اونٹنی ہانکتے تھے۔

حضرت انسؓ کو ان کی والدہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت کے لیے بچپن ہی میں وقف کر گئی تھیں۔ حضرت ابوہریرہؓ بھی بارگاہِ رسالت میں ہمیشہ حاضر رہتے۔

دراصل یہی وہ چراغ ہیں جن سے روشنی حاصل کر کے دنیا کے ظلمت کدے میں سیدھی راہ تلاش کی جاسکتی ہے۔

یہ کتاب **"صُوَرٌ مِنْ حَیاۃِ الصحابہ"** کا اُردو ترجمہ ہے جسے الاستاذ دکتور عبدالرحمٰن رافت پاشا نے محبت بھرے ادیبانہ اسلوب میں تحریر کیا اور تاریخی واقعات کو نہایت ہی دلپذیر انداز میں قلم بند کیا۔ مطالعہ کرنے سے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ اسے اُردو میں منتقل کیا جائے تاکہ اُردو دان طبقہ بھی اس سے مستفید ہو سکے۔

E-Mail: nomania2000@hotmail.com